تریاقِ اکبر بزبانِ صفدر رحمۃ اللہ علیہ

افادات

وکیلِ احناف رئیس المناظرین

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ

مرتب

مولانا عبد الرزاق صفدر

فاضل دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

زیرِ اہتمام

ابو اسامہ مولانا محمد موسیٰ فاضل دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

مہتمم مدرسہ فاطمۃ الزہراء، امداد کالونی حجرہ شاہ مقیم ۰ اوکاڑہ

ناشر

مکتبۃ الامین نزد جامع مسجد قباء بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور پاکستان

0300-2515899

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینٰت
واولٰئک لھم عذاب عظیم (القرآن)

تریاقِ اکبر بزبانِ صفدرؒ

افادات:

وکیل احناف، رئیس المناظرین

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

نوراللہ مرقدہٗ

مرتب:

مولانا عبدالرزاق صفدر

زیر اہتمام

ابو اسامہ مولانا محمد موسیٰ

مہتمم مدرسہ فاطمۃ الزہرہؓ امداد کالونی حجرہ شاہ مقیم ☆ اوکاڑہ

ناشر

مکتبۃ الامین نزد قباء مسجد بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور ☆ پاکستان

0300-2515899

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: تریاق اکبر بزبان صفدرؒ

افادات: حضرت استاذیم مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ

مرتب: مولانا عبدالرزاق صفدر۔ مہتمم مدرسہ دارالعلوم امینیہ نزد جامع مسجد قبا بغداد روڈ شاداب کالونی بہاول پور فون نمبر: 0300-2515899

زیر اہتمام: ابواسامہ مولانا محمد موسیٰ صاحب 0300-6978251

کل صفحات: 560 — طبع اول: 2003ء

طبع دوم: 2005ء — طبع سوم: 2009ء

طبع چہارم: 2012ء — طبع پنجم: 2012ء

طبع ششم: 2012ء — طبع ہفتم: 2013ء

طبع ہشتم: 2013ء — قیمت:

ملنے کے پتے

☆مولانا انصر باجوہ جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہؒ چکری روڈ راولپنڈی 0300-7251496

☆ مکتبہ نعمان بن ثابتؒ گلی نمبر 8 امداد کالونی حجرہ شاہ مقیم اوکاڑہ 0300-6978251

☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور☆ مکتبہ صفدریہ بالمقابل تبلیغی مرکز بہاول پور 0301-7790908☆ مکتبہ حقانیہ ٹی بی روڈ نزد چونگی نمبر۱۴ ملتان 0300-6345306☆ کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی 0321-5879002☆ قاری عبدالسمیع رحیمی جامعہ انوار الصحابہ 0300-3721458 کراچی ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور 0321-4220554 ☆اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی 0333-2119713

☆ مکتبہ عمر بن خطاب سوفٹ روڈ شاہ رکن عالم کالونی ملتان 0301-7574977

بقیہ ملنے کے پتے کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں

اس کتاب کا کوئی جملہ، لائن، پیرہ، یا صفحہ تحریری اجازت کے بغیر چھاپنا کاپی رائٹ اور پبلی کیشنز ایکٹ کے تحت قانوناً جرم ہے۔

اجمالی فہرست

انتساب

میں اس کتاب کو اپنے محسن، مربی، مشفق، استاذ محترمؒ راس الاتقیاء، ولی کامل، وکیل احناف، عدو الملحدین، سرتاج العلماء، فاتح فرق باطلہ، جامع المعقول والمنقول، یادگار اسلاف، کرامت ابی حنیفہؒ، سلطان المناظرین، استاذ العلماء، فقیہ العصر، ترجمان اہل حق

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور اپنے پیرو مرشد اور **محسن و مشفق اساتذہ کرام** (دامت برکاتہم العالیہ) کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کے فیضان سے تعلیم وتدریس وترتیب دینے کی سعادت نصیب ہوئی اور مسلک اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی پر چلنے کی راہنمائی حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ اسی پر خاتمہ فرمائے (آمین یارب العالمین) اور اپنے لائق صد احترام واجب الاکرام حضرات والدین مکرمین مدظلہما کے نام منسوب کرتا ہوں جنہوں نے صبر آزما عالم میں شفقتوں، محبتوں اور ہزار ہا دعاؤں کے سایہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتبلیغ کے لیے بندہ ناچیز کو ہدایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمیشہ ہمیشہ باخیریت وباکرامت قائم دائم رکھے۔

میں آج جو کچھ ہوں ان کی حسن تمنا، درد دل، دعاؤں اور نالہ ہائے نیم شبی کے نتیجے میں ہوں یہ کتاب ان کے حضور پیش کرتے ہوئے عرض گذار ہوں کہ

میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گہر کی آرزو
میں ہوں خزف تو تو مجھے گوہر شاہوار کر

فہرست مضامین

تقریظ

مخدوم و محبوب العلماء و الطلباء عارف باللہ، پیر طریقت، امام الصرف والنحو، استاد الحدیث

حضرت مولانا **محمد حسن** صاحب دامت برکاتہم (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور کرم ہے کہ انہوں نے شریعت محمدیہ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور اور عالم اسباب میں اس کی حفاظت کا انتظام یوں فرمایا کہ قیامت کی صبح تک اہل حق کی ایک جماعت کو چن لیا ہے جس کی منور اور روشن ہستیاں ہر زمانہ میں دین مبین کی صحیح ترجمانی کرتی رہیں گی۔ انہی نورانی ہستیوں میں سے مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ صاحب کی ذات بھی ہے جنہوں نے تحریر، تقریر، تدریس اور مناظرہ کے میدان میں اہل حق کی طرف سے صحیح ترجمانی کا پورا پورا حق ادا کیا اللہ تعالیٰ حضرت کو ان کی پُر خلوص مساعی پر بہترین جزا نصیب فرمائے (امین) پھر اللہ تعالیٰ جزائے خیر نصیب فرمائے حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب زید مجدہم کو جنہوں نے بڑی محنت سے حضرتؒ کے دروس کو قلم بند کیا اور حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب زید مجدہم و جملہ محبین کو جنہوں نے بڑی محنت سے اس کار خیر کو آگے پھیلانے میں حصہ لیا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے
دُعا ہے کہ اس مبارک مجموعہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماوے اور دارین میں اپنی رضا و خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بناوے۔

(امین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ علی حبیب خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین)

محتاج دعا محمد حسن عفی عنہ (استاد الحدیث جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ لاہور)

متکلم اسلام، مناظر اہل سنت، سفیر الحناف، ترجمانِ علمائے دیوبند

حضرت مولانا **محمد الیاس گھمن** صاحب دامت برکاتہم عالیہ

(مرکزی ناظم اعلیٰ اتحاد اہل سنت والجماعت پاکستان)

حُجۃ اللہ فی الارض، رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کا تقریری اور تحریر کردہ ایک ایک لفظ اثبات حق اور ابطالِ باطل کے لئے نسخہ کیمیا کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت کی تمام تقریرات اور تحریرات اس بات کی مستحق ہیں کہ اہلِ السنت والجماعت کے ایک ایک گھر تک پہنچائی جائیں حضرت اوکاڑوی کے 9 موضوعات پر تفصیلی اسباق تریاق اکبر بزبان صفدر کے نام سے مولانا عبدالرزاق صفدر صاحب دامت برکاتہم نے قلم بند فرمائے ہیں اور مولانا محمد موسیٰ صاحب دامت برکاتہم نے حضرت اوکاڑویؒ کی قائم کردہ اتحاد اہلِ السنت والجماعت پاکستان کے پلیٹ فارم سے چھپوانے کا اہتمام فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دو حضرات نے اُمت پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ان دو حضرات اور جنہوں نے اس کار خیر میں سعی و کوشش فرمائی ہے ان تمام کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور حضرت اوکاڑویؒ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور تمام اُمت مسلمہ کے لئے اسے نافع بنادے۔

(امین! بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

محمد الیاس گھمن (87/جنوبی لاہور روڈ سرگودھا)

حرف اول نمبر 1

الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء وعلی آلہ واصحابہ الاتقیاء وعلی من تبعھم الی یوم الدین من المحدثین والفقھاء لا سیما سیدنا الامام الاعظم النعمان ابن الثابت الکوفی وابی جعفر احمد بن محمد سلامۃ الطحاوی الازدی الحنفی المصری . امابعد:۔ برادران اہلِ السنت والجماعت کی خدمت عرض ہے کہ دنیا کے چند روز کے سفر میں تقریباً ہر انسان کو راہِ حق کی تلاش میں رہبروں کی ضرورت ہے اور رہزنوں سے بچنے کے لیے بھی ضرورت ہے اس ضرورت کو ہر دور میں علماء حقہ نے بڑے احسن طریقے سے پورا فرمایا ہے اور رہزنوں سے پوری حفاظت کر کے دین ہم تک پہنچایا۔ اب اس امانت کو بحفاظت آنے والی نسلوں تک منتقل کرنا ہمارا فرض ہے اس فرض کی ادائیگی کے لیے دورِ حاضر میں بہت سے رہزن رکاوٹ ہیں جن کا مجموعی مزاج یہ ہے کہ علماء حقہ سے لوگوں کو متنفر کر کے چند جہلاء کے پیچھے لگا دیا جائے نیز اسلام کے بنیادی اصولوں میں شکوک وشبہات ڈال دیئے جائیں تا کہ لوگ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگ جائیں ایسی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے اس بات کی ضرورت تھی کہ اہل علم کے پاس کچھ دلائل ہوں جن کو وہ مستحضر رکھیں اور بوقت ضرورت دشمن کے خلاف استعمال کر سکیں مجھ جیسے ناکارہ کو اللہ نے عجیب انداز سے اس میدان میں اُتارا۔۔ بندہ ناچیز نے ۴ شعبان ۱۴۱۸ھ بمطابق 4 دسمبر 1997ء کو پاکستان کے مشہور ومعروف دینی ادارہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والہ (ضلع خانیوال) سے دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی پھر یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اب کیا کیا جائے تین پروگرام سامنے تھے نمبر ۱: دارالعلوم میں ہی دارالافتاء میں داخلہ لیا جائے نمبر ۲: جامعہ خیر المدارس ملتان میں استاذیم مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کے ہاں داخلہ لیا جائے نمبر ۳: درس وتدریس شروع کر دی جائے۔ برادرم مکرم مناظر اسلام مولانا محمد شہباز صاحب مدظلہ العالی (مہتمم مدرسہ سیدہ عائشہؓ للبنات مدینہ کالونی ہیڈ راجکاں تحصیل یزمان ضلع بہاولپور) مجھے ترغیب دیتے رہے کہ آپ خیر المدارس میں داخلہ لیں بالآخر انکی کوشش کامیاب ہوئی اور میں نے خیر المدارس میں استاذیم مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کے ہاں ۳ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ کو داخلہ لیا یوں دوسرے نمبر پر جو پروگرام تھا اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ حضرت استاذیم مولانا اوکاڑویؒ صاحب کا تذکرہ پہلے لوگوں سے اور علماء سے سنا کرتا تھا

اب خود ان کے قدموں میں بیٹھا یقین جانیئے قسم بخدا کہتا ہوں کہ دین حنیف کے متعلق جو کچھ انہوں نے بتلایا اور سمجھایا بس ان کے بعد ختم ہے۔

بہر حال تقریباً سات مہینے حضرت استاذؒ کی خدمت میں رہا استاذ محترمؒ جو سبق بھی پڑھاتے میں اس کو کاپی میں نوٹ کر لیتا اسی طرح ماشاء اللہ چار دستے حضرت استاذؒ کے افادات کے ہو گئے وہ میں نے استاذ محترمؒ کو دکھائے بھی تھی استاذ محترمؒ دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے اگر کسی ساتھی کو کسی مسئلہ کی ضرورت پڑتی تو استاذ محترمؒ فرماتے کہ عبدالرزاق کے پاس دستوں میں محفوظ ہوگا وہاں سے دیکھ لو استاذ محترمؒ کی بھی خواہش تھی کہ یہ کسی طرح چھپ جائیں میری بھی یہی خواہش تھی۔ وقت گزرتا گیا نامساعد حالات تھے ہمت نہ ہوتی تھی کہ اتنا بڑا کام کیسے کروں بالآخر برادر محترم مولانا محمد موسیٰ صاحب مدظلہ العالی (مہتمم مدرسہ سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ (للبنات) امداد کالونی حجرہ شاہ مقیم) نے اس بار گراں کو اٹھایا اور ہمت باندھی اور چھپائی کے سلسلہ کا کام شروع کر دیا ان کی جتنی بھی تعریف کروں اتنی ہی کم ہے یہ میرے ساتھی ہیں لیکن عام ساتھیوں کی طرح نہیں ان کے میرے اوپر بڑے احسانات ہیں میرے پاس الفاظ نہیں جو ان کے شکریہ میں کہوں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہانوں میں کامیاب فرمائے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے (پہلے تین ایڈیشن انہی کی پرخلوص محنت کا ثمرہ ہیں)۔ وہ حضرت استاذؒ کے افادات اب کتابی شکل میں "تریاق اکبر بزبان صفدرؒ" کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہیں اس کی ترتیب کچھ اس طرح ہے اس میں دس قسم کے مضامین ہیں ہر ایک مضمون کو باب کے عنوان سے لکھا ہے۔ پہلا باب عیسائیت کے بیان میں، دوسرا باب مرزائیت کے بیان میں، تیسرا باب رافضیت کے بیان میں چوتھا باب غیر مقلدیت کے بیان میں، پانچواں باب مماتیت کے بیان میں، چھٹا باب ڈاکٹر عثمانی کے نظریات و افکار کے بیان میں، ساتواں باب نام نہاد جماعت المسلمین کے بیان میں، آٹھواں باب بریلویت کے بیان میں، نواں باب مودودیت کے بیان میں، دسواں باب فتنہ خارجیت، گوہر شاہی اور متجددین کے بیان میں۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ افادات (علاوہ دسویں باب کے) حضرت استاذؒ کے لفظ بلفظ لکھے گئے ہیں میں نے چاہا کہ حضرت استاذؒ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ من وعن قائین کو پہنچا دوں اس لئے اپنی طرف سے اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا اگر کہیں کسی بات کو کھولا ہے یا اضافہ کیا ہے تو اس کو بریکٹ کی شکل میں لکھ دیا ہے تا کہ اصل کے ساتھ خلط ملط نہ

ہو اور اکثر جگہ پر لفظ "صفدر" لکھا ہوگا۔ اس میں اس بات کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ جو عربی عبارتیں تھیں مثلاً قرآن پاک کی آیات واحادیث وغیرہ تو انکا بریکٹ میں ترجمہ کیا گیا ہے اور زیادہ تر قرآنی آیات کا ترجمہ تفسیر معارف القرآن سے لیا گیا ہے۔ اکثر تو حوالے تھے ہی لیکن کچھ نہ تھے وہ کوشش کر کے حوالے لکھے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرما کر راقم الحروف اور حضرت استاذؒ اور ناشر کے لیے توشہ آخرت بنائیں اور بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں اور ان چند صفحات کے ذریعہ زیر بحث نظریات رکھنے والے لوگوں کو حقیقت شناسائی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

گر قبول افتد زہے عزو شرف

اور ان دوستوں کا شکریہ ادا کرنا اپنا خوشگوار فریضہ تصور کرتا ہوں جن کے تعاون سے یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ اور جن کے مشورے ہر قدم پر مشعل راہ بنے رہے اور ان والدین کا جن کی دعائیں میری پشتبانی کرتی رہیں اور ان طلبہ کرام کا شکر گزار ہوں جو میرے ساتھ اس کام میں ہاتھ بٹاتے رہے۔

اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں ان تمام اکابر وعلماء کا ممنون ہوں جن کی تصنیفات سے میں نے بے حد استفادہ کیا اور ان اساتذہ کرام کا جن کی مجلسوں اور شفقتوں نے میری پراگندہ صلاحیتوں کو جلا بخشی۔

استدعاء والتجاء:۔ یہ افادات بنام "تریاق اکبر بزبان صفدر" محنت شاقہ کے ساتھ مرتب کیے گئے ہیں اسے احباب کی خدمت میں بطور ارمغان پیش کرتے ہوئے دست بدعا ہوں کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب مختار سیدنا محمد رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی آل اطہار اور اصحاب اخیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے صدقے اور ائمہ مجتہدینؒ وسلف صالحین کے طفیل اس بضاعت مزجات کو شرف قبول سے مشرف فرمائیں اور اہل دانش وعلم سے التجاء کرتا ہوں کہ ان کو بنظر انصاف ملاحظہ فرما کر جہاں اس کوتاہ قلم کے قلم سے لغزش ہوئی ہو اس کی اصلاح سے دریغ نہ فرمائیں۔

ان ارید الا الا صلاح مااستطعت وماتوفیقی الاباللہ علیہ توکلت والیہ انیب

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک حقیقی جو علم اور فیض حضرت استاذؒ سے حاصل کیا اس میں مزید اضافہ اور وسعت فرما کر اس شعر کا مصداق بنادے

عمر کر اتنی عطا میرے فن کو اے مالک۔۔۔ میرا دشمن میرے مرنے کی خبر کو ترسے۔

مرتب

کچھ استاذ محترمؒ کی یاد میں

ستم کا آشنا تھا سبھی کے دل دکھا گیا — شام غم تو کاٹ لی سحر ہوئی چلا گیا
تجھے رونا پڑے گا زندگی بھر — تیری ہے موت ملت کا خسارہ
داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی — ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے
جس باغ کی نکہت سے معطر تھیں فضائیں — ہے مرثیہ خواں اس پر پھولوں کی زبان آج

یوں تو یہ جہان فانی ہے اور اس میں رہنے والا ہر فرد امیر ہو یا غریب، نیک ہو یا بد، کافر ہو یا مسلمان، طویل العمر بوڑھا ہو یا جوان اور بچہ ہر کسی نے مقررہ وقت پر چلے جانا ہے دوام وبقا صرف رب ذوالجلال والاکرام ہی کو ہے کائنات میں ہزاروں اہل علم آئے اور آ کر چل دیئے یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے تا قیامت جاری رہے گا لیکن کچھ آ کر اس جہان فانی سے رخصت تو ہو گئے مگر اپنی یادوں کے انمٹ نقوش ایسے چھوڑ گئے کہ واقعی وہ انمٹ ہیں انہیں مقدس شخصیتوں میں میرے استاذ، میرے مربی، میرے محسن، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ہیں حضرت استاذؒ بلند مرتبہ مصنف اور عالم دین، ہر دل عزیز، مبلغ ماہر اور استاذ ہی نہ تھے بلکہ عمل کے میدان میں وقت کے اولیاء عظام میں انکا شمار ہوتا تھا میرے ہاں حضرت استاذؒ تشریف لائے ملتان کا طویل سفر طے کر کے گرمی کے موسم میں تو جب بھی وہ منظر یاد کرتا ہوں تو بے ساختہ زبان سے یہ اشعار نکلتے ہیں

اک لمحہ کے لیے وہ آئے تھے میرے گھر اک دن — ان کی خوشبو سے معطر ہے میرا گھر اب تک
وہ آئے بھی بیٹھے بھی اُٹھ بھی کھڑے ہوئے — ارمان گفتگو میرے دل میں رہ گیا

رات عشاء کے بعد رات گئے تک ان کا بیان جاری رہا بیان کے بعد کھانا تناول فرمایا پھر دوستوں نے سوالات کی محفل گرمانا شروع کر دی حضرت استاذؒ حسب معمول مسکراتے ہوئے تسلی بخش جواب ارشاد فرماتے رہے سوال و جواب میں بھی کافی وقت لگا ان کے لیے آرام کے واسطے چارپائی رکھی گئی بندہ راقم الحروف نیچے چٹائی پر لیٹ گیا دیکھتا کیا ہوں حضرت استاذؒ رات کا کافی حصہ گذرنے کے باوجود چارپائی پر کافی دیر تک ذکر و اذکار میں مشغول رہے نہ جانے کس وقت سوئے صبح میرے بیدار ہونے سے پہلے بیدار ہوئے پھر ذکر و عبادت میں مشغول تھے نہ جانے وہ رات کو سوئے بھی ہیں یا نہیں حضرت

استاذؒ وہ خطیب اور ادیب تھے کہ جن کے بیان میں شستگی، تحریر کی شائستگی، اپنے مقصد میں وارفتگی، مسائل و رنگی، عقیدے کی پختگی، علمائے حق سے وابستگی اور جس کی باطل کو دی جانے والی للکار، سلاست گفتار، حق کا اظہار، ناحق کا انکار، عجز و انکسار غرضیکہ ان کا سبھی کچھ باکمال اور بے مثال تھا حضرت استاذؒ مسند علم کے اس درجے پر تھے کہ مشکل سے مشکل مسائل عام فہم انداز میں سمجھا دیا کرتے تھے آپ اس فکر کو لے کر گلی گلی چراغ جلا رہے تھے انہی چراغوں نے تو عام لوگوں کے دلوں کی تاریک راہوں کو روشن کر دیا۔

سمجھیں میرے کلام کو جو ہوش مند ہیں — مستی میری بادہ انگور کی نہیں

حضرت استاذؒ نے ہر سو علمی مناظرے ایسے فرمائے کہ کوئی باطل بھی ان کے مقابلہ کے لیے نہ ٹھہر سکا آپ نے حق کے ایسے دیپ جلائے کہ اپنے اور پرائے بھی ان سے روشنی لے کر اپنے سے ناحق کی تاریکیاں اب تک دور کر رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک دور کرتے رہیں گے جب بھی کوئی مؤرخ پاک و ہند میں فقہ حنفی کے فروغ اور دفاع کی تاریخ مرتب کرے گا وہ حضرت استاذؒ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیے بغیر قلم نہیں چلا سکتا

یاد رکھیں جب لکھیں تاریخ گلشن کی — ہم نے بھی لٹایا ہے چمن میں آشیاں اپنا

حضرت استاذؒ نے ہر باطل کو للکارا چاہے وہ باطل جس شکل میں بھی آیا، باطل عیسائیت ہو، رافضیت ہو، مرزائیت ہو، مودودیت ہو، بریلویت ہو، غیر مقلدیت ہو، فتنہ انکار حدیث ہو وغیرہ وغیرہ ہر باطل کو ناکوں چنے چبوائے۔ حضرت استاذؒ کی تجلیات صفدر کتاب اور مجموعہ رسائل نے دنیائے غیر مقلدیت کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا اور "تریاق اکبر بزبان صفدر" جواب شائع ہو گئی ہے وہ بھی انشاءاللہ باطل کو ہلا کر رکھ دیگی۔

آہ حضرت استاذؒ: میرا رونا نہیں رونا ہے سارے گلستان کا

سہنے تھے یوں ہم روز ازل سے غم اٹھانے کو — نہ تھی پر یہ خبر ہوں گے الگ بھی تیرے دامان سے
تمہاری یاد آتے ہی نکل پڑتے ہیں دو آنسو — یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں
اٹھتے جاتے ہیں تیری بزم سے ارباب نظر — گھٹتے جاتے ہیں میرے دل کو بڑھانے والے
جانے والے رہے گا تو برسوں — دل سے نزدیک آنکھوں سے اوجھل

وقت گزرتا گیا بالآخر رہبر کامل، جبل علم، مجتہد وقت، ولی کامل، صوفی باصفا، عالم باعمل، ماہر فن اسماء

الرجال، شمشیر اسلام، ترجمان اہل سنت، امام المتکلمین، مناظر اسلام، وکیل اہلسنت، دعوت و ارشاد کے سنج، علم و عمل کے کوہ گراں، درس و تدریس کے امام، اکابر علمائے دیوبند کی روایات کے امین، استاذ محترم ہمیں بے سہارا، بے آسرا چھوڑ کر اس دار فانی سے اس دار بقاء کی طرف، دار العمل سے دار الجزاء کی طرف اور مخلوق سے خالق کی طرف انتقال فرما گئے اور اپنے والد کے پہلو میں موت کا پیرہن پہن کر خاک کی چادر تان کر ہمیشہ کی نیند سو گئے، یوں ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ بوقت اشراق گنگا نگر (انڈیا) سے طلوع ہونے والا علم و حکمت، زہد و تقویٰ کا سورج ۳ شعبان ۱۴۲۱ھ بروز منگل اس افق دنیا سے غروب ہو کر دار آخرت کے افق پر طلوع ہو گیا ۔

بجھا چراغ اٹھی بزم کھل کے رو اے دل ۔۔۔ وہ سب چل بسے جنہیں عادت تھی مسکرانے کی
سنیں کون صدائے دل ملے کس سے آہ شفاء دل ۔۔۔ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے
آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے ۔۔۔ سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہ بانی کرے

الحمد للہ بندہ نے حضرت استاذ محترمؒ کی قبر مبارک کھودی اور حضرت استاذ محترمؒ کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ غسل دیا، اپنے ہاتھوں کے ساتھ کفن پہنایا اور حضرت استاذؒ ایسے چارپائی پر آرام فرما تھے جیسے وفات ہوئی ہی نہیں، غسل کے بعد حضرت استاذؒ کا چہرہ کھل گیا تھا اور آپ کے چہرہ پر وہی مسکراہٹ تھی جو ہمیشہ آپ کے لبوں پر رہا کرتی تھی ہر طرف ان کی اسی مسکراہٹ کا چرچا تھا یہی مسکراہٹ موضوع بحث تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ میرے یہ استاذ کل تک جو مسکراہٹ لے کر میرے جیسے اپنے ہزاروں شاگردوں اور تعلق والوں کے پاس جاتے تھے وہی مسکراہٹ اپنے چہرے پر سجائے اپنے مالک و خالق کے حضور جا رہے ہیں تو بھی کس قدر مطمئن ہیں نہ انہیں کل فکر تھی اور نہ آج فکر مند ہیں کیونکہ انہوں نے صرف اپنے آقا کی سنت کے مطابق اپنی زندگی گزاری ہی نہیں بلکہ اپنے آقا کی سنت کے تحفظ کے لیے اپنی زندگی واری بھی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے

نشان مرد مومن با تو گویم ۔۔۔ جو مرگ آمد تبسم بر لب اوست

حضرت استاذؒ مغرب سے قبل مدفون ہوئے دیکھتے ہی دیکھتے راہِ حق کا یہ مسافر اپنے اس سفر میں تھک کر چور ہو چکا تھا راحت و آرام کی ابدی نیند سو گیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن ۔۔۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت استاذؒ کی تدفین کے بعد جب ہم لوگ واپس ہوئے تو یوں محسوس ہوا جیسے حضرت استاذؒ کی روح مبارک ہمیں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی ہے

چمن میں آئے گی فصل بہاراں ہم نہیں ہوں گے ۔۔۔ چراغ زندگی ہوگا فروزاں ہم نہیں ہوں گے
جوانو! اب تمہارے ہاتھ میں تقدیر عالم ہے ۔۔۔ تمہی ہو گے فروغ بزم امکاں ہم نہیں ہوں گے

حضرت استاذؒ تو ہمیں چھوڑ کر چل دیئے لیکن ان کی یاد بھلائے نہیں بھولتی یوں لگتا ہے جیسے ۔

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی ۔۔۔ نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں ۔۔۔ یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی رحلت پر کسی شاعر نے جو درد انگیز اور رقت آمیز مرثیہ لکھا تھا اسے میں اپنے دل کی آواز سمجھ کر اپنے استاذِ محترمؒ کی نذر کرتا ہوں ۔

اک جنازہ جا رہا ہے دوش عظمت پر سوار ۔۔۔ پھول برساتی ہے اس پر رحمت پروردگار
غیرت خورشید عالم ہے کفن ہے تار تار ۔۔۔ ابر گوہر بار کے اندر ہیں درِ شاہ وار
نوحہ خواں ہیں مدرسے اور خانقاہیں سوگوار ۔۔۔ آفتاب علم و تقویٰ چھپ گیا زیر مزار
شمع محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک ۔۔۔ اب نہ تڑپے گی محفل میں کبھی دیوانوں کی خاک

مجاہد ملت شورش کشمیری مرحوم نے مولانا ابو الکلام آزادؒ کے انتقال پر جن جذبات کا اظہار کیا آج حضرت استاذؒ کی جدائی پر بھی وہ الفاظ حرف بحرف صادق آ رہے ہیں ۔

زمین کی رونق چلی گئی ہے ۔۔۔ افق پر مہر مبین نہیں ہے
تیری جدائی میں مرنے والے ۔۔۔ وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تیری مرگ نا گہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

کئی دماغوں کا ایک انسان میں سوچتا ہوں، کہا گیا ہے ۔۔۔ قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے زبان سے زور بیان گیا ہے
اتر گئے منزلوں کے چہرے امیر کیا؟ کارواں گیا ہے ۔۔۔ مگر تیری مرگ نا گہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے
یہ کون اٹھا کہ دیر و کعبہ شکستہ دل، خستہ گام پہنچے ۔۔۔ جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم، خواص پہنچے عوام پہنچے

تیری لحد پر خدا کی رحمت، تیری لحد کو سلام پہنچے   مگر تیری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقین نہیں ہے

آخر میں شورش کشمیریؒ کی روح سے معذرت کرتے ہوئے ان کے چند وہ اشعار زینتِ قرطاس بناتا ہوں جو انہوں نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہؒ صاحب بخاری کے بارے میں کہے تھے

دل انقلاب حال سے نالاں ہے دوستو   شیرازہ حیات پریشان ہے دوستو
ناسازگار آب و ہوا ہے کہاں چلیں   صرصر کی زد میں نظم گلستان ہے دوستو
جو کچھ سلوک ہم سے چمن میں کیا گیا   تاریخ اس پر ششدر و حیران ہے دوستو
چکمہ دیا اجل نے غریب الدیار کو   لوٹا ہے فصل گل میں خزاں نے بہار کو

لو کانت الدنیا تدوم لواحد لکان رسول اللہ ﷺ فیہا مخلداً

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی   اک شخص سارے جہاں کو ویران کر گیا

مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی صاحب نے جو مرثیہ حضرت استاذیؒ کی وفات پر لکھا جس کو ماہنامہ الخیر کی اشاعت خاص میں بھی شائع کیا گیا ہے قارئین کی خدمت میں پیش کر کے خون کے آنسو روتے ہوئے غم سے بھرے دل سے اجازت لے کر قلم بند کرتا ہوں

بچھڑے ہیں سارے زمانہ میں ہم تمہارے بعد   ہیں اہل علم بہت پر تم سے کم تمہارے بعد
ہم اپنے درد کو لے کر کہاں کہاں نہ گئے   نہ مٹ سکا کہیں رنج و الم تمہارے بعد
تمہارے در پہ ہمیشہ جو سرنگوں ہی رہا   نہ ہو سکا وہ کسی در پر خم تمہارے بعد
گئے ہو جب سے تو خوشیاں بھی ہم سے روٹھ گئیں   رہا ہی کیا ہے یہاں غم ہی غم تمہارے بعد
کبھی تو آ کے بھی دیکھو ہماری کلفت کو   فگار سینہ ہے آنکھیں ہیں نم تمہارے بعد
نظر سے گزرے ہیں لاکھوں حسیں مگر کوئی   نہ بھا سکا ہے تمہاری قسم تمہارے بعد
ہماری بزم میں ہوئی تھیں رونقیں تم سے   کوئی نہ ڈالے گا اس جا قدم تمہارے بعد
نہ جاؤ چھوڑ کے افضل کو اس جگہ تنہا
نکل ہی جائے نہ اسکا بھی دم تمہارے بعد

اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں، اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں اور ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائیں خداوند عالم انہیں اگلی منزلوں میں

[illegible] ﷺ کی شفاعت، اصحاب نبوت کی معیت، ائمہ اہل سنت کی رفاقت اور اسلاف دیوبند کی ہم نشینی نصیب فرمائیں کہ یہی ان کا حق ہے اور ان کی قبر پر ستاروں سے زیادہ رحمت کی بارش نازل فرمائیں۔

ہمیں نہیں ہے شوق بادشاہی، یہ نسبتیں ہی فخر ہیں اپنا
غلام آقا ﷺ، غلام حنفی، غلام مدنیؒ، تلمیذِ صفدرؒ

خاکپائے حضرت استاذیؒ
عبدالرزاق صفدر۔ مہتمم مدرسہ دارالعلوم امینیہ
نزد جامع مسجد قبا بغداد روڈ شاداب کالونی بہاول پور
فون نمبر: 0300-2515899

حضرت استاذیمؒ اور آپ کے والد، بھائی، بیٹے اور بیعت وتحریری خدمات

نام: محمد امین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

والد کا نام: ولی محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دادا کا نام: پیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیدائش: ۴۔اپریل ۱۹۳۴ء بوقت اشراق گنگانگر (انڈیا)

وفات: ۳۱۔اکتوبر بروز منگل ۲۰۰۰ء ۔۳شعبان ۱۴۲۱ھ

رہائش: چک نمبر ۵۵ ٹو ایل اوکاڑہ

قبر: قبرستان چک نمبر ۱۲/۵۵ ایل اوکاڑہ

اولاد: پانچ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں

بیٹوں کے نام: محمد صدیق ساجد، محمد عمر صفدر، حافظ محمد عثمان صفدر، حافظ محمد علی صفدر، حافظ محمد معاویہ صفدر

لیکن افسوس کہ حضرت استاذیمؒ کا علمی جانشین بیٹوں میں کوئی نہ ہوا البتہ یہ سعادت حضرت استاذیمؒ کے بھائی مولانا محمد انور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو حاصل ہوئی جو حضرت استاذیمؒ کی مسند پر بیٹھ کر باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں اللہ پاک ان کو ہمت واستقامت عطا فرمائیں۔

بھائی: چھ

بھائیوں کے نام: حکیم محمد سلیم (چک نمبر ۲/۵۵ ایل اوکاڑہ)، مولانا پروفیسر میاں محمد افضل (ساہیوال)، ماسٹر محمد اسلم (رحیم یارخاں)، قاری محمد اشرف (لیہ)، حضرت مولانا محمد انور صاحب (اوکاڑہ)۔ محمد اکرم ارشد (فیصل آباد)

اساتذہ کرام

۱۔ مولانا سید عبدالحنان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاجک حضرو فاضل دیوبند

۲۔ مولانا عبدالقدیر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فاضل دیوبند

۳۔ مولانا ضیاء الدین سیوہاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴۔ مولانا محمد حسین صاحبؒ چک نمبر ۱۹ ایل۔۴

۵۔ مولانا مفتی عبدالحمید صاحب سیتاپوری جامعہ مدینہ لاہور

بیعت

امام اولیاء شیخ التفسیر سلطان العارفین مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کی اور ان کی وفات کے بعد قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (چکوال) سے روحانی تعلق ہوا۔

نو (۹) محاذوں پر کام کیا

پہلا محاذ فتنہ عیسائیت کے خلاف — دوسرا محاذ مرزائیت کے خلاف

تیسرا محاذ رافضیت کے خلاف — چوتھا محاذ فتنہ غیر مقلدیت کے خلاف

پانچواں محاذ فتنہ مماتیت کے خلاف — چھٹا محاذ ڈاکٹر عثمانی کے خلاف

ساتواں محاذ فتنہ مسعودیت کے خلاف — آٹھواں محاذ فتنہ بریلویت کے خلاف

نواں محاذ فتنہ مودودیت کے خلاف

ان کے علاوہ ہر باطل فرقے کے خلاف حضرت استاذیمؒ کام کرنے کا عزم رکھتے تھے

تحریری خدمات

(۱) تریاقِ اکبر بزبان صفدرؒ (۲) مجموعہ رسائل (۳) تجلیات صفدر (۴) حاشیہ بخاری (۵) مقدمہ انجیل برنباس (۶) جزء القراۃ مترجم (۷) جزء رفع الیدین مترجم (۸) فضائل محدثین مترجم (۹) حضرت امی عائشہؓ کے فضائل میں اور شیعوں کے مطاعن کے جواب میں ایک بہترین کتاب تصنیف کی جو مسودہ کی شکل میں تھی جس کو لاہور کے کسی مکتبہ نے گم کردیا۔ اور جو حضرت استاذیمؒ کی کیسٹوں سے لکھی گئیں (۱) خطبات صفدر (۲) فتوحات صفدر (۳) اور مجموعہ خطبات جس میں سات بزرگوں کی تقاریر ہیں ان میں ایک حضرت استاذیمؒ کی بھی تقریر ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت استاذیمؒ کے نقش قدم پر بندہ کو اور تمام ان کے تلامذہ اور اہل اسلام کو چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور حضرت استاذیمؒ کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں

میرے واجب الاحترام اساتذہ

ہر پھول یہاں اک شعلہ ہے، ہر سرو یہاں مینارہ ہے

دریائے طلب ہو جاتا ہے ہر رے کش کا پایاب یہاں　　ہم تشنہ لبوں نے سیکھے ہیں مے نوشی کے آداب یہاں

ہر موج یہاں اک دریا ہے اک ملت ہے ہر فرد یہاں　　گونجا ہے ابد تک گونجے گا آوازۂ اہل درد یہاں

اس عنوان کے تحت میں اپنے تمام اساتذہ کا مختصر تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جن سے میں نے نورانی قاعدہ سے لیکر اختتام صحیح بخاری (دورۂ حدیث) تک پڑھا اور شرف تلمذ حاصل کیا۔ تاکہ میری اس حقیری کاوش کو چار چاند لگ جائیں اور تاکہ ان ذوات قدسیہ کے تذکرے کی برکت سے عند اللہ قبولیت کا درجہ حاصل کر کے میری سیاہ کاریوں کو بخشوا کر میری نجات کا ذریعہ بنے۔ میں نے نورانی قاعدہ اپنے گاؤں چک نمبر ۱۱ ڈی این بی (تحصیل یزمان ضلع بہاولپور) کی جامع مسجد کے پیش امام استاذ محترم استاذ الحفاظ، استاد القراء، مناظر اسلام حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۲۸ھ) سے پڑھا اور انہی کے پاس قرآن پاک حفظ مکمل کیا۔ اللہ پاک نے ان کو بڑی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ حاضر جواب تھے۔ اہل باطل سے مناظرے بھی کئے اور انہیں میدان مناظرہ سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید اور میرے پیر و مرشد سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کے ساتھی ہیں اللہ پاک ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔

قرآن پاک کی دہرائی (گردان) کیلئے میرے گاؤں کے قریب ایک اور گاؤں (چک نمبر ۸) ہے جہاں ایک بہت پرانا دینی ادارہ مدرسہ عربیہ امداد العلوم کے نام سے ہے۔ جس کے بانی حضرت حافظ محمد صالحؒ (المتوفی ۱۴۳۰ھ) تھے جن کی عید الفطر کے دن وفات ہوئی۔ یہ واقعتاً اسم بامسمّی تھے فیاض طبیعت تھے۔ اس مدرسہ میں استاذ القراء، نیک دل انسان حضرت استاد محترم قاری محمد ناصر صاحب پڑھاتے تھے ان کے پاس گردان کی اور وفاق المدارس العربیہ کا امتحان ۱۹۸۹ء بمطابق ۱۴۰۹ھ دیا دار العلوم مدنیہ ماڈل ٹاؤن بی بہاول پور کی طرف سے۔ حضرت استاد جی آج کل گلستان کالونی بہاول پور شہر میں مقیم ہیں۔ قریبی مسجد میں بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ بہت پہلے کی بات ہے کہ سعودی عرب

میں پوری دنیا کے قراء کا حسن قرأت میں مقابلہ ہوا حضرت استاجی تیسرے نمبر پر آئے انعام کے طور پر سعودی حکومت نے خانہ کعبہ کے غلاف کا بھی ٹکڑا دیا اور پاکستانی رقم 60000 (ساٹھ ہزار) اور ایک گھڑی سونے کی دی اور اس سے بڑھ کر خانہ کعبہ ان کے لیے کھولا گیا۔ حضرت استاذ محترم نے دوگانہ ادا کیا۔

اسی دوران جب میں ان کے پاس گردان کر رہا تھا حضرت استاذ محترم مولانا مفتی عبد الحمید صاحب مدرسہ میں تشریف لا چکے تھے۔ حضرت استاذ محترم قاری ناصر صاحب کی ترغیب سے عالم بننے کا شوق پیدا ہوا۔ ان (استاذ محترم مفتی عبد الحمید صاحب) کی خصوصی توجہ اور شفقت نے مزید شوق پیدا کیا بالآخر استاذ العلماء امام الصرف والنحو جیسے القاب پانے والے درویش صفت انسان، تقویٰ و طہارت میں مسلم مولانا مفتی عبد الحمید صاحب مدظلہ العالی کے پاس ۱۹۸۹ء بمطابق ۱۴۰۹ھ میں درس نظامی کی ابتداء کی ان کے پاس فارسی سے لیکر ثالثہ تک کتب پڑھیں حضرت اپنے مخصوص انداز میں ہمیں فارسی کی ترکیب بھی کراتے تھے عربی کتب اس وقت تک نہ پڑھاتے تھے جب تک اس کی عبارت کی ترکیب نہ کروا لیتے تھے ان کی محنت کا پھل آج میرے جیسے سینکڑوں شاگرد کھا رہے ہیں۔ حضرت استاد جی نے پڑھانے کے ساتھ ساتھ میری خصوصی تربیت بھی فرمائی ہے۔ تمام عربی کتب کی بنیاد صرف و نحو ہوتی ہے الحمد للہ صرف و نحو حضرت استاد جی اپنے مخصوص انداز میں پڑھاتے ہیں۔ نحو میں پڑھے ہوئے قواعد و ضوابط کا اجراء شرح مائۃ عامل کی عربی عبارت پر کرواتے جس سے نہ صرف قواعد یاد ہوتے بلکہ ترکیب خود بخود سمجھ آجاتی۔ ارشاد الصرف کے قوانین اور گردانیں اس طرح ازبر کروائیں کہ معمولی سا خیال آنے سے گردانیں زبان پر آجاتی ہیں۔ اللہ پاک حضرت استاذ جی کو اپنی شایان شان رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔ حضرت استاذ جی آجکل جامعہ خیر المدارس ملتان میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ یہاں حضرت استاذ جی صرف و نحو پڑھاتے ہیں۔ شعبان، رمضان کی چھٹیوں میں مدرسہ کے طرف سے دورۂ صرف و نحو کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ سینکڑوں تشنگان علم چھٹیوں میں اپنی علمی پیاس بجھانے دور دراز کا سفر طے کر کے حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ اس قلیل عرصہ میں کشف فوائد سے جھولیاں بھر کر اپنے اپنے وطن لوٹتے ہیں۔ یہ سلسلہ تاحال جاری ہے اللہ پاک اس کو تادیر جاری ساری رکھے۔ حضرت استاذ جی کا ایک بیٹا جن کا نام ”محمد احمد“ ہے یہ بھی جامعہ خیر المدارس میں عالم بن رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ

پاک ان کو حضرت استاذ جی کا صحیح علمی جانشین بنائے اور زمانے کی لوؤں سے ان کی حفاظت فرمائیں۔ جب ثالثہ والا سال مکمل کیا تو چونکہ رابعہ (ثانویہ خاصہ) مدرسہ امداد العلوم میں پڑھانے کا اہتمام نہ تھا اس لئے مجبوراً اور ادارہ کا انتخاب کرنا تھا۔ ویسے تو اس کلاس میں ہم دس ساتھی تھے لیکن مجھ سمیت چار ساتھیوں نے حضرت استاد جی سے مشورہ کیا کہ آئندہ سال کون سے ادارہ کا انتخاب کیا جائے؟ ہمیں کراچی اور کراچی کے مدارس دیکھنے کا بھی شوق تھا اور حضرت استاذ جی کی رائے سے طے بھی پایا کہ آئندہ سال رابعہ میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی داخلہ لیا جائے چنانچہ مشورہ کے مطابق ہر ایک کراچی جانے کی تیاری میں معروف ہو گیا۔ ماہ مقدس کے گزرنے کے بعد جب شوال کا چاند نظر آیا تو کراچی جانے کے دن بھی قریب آ گئے۔ حضرت استاذ جی اور والدین بہن بھائیوں سے جدائیگی کے دن بھی قریب آ گئے۔ آخر وہ دن بھی آ گیا جس دن ہم نے طلب علم میں کراچی کے سفر کا آغاز کیا، جی ہاں کراچی کا بہت لوگ سفر کرتے ہیں۔ مختلف مقاصد کیلئے مگر ہمارا یہ سفر محض اللہ کی رضا اور علم کے حصول کیلئے تھا۔ ہمارا مختصر سا یہ قافلہ کراچی پہنچا گرومندر چوک سے ہوتا ہوا بنوری ٹاؤن داخل ہوا۔ اس عظیم دینی درسگاہ کو دیکھ کر ہمیں بے حد خوشی ہوئی کہ ہمارے استاذ جی نے ہمارے لئے صحیح جامعہ کا انتخاب فرمایا ہے۔ ہمارے اس مختصر قافلہ کے امیر قاری عبدالسمیع تھے جو حضرت مولانا کے لقب سے بعد میں ملقب ہوئے جو آجکل مدرسہ انوار الصحابہ کراچی میں تدریس کر رہے ہیں جو نہایت شریف انسان ہیں اور جامع مسجد بلال کے امام و خطیب بھی ہیں۔

پھر ہم داخلہ کے مختلف مراحل (امتحان، جائزہ وغیرہ) سے چند ایام میں گزرے جامعہ میں جو طلبہ داخلہ کے مختلف مراحل سے گزر جاتے تو ان کے نام کی لسٹیں آویزاں کی جاتیں ان لسٹوں کو دیکھ کر پتہ چل جاتا تھا کہ کونسے طلبہ کامیاب ہیں اور ان کا جامعہ میں داخلہ ہو چکا ہے اور کونسے ناکام ہیں جن کا داخلہ یہاں جامعہ میں ممکن نہیں وہ کسی اور ادارہ کا انتخاب کریں۔ ہمارے مختصر سے قافلہ کا نام بھی اس میں درج تھا جب ہم نے اپنے نام پڑھے اور ساتھ یہ بھی پڑھا کہ جامعہ میں ان کا داخلہ ہو چکا ہے تو بے حد خوشی ہوئی۔ (یہ 1993ء کی بات ہے یعنی رابعہ 1993ء میں پڑھی) ہم سب ساتھی کہنے لگے کہ یہ ہمارے استاذ محترم کی دعا کا ثمرہ ہے جو وہ بہاول پور سے 50 کلومیٹر دور گاؤں کے مدرسہ میں بیٹھ کر

کر رہے ہیں۔ واقعی استاذ محترم سے مشورہ میں خیر ہوتی ہے۔ کاش! شاگردوں کو یہ بات سمجھ آ جائے۔ بنوری ٹاؤن میں کثیر تعداد میں طلبہ پڑھتے ہیں جامعہ میں تمام طلباء کو ٹھہرانا بہت مشکل ہے اس لیے الاسلامیہ ہمارے دور میں درجہ خامسہ تک تمام مسافر طلباء جامعہ کی شاخوں میں بھیج دیتی تھی۔ جامعہ کی شاخیں بھی بہت ہیں ایک شاخ مستقل ایک مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہمارے لئے منجانب اللہ جس شاخ کا انتخاب کیا گیا وہ ملیر سٹی میں جامعہ کی شاخ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے نام سے موسوم ہے۔ جس شاخ کے ذمے دار تادم تحریر استاذ العلماء حضرت مولانا سالک ربانی صاحب ہیں ہم دیگر مسافر طلباء کے ساتھ مدرسہ عربیہ اسلامیہ ملیر میں پہنچے دار الاقامہ اور کتابوں کی تقسیم کے بعد آغاز تعلیم ہوا۔ ہر طالب علم نے درسگاہ میں اپنی اپنی نشست مخصوص کر لی۔ (آخر سال تک ہر طالب علم اپنی اس مخصوص جگہ میں بیٹھتا) استاذ محترم سے سبق کی سماعت کرتا۔ ہمیں درجہ رابعہ کی کتب پڑھنے کا جن اولیاء اللہ اساتذہ کرام سے شرف حاصل ہوا وہ یہ ہیں ترجمۃ القرآن شیخ التفسیر، استاذ العلماء مہتمم شاخ الجامعہ حضرت مولانا سالک ربانی مدظلہ العالی سے پڑھا جو اپنے مخصوص انداز میں تفسیری نکات ارشاد فرماتے اور طلباء بہت محظوظ ہوتے۔ علم النحو کی مشہور کتاب ”شرح جامی“ امام الصرف والنحو مولانا محمد امین صاحب سے پڑھی۔ جو آجکل جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں مایہ ناز مدرس ہیں جن سے راقم کی راولپنڈی میں بھی ملاقات ہوئی ہے۔ استاذ محترم پڑھائی کے معاملے میں بہت سخت تھے جو کتب جامعہ میں پڑھاتے سال کے آخر تک ہر طالب علم سے سنا کرتے تھے جس کا ہمیں یہ فائدہ ہوتا کہ ان کے سبق کو ہم خوب یاد کرتے جس طالب علم نہ آتا اس کی بے عزتی بھی کرتے اور کلاس میں کھڑا کر دیتے کتاب ہاتھ میں پکڑوا کر ہر طالب علم رات گئے تک شرح جامی کا تکرار بھی کرتا اور اس کو ازبر کرنے کی کوشش بھی کرتا ان کی محنت اور سختی سے آج تک مجھ جیسے سینکڑوں طلبا فوائد حاصل کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ کلاس کے دوران ان کا ایسا رعب تھا کہ جونہی حضرت استاذ جی کلاس میں داخل ہوتے طلباء پر سناٹا طاری ہو جاتا ہر طرف سکوت ہی سکوت ہوتا۔

علم ادب کی مشہور کتاب ”مقامات حریری“ استاذ العلماء مولانا انعام اللہ صاحب سے پڑھی ان کی ذہانت پورے مدرسے میں مشہور تھی۔ جب ہر لفظ کی صرفی، نحوی اور لغوی تشریح فرماتے تو ہر

طالب علم حیران تھا کہ یہ مطالعہ میں کیسے ذہن نشین کر لیتے ہیں۔ ہمارے لئے تو ایک صفحہ یاد کرنا مشکل ہے۔ ان کی مقامات کی کاپی بھی بہت مشہور ہے۔ ہو سکتا ہے کسی نے ان کے افادات کو شائع کر دیا ہو ورنہ کر دیئے جائیں تو طلباء اور اساتذہ کو منافع کثیرہ حاصل ہوں گے۔ علم منطق کی مشہور درسی کتاب ''قطبی شریف'' شاخ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب قندھاری سے پڑھی حضرت استاذ جی کی ایک بات مجھے بہت یاد ہے۔ استاذ جی فرمایا کرتے تھے جو طالب علم قطبی کے ساتھ پرچہ میں ''شریف'' کا لفظ لکھے گا اس کو اس کے بھی نمبر ملیں گے حضرت مزاح بھی فرمایا کرتے تھے کبھی کبھی طلباء بھی مزاح کر لیا کرتے تو حضرت استاذ جی محسوس نہ فرماتے تھے۔ علم الفقہ کی مشہور درسی کتاب ''شرح وقایہ'' حضرت مولانا قاری عبیداللہ احرار صاحب سے پڑھی حضرت استاذ جی بہت محنت کے ساتھ پڑھایا کرتے تھے۔ علم اصول فقہ کی مشہور درسی کتاب ''نورالانوار'' جامعہ کے مشہور استاذ حضرت مولانا عید محمد صاحب سے پڑھی جو آجکل قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں اللہ پاک غیب سے ان کی رہائی کی کوئی صورت پیدا فرمائیں۔ حضرت استاذ جی کی ایک دعا درجہ کرامت رکھتی ہے مجھے اکثر یاد آتی رہتی ہے وہ یہ کہ نورالانوار جب ختم ہوئی تو طلباء نے حضرت استاذ جی سے عرض کیا کہ یہ تو بہت مشکل کتاب ہے۔ امتحان کی تیاری کرنا بھی مشکل ہے۔ رزلٹ نہ جانے کس طرح آئے؟ استاذ جی نے فرمایا میں دعا کروں گا کہ کوئی طالب علم اس میں فیل نہ ہوگا۔ جب نتیجہ آیا تو واقعی کوئی طالب علم فیل نہ ہوا۔ دیگر کتابوں میں راسبوں (فیلوں) کی لائینیں لگی ہوئی تھیں۔ اس وقت پتہ چلا کہ جس طرح استاذ کی بددعا طالب علم کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح دعا بھی بہت جلد اپنا اثر دکھاتی ہے۔ کاش کہ طالب علموں کو یہ بات سمجھ آ جائے تو کسی استاذ کی بےادبی، نافرمانی اور گستاخی نہ کریں۔ رابعہ کا سال ختم ہوا۔ چھٹیاں ختم ہوئیں۔ خامسہ پڑھنے کیلئے ہم نے جامعہ کی شاخ تبدیل کرنے کا ارادہ کیا کسی مجبوری سے۔ درخواست لکھی کہ ہم جامعہ کی شاخ جو سہراب گوٹھ میں گلشن عمرؓ کے نام سے مشہور ہے میں پڑھنا چاہتے ہیں ہماری درخواست منظور کر لی گئی ہم نے گلشن عمرؓ میں درجہ خامسہ کی ۱۹۹۴ء بمطابق ۱۴۱۴ھ میں تعلیم کا آغاز کیا۔ جن جبال علم اساتذہ سے فیض یاب ہوئے اور شرف تلمذ حاصل کیا ان کا مختصر تذکرہ کچھ اس طرح ہے۔ فصاحت و بلاغت کی مشہور کتاب ''مختصر المعانی'' شاخ کے مہتمم اور جامع مسجد کے امام

والخطیب حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب سے پڑھی حضرت طلباء کے ساتھ شفقت فرمایا کرتے حضرت استاذ جی بلڈ پریشر کے مریض تھے اگر کسی طالب علم کو غصے میں سخت سست کہہ بھی دیتے تھے تو بعد میں اس سے بہت پیار و محبت والا معاملہ فرماتے اور اکثر اس کو کوئی چیز بھی کھلایا کرتے تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت مصری لہجے میں کرتے ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے بہت مزہ آتا تھا۔

علم منطق کی مشہور درسی کتاب ''سلم العلوم'' (علوم کی سیڑھی) حضرت سید رزین شاہ صاحب سے پڑھی حضرت غضب کے ذہین تھے استاذ جی کے بارے میں مشہور تھا کہ جو کتاب بھی ان کے سامنے رکھ دی جائے تو بغیر مطالعہ کے طلباء کو پڑھا دیتے ہیں۔ ہم نے ''دیوان متنبی'' جس استاذ سے پڑھی وہ چند دن کسی مجبوری سے مدرسہ نہ آتے تھے۔ ان کے ایام رخصت میں حضرت شاہ صاحب ہمیں ''دیوان متنبی'' پڑھایا کرتے تھے۔ تھوڑے دنوں میں اچھی خاصی پڑھا دی۔ علم ادب کی مشہور درسی کتاب ''دیوان متنبی'' استاذ العلماء حضرت مولانا محب اللہ صاحب سے پڑھی حضرت استاذ جی ایک ایک شعر کی بہت تشریح فرمایا کرتے تھے۔ صرفی، نحوی، اور لغوی تشریح بھی خوب فرماتے تھے۔ ترجمۃ القرآن امام المشہور حضرت مولانا سعید اللہ صاحب سے پڑھا۔ حضرت اس وقت مدرسہ کی نظامت کے فرائض سر انجام دیتے تھے حضرت بامحاورہ ترجمہ کراتے اور شان نزول بھی بیان فرماتے۔ علم فقہ کی مشہور کتاب اس میں احناف کے عقلی و نقلی دلائل صاحب کتاب نے بڑی عرق ریزی سے جمع فرمائے ہیں۔ جس کو ''ہدایہ'' کے نام سے دنیا جانتی پہچانتی ہے۔ جس کو صاحب کتاب نے پہلے ستر جلدوں میں لکھا، پھر ان ستر جلدوں کا خلاصہ چار جلدوں میں لکھا یہ کتاب حضرت اقدس مولانا محمد یاسین صاحب سے پڑھی۔ حضرت بہت ذی استعداد ہیں۔ علم اصول فقہ کی مشہور کتاب ''حسامی'' حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے پڑھی جو سہراب گوٹھ کی کسی مسجد کے امام خطیب بھی ہیں حضرت استاذ جی طلباء سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً بے ریش لڑکوں کی مزاحیہ انداز میں خوب اصلاح بھی فرماتے۔ حضرت استاذ جی بڑے اعلائی تھے۔ اردو بولتے وقت افغانی لہجہ بھی ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ رفتہ رفتہ درجہ خامسہ کا سال اختتام پذیر ہوا۔ چھٹیاں ہوئیں شوال کا چاند نظر آیا۔ اب ہم نے درجہ سادسہ (عالیہ) پڑھنے کیلئے مرکز (بنوری ٹاؤن) کا رخ کرنا تھا۔ جس کی ہر طالب علم کو تمنا اور دلی تڑپ تھی ایسے مرکز میں تشنگان علم اپنی علمی پیاس

بجھانے کیلئے کیوں نہ دور دراز کا سفر طے کر کے وارد ہونگے جس میں شہید اسلام حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختارؒ جیسے محدث دوراں، شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ شہید جیسے جبال علم، مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ جیسے فقیہ وقت، مولانا عبدالسمیعؒ شہید جیسے دلیر اور نڈر انسان ،مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب جیسے ولی اللہ، مولانا فضل محمدؒ صاحب جیسے مرد مجاہد، مولانا عطاء الرحمٰن صاحب جیسے مایہ ناز مدرس اور مولانا امداد اللہ صاحب جیسے صاحب علم مسند تدریس پر بیٹھ کر اپنے خرمن علم سے ہزاروں خالی جھولی والوں کی جھولیاں بھرنے والے ہوں۔ ان کو تعلیم کے ساتھ درس حریت دینے والے ہوں۔ اور اب مسند بنوریؒ کے علمی جانشین حضرت مولانا محمد سلمان بنوری صاحب اور جامعہ کے نائب مہتمم اپنے ابا جان کے لگائے ہوئے پودے کو پروان چڑھا رہے ہیں اور یہاں کے اساتذہ اس کی خوب آبیاری کر رہے ہیں۔

چنانچہ ۱۹۹۵ء بمطابق ۱۴۱۵ھ ہم مرکز بنوری ٹاؤن میں داخل ہوئے۔ کتب اور دارالاقامہ کے حصول کے بعد ایک تقریب منعقد ہوئی جو ہر سال شوال میں آغاز تعلیم پر منعقد ہوا کرتی ہے۔ شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید کا بھی اس میں بیان ہوا اور بنوری ٹاؤن کے مہتمم حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہؒ صاحب نے بھی اپنے مخصوص انداز میں طلباء کو قیمتی نصائح ارشاد فرمائیں۔ تعلیم کا آغاز ہوا۔ ہم نے درجہ سادسہ کی کتب جن اساتذہ سے پڑھیں ان کے مقدس ناموں اور تذکروں کو اپنی کتاب کی زینت بناتا ہوں۔

علم تفسیر کی مشہور درسی کتاب ''جلالین'' جس کو دو جلالوں (1۔ علامہ جلال الدین محلیؒ 2۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے) لکھا پہلی جلد ہم نے بنوری ٹاؤن کے مشہور بزرگ استاذ حضرت مولانا مفتی ولی درویشؒ صاحب سے پڑھی۔ حضرت استاذ جی کو استاذ محترم مولنا محمد امین صفدرؒ سے بھی والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ حضرت استاذ جی انکا اکثر درس میں تذکرہ فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ میں حضرت اوکاڑویؒ صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا بنوری ٹاؤن میں چند اہل تشیع آئے حضرت اوکاڑویؒ سے سوال کرنے لگے جب وہ کوئی سوال کرتے تو میں پریشان ہو جاتا اور حضرت اوکاڑویؒ کے منہ کی طرف دیکھتا کہ حضرت اوکاڑویؒ اس کا کیا جواب دیں گے تو حضرتؒ فوراً اپنے مخصوص انداز

میں (استاذ محترم مفتی ولی درویشؒ) مسکراتے اور تسلی بخش جواب ارشاد فرماتے۔ اہل تشیع کے ہر سوال پر میری یہ کیفیت ہوتی لیکن حضرت اکاڑویؒ مسکراتے ہوئے انہیں تسلی بخش جواب دیتے۔ میں حاضر جوابی بامسکت اور مدلل جوابات پر بے حد خوش ہوا۔ اسی وقت سے حضرت استاذ محترم مولانا محمد امین صفدرؒ کی زیارت اور استفادے کا مشتاق رہا بالآخر اللہ پاک نے دلی مراد پوری فرمادی وعلیہ الحمد للہ۔ حضرت استاذ جی مفتی ولی درویشؒ صاحب نے ایک ''فقہی پہیلیاں کے نام سے ۱۶۴ صفحے کا کتابچہ لکھا۔ جو بہت عمدہ ہے مطالعہ کرتے ہوئے صاحب مطالعہ کو مزاحیہ انداز میں بہت مسائل کا ادراک ہوتا ہے۔ اصل میں استاذ جی نے قاضی ابن الشحنہ (المتوفی ۹۱۲ھ) کی کتاب ''الذخائر الاشرفیہ فی الفاز الحنفیہ'' کا ترجمہ کیا ہے۔ پہیلیوں کے انداز میں لکھی جانی والی کتابوں میں شریف عز الدین حمزہ بن احمد الدمشقی الشافعی کی ''الالغاز'' جمال الدین عبدالرحیم بن حسن الاسنوی الشافعی اور تاج الدین عبدالوھاب ابن السبکی کی کتب مشہور ہیں۔ فقہاء حنفیہ میں سے علامہ ابن العز کی التھذیب لذہن اللبیب ،شرف الدین احمد بن اسعد بن الفرغانی الحکمی کی خبرۃ الفقہا اور قاضی ابن الشحنہ کی کتب مشہور ہیں''۔ حضرت استاذ جی طالبان کے دور حکومت میں افغانستان تشریف لے گئے تھے وہیں تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے اپنی جان جہاں آفریں کے سپرد کر دی واقعی اللہ والوں کو ایسی ہی موت واقع ہوتی ہے۔ کیسے خوش نصیب تھے استاذ محترم۔

دوسری جلد جامعہ بنوری ٹاؤن کے مایہ ناز مدرس حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب سے پڑھی حضرت استاذ جی کبھی کبھی ترنم کے ساتھ پڑھاتے تو ہم بہت محظوظ ہوتے۔ حضرت استاذ جی مسند تدریس پر بیٹھ کر جلالین جلد ثانی اس انداز میں پڑھاتے کہ اغراض جلالین خود بخود حل ہو جایا کرتی تھیں اور تفسیری نکات بھی خوب ارشاد فرماتے۔ علم میراث کی مشہور کتاب ''سراجی'' بھی حضرت ہی سے پڑھی۔ استاذ جی بلیک بورڈ پر بہت ہی اچھوتے انداز میں وراثت کے مسائل سمجھاتے اور طلباء کو خوب سمجھاتے تھے۔ علم اصول فقہ کی مشہور کتاب ''توضیح وتلویح'' گلشن عمر شاخ کے مہتمم حضرت مولانا قاری مصباح اللہ صاحب سے پڑھی۔ علم فقہ کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' حضرت مولانا قاری قاسم صاحب سے پڑھی۔ حضرت بڑی وضاحت کے ساتھ احناف کے عقلی ونقلی دلائل بیان فرماتے، علم ادب کی مشہور کتاب ''دیوان حماسہ'' حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب غزنوی سے پڑھی۔ حضرت استاذ جی کی

آواز بہت سریلی تھی اکثر ترنم کے ساتھ حماسہ کے اشعار پڑھتے۔ صرفی، نحوی اور لغوی تشریح بھی فرماتے۔ علم عروض کی "محیط الدائرۃ" نامی کتاب بھی ان سے پڑھی۔ علم عقائد کی مشہور کتاب "شرح عقائد نسفی" بزرگ استاذ حضرت مولانا محمدؒ صاحب سے پڑھی اور "میبذی" بھی ان سے پڑھی۔ حضرت استاذ جی کی ایک سو سال سے زیادہ عمر تھی اکثر استاذ جی پان منہ میں رکھتے۔ اسی حالت میں پڑھایا بھی کرتے تھے۔ میبذی میں "ہیولی" کی بحث بہت ہی اچھے انداز میں سمجھائی۔ حضرت استاذ جی اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔

بنوری ٹاؤن کے مہتمم حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ، جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع شہیدؒ، شہید ختم نبوت حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ، مفتی نظام الدین شامزیؒ اور مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب سے تو کوئی سبق نہیں پڑھا۔ البتہ سینکڑوں مرتبہ ان کی زیارت سے ضرور مشرف ہوتے رہا ہوں۔ حضرت مہتمم صاحب کا مدرسہ میں بہت رعب تھا جدھر سے گزرتے اس طرف سناٹا چھا جاتا۔ بنوری ٹاؤن میں ہمارے دور میں گنجا رہنا ہر طالب علم کے لیے ضروری تھا۔ حضرت مہتمم صاحب اس معاملے میں بہت سخت تھے۔ سالانہ امتحانات میں جب طلباء جامع مسجد میں پیپر دے رہے ہوتے تھے تو حضرت مہتمم صاحب ضرور امتحان حال میں چکر لگاتے جس طالب علم کے بال دیکھ لیتے بس اس کی خیر نہ تھی۔ وہیں اس کی پٹائی شروع فرما دیتے تھے۔ جس طالب علم کے کالر دیکھ لیتے اور شلوار ٹخنوں سے نیچے دیکھ لیتے تو اس کو بھی ڈانٹ پلاتے۔ حقیقت ہے اساتذہ نے صرف ہمیں علم ہی نہیں پڑھایا بلکہ اس پر عمل کی بھی مشقیں کرائیں۔ اللہ پاک ان کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائیں۔

درجہ سادسہ کا سال اختتام کو پہنچا، چھٹیاں ہوئیں۔ درس نظامی کی تکمیل میں 2 سال باقی رہ گئے۔ گھر آیا۔ کراچی کے حالات آج کی طرح اکثر خراب رہتے تھے۔ والدین کا اصرار تھا کہ یہاں پنجاب کے کسی دینی ادارہ میں پڑھیں کراچی نہ جائیں اور والدین کی بات ماننا بھی ضروری تھا۔ بالآخر کراچی جانے کا ارادہ ترک کیا۔ استاذ محترم مولانا مفتی عبدالحمید صاحب مدظلہ اکثر دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت استاذ جی یہیں پڑھتے بھی رہے اور پڑھاتے بھی رہے۔ گویا

حضرت استاذ جی کا یہ ادارہ مادر علمی تھا۔ میرا بھی بنوری ٹاؤن کے بعد اس طرف زیادہ خیال ہو گیا۔ بس استاذ جی کے مشورہ سے درجہ سابعہ (موقوف علیہ) اور درجہ ثامنہ (دورہ حدیث) پڑھنے کے لیے دارالعلوم عیدگاہ کبیر والہ کا انتخاب ہوا۔ بہاول پور سے کبیر والا کا سفر کر کے دارالعلوم عیدگاہ میں حاضر ہوا۔ داخلہ فارم پر کیا۔۔۔۔ کمرہ، کتب وصول کیں اور تعلیم کا آغاز ہوا ۱۹۹۶ء میں۔

علم تفسیر کی مشہور کتاب "تفسیر بیضاوی" استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالستار صاحب المعروف بابا جی سے پڑھی۔ اور دورہ حدیث میں علم حدیث کی مشہور کتاب "طحاوی شریف" بھی ان سے پڑھی جو حنفی محدث کی لکھی ہوئی ہے۔ جس میں فقہ حنفی کے مکمل دلائل ہیں جس کو پڑھ کر کوئی منکر حدیث نہیں بنتا کیونکہ اس میں منسوخ احادیث پہلے ذکر کی ہیں اور ناسخ احادیث بعد میں۔ پڑھنے والے کو کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ اسے احادیث میں تعارض بھی معلوم نہیں ہوتا۔ بخلاف دیگر کتب احادیث (بشمول بخاری و مسلم) کے یہ مجموعہ احادیث ہیں ناسخ منسوخ کی ان میں کوئی وضاحت نہیں۔ آپ بخاری شریف کا اردو ترجمہ شروع سے آخر تک پڑھیں آپ کو کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔ عجیب عجیب خیالات آپ کے ذہن میں گردش کریں گے کہ نبی پاک ﷺ سے دو متضاد احادیث کیوں مروی ہیں؟ صحاح ستہ وغیرہ کتب احادیث کے تراجم پڑھ کر ہی کئی منکرین حدیث بنے، کئی غیر مقلد بنے وغیرہ وغیرہ۔

علم حدیث کی مشہور کتاب "مشکوۃ شریف" کی پہلی جلد استاذ العلماء پیر طریقت حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب سے پڑھی (جو آجکل جامعہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں) حضرت استاذ جی احناف کے دلائل بھی لکھواتے اور شوافع وغیرہ کے دلائل کا جواب بھی لکھواتے دورہ حدیث میں "مسلم شریف" بھی ان سے پڑھی۔ مشکوۃ شریف کی جلد ثانی فخر السادات حضرت مولانا سید مشتاق احمد شاہ صاحبؒ (المتوفی ۱۴۲۵ھ) سے پڑھی۔ حضرت شاہ صاحب کلاس میں طلباء سے مزاح بھی بہت فرماتے تھے۔ مسکراتے ہوئے سبق پڑھاتے (امید واثق ہے قبر میں بھی مسکراتے ہی ہونگے) دورہ حدیث میں "نسائی شریف" بھی ان سے پڑھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ ویسے تو بسطۃ فی العلم والجسم تھے لیکن بیماری نے بہت لاغر کر دیا تھا۔ راقم الحروف نے سناواں شہر میں ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی

تا کہ حضرت استاذ جی کی برکت سے میری بخشش ہو جائے۔ جنازہ میں حضرت کے تلامذہ کی کثرت تھی ہر آنکھ اشک بار تھی بالآخر استاذ جی مٹی کے سپرد کردیئے گئے جہاں ہر انسان نے جانا ہے۔ حضرت استاذ جی مجھ جیسے سینکڑوں شاگردوں اور متعلقین کو داغ مفارقت دے گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت شاہ صاحب کی قبر ان کے آبائی گاؤں میں ہے۔ کئی حضرات کی کوشش تھی کہ دارالعلوم کبیر والہ کے قبرستان میں دفن کردیا جائے حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحبؒ کے پہلو میں لیکن حضرت شاہؒ صاحب کی والدہ محترمہ نے فرمایا میرا بیٹا ساری زندگی گھر سے دور رہا اب اس کی قبر بھی مجھ سے دور ہو یہ مجھے برداشت نہیں ۔لہٰذا یہیں دفن کردیا جائے۔

علم فقہ کی مشہور کتاب ”ہدایہ“ جلد ثالث جامعہ کے مایہ ناز مدرس حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی صاحب سے پڑھی۔ حضرت عبارت کی تقطیع فرما کر ہر مسئلہ کی بہت اچھے انداز میں تشریح فرماتے اور دورۂ حدیث میں صحاح ستہ کی مشہور کتاب ”ابوداؤد شریف“ بھی ان سے پڑھی۔ حضرت جامی صاحب آجکل جامعہ رحیمیہ ملتان میں شیخ الحدیث ہیں اور مظفر گڑھ میں ان کا اپنا ایک مدرسہ ہے۔ اس کے مہتمم بھی ہیں۔ ہدایہ جلد رابع دارالعلوم کے رئیس دارالافتاء حضرت مفتی صاحب کی مسند پر بیٹھ کر ہر مستفتی کو فتویٰ مرحمت فرمانیوالے اور جامعہ کے ناظم اعلیٰ و مفتی حضرت مولانا حامد حسن صاحب سے پڑھی۔ حضرت استاذ جی گفتار اور رفتار میں بڑے پر وقار اور سنجیدہ ہیں۔ اکثر استاذ جی سے رابطہ ہوتا رہتا ہے۔ حضرت استاذ جی خشک طبیعت کے مالک بھی نہیں ہے۔ کبھی کبھی مسکراتے ہوئے مزاحیہ بات بھی فرمالیتے ہیں ویسے تو دارالعلوم کے اساتذہ کا مجموعی مزاج خوش طبع ہے ہر طالب علم ان سے مانوس ہوجاتا ہے۔

دورۂ حدیث میں بخاری شریف جلد اول اور ترمذی شریف جلد اول استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحبؒ (المتوفی ۱۴۲۳ھ) سے پڑھی۔ حضرت مفتی صاحب اونچے قد اور موٹی موٹی آنکھوں والے خوبصورت چہرے کے مالک، اللہ کی رضا کیلئے غصہ کرنیوالے، جب کسی کو دیکھتے کہ وہ سنت کے خلاف کوئی کام کررہا ہے تو بہت غصے ہوتے آنکھیں سرخ ہوجاتیں، کچھ دیر بعد غصہ رفع ہوجاتا تھا۔ بغض، کینہ، حسد اور ریا جیسی مہلک باطنی بیماریوں سے کوسوں دور، جو حدیث رسول

اللہ ﷺ میں آچکا ہے اس پر عمل فرمانیوالے، متبع سنت، تقویٰ طہارت والے۔ حضرت مفتی صاحب رمضان شریف میں فوت ہوئے حضرت کے جنازہ میں شریک نہ ہوسکا، اس لیے کہ میں چھٹیوں میں تبلیغی جماعت کے ساتھ بیس دن کیلئے گیا ہوا تھا جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں ہماری تشکیل تھی وہاں روزنامہ اسلام میں پڑھا کہ حضرت دارفانی سے دار بقاء کوچ کر گئے ہیں۔

بخاری جلد ثانی جامعہ کے مہتمم استاذ العلماء حضرت مولانا محمد انور صاحبؒ سے پڑھی حضرت استاذ جی ہمیشہ سر نیچے جھکا کر چلا کرتے تھے۔ جب دیکھنا ہوتا تو اوپر کی طرف سر اٹھاتے پھر دیکھتے۔ دورۂ حدیث کے طلباء کی اکثر ”ثرید“ کی دعوت بھی کیا کرتے تھے۔

ترمذی جلد ثانی استاذ العلماء حضرت مولانا غلام یاسین تونسوی (المتوفی ۱۴۲۶ھ) سے پڑھی۔ حضرت استاذ جی جب مزاح فرماتے تو بہت فرماتے اور جب پند ونصائح فرماتے تو خود بھی روتے اور طلباء کو بھی رلاتے۔ حضرت استاذ جی نے دارالعلوم کو چھوڑ کر اپنے شہر تونسہ میں بنات کا مدرسہ قائم کیا وہاں ایک دفعہ حاضری کا شرف بھی ہوا۔ اس ادارے کو اب ان کے صاحبزادے (جن کا نام ابھی ذہن میں نہیں آرہا) چلا رہے ہیں۔

جس سال ہم نے موقوف علیہ پڑھا (یعنی ۱۹۹۶ء میں) ہمیں دورۂ تفسیر پڑھنے کا شوق ہوا۔ دورۂ تفسیر تو پاکستان میں ماشاء اللہ بہت علماء پڑھانے والے ہیں لیکن مشورہ سے یہ طے پایا کہ دورۂ تفسیر امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خاں صفدرؒ صاحب (المتوفی) سے پڑھایا جائے۔ چنانچہ ہم دارالعلوم کے تین ساتھی۔ 1۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب جو اس کتاب کے ناشر رہے ہیں بہت مخلص ساتھی ہیں۔ دنیاوی نعمتوں سے اللہ پاک نے خوب نوازا ہے۔ اللہ پاک سے پر امید ہوں اخروی نعمتوں سے بھی مالا مال فرمائیں گے۔ سخی طبیعت، مہمان نواز ہیں۔ حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ میں ایک دینی ادارہ بنام مدرسہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ للبنات وعبداللہ ابن عباسؓ کے ذمہ دار ہیں۔ اللہ ان دونوں اداروں کو ترقی نصیب فرمائیں۔ 2۔ مولانا محبوب صاحب جو جامعہ میں قاری محبوب کے نام سے معروف تھے۔ جو آج کل کراچی میں امام وخطیب اور کسی دینی ادارہ میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ کئی کتب احادیث کی شروحات بھی لکھی ہیں اللہ پاک مزید علم وعمل میں ترقی فرمائیں۔ 3۔ راقم الحروف: کبیر والا

سے رخت سفر باندھ کر زاد راہ لئے خانیوال اسٹیشن پر گاڑی پر سوار ہو کر رات کے آخری حصہ میں گوجرانوالہ اسٹیشن پر اترے۔ قریبی ہوٹل میں کھانا کھایا اور چائے پی۔ نماز فجر سے پہلے ہی ہم مدرسہ "نصرت العلوم" نزد گھنٹہ گھر پہنچ گئے۔۔۔۔ داخلہ لیا۔۔۔۔۔۔۔ آغاز تعلیم ہوا۔ امام اہل سنت سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ استاذ محترم مولانا سرفراز خان صفدرؒ جب مدرسہ نصرت العلوم میں تشریف لاتے (مسجد کی دوسری منزل پر تمام طلباء کے پڑھنے کا انتظام تھا) تو ایک طالب علم پورے پارے کی تلاوت کرتا پھر حضرت استاذ جیؒ ایک رکوع کا ترجمہ فرماتے پھر تفسیری نکات اور تشریح فرماتے۔ تقریباً ہمارا یہ پیریڈ چار گھنٹے کا ہوتا حضرت استاذ جی کی عجیب کرامت یہ تھی کہ پورے چار گھنٹے "التحیات" کی حالت میں بیٹھتے تھے حالانکہ ضعیف العمر، دو آدمیوں کے سہارے اوپر نیچے آتے۔ دورۂ تفسیر مکمل ہوا اختتامی تقریب، رمضان شریف میں منعقد ہوئی۔ حضرت استاذ جی نے بھی اس میں بیان فرمایا۔ دوران تقریر طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اے میرے عزیز طلبہ اللہ نے مجھے بہت علم فرمایا ہے اگر میں مجتہد ہونے کا دعوی کروں تو کر سکتا ہوں لیکن میں اکابرین علماء دیوبند کا والہانہ عاشق ہوں انہی کی تحقیقات پر مکمل اعتماد کرتا ہوں تم بھی (اے طلبہ) انکا دامن نہ چھوڑنا یہ علماء حقہ کی وہ جماعت ہے جو افراط و تفریط سے بالکل پاک ہے۔ واقعتاً ایسا ہی ہے جو علماء حقہ علماء دیوبند کی جماعت سے منحرف ہوا وہ من شذ شذہ فی النار کا مصداق بنا۔ (رائے کا اختلاف اور چیز ہے یہاں عقائد کی بات ہو رہی ہے)

حجرہ شاہ مقیم میں جب میں (زیر اہتمام میرے محسن، پیکر اخلاص، استاذ القراء قاری محمد الیاس رحیمی مہتمم مدرسہ سیدنا علیؓ بن ابی طالب چوک حجرہ شاہ مقیم) تدریس کرتا تھا۔ مجھے اور مولانا محمد موسیٰ صاحب کو عملیات سیکھنے کا شوق ہوا تو ہم نے عملیات کے اسباق استاذ العلماء استاذ الحدیث مولانا نور محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ (مدرس مدرسہ جامعہ رحمانیہ ٹھینگ موڑ ضلع قصور) سے پڑھے۔ حضرت بہت نیک سیرت انسان ہیں۔ موسم گرما ہو یا موسم سرما ایام بیض (چاند کی تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخ) کے روزے رکھنے کا حضرت کا معمول تا حال جاری ہے۔ میں کسی معاملہ میں بہت پریشان تھا حضرت کے پاس حاضر ہوا پریشانی بتائی۔ حضرت نے بہت ہی رقت آمیز لہجے میں فرمایا کوشش کرنا انسان کا کام ہے نتیجہ خدا کے اختیار میں ہے۔ حضرت نے پھر ایک دعا بتلائی جو ترمذی جلد ثانی میں

یہ دعا (دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہے) جو نبی پاک ﷺ اکثر تہجد کے وقت پڑھا کرتے تھے اللھم انی اسئلک رحمۃ من عندک تھدی بھا قلبی وتجمع بھا امری وتلم بھا شعثی الی آخرہ۔ حضرت نے فرمایا آپ یہ دعا تہجد کے وقت پڑھا کریں۔ حضرت دور اندیش اور خیر خواہ تھے۔ بڑا دینی فائدہ سوچنے والے تھے میں وہ دعا چند دن پڑھتا رہا جس کا اثر یہ ہوا کہ اس پریشانی کا اللہ پاک نے نعم البدل عطا فرمایا اس دعا کے بہت فوائد حاصل کر چکا ہوں۔ (اللہ پاک حضرت کو دنیا و آخرت کی تمام کامیابیاں نصیب فرمائیں)۔

دورۂ حدیث کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان میں سلطان المناظرین مولانا محمد امین صفدر اکاڑویؒ کے پاس "تخصص فی الدعوۃ والارشاد" میں داخلہ لیا اس کی تفصیل اسی کتاب کے آغاز میں "حرف اول نمبر ا" کے عنوان: میں موجود ہے۔ میں اس بات پر بے حد خوش بھی ہوں اور خدا کا مشکور بھی ہوں کہ میرے نورانی قاعدہ کے استاذ بھی مناظر اسلام تھے اور آخری استاذ بھی مناظر اسلام ان دونوں نے باطل کی دھجیاں اڑائی ہیں۔ اولئک آباء ی فجئنی بمثلھم.
یہ مرتب کردہ کتاب میرے واجب الاحترام اساتذہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ ورنہ میرے پلے کچھ نہیں

من آنم کہ من دانم
دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے۔

یہ میرے واجب الاحترام اساتذہ کا مختصر تذکرہ ہے۔ ان میں سے کئی اساتذہ ہمیں داغ مفارقت دے گئے ہیں۔ کئی موجود ہیں میری دلی دعا ہے کہ فوت شدگان اساتذہ کی اللہ پاک بال بال مغفرت فرمائے اور قبر مبارک کو روضۃ من ریاض الجنۃ کا مصداق بنائے اور موجود اساتذہ کی زندگی میں اللہ پاک بے شمار برکتیں نازل فرمائیں ان کا سایہ عطوفت راقم الحروف پر تا دم حیات قائم دائم رکھیں۔ امید ہے کہ اساتذہ اپنی مخصوص دعاؤں میں اپنے اس حقیر سے شاگرد کو بھی یاد رکھیں گے۔

خاکپائے واجب الاحترام اساتذہ
عبدالرزاق صفدر

تقریظ

برادر صغیر و جانشین حضرت استاذ مکرم اوکاڑوی، وکیل احناف، مناظر اسلام، بحر العلوم، استاذ العلماء، رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

رئیس شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد جامعہ خیر المدارس (ملتان)

بسمہ سبحانہ وتعالیٰ

امابعد۔ اس عالم رنگ و بو میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح رات کے ساتھ دن، سیاہی کے ساتھ سفیدی، صحت کے ساتھ بیماری کو پیدا فرمایا اس طرح توحید کے مقابل شرک اسلام کے مقابل کفر، سنت کے مقابل بدعت، سچ کے مقابل جھوٹ، ادب کے مقابلہ میں بے ادبی کی بھی تخلیق فرمائی اور یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں اگرچہ ان حکمتوں کا ادراک ہر شخص کے لیے ضروری نہیں تاہم تھوڑی سی توجہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بیماری نہ ہوتی تو تندرستی کی قدر نہ ہوتی اس طرح شرک و توحید کے تقابل سے توحید کی اور سنت و بدعت کے تقابل سے سنت کی قدر معلوم ہوتی ہے پھر جس طرح اللہ تعالیٰ نے جسمانی بیماریوں کے مختلف علاج اور مختلف معالج پیدا فرمادیئے اس طرح روحانی بیماریوں کے مختلف علاج اور روحانی بیماری اور شفاء کی مہارت رکھنے والے لوگ پیدا فرمادیئے پھر بعض معالج کسی جزوی بیماری کے علاج کی مہارت رکھتے ہیں اور بعض ہر فن میں مہارت کاملہ رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ماضی قریب ہی میں اہل اسلام کو ہر فتنہ کے علاج کے لیے ایک ایسی جامع شخصیت عطا فرمائی جو یقیناً اس شعر کا مصداق تھیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدور پیدا

میری مراد اس سے سراپا درد و اخلاص جامع علوم کسبیہ وھبیہ امین ملت حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی نوراللہ مرقدہ ھدانا بھدیہ ہیں جن کے علم، عمل اور اخلاص کو حضرت لاہوریؒ، حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ پسروری اور حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیوں کی توجہ نے نکھار کر امت کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے پوری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ بلا خوف لومۃ لائم ادا کیا اور

بالآخر کل نفس ذائقۃ الموت کے وعدہ الٰہی کے مطابق اس دنیا کو سوگوار چھوڑ کر آخرت کی راہ اختیار کی اور مشہور مقولہ "موت العالم موت العالَم" کے تحت پوری ملت اس حادثہ سے متاثر ہوئی اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ امت کو اس وقت ضرورت تھی کہ ان کے کچھ باقیات ہی ان کی یاد تازہ رکھیں اور امت کی ضرورت پوری ہوتی رہے مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ الحمدللہ ان کے شاگردوں نے ان کے صدقہ جاریہ کو باقی رکھنے کی غرض سے ان کی املائی کاپیاں اور تقاریر و خطبات مختلف جگہ سے شائع کیے ہیں فاضل نوجوان حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب بہاولپوری نے بھی اپنی املائی کاپی بنام "تریاق اکبر بزبان صفدر" شائع کر دی ہے۔ جس میں (۱) عیسائیت (۲) مرزائیت (۳) رافضیت (۴) غیر مقلدیت (۵) مماتیت (۶) عثمانی فرقہ (۷) جماعت المسلمین (۸) بریلویت (۹) مودودیت جیسے اہم عنوانات پر سیر حاصل بحث ہے اور ان فرقوں کی تردید کے ایسے سہل قواعد ہیں کہ عالم تو عالم صرف اردو خواں اگر توجہ سے ان کا مطالعہ کرے گا تو صرف تقریر و تحریر میں نہیں بلکہ میدان مناظرہ میں بھی ان فرقوں کو مسکت کر کے میدان مناظرہ سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردے گا۔ مولانا عبدالرزاق صاحب نے حضرت امین ملتؒ کی امانت کتابی شکل میں امت تک پہنچادی ہے اب اس کی قدر کرنا تمام اہل مسلک کی ذمہ داری ہے امید ہے اہل مدارس، علماء، خطباء، مصنفین، مناظرین اس کو حضرت اقدسؒ مرحوم کی یادگار سمجھ کر اس کی طرف توجہ فرمائیں گے بلکہ مذکورہ بالا فرقوں کے افراد بھی اگر تعصب سے دور ہو کر اس کا مطالعہ کریں گے تو انشاءاللہ ان کے لیے بھی یہ ہدایت کا ذریعہ بنے گی۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرما کر مولانا عبدالرزاق صاحب مدظلہ اور مولانا اوکاڑویؒ مرحوم کے لیے توشہ آخرت بنائیں اور بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں (آمین)

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

فقط

محمد انور اوکاڑوی عفی عنہ

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ

تقریظ

منبع العلوم ،مخزن الفھوم ،راس الاتقیاء ،نمونہ سلف ،پیر طریقت و رہبر شریعت، استاذ العلماء، الفقیہ الجلیل، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب ؒ رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس (ملتان)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بندہ کو حضرت مولانا محمد انور اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ کی تقریظ سے اتفاق ہے قبولیت و نافعیت کی دعا کرتا ہوں۔

بندہ عبدالستار عفی عنہ

جامعہ خیر المدارس (ملتان)

۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ

کلمات تبرک

قطب وقت، مفسر قرآن، شیخ الحدیث، مخدوم العلماء، فخر سادات، پیر طریقت، رہبر شریعت، شیخ شریعت، محبوب العارفین، سراج السالکین، زبدۃ الاتقیاء، بقیۃ السلف، قدوۃ الصالحین، ولی کامل، مرشد العلماء، عارف باللہ، سیدی مرشدی، درگاہ عالیہ قادریہ راشدیہ فیصل آباد کے سرخیل

مفتی مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم جامعہ عبیدیہ فیصل آباد

باسمہ سبحانہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

"تریاق اکبر بزبان صفدر" نامی گراں قدر کتاب نظر سے گزری مختلف جگہوں سے مطالعہ کیا اور بہت ہی مفید پایا۔ آج کل اس پرفتن دور میں جبکہ چہار سو شیطان باطل فرقوں کی شکل میں اپنی شیطنیت کو فروغ دے رہا ہے اور عوام الناس کے ساتھ ساتھ قدرے پڑھے لکھے افراد کو بھی دام تزویر میں جکڑ رہا ہے۔ ایسی کتابوں کی پہلے سے زیادہ شدید ضرورت ہے۔ دل سے دعا گو ہوں مولیٰ پاک اس کو قبولیت عامہ تامہ سے نوازے اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اس سے نفع اندوز ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

فقط: جاوید حسین عفا اللہ عنہ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

تقریظ

امام الصرف والنحو ہولی کامل، استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحمید صاحب

مدرس جامعہ خیر المدارس (ملتان)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد: فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاء ھم البینٰت واولئک لھم عذاب عظیم (اور مت ہو ان کی طرح جو متفرق ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو حکم صاف اور انکو بڑا عذاب ہے)

امت مسلمہ میں تفرق اور تشتت اور افتراق پیدا کرنے کے ہر دور میں نئے نئے طریقے اور ہتھکنڈے اختیار کئے جاتے رہے ہیں ان میں سب سے زیادہ خطرناک اور سم قاتل یہ ہے کہ سلف صالحین خصوصا گواہان نبوت یعنی صحابہ کرامؓ اور اہل بیتؓ کے حالات زندگی سے من گھڑت مفروضوں اور کمزوریوں کو امت کے سامنے پیش کرنا اور ائمہ مجتہدینؒ سے امت کو بیزار کرنا اور عدم اعتماد کی فضا پیدا کرنا اور مذہبی رنگ میں اور نصوص کے معانی کو توڑ موڑ کر یا الزام تراشی کی صورت میں مذہبی نام سے تحریکیں شروع کرنا ان تحریکوں میں چند ایک وہ ہیں جن کا زیر نظر کتاب "تریاق اکبر بزبان صفدر" میں تعاقب کیا گیا ہے جس کو حضرت اوکاڑویؒ کے شاگرد رشید مولانا عبدالرزاق صفدرؔ نے اپنی شب و روز محنت سے مرتب کر کے لوگوں کی خدمت میں پیش کر دیا اور اس کتاب میں امت کے اپنے اکابر صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ اور ائمہ المجتہدینؒ کے اوپر اعتماد کو بحال رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور بے جا اور محض تعصب پر مبنی زہریلہ پروپیگنڈا جو ان لوگوں کے خلاف کیا جاتا ہے اس کا شافی وافی جواب دینے کی سعی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے (آمین)

کتبہ

عبدالحمید ۱۴۲۴/۶/۲۱ھ

تقریظ

مناظر اہل سنت، وکیل اسلاف، یادگار حضرت استاذ ؒ اوکاڑوی، حامی توحید وسنت وماحی شرکت و بدعت، استاذ العلماء، رئیس المحققین حضرت مولانا منیر احمد صاحب استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم (کہروڑپکا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب انگریزوں نے بزعم خویش برصغیر میں اپنی ظالمانہ وغاصبانہ حکومت کو مضبوط و مستحکم کر لیا تو دین اسلام کے خلاف جال بچھانے کا وسیع سلسلہ شروع کر دیا اس کے لیے جہاں مختلف حربے استعمال کئے گئے ایک خطرناک حربہ یہ بھی استعمال کیا کہ مسٹر و ملا کے ہر دو طبقوں سے کچھ ضمیر فروش افراد خرید کئے گئے ان کو شہرت دینے اور عوام میں مقبول بنانے کے لیے نیز دین اسلام کے مقابلہ میں ان کے جاری کردہ ادیان باطلہ کو تحفظ دینے اور تحفظ دیکر ان کو پھیلانے کے لئے پورے پورے حکومتی وسائل جھونک دیئے گئے سرکار برٹش کے خرید کردہ مراعت یافتہ طبقہ نے جو فرنگی حکومت کے کھونٹے پر خوب اچھل کود رہا تھا اپنے ادیان باطلہ کو دین اسلام کے نام پر پھیلانے اور سادہ لوح مسلمانوں کو پھسلانے، پھنسانے اور گمراہ کرنے میں رات دن ایک کر دیا حتی کہ مختلف باطل فرقوں کی طرف سے ضلالت و گمراہی کا ایک طوفان کھڑا کر دیا گیا اس تاریک دور میں اللہ تعالیٰ نے اکابرین علماء دیوبند کو علوم نبوت کی دولت سے وسعت کے ساتھ وافر حصہ عطا فرما کر دین حق کی حفاظت واشاعت کے لیے اور احقاقِ حق، ابطالِ باطل کے لیے منتخب کر کے مختص فرمایا۔ چنانچہ اکابرین دیوبند میں سے حجۃ الاسلام حضرت مولنا محمد قاسمؒ نانوتوی، قطب الارشاد حضرت مولنا رشید احمدؒ گنگوہی، محدث العصر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، شیخ الہند حضرت مولنا محمود حسنؒ، فاتح عیسائیت حضرت مولنا رحمت اللہ کیرانویؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ، حضرت شیخ الاسلام حضرت مولنا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولنا محمد شاہ پنجابیؒ، حضرت مولانا محمد ارشاد حسین فاروقیؒ، حضرت مولانا محمد منصور علیؒ وغیرہ حضرات نے تدریس و جہاد کی مصروفیت کے باوجود قلم وزبان، تحریر وتقریر اور مناظرہ جات کے ذریعے تمام باطل فرقوں کا راستہ روکنے کی حتی المقدور بھرپور کوشش کی اور اس مبارک سعی و کوشش کی بدولت لاکھوں مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا ان عظیم اساتذہ کے عظیم تلامذہ نے بصورت تحریر کتابوں کی شکل میں معرکہ حق و باطل کی ان کاوشوں کو کتابوں کی شکل میں محفوظ کیا ان کتب سے خود اکابرین دیوبند کے ان تلامذہ نے اور ان کے بعد میں آنے والے علماء حقہ نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اکابرین کے ان تیار کردہ

علمی ہتھیاروں کو اہل باطل کے خلاف خوب استعمال کیا۔ تاہم ابھی ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو اکابرین کے اس علمی ورثہ کو مزید نکھارے اور احقاق حق وابطال باطل کے قائم کردہ اصولوں کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ سہل انداز میں پیش کرے یعنی علمی استدلال کو عوامی انداز حق اور عوامی مزاج کے مطابق ڈھال دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مناظر اعظم حضرت علامہ مولنا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کو اس عظیم ضرورت کو پورا کرنے کے لیے منتخب فرمایا آپؒ نے اپنے اکابرین کی کتب کا خوب مطالعہ کیا اور ایسی ایسی نایاب کتب کہ جن کا ہمارے بڑے بڑے علماء نے نام تک نہ سنا تھا اس امین ملت نے مطالعہ کر کے اکابرین کی اس امانت عظمیٰ اور نعمت کبریٰ کو اپنے سینہ میں محفوظ کیا محفوظ کر کے ان کو نکھارا، نکھار کر اس کو مزید آگے پھیلایا، بڑھایا اور تسہیل در تسہیل کر کے اس علمی ورثہ کو عوامی انداز میں ڈھالا اس لئے اگر مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کو افکار دیوبند کا شارح کہا جائے تو بجا، ان کو ترجمان علماء دیوبند کا عنوان دیا جائے تو بجا، ان کو افکار دیوبند کا سچا امانت دار اور علمبردار کہا جائے تو بجا، اب ضرورت تھی کہ حضرت والا کے تلامذہ حضرت کے علوم کسبیہ اور علوم وہبیہ کو اسی سہل انداز میں بصورت کتب محفوظ کریں تاکہ وہ خود بھی اور آنے والی نسل کو بھی اپنے اکابرین کے اس علمی ورثہ اور علمی امانت کو ایک قوی وامین واسطہ کے ذریعہ حاصل کر سکیں اور حاصل کر کے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دے سکیں۔ حضرت اوکاڑوی مرحومؒ کی جو کتب طبع ہو چکی ہیں یا آئندہ طبع ہونگی ان کی جامعیت اور کاملیت اور افادیت حضرت تھانویؒ کی کتب کی طرح ہے پس جیسے حضرت تھانویؒ کے واعظ وتالیفات میں اتنی جامعیت اور اتنے متنوع علوم جمع ہیں کہ حضرت تھانویؒ کے علوم کے شارحین کے ذریعے حضرتؒ کی کتب سے ہی کتنی نئی کتابیں افادہ عام کی خاطر منظر عام پر آ چکی ہیں حضرت اوکاڑویؒ کی کتب میں بھی اتنی جامعیت، علوم کا تنوع اور احقاق حق اور ابطال باطل کے اصول و دلائل کا ذخیرہ ہے کہ ان سے مزید کئی کتب تیار ہو سکتی ہیں۔ حضرت والا کے تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالرزاق بہاولپوری نے مولانا مرحومؒ کی شاگردی میں رہ کر جس علمی ذخیرہ سے اپنے دامن بھرے تھے ان کی دریادلی ہے کہ انہوں نے اس قیمتی علمی اثاثہ کو افادہ عام کی خاطر "تریاق اکبر بزبان صفدر" کے نام سے جمع کر کے شائع کر دیا ہے احقاق حق اور ابطال باطل میں کام کرنے والے علمائے حقہ کے لئے اور اپنے دین وایمان کی حفاظت چاہنے والوں کے لیے یہ کتاب حرز جان بنے۔ اللہ کرے یہ "تریاق اکبر" بارگاہ ایزدی میں قبولیت عامہ وتامہ کا شرف پا کر دین وایمان کو باطل کے زہر سے بچانے کے لیے واقعی تریاق ثابت ہو۔ فقط

منیر احمد جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا (24-08-2003)

تقریظ

اساتذہ دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا (ضلع خانیوال)

مہتمم و شیخ الحدیث حضرت استاذیم
مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہ

استاذ الحدیث حضرت استاذیم
حضرت مولانا عبدالستار صاحب مدظلہ

استاذ الحدیث حضرت استاذیم
مولانا سید مشتاق احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

استاذ الحدیث حضرت استاذیم
مولانا حامد حسن صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد لله لکل مبطل محق، لکل فرعون موسیٰ عادت اللہ جاری ہے ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین متین کی حفاظت کے لئے اس وقت کے دینی رہزن کے مقابلہ میں اپنے مقبول بندوں سے حاملین دین کا انتخاب فرمایا اس پرفتن دور میں عقائد اسلامیہ واحکام شریعہ پر اہل باطل کی یلغار ہے۔ ہر باطل کی سرکوبی کے لیے اللہ تعالیٰ نے رجال پیدا فرمائے ہیں۔ انہیں میں سے ایک مقبول شخصیت حضرت اقدس حضرت مولانا محمد امین صاحبؒ اوکاڑوی ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتوں وخوبیوں سے نوازا احقاق حق وابطال باطل کے لیے فرد واحد نے وہ کام کیا جو ایک بڑی جماعت بھی شاید نہ کر سکے۔ بہر حال حضرتؒ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ حضرت صفدر اوکاڑویؒ صاحب کے چہیتے شاگرد ہمارے عزیز حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب مدظلہ العالی نے اپنے محسن، مربی ومعلم کی تعلیمات ودینی امانت امت تک پہنچانے کے لیے ان کے افادات کو انتہائی محنت شاقہ سے خوبصورت ترتیب کے ساتھ شائع کر دیا ہے انشاء اللہ العزیز یہ کتاب اہل حق کے قلوب کے لیے انتہائی باعث اطمینان اور اہل باطل کے زہریلے پر فریب مہلک نظریات کے لیے تریاق ثابت ہوگی۔ دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ شاد عزیز کی اس محنت کو قبول فرمائیں اور اس کتاب کو اہل باطل کی یلغار کے لیے سد سکندری بنائیں۔

احقر ارشاد احمد — محمد عبدالستار عفی عنہ — حامد حسن عفی عنہ — مشتاق احمد عفی عنہ

دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا۔ ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ

تقریظ

صاحبزادگان حضرت استاذیم مولانا محمد امینؒ صفدر صاحب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد! دنیا کے جس گوشے میں بھی اسلام کے مقابل فرق باطلہ نے سر اٹھایا خالق کائنات نے ان کی سرکوبی کے لیے بھی میدان میں کوئی نامور سپوت ضرور پیدا فرمایا جب ان باطل قوتوں کے خلاف کوئی کاوش سامنے آئی تو ہمیں اباجیؒ ضرور یاد آئے اس تقریر و تحریر اور مناظرہ کی صورت میں اس سلسلے کی ایک کڑی تحریری صورت میں "تریاق اکبر بزبان صفدر" بھی ایک بہترین کاوش ہے اس کے مضامین کو دیکھ کر حضرت اباجیؒ کا انداز ذہن و گمان میں گھوم جاتا ہے زمین کی وسعتوں میں "تریاق اکبر" کے مضامین سے اباجیؒ کے انداز جھلکتے نظر آتے ہیں ہمارا یہ کہنا خالی از حقیقت نہیں ہے کہ "تریاق اکبر" ان 9 ابواب پر مشتمل دراصل حضرت اباجیؒ کی زبان و قلم سے جاری ہونے والے وہ علمی جواہر پارے ہیں جو موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے جن کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے یا وہ پھولوں کا وہ گلدستہ ہے جس کو بڑی نفاست کے ساتھ مرتب نے مزین کیا ہے اگر آج حضرت اباجیؒ ہوتے تو یہ تقریظ ضرور اپنے ہاتھوں سے تحریر فرماتے ہم سب بھائی دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہمارے اباجیؒ کے لیے اور برادر محترم مولانا عبدالرزاق صفدر دامت برکاتہم العالیہ (جو کہ ہمارے اباجیؒ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں جنہوں نے اس کتاب کو جو احسن انداز میں ترتیب دیا ہے اس سے اباجیؒ کی یادیں تازہ ہوگئی ہیں) کے لیے توشہ آخرت بنائے آمین! امید ہے کہ حضرت اباجیؒ کے تلامذہ و متعلقین بالخصوص دیگر قارئین بالعموم اس کتاب کو پسند فرما کر اس سے مستفید ہونگے۔

محمد عمر صفدر اوکاڑوی

محمد عثمان صفدر اوکاڑوی

محمد علی صفدر اوکاڑوی

چک نمبر 55-2L اوکاڑہ

ان الدین عنداللہ الاسلام (القرآن)

بے شک دین جو ہے اللہ کے یہاں سو یہی مسلمانی حکم برداری ہے

﴿پہلا باب﴾

عیسائیت کے بیان میں

افادات

وکیل احناف رئیس المناظرین

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

نور اللہ مرقدہ

مرتب

مولانا عبدالرزاق صفدر

ناشر:

مکتبۃ الامین نزد قباء مسجد بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور

0300-2515899

﴿حضرت استاذِ محترمؒ نے فرمایا﴾

بائبل میں ۶۸ صحیفے ہیں جو مختلف زمانوں میں، مختلف زبانوں میں، مختلف مکانوں میں، مختلف مقاصد کے لیے چند رسالے لکھے گئے اکثر کے مصنف بھی مجہول، زبان بھی مجہول ان سب کو ایک رسی میں باندھ دیا گیا اس کا نام بائبل رکھ دیا گیا..... ہم عیسیٰ علیہ السلام کو برحق نبی مانتے ہیں وہ روح اللہ تھے کلمۃ اللہ تھے لیکن انجیل سے عیسیٰ علیہ السلام کا مومن ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا..... عیسائی انسانیت کا انکار کرتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے گناہ کیا تھا جس کی وجہ سے دنیا میں اُترے ہم مسلمان کہتے ہیں فنسی ولم نجد له عزماً ..... جس طرح انجیل قابل ایمان نہیں اسی طرح یہ قابل عمل بھی نہیں انجیل کہتی ہے شریر کا مقابلہ نہ کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب مقدس (بائبل)

تعارف:

قرآن پاک اپنا مکمل تعارف خود کرواتا ہے یہ کس کی کتاب ہے؟ اللہ وحدہ لاشریک کی ہے۔ جبرائیل فرشتہ کے ذریعہ اتاری گئی۔ جبرائیل کی صفات روح القدس، روح الامین کا بھی ذکر ہے۔ کس پر نازل ہوئی؟ کس زبان میں نازل ہوئی؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ نزل علی محمدؐ (سورۃ محمد آیت نمبر۲ نازل کی گئی محمد ﷺ پر) عربی زبان میں نازل ہوئی۔ قرآنا عربیا (سورۃ شوریٰ آیت نمبر۷) مکہ، مدینہ میں نازل ہوئی۔ کس قوم کے لیے نازل ہوئی؟ تمام نسلِ انسانی کے لیے نازل ہوئی۔ یہ کتاب شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ لاریب فیه (سورۃ البقرہ) اس کا مقصد انسانوں کی ہدایت ہے۔ ھدی للمتقین (سورۃ البقرہ) ھدی و رحمة للمحسنين (سورۃ لقمان آیت نمبر۳) یہ کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی تجلیوں میں لاتی ہے یہ قلب اور قالب کے لیے شفا ہے اپنے اوپر ایمان لانے والوں کو دنیا میں غلبہ اور آخرت میں نجات کا پیغام دیتی ہے۔

انجیل نے چھے باتیں ایمانیات میں گنوائی ہیں۔ (i) پہاڑ کو حکم دو گے تو اکھڑ کر سمندر میں جا گرے گا آج کوئی عیسائی ہوائی چپل کو اپنی قوت سے اونچا نہیں کر سکتا خود مسیح صلیب کو نہ توڑ سکے۔

نوٹ: ہم عیسیٰ علیہ السلام کو برحق نبی مانتے ہیں وہ روح اللہ تھے، کلمۃ اللہ تھے پہلی دفعہ تشریف لائے بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جرنیل کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے لیکن انجیل سے عیسیٰ علیہ السلام کا مومن ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا۔ (ii) جو دعا کریں گے قبول ہوگی گویا ان کی زبان "کن" کی کنجی ہوگی خود عیسیٰؑ کی آخری دعا بقول عیسائیوں کے مقبول نہیں ہوئی کہ وہ دعا کرتے رہے کہ اے میرے آسمانی باپ اگر ہو سکتا ہے تو صلیب کا پیالہ مجھ سے ٹل جائے لیکن وہ نہ ٹلا گویا آخری وقت ایمان ثابت نہ ہوا۔ (iii) ایمان کی برکت سے روحوں کو نکالیں گے آج کتنے عیسائی ایسا کر سکتے ہیں آزما کے دیکھو۔ (iv) بغیر پڑھے نئی نئی زبانیں بولیں گے۔ پادری

سے کہو کہ عربی میں ایک گھنٹہ تقریر کر کے دکھائے۔ عیسائیوں کے مشن سکول و کالج گویا اپنے بے ایمانی کے اشتہار ہیں۔ (v) سانپوں کو ہاتھوں میں اٹھائیں گے اور اگر زہر پئیں گے تو کوئی اثر نہیں کرے گا آج کا کوئی پادری دس خواب آور گولیاں کھا کر دکھادے کہ اس پر اثر کرتی ہیں یا نہیں۔ (vi) جو ایمان لے آئیں گے وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو بیماروں کو شفا ہو جائے گی آج کل عیسائیوں نے جو مشن ہسپتال کھول رکھے ہیں وہ گویا ان کی بے ایمانی کے اشتہار ہیں کہ ہم لوگ بھی بیماری سے دوا کے محتاج ہیں صرف ہاتھ رکھ کر کسی بیمار کو صحت نہیں دے سکتے۔ عیسائیت کے مقابلہ میں دین حق اور دین اسلام کے حدیث جبرائیل میں تین شعبوں کا ذکر آیا ہے۔ (i) اسلام (اخبرنی عن الاسلام) اس میں پانچ چیزیں مذکورہ ہیں۔

(ii) ایمانیات: (اخبرنی عن الایمان) اس میں سات چیزیں مذکور ہیں اور بتایا کہ ایمان پاکیزہ نظریات کا نام ہے نہ کہ شعبدہ بازی کا پھر ان دلی عقائد کی آبیاری کے لیے اسلامیات ہیں تا کہ ایمان میں جس بندگی کا اقرار کیا ہے وہ زبانی جمع خرچ کے درجہ میں نہ رہے بلکہ عملی طور پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی، جہاد وغیرہ اعمال صالحہ کے درخت کی آبیاری ہوتی رہے (iii) احسانیات (اخبرنی عن الاحسان) اس کا مطلب ہے کہ ایمانیات جس کا مرکز او محور توحید ہے اسکا استحضار ہو: توحید کے تین بڑے درجے ہیں (۱) **لامعبود الا اللہ** یہ توحید ایمانی ہے جس سے انسان کفر و شرک سے نکل کر ایمان میں آجاتا ہے۔

(۲) **لا مقصود الا اللہ** چونکہ ریا (دکھلاوا) کو حدیث میں "شرک" کہا گیا ہے اس لئے اخلاص توحید ہے یہ خواص کی توحید ہے کہ انسان دراصل اسباب سے اعتماد اٹھا کر مسبب الاسباب پر اعتقاد پختہ کر لے (۳) توحید احسانی ہے جس میں صفات باری تعالیٰ کا استحضار ہوتا ہے اس توحید کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ صفات کی تجلیات کا مشاہدہ ہونے لگے (ان تعبد اللہ کانک تراہ) اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کم از کم یہ استحضار پختہ ہو جائے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ سلطان المشائخ حضرت باہوؒ فرماتے ہیں۔

یقین دانم دریں عالم کہ لامعبود الا ہو ، ولا مقصود فی الکونین ولا موجود الا ہو
چو تیغ "لا" بدستاری، بیا تنہا چہ غم داری، مجواز غیر حق یاری، کہ لا فتاح الا ہو

...ال یقین کمال دے اے گل ثابت ہوئی — کہ دوہیں جہاں ناں حاضر و ناظر اللہ باجھ نہ کوئی

(ترجمہ میں یقین سے جانتا ہوں کہ اس عالم میں اس اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور دونوں جہانوں میں اس کے سوا کوئی مقصود بالذات نہیں اور اس کے سوا کوئی واجب الوجود ذات نہیں جب "لا" کی تلوار تو ہاتھ میں لائے تو تو اکیلا آ۔ کیا غم رکھتا ہے تو تو مت ڈھونڈ اللہ کے سوا کوئی مددگار اس لئے کہ اس کے سوا کوئی بھی پریشانی حل کرنے والا نہیں ۱۲ (صفدر)

بائبل کی حیثیت

بائبل کتابوں کے اس مجموعہ کا نام ہے جس میں بقول اہل کتاب قرآن مجید کے علاوہ ساری الہامی کتابیں جمع کی گئی ہیں۔ بائبل یونانی زبان کا لفظ ہے اصل لفظ ببلیہ ہے اس کی جمع ببلیون ہے اس میں کل چھیاسٹھ کتابیں ہیں۔ ۱۱۸۹ ابواب ہیں اور ۳۱۱۰۲ آیتیں ہیں اس میں تین قسم کی کتابیں ہیں۔ نمبر۱ اسفار تواریخی۔ نمبر۲: اسفار حکمت۔ نمبر۳: اسفار نبوۃ، پہلی کتاب پیدائش سے لے کر آستر تک تاریخی کتابیں ہیں پھر ایوب علیہ السلام سے لیکر غزل الغزلات تک حکمت کی کتابیں ہیں جس میں زبور بھی شامل ہے پھر یسعیاہ سے لیکر ملاکی تک نبوۃ کی کتابیں ہیں۔

عیسائیوں کے بڑے دو فرقے ہیں پہلا پروٹسٹینٹ ان کی بائبل کا نام کتاب مقدس ہے دوسرا فرقہ کا کیتھولک ہے ان کی بائبل کا نام کلام مقدس ہے اس میں چھ کتابیں اس سے زائد ہیں۔

کسی کتاب کے الہامی اور واجب التسلیم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بات دلیل قطعی سے ثابت ہو کہ یہ کتاب فلاں نبی پر نازل ہوئی تھی اور وہ ہی اب تک بنقل متواتر صحیح سالم پہنچی ہے محض ظن یہاں کام نہیں آتا اور نہ صرف کسی کی طرف منسوب ہونا کوئی دلیل ہے اسی طرح تو بہت سی کتابیں حواریوں کی طرف منسوب ہیں مثلاً انجیل برنباس اور انجیل پطرس وغیرہ مگر بے دلیل نسبت سے کچھ نہیں بنتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا! **ولقد اتینا موسیٰ الکتاب** (سورۃ حٰم السجدہ آیت نمبر ۴۵ اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا

واٰتیناہ الانجیل (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۴۶ اور دی ہم نے اس (عیسیٰ علیہ السلام) کو انجیل) اور ارشاد فرمایا واٰتیناہ داؤد زبورًا (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۶۳ اور دی ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور) اسی طرح صحف ابراہیم کا ذکر بھی فرمایا اور یہ بھی فرمایا انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنبیین من بعدہٖ واوحینا الیٰ ابراھیم واسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط وعیسٰی وایوب ویونس وھارون و سلیمٰن واٰتینا داؤد زبورًا (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۶۳ ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح پر اور ان نبیوں پر جو ان کے بعد ہوئے اور وحی بھیجی ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر اور عیسیٰ پر اور ایوب پر اور یونس پر اور ہارون پر اور سلیمان پر اور ہم نے دی داؤد کو زبور) قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا و ما انزل الیٰ ابراھیم واسماعیل واسحٰق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی و عیسٰی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم و نحن لہ مسلمون ۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۳۶۔ تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیمؑ پر اور اسماعیلؑ پر اور اسحاق پر اور یعقوبؑ پر اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی اور ہم اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں)

یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ و الکتٰب الذی نزّل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل۔ (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳۶۔ اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی ہے ہم نے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے)

ہمیں قرآن نے بتایا ہے کہ حضرت ابراہیم، اسماعیل واسحاق اور یعقوب علیہم السلام پر بھی وحی نازل ہوئی تھی لیکن ان کی کتابیں اس مجموعہ میں شامل نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مجموعہ نہایت ناقص ہے کسی کتاب کو واجب التعمیل قرار دینے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے بعد نئی کتاب نازل ہو کر اس کتاب کو منسوخ نہ کر چکی ہو۔

یہ کتابیں جن کو اہل کتاب الہامی مانتے ہیں اولاً تو وہ سب الہامی نہیں اور ثانیاً اگر الہامی بھی

ہوں تو ان میں سب کلام الہامی نہیں۔ ثالثاً جس قدر الہامی ہیں وہ تو تواتر سے منقول نہیں بلکہ خبر واحد بھی نہیں۔ رہا وہ بلا سند منقول ہیں وہ بھی تحریف کے سبب مشکوک ہیں گویا ظلمات بعضھا فوق بعض کا مصداق ہیں۔ اس لیے اگر ان کتابوں میں اور قرآن وحدیث میں مخالفت ہو تو جو کتابیں الہامی نہیں ان کی مخالفت نقصان دہ نہیں۔ وہ کتابیں ایسی ہیں جیسے سکندر نامہ اور یوسف زلیخا یا جیسے ہندوؤں اور پارسیوں کی تاریخ میں طوفان نوح کا کوئی ذکر نہیں وہ بمقابلہ کلام ربانی غلط ہیں جو الہامی مانی جاتی ہیں وہ بھی بے سند اور تحریف کے غیر معتبر ہیں ان میں بہت سی غلطیاں ہیں اسی طرح یہ بھی غلط ہے۔

اہل کتاب کی دھوکہ دہی

ہم موسیٰ علیہ السلام کی تورات داؤد علیہ السلام کی زبور اور عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل پر ایمان رکھتے ہیں جو کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں ہیں مگر جو کتابیں ان حالات میں انسانوں نے لکھیں ان کو ہم قطعاً الہامی نہیں مانتے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۷۹۔ وہ (یہودی) لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے) کہ کتابیں اہل کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھ لیتے ہیں اور پھر خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگا دیتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے عیسائی بھی ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ؑ اور موسیٰ ؑ خدا کے سچے نبی تھے۔ لیکن آج کا کوئی آدمی یہ کہے کہ میں وہ ہی ابراہیم اور موسیٰ ہوں جس کا ذکر تورات اور قرآن میں آتا ہے تو اس کے جھوٹے ہونے میں ذرہ بھر بھی شک نہیں ہوگا۔ اسی طرح ان کی اپنی ہاتھوں سے لکھی ہوئی سوانح وغیرہ کا حکم ہے۔ خود لکھ کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ھذا من عنداللہ

الہام کی اقسام:

مسلمانوں کے ہاں الہام کی دو قسمیں ہیں (۱) لفظی الہام (۲) معنوی الہام

لفظی الہام: جیسے قرآن پاک۔ اس کی حیثیت خط کی سی ہے جیسے آپ جو خطوط لکھتے ہیں بعینہ آپ کے الفاظ مکتوب الیہ (جس کی طرف خط لکھا جائے) تک پہنچ جاتے ہیں اس طرح قرآن پاک گویا اللہ تعالیٰ کے ایک سو چودہ خطوط اپنے بندوں کے نام ہیں اور یہ لفظی الہام ہے اس کی باقاعدہ تلاوت کی

جاتی ہے اس لیے اس کو وحی متلو کہتے ہیں۔

معنوی الہام: جیسے حدیث۔ اس کی مثال پیغام کی سے ہے کہ آپ جو پیغام بھیجتے ہیں اس کے الفاظ کو پہنچانے والا حفظ نہیں کرتا بلکہ آپ کا مقصد اپنے الفاظ میں بیان کردیتا ہے کیونکہ وہ مطلب آپ ہی کا ہوتا ہے اس لیے اس کو آپ ہی کا پیغام کہا جاتا ہے۔ احادیث میں اگرچہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہیں لیکن پیغام اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اہل کتاب نہ قرآن پاک کی طرح لفظی الہام کے قائل ہیں نہ حدیث کی طرح معنوی الہام کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جو کسی نبی کی سوانح عمری لکھتا تھا تو روح القدس اس کی نگرانی کرتا تھا اس لیے ہم ان کتابوں کو الہامی کہتے ہیں مگر یہ بات بعد والے اہل کتاب کی خودساختہ ہے ان کتابوں کے مؤلفین نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔

مزید بائبل کا تعارف

بائبل میں ۶۸ صحیفے ہیں جو مختلف زمانوں میں، مختلف زبانوں میں، مختلف مکانوں میں، مختلف مقاصد کے لیے چند رسالے لکھے گئے اکثر کے مصنف بھی مجہول، زبان بھی مجہول ان سب کو ایک رسی میں باندھ دیا گیا اس کا نام بائبل رکھ دیا گیا۔ یہ بائبل نہ تو قرآن پاک کی طرح لفظی الہام ہے کہ اس کو خط سے تشبیہ دی جائے جیسے خط میں بعینہ کاتب کے الفاظ مکتوب الیہ کو پہنچ جاتے ہیں نہ ہی حدیث پاک کی طرح معنوی الہام ہے کہ جیسے کسی کو پیغام بھیجا جائے تو پیغام لے جانے والا وہ الفاظ بیان نہیں کرتا بلکہ اپنے الفاظ میں ان کا مطلب پہنچادیتا ہے بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ جس شخص نے رسالہ لکھا اس کی اپنی تصنیف ہے البتہ روح القدس یعنی جبرائیل اس کاتب کی نگرانی کرتے تھے اس لیے کوئی غلط چیز اس میں نہیں آنے دیتے تھے۔ لیکن یہ بات مدعی سست گواہ چست کی مصداق ہے کیونکہ ان ۶۸ کتابوں میں سے کسی ایک کتاب میں بھی کسی ایک مصنف نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جب میں لکھ رہا تھا تو روح القدس میری نگرانی کرتا تھا۔ اس کتاب میں اگرچہ کچھ اللہ تعالیٰ کا کلام بھی ہو۔ کچھ انبیاء کی تشریحات بھی ہوں کچھ بعد والوں کی وضاحتیں ہوں لیکن اس میں کوئی یہ امتیاز نہیں کہ کتنا کلام خدا کا ہے کتنا نبی کا ہے کتنا کاتب کا ہے اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جیسے جلالین کا کوئی اردو میں ترجمہ کرے لیکن یہ فرق نہ

کرے کہ اس میں خدا کا کلام کتنا ہے۔ نبی پاک کی حدیث کتنی ہے اور خود مفسر کا کلام کون سا ہے گویا اس کتاب کی مثال یوں ہے جیسے ایک ڈش میں سیب، کیلے وغیرہ کاٹے ہوئے ہوں اور یہ بھی یقین ہو کہ اس میں کچھ کاشے پاک ہیں کچھ پیشاب آلود ہیں کچھ زہر آلود ہیں لیکن وہ اس طرح مل گئے ہیں کہ ان کی الگ الگ پہچان مشکل ہوگئی ہے۔ اب لوگوں کو حکم دینا کہ اس میں سے پاک تلاش کرکے کھالو یہ تکلیف مالایطاق (مکلّف بنانا اس چیز کا جس کو برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو۔ صفدر) ہے اس لیے اس کا حل یہی ہے۔ جب دوسری پلیٹ ملتی ہے جس میں سب کاشے پاک ہیں تو اس کو استعمال کیا جائے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس بات کا مکلف نہ بنایا کہ اس بائبل سے صحیح کی تلاش کرکے عمل کرو بلکہ قرآن پاک نازل فرمادیا کہ اس پر عمل کرو قرآن پاک نے اس کتاب کے بارے میں وضاحت فرمائی۔ فویلٌ للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۷۹۔ سو خرابی ہے ان کو جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے) وقد کان فریقٌ منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرّفونہٗ من بعد ماعقلوہٗ وھم یعلمون (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۷۵۔ اور ان میں ایک فرقہ تھا کہ سنتا تھا اللہ کا کلام پھر بدل ڈالتے اس کو جان بوجھ کر اور وہ جانتے تھے) اہل کتاب کی چالاکی اور عیاری کا ذکر ان آیات میں فرمایا ہے وان منھم لفریقاً یلوٗن السنتھم بالکتاب لتحسبوہ من الکتاب وماھو من الکتاب و یقولون ھو من عنداللہ وماھو من عند اللہ ویقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۷۸۔ اور ان میں ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب تاکہ تم سمجھو کہ وہ کتاب میں ہے اور وہ نہیں کتاب میں اور کہتے ہیں وہ اللہ کا کہا ہے اور نہیں اللہ کا کہا اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں جان کر) ان کے غلط تصورات کی بھی قرآن نے نشاندہی فرمائی ہے۔ وقالت الیھود والنصاریٰ نحن ابناء اللہ واحبّاءٗہٗ (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۸۔ اور کہتے ہیں یہودی اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے) وہ اس کتاب کے معنوں میں اس طرح کج رویاں کرتے تھے قل یاھل الکتاب لم تصدون عن سبیل اللہ من آمن تبغونھا عوجاً وانتم شھداءُ وما اللہ بغافلٍ عمّا تعملون (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۹۹۔ تو کہہ اہل کتاب کیوں روکتے

ہو اللہ کی راہ سے ایمان لانے والوں کو کہ ڈھونڈتے ہو اس میں عیب اور تم خود جانتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے) ان کے علماء و مشائخ کا حال قرآن یوں بیان کرتا ہے اتخذوا احبارھم و رھبانھم ارباباً من دون اللہ (سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۱۔ ٹھہرالیا انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر) ان کے بارے میں دوسری جگہ بھی وضاحتیں ہیں سمّاعون للکذب اکّالون للسحت (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۴۲۔ جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لیے اور بڑے حرام کھانے والے) لاتزال تطلع علی خائنۃ منھم (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۳۔ اور ہمیشہ تو مطلع ہوتا رہتا ہے ان کیکسی دغا پر) اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا اپنی کتاب میں خیانتیں کرنے کی بدعادت قیامت تک ان سے چھوٹ نہیں سکتی چنانچہ اب تک باوجود پریس موجود ہونے کے یہ ہر ایڈیشن میں کچھ نہ کچھ ہیرا پھیری کرتے رہتے ہیں اور پھر بھی لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم اس کو خدا کی کتاب سمجھتے ہیں۔

کتاب مقدس کے تراجم

اس مجموعے کا سب سے پہلا ترجمہ ۲۵۰ سے ۱۳۰ ق،م (قبل مسیح) میں ہوا یہ ترجمہ ستر علماء یہود نے مل کر کیا اس لیے اس کو عربی میں سبعیہ اور انگریزی میں سکو جنٹ کہتے ہیں یہ ترجمہ عبرانی سے یونانی میں ہوا۔

نمبر۲: ولگیٹ یہ اس یونانی سے رومی زبان میں کیا گیا ۴۰۶ میں، نمبر۳: پھر اس رومی کا ترجمہ ۱۳۸۴ میں انگریزی زبان میں ویلکلف نے کیا۔ نمبر۴: پھر اس انگریزی کا ترجمہ لوتھر نے جرمنی زبان میں ۱۵۳۴ میں کیا انگریزی میں دوسرا ترجمہ ولیم ٹائنل نے ۱۵۲۵ میں کیا پھر اس کا ترجمہ آر ایس مس نے لاطینی میں ۱۵۳۶ میں کیا اسی طرح ۱۵۲۵ میں کالڈیل نے ۱۵۳۹ میں کرام ویل نے (اس نے سب سے پہلے مارشل لاء لگائی تھی) پھر ۱۵۶۰، ۱۵۶۸، ۱۶۱۱، ۱۸۸۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۷، ۱۹۲۵، ۱۹۶۱ اور ۱۹۶۶ میں ہر دفع ان تراجم پر نظر ثانی کی گئی اور ہر نظر ثانی میں خدا کے یہ بندے خدا کی کتاب میں غلطیاں نکالتے رہے۔

بائبل

کسی قانون کے واجب التسلیم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ثبوت تواتر سے ہو اور واجب العمل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی دوسری شریعت اور قانون نازل نہ ہوا ہو بائبل میں مندرجہ صحائف کا ثبوت تواتر اور شہرت سے تو کجا کسی صحیح السند خبر واحد سے بھی نہیں اور اس کے بعد قرآن پاک جیسی کامل اور مکمل کتاب بھی نازل ہو چکی ہے علاوہ ازیں کسی بات کا ثبوت عقل یا نقل یا مشاہدہ سے ہوتا ہے عقل کے خلاف ہزار ہا نقلیں بھی موجود ہوں تو وہ قابل اعتماد نہیں مثلاً عقل کہتی ہے دو اور دو چار ہوتے ہیں اب لاکھوں آدمی بھی یہ کہیں کہ دو اور دو سات ہوتے ہیں تو ان کی اس بات کا کچھ اعتبار نہیں اس طرح عقل یہ مانتی ہے کہ کوئی محتاج ہستی خدا نہیں ہو سکتی اسی لیے ہندو عیسائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر کوشلیاہ کا بیٹا رام یا دیوکی کا بیٹا کرشن خدا نہیں ہو سکتے تو مریم کا بیٹا کیسے خدا ہو سکتا ہے اور اگر عقل اور شرعاً انسان کا خدا ہونا ممکن ہے جیسے تم مریم کے بیٹے کو خدا مانتے بھی ہو تو نمرود اور فرعون کے دعویٰ خدائی کو آپ کس دلیل سے رد کر سکتے ہیں تو جب عاجز انسان کا خدا ہونا محالات سے ہے اور خلاف عقل ہے تو وہ کتاب جس میں خلاف عقل باتیں ہوں وہ خالق عقل کی طرف سے نہیں ہو سکتیں۔

بائبل کی عقل دشمنی

بائبل کتاب پیدائش باب دوم ۸ تا ۱۷ میں ہے۔ اور خداوند خدا نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا اور انسان کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا اور خداوند خدا نے ہر درخت کو جو دیکھنے میں خوشنما اور کھانے کے لیے اچھا تھا زمین سے اگایا اور باغ کے بیچ میں حیات کا درخت اور نیک و بد کی پہچان کا درخت بھی لگایا اور عدن سے ایک دریا باغ کے سیراب کرنے کو نکلا اور وہاں سے چار ندیوں میں تقسیم ہوا پہلی کا نام فیسون ہے جو حویلہ کی ساری زمین کو جہاں سونا ہوتا ہے گھیرے ہوئے ہے اور اس زمین کا سونا چوکھا ہے اور وہاں موتی اور سنگ سلیمانی بھی ہیں اور دوسری ندی کا نام جیحون جو کوش کی ساری زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور تیسری ندی کا نام دجلہ ہے جو اسور کے مشرق کو جاتی ہے اور چوتھی ندی کا نام فرات ہے اور خداوند خدا نے آدم کو لیکر باغ عدن میں رکھا کہ اس کی باغبانی اور نگہبانی کرے اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دیا اور کہا کہ تو باغ پر درخت کا پھل بے

روک ٹوک کھا سکتا ہے۔ لیکن نیک وبد کی پہچان کے درخت کا کبھی نہ کھانا کیونکہ جس روز تو نے اس میں سے کھا یا تو مرا۔

تبصرہ

اس میں جتنی بھی باتیں ہیں کوئی سمجھ میں نہیں آتیں "عدن" اسرائیل کے جنوب میں ہے اس نے مشرق میں لکھا ہے عدن تو خود سمندر کے کنارے ہے اس سے کوئی نہر نہیں نکلتی حویلہ یمن کی زمین کو کہتے ہیں یہاں سرے سے کوئی دریا نہیں کوش حبشہ یا اتھوپیا کو کہتے ہیں یہاں سرے سے نہر اور دریا کا سوال پیدا نہیں ہوتا دجلہ اور فرات عراق میں ہیں سمندر کا نام خلیج فارس ہے۔ بحر یا قلزم اور ایڈیسی بھی کہتے ہیں پرانے زمانہ میں جزیرہ اور آج کل عراق کہتے ہیں اس نے نیک وبد کے درخت کے بارے میں جو لکھا ہے حالانکہ عقل جس میں آجائے تو وہ نیک وبد کی پہچان کر سکتا ہے اسی وجہ سے عیسائیوں کو نیک اور بد کی پہچان نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نعوذ باللہ سب سے پہلے جھوٹ اللہ تعالیٰ نے بولا کہ جس دن تو نے پھل کھایا تو مرا حالانکہ باب پنجم بائبل میں لکھا ہے کہ آدم کا نو سو سال بعد انتقال ہوا۔

احکام کی تین قسمیں

عقلی طور پر احکام کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم واجبات۔ جن کو عقل ضروری جانے جیسے دو اور دو کا چار ہونا اور باپ کا بیٹے سے بڑا ہونا۔ دوسری قسم محالات۔ جن کو عقل بداھۃً رد کر دے جیسے کل کا جز سے چھوٹا ہونا یا دو اور دو کا سات ہونا۔ تیسری قسم ممکنات جن کو نہ عقل ضروری جانے نہ ہی انکو رد کرے اس لئے ان کا فیصلہ نقل سے کیا جاتا ہے مثلاً ایک کہتا ہے کہ گیٹ یہاں سے دو سو فٹ دور ہے نہ عقل اس کی تصدیق کرتی ہے اور نہ ہی تکذیب بلکہ ممکن ہے۔ بائبل محالات سے پر ہے اس لئے اس کو خدا کی کتاب نہیں کہا جاسکتا۔

بائبل کے مضامین

بائبل میں کل تین قسم کے مضامین ہیں نمبر ا۔ وہ مضامین جن کی قرآن وحدیث نے تصدیق کر دی جیسے مسئلہ توحید اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسالت وغیرہ اس تصدیق کی وجہ سے ہم اس کو صحیح مانیں گے۔

نمبر ۲ دوسرے وہ مضامین جن کی قرآن وحدیث نے تکذیب کر دی جیسے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۷۲۔ بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا بے شک اللہی ہے مریم کا بیٹا) وما کفر سلیمان (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۰۲۔ اور کفر نہیں کیا سلیمان نے) کیونکہ بائبل میں سلیمان علیہ السلام کو کافر لکھا ہے) اس لئے ہم ان مضامین کو جھوٹا سمجھیں گے نمبر ۳: تیسری قسم کے وہ مضامین ہیں جن کی قرآن وحدیث نے نہ تصدیق کی نہ تکذیب ہم بھی نہ ان کی تکذیب کریں گے اور نہ ہی تصدیق کریں گے۔

عیسائیوں کا انسانیت سے انکار

عیسائی انسانیت کا انکار کرتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ آدمؑ نے گناہ کیا تھا جس کی وجہ سے دنیا میں آئے ہم مسلمان کہتے ہیں فنسی ولم نجد له عزمًا (سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۱۱۵۔ پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں کچھ ہمت)۔

عیسائی کہتے ہیں کہ انسان کی فطرت کا گناہ گار ہونا ہے ان کے ہاں انسان نجاستِ عین ہے ہمارے ہاں اصلاً فطرت میں پاک ہے پھر اس کے بعد کفر وشرک سے اپنے آپ کو ناپاک کرتا ہے اعمالِ صالحہ اور ایمان لا کر مزید سنورے گا ان کے ہاں انسان چونکہ گناہ سے پیدا ہوا اس کے گناہ توبہ کے پانی سے بھی نہیں دھلتے نہ اللہ تعالیٰ کے معاف کرنے سے معاف ہوتے ہیں یہ موروثی گناہ اس کے ساتھ چپٹا ہوا ہے ان کے ہاں انسان جو اشرف المخلوقات ہے جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ کہ جانور تو پاک پیدا ہوا انسان گناہ کیوجہ سے ناپاک پیدا ہوا اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا بیٹا بھیجا جو ان کے موروثی گناہ کو لیکر سولی پر چڑھ گیا وہ کہتے ہیں کہ جو عیسیٰؑ پر ایمان لائے اس کا گناہ معاف ہے ہم کہتے ہیں کہ اس معافی کا کیا اثر ہے ان کی زمین میں کانٹے نہیں ہونے چاہئیں یا ان عیسائیوں کے ملکوں میں سانپ نہیں ہونے چاہیں یا کم از کم عیسائیوں کو سانپ نہ ڈسیں (ہندو) کسی جانور کو نہیں مارتے کیونکہ انکا عقیدہ تناسخ کا ہے کہ انسان جو ظلم کرتا ہے آگے انسان کی شکل میں آجاتا ہے یہ انڈا تک نہیں کھاتے لطیفہ مشہور ہے کہ ایک ہندو جا رہا تھا ایک کتیہ اس کے پیچھے چل

پڑی گھر آ کر اس نے بیوی سے کہا کہ لگتا ہے کہ یہ میری ماں ہے جو کتیا جون میں آ گئی ہے اس کو مجھ سے پیار ہے اس کو باندھ دو۔ کاتک کا مہینہ آ گیا ۲۰، ۲۵ کتے آ گئے بیوی نے کہا میں تیری ماں کو سنبھال لیتی ان ۲۰، ۲۵ خاوندوں کا کیا کروں تو اس نے چھوڑ دیا) یا کم از کم عیسائی عورتوں کو دردزہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کو زیادہ ہوتا ہے کیونکہ ان کے ہاں دردزہ اس گناہ کا اثر ہے سیدہ مریم کے دردزہ کا اثر قرآن میں بھی ہے (ملاحظہ ہو سورہ مریم آیت نمبر ۲۳) تورات میں بھی تو گویا ان کے ہاں سیدہ مریم بھی اس گناہ سے پاک نہیں تو اس سے پیدا ہونے والا بھی اس گناہ میں مبتلا ہو گا نہ کہ خدا ہو گا۔

تورات باب تین پیدائش میں حضرت آدم علیہ السلام کے پھل کھانے کا ذکر ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام نے پھل کھایا قرآن کہتا ہے کہ ان کا دلی ارادہ ہرگز اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نہیں تھا بلکہ بھول کر کھایا۔ فنسی ولم نجد له عزما اس لئے یہ گناہ نہیں تھا ایک بھول تھی جو واقعی اب تک انسان کی فطرت اور خمیر میں شامل ہے عیسائی کہتے ہیں کہ یہ بھول نہیں تھی بلکہ ایک گناہ تھا اس لئے انسان فطری طور پر گناہ گار پیدا ہوتا ہے اور گناہ انسان کے خمیر میں ایسا رچا بسا ہوا ہے کہ جو نہ توبہ کے پانی سے دھل سکتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کے معاف فرمانے سے معاف ہو سکتا ہے۔

بھول، گناہ اور خطا میں فرق

رمضان کا روزہ یاد بھی ہے جان بوجھ کر پانی کا قطرہ اتار لیا تو روزہ ٹوٹ گیا اس نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے یہ گناہ ہے۔ اگر روزہ یاد نہ ہو دو گلاس پی لئے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ نہیں تھا یہ بھول ہے وضو کرنے بیٹھا تو غلطی سے پانی حلق میں چلا گیا اور نیچے اتر گیا یہ چوک ہے اس کو خطاء کہتے ہیں

"گناہ" کے بارے میں تفصیل

گناہ کہتے ہیں خدا تعالیٰ کی مخالفت کرنا دلی ارادہ سے۔ اس کا حکم توڑنا دلی ارادے سے اس کی مثال اوپر ہی مذکور ہوئی۔ بھول اور چوک (خطا) میں گناہ نہیں ہوتا کیونکہ دل میں خدا تعالیٰ کی مخالفت

کا دلی ارادہ نہیں ہوتا البتہ مشاکلت کی وجہ سے بعض اوقات صورۃً اس لئے بھی چوک اور بھول پر گناہ کا لفظ استعمال کر دیا جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ آپ نماز پڑھ کر نکلے اور بھول کر کسی اور کا جوتا پہن کر چل دیئے کچھ فاصلہ پر چل کر دیکھا پتہ چلا کہ یہ جوتا میرا نہیں اب آپ واپس آ رہے ہیں ادھر نمازیوں میں شور مچا ہوا ہے کہ کوئی چور جوتا لے گیا تو آپ کہتے ہیں کہ میں آپ کا چور آ گیا ہوں حالانکہ حقیقۃً آپ چور نہیں لیکن صورۃً آپ یہ لفظ استعمال کر رہے ہیں اس لئے کتاب وسنت میں جہاں کہیں کسی پیغمبر کے نام کے ساتھ عصیان، ظلم یا ذنب کا لفظ ہے وہاں قطعاً حقیقی معنی مراد نہیں۔ صورۃً ایسا اطلاق کر دیا گیا اس لئے ان الفاظ کے بارے میں وضاحت بھی کر دی ہے آدم علیہ السلام کے لیے 'عصیان' کا لفظ آیا لیکن اس کی تشریح 'نسیان' سے کر دی گئی، فرعون کے لیے 'عصیان' کا لفظ آیا تو پوری وضاحت سے بتایا گیا کہ اس نے جان بوجھ کر خدا کی حدود کو توڑا بعض اوقات ایک آدمی جان بوجھ کر بھی کسی حکم کی مخالفت کرتا ہے لیکن اس کو گناہ نہیں کہا جاتا کیونکہ یہ نافرمانی عظمت کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ دل میں اس کے حکم کی توہین کا مقصد ہوتا ہے جیسے استاد شاگرد سے کہے کہ چارپائی پر سرہانے کی طرف جگہ خالی ہے وہاں بیٹھ جاؤ۔ تو شاگرد چارپائی سے نیچے بیٹھ جاتا ہے۔ اس میں بظاہر اگرچہ حکم نہیں مانا گیا لیکن حکم نہ ماننے کی وجہ استاد کی عظمت ہے تو کوئی آدمی بھی ایسے شاگرد کو استاذ کا نافرمان نہیں کہے گا۔ حضرت موسیٰ نے ایک آدمی کو مارا جس سے وہ آدمی مر گیا تو یہ خطا تھی اور خطاء گناہ نہیں لیکن عیسائی آدم علیہ السلام کی بھول کو گناہ، بنانے پر تلے ہوئے ہیں یہ تمام نسلِ انسانی کو گناہ گار اور ارذل المخلوقات کہتے ہیں ایک تو یہ بے عقلی کی بات ہے دوسری طرف کہتے ہیں کہ عیسیٰ کی قربانی سے یہ موروثی گناہ معاف ہو گیا لیکن صرف ان لوگوں کا جو اس قربانی کو کفارہ سمجھتے ہیں لیکن اس معافی کے اثرات دنیا میں ظاہر نہیں ہوئے کیونکہ عیسائی بھی محنت مزدوری کر کے روزی کماتے ہیں بلکہ انکی محنت مزدوری اتنا گھٹیا ہے کہ صبح اٹھتے ہی ان کے مرد و عورتیں مسلمانوں کے پاخانوں کی زیارت کرتے ہیں اور کم از کم عیسائی عورتوں کو دردزہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ کفارہ پر ایمان رکھتی ہیں اور عیسائی علاقوں میں زمین پر اونٹ کٹارے نہیں اگنے چاہیے عیسائیوں اور سانپوں میں دشمنی ختم ہو جانی چاہیے تھی نہ سانپ عیسائیوں کو ڈسیں اور نہ عیسائی سانپوں کو ماریں اور رومیوں کے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ موت موروثی گناہ کی وجہ سے دنیا میں آئی تو کم از کم عیسائیوں کو نہیں مرنا چاہیے

کیونکہ کفارہ پر ایمان رکھنے کی وجہ سے وہ اپنے خیال میں موروثی گناہ سے پاک ہو گئے الغرض عیسائیت انسانیت کی توہین کا دوسرا نام ہے۔

توحید اور تثلیث

خدا کے سب پیغمبر اللہ تعالیٰ کی توحید کا سبق دینے آئے اور خدا کی سب کتابوں کا بنیادی درس مسئلہ توحید ہی تھا عجیب بات ہے کہ عیسائیت بھی توحید کا نام لیتی ہے لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ باپ، بیٹا، روح القدوس تین ہیں اور یہ تین ایک ہی ہیں گویا ان کا خدا ایک لمیٹڈ کمپنی ہے جس کے تین حصہ دار اور چھے ہولڈرز ہیں باپ (اللہ تعالیٰ) کی صفت حیات کو کہتے ہیں بیٹا (عیسیٰ) صفت کلام کو اور روح القدوس (جبرائیل) صفت قدرت کو کہتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ تین الگ الگ (تشخصات) اقنوم ہیں جیسے زید، عمرو، بکر، لیکن ان تینوں کو ویلڈنگ کر کے ایک خدا بنالیا گیا۔ ان کے ہاں ۱+۱+۱ برابر ہیں تین ایک اور ایک تین کا گورکھ دھندہ آج تک کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔

یہ عقیدہ کسی نبی کی نجی تعلیم نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۳۲۵ سال بعد نقیا کونسل نے یہ عقیدہ تجویز کیا تھا ورنہ یہ نہ مسیح علیہ السلام سے عقیدہ ثابت کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے حواری کا یہ عقیدہ تھا۔

تورات میں توحید

تورات کتاب استثناء باب چہارم ف ۳۵، اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے فرمایا یہ سب کچھ تجھ کو دکھایا گیا تا کہ تو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے اور اس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔ اسی صفحہ میں ۳۹ میں ہے پس آج کے دن تو جان لے اور اس بات کو اپنے دل میں جمالے کہ اوپر آسمان میں اور نیچے زمین پر خداوند ہی خدا ہے اور کوئی دوسرا نہیں اسی کتاب باب ۶۔۴ میں ہے سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے تو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوند اپنے خدا سے محبت رکھ اور یہ باتیں جن کا حکم آج میں تجھے دیتا ہوں تیرے دل میں نقش رہیں اور تو ان کو اپنی اولاد کے ذہن نشین کرنا اور گھر بیٹھے اور چلتے اور لیٹتے اور اُٹھتے وقت ان کا ذکر کیا کرنا اور تو نشان کے طور پر ان کو اپنے ہاتھ پر باندھنا اور وہ تیری پیشانی پر ٹیکوں کی مانند ہوں اور تو ان کو اپنے گھر کی چوکھٹوں

... پھاٹکوں پر لکھنا، تو خداوند اپنے خدا کا خوف ماننا اور اسی کی عبادت کرنا اور اسی کے نام کی قسم کھانا تم ... معبودوں کی یعنی ان قوموں کے معبودوں کی جو تمہارے آس پاس رہتی ہیں پیروی نہ کرنا کیونکہ خداوند ... تیرے درمیان ہے غیور خدا ہے سو ایسا نہ ہو کہ خداوند تیرے خدا کا غضب تجھ پر بھڑکے اور وہ تجھ کو ... زمین پر سے فنا کر دے۔

زبور میں توحید

زبور نمبر ۸۶ صفحہ ۵۷۸ پر ہے یا رب مجھ پر رحم کر کیونکہ میں دن بھر تجھ سے فریاد کرتا ... اس لیے کہ تو یا رب نیک اور معاف کرنے کو تیار ہے اور اپنے سب دعا کرنیوالوں پر شفقت ... ہے میں اپنی مصیبت کے دن میں تجھ سے دعا کروں گا کیونکہ تو مجھے جواب دے گا۔
... معبودوں میں تجھ سا کوئی نہیں اور تیری صنعتیں بے مثال ہیں یا رب سب قومیں جن کو تو نے بنایا ... تیرے حضور سجدہ کریں گی اور تیرے نام کی تمجید کریں گی کیونکہ تو بزرگ ہے اور عجیب وغریب کام کرتا ہے تو ہی واحد خدا ہے۔

انجیل میں توحید

انجیل مرقس باب ۱۲ فقرہ ۲۸ اور فقیہوں میں سے ایک نے ان کو بحث کرتے سن کر جان لیا کہ اس (عیسیٰ) نے ان کو خوب جواب دیا ہے۔ وہ پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ سب حکموں میں اول کونسا ہے۔ یسوع (عیسیٰؑ کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں) نے جواب دیا ہے کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔ دوسرا یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ ان سے بڑا کوئی اور حکم نہیں۔ فقیہ نے اس سے کہا اے استاذ بہت خوب تو نے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں اور اس سے سارے دل اور ساری عقل اور ساری طاقت سے محبت رکھنا اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھنا سب سوختنی قربانیوں اور ذبیحوں سے بڑھ کر ہے جب یسوع نے دیکھا کہ اس نے دانائی سے جواب دیا تو اس سے کہا تو خدا کی بادشاہی سے دور نہیں۔ (یعنی تو پکا جنتی

ہے)۔

انجیل یوحنا باب ۱۷ پر ہے یسوع نے آسمان کی طرف آنکھیں اٹھا کر اپنے حواریوں کے لیے یوں دعا کی ان سب کو ہمیشہ کی زندگی دے اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔

عقیدہ تثلیث جھوٹ کا پلندہ ہے

عقیدہ تثلیث ایک ایسا عقیدہ ہے کہ تثلیث کا لفظ نہ اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک پر آیا نہ کسی نبی کی زبان پر، نہ ہی عیسیٰؑ اور نہ اس کے حواریوں کی زبان پر آیا اس لئے اس کے بارے میں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا اگر چہ گندا مگر ایجاد بندہ ہے اور محض جھوٹ کا پلندہ ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ ایک تین میں اور تین ایک میں تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ توحید بھی حقیقی ہے اور تثلیث بھی حقیقی ہے اور یہ ناممکن ہے اس لئے جب ان سے اس کی تشریح پوچھی جاتی ہے تو پھر ساری تشریح وحدۃ حقیقی اور کثرت اعتباری کی کرتے ہیں جیسے ایک شخص زید ہے وہ اگر چہ ایک ہی شخص ہے لیکن کسی کا بیٹا ہے، کسی کا باپ ہے کسی کا بھائی ہے۔ کسی کا چچا ہے کسی کا ماموں ہے تو یہاں کثرتِ اعتباری ہے نہ کہ حقیقی جبکہ ان کا عقیدہ ہے کہ وحدۃ بھی حقیقی ہے اور کثرت بھی حقیقی ہے اور کبھی ذات اور صفات کی بات چھیڑ لیتے ہیں جیسے زید ایک شخص ہے وہ حافظ قرآن بھی ہے، مفتی بھی ہے، شیخ الحدیث بھی ہے۔ طبیب بھی ہے تو یہاں بھی ذاتیں متعدد نہیں ذات ایک ہی ہے اور باقی اس کی صفات ہیں اگر ہر صفت کو الگ خدا مانا جائے تو پھر تو ہزاروں خدا بن جائیں گے پھر تین کی قید ضروری نہیں بلکہ اسکا ایک نقصان یہ ہوگا کہ خدا کی باقی صفات کا انکار لازم آئیگا کیونکہ باپ صفت حیات کو کہتے ہیں، بیٹا صفت کلام کو، اور روح القدس صفت قدرت کو سمیع، بصیر، رحمٰن، رحیم وغیرہ تمام صفات کا انکار ہو گیا کبھی یہ کہتے ہیں کہ ہر وحدۃ میں تثلیث ہوتی ہے کہ ہر چیز کا ایک طول ہے ایک عرض ایک عمق، لیکن کوئی بیوقوف یہ نہیں کہتا کہ طول ایک شخصیت کا نام ہے عرض الگ شخصیت کا نام ہے اور عمق الگ شخصیت کا نام ہے اس لئے اس عقیدہ کی کچھ سمجھ نہیں آتی ان کے قول اور عمل میں اختلاف ہے (مولانا روم نے ایک عجیب مثال دی ہے

[illegible] گندگی کے ڈھیر میں لیٹ کر شہر کی طرف آیا لوگوں نے پوچھا کہاں سے آیا ہے اس نے [illegible] حیات کے چشمہ سے غسل کر کے آ رہا ہوں یہی حال ان چوڑوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق [illegible] اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ الراقم الاثیم عبدالرزاق صفدرؔ)

خدا باپ کا تعارف

[illegible] بائبل سے پتہ چلتا ہے کہ جب آدم نے نیک و بد کی پہچان کا پھل کھا لیا تو اللہ تعالیٰ کے دل [illegible] پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنا ہاتھ بڑھائے اور حیات کے درخت سے بھی کچھ لیکر کھائے اور [illegible] ہے اس لیے خداوند خدا نے اس کو باغ عدن سے باہر کر دیا (پیدائش باب ۳، فقرہ ۲۲، صفحہ ۶) اور [illegible] پتہ چلتا ہے کہ انسان خدا سے چھپ بھی سکتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ آدم اور اس کی بیوی نے اپنے آپ کو خداوند خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے [illegible] کہاں ہے؟ (پیدائش باب ۳ فقرہ ۹ صفحہ ۶) سموئیل کی کتاب میں ہے خدا کے نتھنوں سے دھواں [illegible] اور اس کے منہ سے آگ نکل کر بھسم کرنے لگی۔ (سموئیل ۲-۲۲-۹ ص ۳۱۹) اور اگر نبی فریب کھا کر [illegible] تو میں خداوند نے اس نبی کو فریب دیا (حزقی ایل ۱۴-۹ ص ۷۸۹) کیونکہ خدا کی بیوقوفی آدمیوں [illegible] سے زیادہ حکمت والی ہے اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے (ایک [illegible] صفحہ ۱۵۴-۱-۲۵) خدا تعالیٰ فرماتے ہیں میں بہت مدت سے چپ رہا میں خاموش رہا اور ضبط [illegible] اب میں دردزہ والی عورت کی طرح چلاؤں گا میں ہانپوں گا اور زور زور سے سانس لوں گا [illegible] باب ۴۲، فقرہ ۱۴ صفحہ ۶۹۴) اور خداوند یہوداہ کیسا تھا اس نے کوہستانیوں کو نکال دیا پر وادی کے [illegible] والوں کو نہ نکال سکا کیونکہ ان کے پاس لوہے کے رتھ تھے (قضاۃ باب اول فقرہ ۱۹ صفحہ ۲۲۹) (جو [illegible] والوں کو نہ نکال سکا وہ ایٹم بم والوں کا مقابلہ کیسے کریگا؟) اسی روز خداوند اس استرے سے جو [illegible] فرات کے پار سے کرایہ پر لیا یعنی ملک شام کے بادشاہ اسور سے سر اور پاؤں کے بال مونڈھ [illegible] گا اور اس سے داڑھی بھی کھرچی جائیگی۔ (یسعیاہ-۷-۲۰ صفحہ ۶۶۶)

خدا بیٹا کا تعارف

متی کی انجیل باب اول اور لوقا کی انجیل باب سوم میں عیسیٰؑ کا شجرہ نسب ہے نمبر ا متی کی انجیل میں عیسیٰؑ سے لیکر آدمؑ تک ۴۲ پشتیں ہیں اور لوقا میں پچاس ہیں۔ نمبر ۲ لکھا ہے کہ یہوداہ سے فارص اور زارح تمر سے پیدا ہوئے یہ تمر یہوداہ کی بہو تھی یہوداہ نے اپنی بہو سے زنا کیا جس سے وہ حامل ہوئی اور یہ دونوں بیٹے اس سے پیدا ہوئے (پیدائش ص ۴۰) یہی حرامی مسیحؑ کے اجداد میں ہیں بوعز سے عوبید روت پیدا ہوئی یہ روت موآب کی اولاد سے تھی تورات کے مطابق حضرت لوطؑ نے اپنی دو حقیقی بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہوئیں ایک سے امون اور دوسری سے موآب پیدا ہوا یہی موآب جناب مسیحؑ کے اجداد میں شامل ہے اور داؤد سے سلیمان اس عورت سے پیدا ہوا جو پہلے اوریا کی بیوی تھی سموئیل کی کتاب ب ۱۲ اص ۳۵۰ ف ۲۴ میں لکھا ہے کہ اوریا کو داؤد نے جہاد پر بھیجا اس کے جانے کے بعد اس کی بیوی بت سبع سے زنا کیا جب داؤد کو پتہ چلا کہ حاملہ ہوگئی ہیں تو اوریا کو واپس بلایا اور اس سے کہا کہ تو تین دن اپنے گھر رہ لیکن اوریا نے گھر جانے سے انکار کر دیا اور کہا میرے مجاہد ساتھی میدان جنگ میں ہیں اور میرا دل نہیں چاہتا کہ میں گھر جاؤں مجھے آپ واپسی جہاد میں بھیج دیں چنانچہ اس کو واپس جہاد میں بھیج دیا گیا اور اس کے ہاتھ فوج کے کمانڈر یواب کو سر بمہر خط بھیجا کہ اوریا کو ایسی جگہ رکھنا جہاں یہ قتل ہو جائے چنانچہ اوریا کو یواب نے اس محاذ پر رکھا جہاں شدید جنگ تھی اور سب سے آگے رکھا جب اوریا قتل ہو گیا اور یواب نے داؤد کو پیغام بھیجا کہ اوریا قتل ہو گیا ہے تو داؤد نے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا سموئیل میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ”ناتن نبی“ کو وحی بھیجی کہ میں داؤد کے اس زنا اور قتل ناحق کی وجہ سے ناراض ہوں اور میں دنیا ہی میں اس کو ذلیل کروں گا چنانچہ داؤد کے بیٹے ابی سلوم نے اپنی ماؤں کے ساتھ زنا کیا اور سیالتی ائیل سے زربابل پیدا ہوا لیکن تورات میں سیالتی ائیل کی اولاد میں زربابل نامی کوئی بیٹا موجود نہیں۔

یہ مسیحؑ کا نسب نامہ ہے جس کے بارے میں عیسائی عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ کامل خدا تھے اور کامل انسان تھے۔ مسیحؑ کے معجزات (بیماروں کو صحت یاب کرنا، مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ) کے بارے

وہ کہتے ہیں یہ کام مسیحؑ نے اپنی خدائی حیثیت سے کیے تھے اور کھانا، پینا، سونا، ٹٹی، پیشاب کرنا، رونا، چلانا، یہ سارے کام انسانی حیثیت سے تھے کیونکہ مسیحؑ کامل انسان بھی تھا اس لئے اس میں تمام کی تمام انسانی کمزوریاں موجود تھیں اور وہ کامل خدا بھی تھا اس لئے اس میں تمام کمالات خداوندی موجود تھے حالانکہ خود انجیل میں اس بات کی صراحت ہے کہ جو معجزات میرے ہاتھوں پر ظاہر ہو رہے ہیں اس میں میرا کوئی اختیار نہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہو رہے ہیں۔

معجزہ کے وقت نبی اور کرامت کے وقت ولی کی کیفیت ایسی ہوتی ہے جیسے ہمارے ہاتھ میں قلم۔ قلم میں کوئی اختیار نہیں کہ وہ تحریر میں کسی ایک نقطہ کی کمی بیشی کر سکے بلکہ سارا اختیار کاتب کے پاس ہوتا ہے اس طرح معجزہ اور کرامت کے وقت اگرچہ اعضاء نبی اور ولی کے ہوتے ہیں لیکن اس پر ظہور اللہ کی قدرت کا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (سورۃ انفال آیت نمبر ...) اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت کہ پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی) یہ کنکریاں اگرچہ بظاہر حضور پاک ﷺ کے ہاتھوں نے پھینکی تھیں لیکن ان میں اتنی قوت پیدا کر دینا کہ وہ سب کی آنکھوں میں جا گھسیں یہ اللہ تعالیٰ کا فعل تھا پھر معجزات صرف حضرت عیسیٰؑ سے ظاہر نہیں ہوئے بلکہ دوسرے انبیاء کے ہاتھوں پر بھی ظاہر ہوئے ان کے بارے میں عیسائی کیوں یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ موسیٰؑ اور ابراہیمؑ بھی کامل خدا اور کامل انسان تھے جب تمام انبیاء کے بارے میں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ معجزات خدا کا فعل ہوتے ہیں نہ کہ نبی کا فعل تو حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اس کلیہ کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ باقی نبیوں کو نبی کہا گیا ہے لیکن عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے اس لئے ہم ان کے معجزات کو ان کی طرف سے منسوب کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ بائبل کے مطابق خدا کا ایک بیٹا نہیں بلکہ اس کے بیٹوں کی پوری فوج ہے آدمؑ کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے جس کے سبب سے بقول بائبل زمین لعنتی ہوئی اور گناہ نسلِ آدم میں پھیلا بائبل میں شمعون کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے جو اپنے زمانہ میں قتلِ ناحق اور زنا کاری میں مصروف تھا اور داؤد کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے جن پر بائبل زنا اور قتل ناحق کی تہمت لگاتی ہے اور مسیحؑ نے تو کوہ صعیدہ پہاڑی پر وعظ میں فرمایا تھا مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے (متی ۵-۹) اس ارشاد کے مطابق تو ہر صلح کن خدا کا بیٹا قرار پایا اور وہ شاعر بھی خدا کا بیٹا بن گیا جس نے کہا تھا۔

عرش پر پہنچا ہے شور نالوں کا   خدا بھلا کرے آزار (دکھ) دینے والوں کا

اسی طرح بائبل میں تمام بنی اسرائیل کو خدا کے بیٹے کہا گیا ہے جن کے بارے میں یسعیاہ کہتے ہیں ک نے فرمایا کہ بیل اپنے مالک کو پہچانتا ہے اور گدھا اپنی چرنی (کھرلی) کو لیکن یہ بنی اسرائیل ایسی نسل ہیں کہ یہ اپنے خدا کو نہیں پہچانتے بلکہ بائبل میں تو حزقی ایل نبی کی کتاب کے ۲۳ ویں باب میں کی دو بیٹیوں کا بھی ذکر ہے ایک کا نام اھُولہ ہے اور دوسری کا نام اھُولِیبہ ہے جو خدا کو چھوڑ کر عرا پر عاشق ہو گئیں۔

عیسائیت کے تین بنیادی عقیدے

عیسائیوں کے تین بنیادی عقیدے ہیں (i) ابنیت مسیح کہ عیسیٰؑ خدا کا بیٹا ہے (ii) تثلیث ک تین خداؤں میں سے ایک ہے (iii)۔ کفارہ کہ وہ سب کے گناہوں کی طرف سے کفارہ ہو گیا۔

پہلی کتابوں میں "بیٹے" کا لفظ حقیقی معنوں کی طرح مجازی معنوں میں بھی استعمال ہوتا حقیقی معنیٰ تو یہ ہے کہ جو کسی سے پیدا ہوا ہو ان حقیقی معنوں کے اعتبار سے حضرت عیسیٰؑ مریم صدیقہ کے ہیں لیکن یہ لفظ مجازی طور پر بھی "پیار" کا تعلق ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے ہم کہتے ہیں فرز اسلام، فرزندانِ پاکستان تو یہاں یہ لفظ حقیقی معنوں میں نہیں یا زمانہ ساز کو ''ابن الوقت'' کہا جاتا ہے مسا ''ابن السبیل'' کہتے ہیں ان ہی مجازی معنوں میں بعض اوقات نیک بندوں کے لیے ''ابن اللہ'' کا استعمال ہوا ہے قرآن پاک نے واضح اصول بیان فرما دیا ہے کہ خدا کی کتاب میں محکمات کے سا متشابہات بھی ہوتے ہیں ان متشابہات کو ہمیشہ محکمات کے تابع رکھنا چاہیے حضرت عیسیٰؑ کا ابن مریم ہونا محکما ہیں ابن اللہ متشابہات سے ہے اگر یہ حقیقی معنیٰ مراد لیا جائے تو محکمات سے ٹکراتا ہے اگر مجازی معنیٰ مرا جائے تو پھر اس کا محکمات سے ٹکراؤ نہیں رہتا اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ما المسیح ابن مر الا رسول قد خلت من قبله الرسل (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۷۵۔ نہیں ہے مسیح مریم کا بیٹا مگر رسول گز چکے اس سے پہلے بہت رسول) لیکن عیسائیت محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی طرف بھاگتی ہے جو فرما خداوندی زیغ قلبی کی علامت ہے۔

موجودہ انجیل اصلی انجیل نہیں اس میں بعض جگہ ایسے جملے ملتے ہیں کہ ''میں اور باپ'' ای

اور کہیں حواریوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ میں اور تم ایک ہو ظاہر ہے کہ مسیح حواریوں میں حلول فرما گئے تھے۔ کہ اس سے اتحاد حقیقی مراد لیا جائے جیسے چینی پانی میں حل ہو کر اپنا وجود ختم کر دیتی ہے دوسری جگہ انجیل میں ہے کہ میں اور باپ دونوں اس بات کی گواہی دیتے ہیں اور دونوں کی گواہی سچی ہے یہاں اتحاد کی نفی ہے پھر یوحنا باب ۱۷ میں ہے کہ عیسیٰؑ نے فرمایا ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں یہاں صاف اپنی رسالت اور خدا کی الوہیت کا اقرار ہے اس لئے یہاں اتحاد کا شبہ ہوتا ہے کہ میں اور باپ ایک ہیں یہاں اتحاد حقیقی مراد نہیں بلکہ اتحاد رضا مراد ہے جیسا کہ قرآن پاک میں بھی آتا ہے واللہ ورسوله احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین (سورۃ التوبہ آیت نمبر ۶۲۔ اور اللہ کو اس کے رسول کو بہت ضرور ہے راضی کرنا اگر وہ ایمان رکھتے ہیں) یہاں اللہ و رسول کے ذکر کے بعد رضا میں ضمیر واحد کی ذکر کی گئی ہے کہ اگرچہ اللہ اور رسول دو الگ الگ شخصیتیں ہیں لیکن ان کی رضا ایک ہے جس بات سے اللہ راضی ہیں اسی بات سے اللہ کا رسول راضی ہے قرآن پاک نے اسی لئے اَبْ (باپ) کی بجائے رب کا لفظ استعمال کر دیا وقال المسیح یبنی اسراءیل اعبدوا اللہ ربی و ربکم (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۷۲۔ اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی رب ہے میرا اور تمہارا) اور بیٹے کا لفظ بھی قرآن نے ترک کر دیا بلکہ یوں فرما دیا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۲۷۔ بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا) سورۃ التوبہ میں بھی فرمایا وقالت الیھود عزیر ابن اللہ......... ذالک قولھم بافواھھم (سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۰۔ اور کہا یہود نے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے.......... یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے) عقیدہ ابنیت کو کافروں کا عقیدہ قرار دیا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثة (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۷۳۔ بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا) یہ حضرت عیسیٰؑ ہی کو معصوم مانتے ہیں اور تمام نسلِ انسانی کو تمام انبیاء سمیت گناہ گار کہتے ہیں بلکہ گناہ کو انکی فطرت اور خمیر قرار دیتے ہیں اسی لئے بائبل میں حضرات انبیاء کی طرف ایسے گندے گناہوں کی نسبت ہے جن کے ذکر سے بھی عام آدمی نفرت کرتا ہے ایک پادری نے لکھا ہے کہ مسیح کا کوئی گناہ ثابت نہیں وہ بے گناہ تھے ہم کہتے ہیں کہ صرف گناہوں کی نفی کوئی کمال ہے تو چھوٹے بچے بھی معصوم ہوتے ہیں اور پرندے بھی معصوم ہوتے ہیں تو اس صفت میں وہ مسیح کے شریک ہیں اصل کمالات ثبوتی

ہوتے ہیں نہ کہ سلبی عیسائی یہی کہتے ہیں کہ چونکہ سارے نبی گناہگار ہیں اس لئے کوئی نبی شفاعت
کرے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی شفیع ہونگے لیکن یہ بات عیسائیوں کی اپنی بناوٹ ہے اصلی انجیل
کیا ان جعلی اناجیل میں بھی اس کا تذکرہ نہیں اس کے برعکس سید العرب والعجم حضرت محمد رسول
اللہ ﷺ سے واضح تصریحات ہیں کہ شفاعت کبریٰ کا تاج صرف آپ کے سرِ اقدس پر رکھا جا
عیسائیوں کا کہنا ہے کہ جب تمام نسل انسانی فطری طور پر گناہ گار ہے اب اللہ تبارک وتعالیٰ اس بار
میں حیران تھے کہ اگر اس فطری گناہ کی وجہ سے سب کو دوزخ میں ڈالا جائے تو اس سے عدل کا تقا
پورا ہو جائیگا لیکن میری صفت فضل بے کار رہ جائیگی اور اگر تمام نسل انسانی کو بلا عذاب معاف کر دو
اگر چہ فضل کا ظہور تو ہو جائے گا لیکن یہ صفت عدل کے خلاف ہے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے
اور فضل کی تطبیق کا یہ راستہ تلاش کیا کہ اپنے بے گناہ بیٹے کو دنیا میں بھیجا اس نے اس فطرتی گناہ کو
اوپر لا دلیا اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کو اس فطری گناہ سمیت صلیب پر مار ڈالا اور اس فطری گناہ کی وجہ
خدا کا بیٹا مسیح تین دن جہنم میں جلا جس سے سب کا فطری گناہ معاف ہو گیا کیونکہ خدا کا بیٹا اولاد آدم
گناہوں کا ضامن بن گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس ضامن کو سزا دے کر اپنا عدل بھی کر لیا اور اولاد آدم
گناہ معاف کر کے اپنے فضل کا بھی اظہار کر دیا۔ اہل اسلام کے ہاں اس عقیدے کی ایک ایک کڑی
ہے نہ ہی انسان فطری طور پر گناہ گار ہے نہ ہی عیسیٰؑ خدا یا خدا کا بیٹا ہے نہ ہی عیسیٰؑ صلیب پر چڑھے
اور نہ ہی جہنم میں جلے ہیں۔ ان باتوں میں سے ایک بات بھی غلط ثابت ہو جائے تو عیسائی
سارا دین باطل ہو جاتا ہے مثلاً یہ فطری گناہ کا افسانہ ہی غلط ہو جائے تو نہ خدا کے بیٹے کی آنے
ضرورت رہتی ہے اور نہ ہی کفارہ کی اس لئے قرآن پاک نے اس کی جڑ ہی کاٹ ڈالی کہ آدمؑ سے
سے کوئی گناہ ہوا ہی نہیں فنسی ولم نجد له عزماً اور اگر مسیحؑ کی خدائی کا انکار ہو جائے تو بھی کفا
افسانہ باطل ہو جاتا ہے اور قرآن پاک نے بتا دیا کہ مسیح کا ابن مریم ہونا محکمات سے ہے اسی طرح
مفروضہ کہ مسیح کو تمام نسل انسانی کے گناہوں کی سزا دی گئی ہے یہ بات بھی قرآن پاک نے رد کر دی
الاتزروازرۃ وزراخریٰ (سورۃ النجم آیت نمبر ۳۸۔ کہ اٹھاتا نہیں کوئی اٹھانے والا بوجھ کسی دوسرے
) خود بائبل کتاب الامثال میں ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ میں پکڑا نہیں جائیگا نہ باپ بیٹے
گناہ میں نہ بیٹا باپ کے گناہ میں پکڑا جائیگا اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ بیٹے نے کھٹے انگور کھائے ہوں

اس سے باپ کے دانت کھٹے ہو گئے ہوں اس طرح مسیحؑ کے صلیب پر چڑھنے ہی کی نفی کر دی گئی
وما قتلوہ وما صلبوہ (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۷۔ انہوں نے نہ اسکو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا) الغرض
قرآن پاک نے عیسائیت کے ایک ایک باطل عقیدے کو رد کر دیا اور یہ عقائد عقل اور نقل دونوں کے
خلاف ہیں۔

و اذ قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول الله الیکم

(سورۃ الصف آیت نمبر ۶۔ اور جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا آیا ہوں اللہ کا تمہارے
پاس) الایۃ یوحنا باب ۱۷ ص ۱۰۱۔۱۰۲۔ انی رسول الله الیکم مصدقا لما بین یدیه. انجیل متی صفحہ
۸ پر عیسیٰ علیہ السلام نے جو فرمایا تھا کہ تورات کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں ہوگا آج کل عیسائی تورات کے ہر
حرف کی صحت کے لیے جان لڑاتے ہیں مگر اس کے ایک حکم میں بھی تعمیل سے غرض نہیں کہ حکم پر عمل نہیں کرتے
اور نہ ہی جائز سمجھتے ہیں۔

مبشراً برسول (عیسیٰ علیہ السلام) کی کتاب کا نام انجیل ہے انجیل کا معنیٰ ہے خوشخبری اور
بشارت ہوتا ہے چونکہ عیسیٰؑ کی رسالت کا ایک اہم مقصد بعد میں آنیوالے رسول کی خوشخبری دینا تھا اس لیے
انکی کتاب کا نام ہی انجیل رکھا تا کہ سب سے پہلے اس کی تلاش کی جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کس کی خوشخبری
دی تھی۔

خوشخبری : انجیل یوحنا میں عیسیٰ علیہ السلام نے آخری وقت آسمان پر جانے سے پہلے حواریوں کو ایک
خوشخبری دی جس کے بعد کے جملے یہ ہیں ”اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور
میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے
(یوحنا ۱۶،۱۵،۱۴ صفحہ ۹۹)

جب وہ مددگار آئیگا جس کو میں تمہارے باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ
سے صادر ہوتا ہے وہ میری گواہی دے گا۔ (صفحہ ۱۰۰ یوحنا باب ۱۵ ف ۲۶) اور میں نے شروع میں یہ
باتیں اس لئے نہ کہیں کہ میں تمہارے ساتھ تھا مگر اب میں اپنے بھیجنے والے کے ساتھ جاتا ہوں اور تم

میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ تو کہاں جاتا ہے بلکہ اس لئے کہ میں نے یہ باتیں تم سے کہیں تمہارا دل غم سے بھر گیا لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئیگا اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے راست بازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئیگا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہ ہی کہے گا اور وہ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا (یوحنا صفحہ ۱۰۱ اب ۱۶ اف ۴ تا ۱۴) اس بارے میں اتفاق ہے کہ یہ عظیم الشان پیشین گوئی ہے جو حضرت عیسیٰؑ نے آخری وقت آسمان پر جانے سے پہلے بیان فرمائی۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ پیشین گوئی کس کے بارے میں ہے عیسائی کہتے ہیں کہ یہ روح القدس کے بارے میں ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے بعد عید پنتکست کے دن حواریوں پر نازل ہوئی جس کا ذکر کتاب اعمال صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹ پر ہے۔ لیکن اہل اسلام کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی حضرت رسول اقدس ﷺ کے بارے میں ہے اب حقیقت کی تلاش کے لیے دو باتوں کی تحقیق ضروری ہے (۱) اس پیشین گوئی میں لفظ "مددگار" کس لفظ کا ترجمہ ہے دوسری اس پیشین گوئی میں جو ملاقات بیان کی گئی ہیں وہ روح القدس کے نازل ہونے پر پوری ہوئی یا حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری پر۔ پہلی بات کی تحقیق مختلف نسخوں کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس لفظ کے ترجمہ میں بہت رنگ بدلے گئے ہیں عربی بائبل میں اٹھارہ سو چھبیس اور سولہ سو میں یہاں لفظ فارقلیط تھا اس کے بعد (المعزای) کر دیا گیا ۱۹۵۶ء انگریزی بائبل صفحہ ۱۱۷۷ ایک میں صفحہ ۲۸۴ پر دی کونسلر ہے اور سی کیپٹل بڑا حرف ہے اور دوسری انگریزی نسخہ میں دی کم فلٹ ہے یہاں بھی سی بڑا ہے اردو بائبل میں ۱۹۶۹، ۱۸۸۰ میں تسلی دینے والا ۱۹۷۷ میں مددگار شفیع اور وکیل لکھا ہے قاموس الکتاب میں یہ لکھا ہے کہ فارقلیط یونانی لفظ پارااقلیط کا معرب ہے پادری فاونڈر میزان الحق میں لکھتا ہے کہ مسلمان خوانخواہ اس لفظ کا ترجمہ احمد کرتے ہیں حالانکہ یونانی زبان میں احمد کا ترجمہ

پیرکلوطوس ہے اب جھگڑا اتنا ہے کہ اگر لفظ فارقلیط پیرقلوطوس کا معرب ہے تو اس کا ترجمہ احمد ہے اور اہل اسلام کا قول برحق ہے اگر فارقلیط پارااقلوطوس کا معرب ہے تو اس کا معنیٰ مددگار وکیل اور شفیع وغیرہ ہیں لیکن جس طرح آفتاب کو چادر کے نیچے چھپایا نہیں جا سکتا اس طرح اس سراج منیر کی پیشین گوئی کو ایسی تاویلوں کے نیچے نہیں چھپایا جا سکتا۔ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ احمد اسم معرفہ ہے اور مددگار اسم نکرہ ہے اگر یہ پتہ چل جائے یہ لفظ کس اسم معرفہ کا ترجمہ ہے تو پھر لفظ احمد متعین ہو جائیگا اور اگر یہ پتہ چل جائے کہ یہ اسم نکرہ کا ترجمہ ہے تو اس پیشین گوئی کا یہ لفظ احمد کا ترجمہ نہیں بن سکے گا اسم معرفہ کی پہچان عربی میں الف لام ہے اور انگریزی میں اسم معرفہ کا پہلا حرف ہمیشہ بڑی AB میں لکھا جاتا ہے یہاں عربی بائبل میں بھی "الفارقلیط" اور "المعزیٰ" ہے جو اسم معرفہ ہے اور انگریزی بائبل میں کونسلر اور کم فلٹ دونوں کا "سی" بڑا ہے جو اسم معرفہ کی علامت ہے جب یہ واضح ہو گیا کہ یہ ترجمہ اسم معرفہ کا ہے تو بات دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہو گئی کہ یہ لفظ احمد کا ترجمہ ہے۔

کوئی عیسائی انجیل کے مطابق مومن نہیں

کوئی عیسائی انجیل کی روشنی میں نہ اپنا ایمان ثابت کر سکتا ہے اور نہ ہی یسوع مسیح کا ہم اہل اسلام عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا سچا نبی مانتے ہیں ان کی والدہ کو صدیقہ اور ان کو رسول اللہ، کلمۃ اللہ، روح اللہ، وجیھا فی الدنیا والاخرۃ تسلیم کرتے ہیں عیسائی اگرچہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں لیکن انجیل کے مطابق سرے سے انکا مومن ہونا بھی ثابت نہیں کر سکتے یاد رہے کہ ایمان ہمارے ہاں پاکیزہ عقائد کا نام ہے مگر انجیل میں ایمان شعبدہ بازی کا نام ہے۔

چند عبارتیں ملاحظہ ہوں

(i)۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی (انجیل متی صفحہ ۲۱۔ (ii)۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ کیونکہ اگر ایمان رکھو اور شک نہ کرو نہ صرف وہ ہی کرو گے جو انجیر کے درخت کے ساتھ ہوا بلکہ اگر اس پہاڑ سے بھی کہو گے تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ تو یوں ہی ہو جائیگا اور جو کچھ دعا میں ایمان کے ساتھ مانگو گے وہ سب تمہیں ملے گا۔ (متی صفحہ ۲۵) (iii)۔ میں تم

سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی اس پہاڑ سے کہے تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ اور اپنے دل میں شک نہ کر
بلکہ یقین کر جو کہتا ہے وہ ہو جائے گا تو اس کے لئے وہ ہی ہوگا اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ تم دعا
میں مانگتے ہو یقین کرو تمہیں مل گیا اور وہ تم کو مل جائیگا (مرقس صفحہ ۴۶) (iv)۔ اور ایمان والوں کے
درمیان یہ معجزے ظاہر ہونگے وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالیں گے نئی نئی زبانیں بولیں گے سانپوں
کو اٹھالیں گے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے تو انہیں کچھ ضرر نہ ہوگا۔ وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں
گے تو اچھے ہو جائیں گے (مرقس صفحہ ۵۱) (v)۔ خداوند نے کہا اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی
ایمان ہوتا تو تم اس توت کے درخت سے کہتے کہ جڑ سے اکھڑ کر سمندر میں جا لگ تو تمہاری مانتا (لوقا
صفحہ ۷ اف ۶ ب ۱۷) (vi)۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ
بھی کریگا بلکہ ان سے بھی بڑے کام کریگا (یوحنا صفحہ ۹۹)۔

تبصرہ: ان عبارات سے معلوم ہوا کہ انجیل کی نظر میں ایمان قدرت ”کن، فیکون“ کا نام ہے کہ جو کہے وہ ہو
جائے۔ میں (استاد محترمؒ) نے ایک مناظرہ میں پادری سے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے مطابق
جس میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا وہ پہاڑ سے کہے گا کہ اکھڑ کر سمندر میں جا گر تو وہ جا گرے
اگر تم میں رائی کا کروڑواں حصہ بھی ایمان ہے تو میری ہوائی چپل کو ایمانی قوت سے اونچا ہوا میں معلق کر
لیکن کوئی پادری ایسا نہیں کر سکتا۔ عیسائی عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ پورے چھ گھنٹے صلیب پر
تڑپتے رہے اور یہ کفریہ نعرہ لگاتے رہے ایل ایل لما شبقتنی اے اللہ، اے اللہ، تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ
انجیل کے مطابق اگر ان میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوتا تو وہ اپنی ایمانی قوت سے صلیب کی
لکڑی توڑ کر نیچے آجاتے اسی طرح لکھا ہے کہ جو ایمان لائے گا وہ نئی نئی زبانیں بولے گا اس سے صاف
معلوم ہوا کہ عیسائیوں کے مشن سکول اور مشن کالج ان کی بے ایمانی کے اشتہار ہیں کیونکہ اگر ان میں
ایمان ہوتا تو وہ سکول، کالج جائے بغیر ہر زبان بول سکتے اس طرح عیسائیوں کے مشن ہسپتال بھی ان کی
بے ایمانی کے اشتہار ہیں کیونکہ اگر ان میں ایمان ہوتا تو انہیں ہسپتال بنانے کی ضرورت نہیں تھی وہ ہاتھ
رکھتے بیمار شفایاب ہو جاتے اس طرح ایمان کی علامات میں لکھا ہے کہ وہ سانپوں کو ہاتھوں میں اٹھا

گے لیکن آج کے عیسائی بچھوؤں کو بھی ہاتھ میں اٹھانے کے لیے تیار نہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی ہلاک
کرنے والی چیز پئیں گے یعنی زہر تو ان پر اثر نہیں کرے گی ہم عیسائیوں سے کہتے ہیں کہ زہر تو بڑی بات
ہے آپ آٹھ، دس خواب آور گولیاں کھالیں تو دیکھیں کہ آپ پر اثر کرتی ہیں یا نہیں؟ اور ایمان کی علامات
میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی ہر دعا قبول ہوگی کوئی دعا رد نہیں ہوگی لیکن انجیل کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کی
ایک دعا جو آپ نے اتنی دل سوزی سے کی کہ اپنا چہرہ زمین پر رگڑ رہے تھے اور آپ کے جسم سے پسینے
کی جگہ خون کے قطرے بہہ رہے تھے کہ آسمانی باپ یہ صلیب کا پیالہ مجھ سے ٹل جائے لیکن بقول
انجیل یہ پیالہ نہ ٹلا اور عیسیٰؑ چیختے چلاتے صلیب پر فوت ہوگئے اگر ان میں ایمان نام کی کوئی چیز ہوتی تو ان
کی یہ دعا ضرور قبول ہوتی اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ کوئی عیسائی انجیل کے مطابق اپنا اور حضرت عیسیٰؑ
کا ایمان ہونا ثابت نہیں کر سکتا جب خود ان میں ایمان نہیں ہے تو دوسرے کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟
یہ مضمون میں (استاذ محترم مولانا محمد امین صاحبؒ) نے ۵۸ء میں ترجمان اسلام میں دیا تھا ایک مضمون
پہلا تھا دوسرا اس لئے نہیں چھپا تھا کہ مولانا غلام غوثؒ ہزاروی نے فرمایا کہ عیسائیوں نے جرنل موسیٰ کو
کہہ کر آپ کے مضمون کے چھپنے پر پابندی لگادی ہے۔

جس طرح انجیل قابل ایمان نہیں اس طرح یہ قابل عمل بھی نہیں انجیل کہتی ہے کہ شریر کا مقابلہ
نہ کرو اور اگر وہ تمہارے ایک رخسار پر تھپڑ مارے تو دوسرا رخسار اس کے آگے کر دو اگر کوئی ظلم سے تمہارا
کرتا اتار دے تو چوغہ بھی اتار کر اسے دے دو۔ عجیب بات ہے کہ خدا نے جانوروں کو بھی مدافعت کا حق
دیا ہے کوئی اڑ کر اپنی جان بچالیتا ہے کوئی تیز بھاگ کر اور کوئی سینگ سے مدافعت کرتا ہے کوئی ڈنگ سے
مگر عیسائی اتنا ذلیل ہے کہ اسے اپنی مدافعت کا حق نہیں اگر کوئی چور اس کے ایک کمرے کا سامان چوری
کر لے تو اسے وہ سامان واپس لینے کا حق نہیں بلکہ دوسرے کمرے کا سامان بھی چور کے حوالے کر دے۔

اگر کوئی عیسائی ملک کا ایک صوبہ چھین لے تو اسے یہ حق نہیں کہ وہ صوبہ واپس لے بلکہ اسے
یہ حکم ہے کہ دوسرا صوبہ بھی اس کے حوالے کر دے۔ اگر کوئی پادری کی ایک لڑکی اغوا کر لے تو اسے باز
پرس کا حق نہیں بلکہ دوسری لڑکی بھی اس کے حوالے کر دے۔

پیشین گوئیاں سرور کائنات ﷺ کے بارے میں

نمبر۱: اہل اسلام کا دعویٰ ہے کہ حضرت رسول اقدس ﷺ کے بارے میں پیشین گوئیاں سابقہ کتابوں میں موجود تھی اور وہ مشہور و معروف تھی عیسائیوں کا یہ کہنا ہے کہ ایک طرف تو مسلمان ان کتابوں کو تحریف شدہ مانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں۔ یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ اور دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے بارے میں پیشین گوئی سابقہ کتابوں میں موجود تھی۔ اصل میں یہ پیشین گوئی ایسی ہی معروف و مشہور تھی جیسے آج کل مسلمانوں میں حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ کی آمد کی پیشین گوئی مشہور اور معروف ہے کتنے مسلمان ایسے ہیں جو حدیث کی ان کتابوں کا نام بھی نہیں جانتے جن میں حضرت امام مہدی کی پیشین گوئی ہے لیکن یہ جانتے ہیں کہ امام مہدی تشریف لائیں گے ان کا نام "محمد" باپ کا نام "عبداللہ" اور والدہ کا نام "آمنہ" اور قوم "سید" اور عرب کے بادشاہ ہونگے اس طرح آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی ان لوگوں میں اتنی معروف اور مشہور تھی کہ ابھی رسول اقدس ﷺ نے دعوائے نبوت بھی نہیں فرمایا لیکن بحیرہ راہب آپ کو پہچان رہا ہے کہ آپ ہی آخری نبی بننے والے ہیں۔

نسطورا راہب ایک ہی نظر میں آپ کو پہچان جاتا ہے ورقہ بن نوفل پہلی وحی کی کیفیت سن کر ہی تصدیق کر رہا ہے نجاشی شاہِ حبشہ صرف آپ کے حالات سن کر ایمان لا رہا ہے اور کہتا ہے کہ واقعی حضرت عیسیٰؑ نے اس نبی کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی قرآن پاک میں جب واضح طور پر یہ نازل ہوئی کہ تورات میں حضور ﷺ کے بارے میں پیشین گوئی ہے تو مدینہ کے اردگرد یہودی قبائل آباد تھے وہ اس بات کی تکذیب نہ کر سکے بلکہ اوس اور خزرج کا بیان ہے کہ جب کبھی ہماری اور یہود کی لڑائی ہوتی تو یہود اس آخری نبی کے وسیلہ سے فتح اور نصرت کی دعا مانگا کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے یہ ڈانٹ نازل فرمائی کہ اگر تم نے اس پیشین گوئی کو واضح نہ بتایا تو تمہاری شکلیں مسخ ہو جائیں گی اسی وقت حضرت عبداللہ بن سلام اور کئی یہودی ایمان لے آئے (دیکھئے سورۃ النساء آیت ۴۷ اور اس کا شان نزول ۱۲ صفدر) اس لئے یہ ایک واضح حقیقت تھی اگر قرآن پاک کا یہ دعویٰ غلط ہوتا تو کوئی یہودی اور کوئی عیسائی

قبول نہ کرتا بلکہ جو اسلام لا چکے تھے وہ بھی اسلام سے نکل جاتے۔

نمبر۲: عیسائیوں کا بھی اس قسم کا دعویٰ ہے کہ کتب سابقہ میں حضرت عیسیٰؑ کی پیشین گوئیاں ہیں اور وہ ان کتابوں کو بھی صحیح سالم اور تحریف سے پاک سمجھتے ہیں اس لئے پیشین گوئیوں پر بات کرتے وقت یہ طریقہ رکھنا چاہیے کہ پہلے آپ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کتب سابقہ سے پیشین گوئی بتائیں اور یہ بھی بتائیں کہ اہل تورات یہود نے کیا واقعی اس کو پیشین گوئی مانا ہے یا اس کی کوئی تاویل کی ہے تو عیسائیوں کے پاس اس تاویل کا کیا جواب ہے؟ اس کے بعد حضور پاک ﷺ کے بارے میں پیشین گوئی پر بات ہوگی۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ تورات میں حضور پاک ﷺ کی پیشین گوئی موجود ہے اس حدیث میں مذکورہ الفاظ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۲ میں ہے کہ دیکھو میرا خادم (بندہ) جس کو میں سنبھالتا ہوں (المتوکل) میرا برگزیدہ (مصطفیٰ) چنا ہوا جس سے میرا دل خوش ہے (مرتضیٰ) میں نے اپنی روح اس پر ڈال دی (روحا من امرنا) وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا (یعنی حدود و تعزیرات یہ ایک ایسی عدالت تھی کہ جہاں مجرم خود آتے تھے کہ ہم پر حد اللہ کی جائے) اور نہ وہ چلائے گا نہ شور کرے گا نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی (بخاری [illegible] ولا صخاب فی الاسواق) اور وہ راستی سے عدالت کریگا اور وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے (ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (سورۃ الفتح آیت نمبر ۲۸۔ وہ ہے جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھے راہ پر اور دین پر تاکہ اوپر رکھے اس کو ہر دین سے) جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے (یعنی اس کی شریعت عالمگیری ہوگی اس زمانہ میں جزیرہ عراق پر بولا جاتا تھا لیکن یہاں جمع ہے عموماً جزیرے سمند کے اندر یا باہر ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ پوری دنیا کا نبی ہوگا کیونکہ اردگرد سارا سمندر ہے جزیرہ سے مراد عراق اور شام ہے اس کی تفصیل بھی اسی کتاب میں ہے) وہ داؤد کے تخت اور اس کی مملکت پر آج سے ابد تک حکمران رہے گا (یسعیاہ ب۹ ف ۷) پیشین گوئی حضرت عمرؓ کے ہاتھوں پوری ہوئی اس کتاب میں ہے کہ وہ سلامتی کا شہزادہ ہوگا علماء فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

لاتثریب علیکم الیوم (اسلام میں سلام کا لفظ پھیل گیا السلام علیکم۔

جس نے آسمان کو پیدا کیا اور تان دیا۔ جس نے زمین کو اور ان کو جو اس میں سے نکلتے ہیں پھیلایا جو اس کے باشندوں کو سانس اور اس پر چلنے والوں کو روح عنایت کرتا ہے وہ خداوند یوں فرماتا ہے میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا (واللہ یعصمک من الناس (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶۷۔ اور تجھ کو بچالے گا لوگوں سے) اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لیے تجھے دوں گا (وہ یخرجھم من الظلمات الی النور (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۶۔ اور نکالتا ہے وہ ان کو اندھیروں سے روشنی میں) کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے (یعنی غلاموں کے حقوق متعین کرے) اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے یہوداہ (عبرانی میں اللہ کا نام) میں ہوں یہی میرا نام ہے میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لیے اور اپنی حمد کھودی ہوئی مورتوں کے لیے روا نہ رکھوں گا یعنی ہر طرف توحید کا درس ہوگا (ایاک نعبدو ایاک نستعین (سورۃ فاتحہ آیت نمبر ۴۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) دیکھو پرانی باتیں پوری ہوگئیں اور میں نئی باتیں بتاتا ہوں اس سے پیشتر کہ واقعہ ہوں میں تم سے بیان کرتا ہوں۔ اے سمندر پر گزرنے والو اور اس میں بسنے والو اے جزیرو اور اس کے باشندو خداوند کے لئے نیا گیت گاؤ (یہ ترجمہ کیا ہے قرآن کا) زمین پر سرتاسر اسی کی ستائش کرو (نماز کی ہر رکعت کا الحمد سے شروع ہونا) بیابان (عرب) اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد گاؤں (مکہ مکرمہ) اپنی آواز بلند کریں (نماز میں قرات بلند کرنا اور تلبیہ بھی مراد ہے) قیدار اسماعیلؑ کے بڑے بیٹے کا نام تھا جو مکہ ہی میں آباد رہا (تورات صفحہ ۲۵) سلع (مدینہ منورہ) کے بسنے والے گیت گائیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں (بخاری میں غزوہ خندق کے بارے میں ہے کہ نبی پاک نے صحابہ کرامؓ کو سلع مقام پر کھڑا کیا یہ وہ پہاڑی ہے جہاں مدینہ آباد ہے گیت گائیں جب نبی پاک مدینہ پہنچے تو بچیاں گیت گا رہی تھیں) وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی ثناخوانی کریں (ہر جگہ درود پاک پڑھا جا رہا ہے) خداوند بہادر کی مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائیگا وہ نعرہ مارے گا ہاں وہ للکارے گا اور وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئیگا (یسعیاہ صفحہ ۶۹۴)

یسعیاہ کے بعد وہ کون سے پیغمبر ہوئے ہیں جن پر خدا کی کتاب جس میں احکام شرعیہ ہوں

[illegible] تھوڑی سی نازل ہوئی ہو بعض سورتیں قیدار کے گاؤں مکہ مکرمہ میں اور کچھ سورتیں سلع پہاڑوں کے [illegible] مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہوں اور عدالت اور حکومت بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہو یقیناً پیغمبر [illegible] ﷺ کے علاوہ کوئی بھی اس پیشین گوئی کا مصداق نہیں بن سکتا بائبل عہد نامہ جدید کی آخری [illegible] مکاشفہ ہے یہ مکاشفہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر تشریف لے جانے سے ساٹھ سال بعد ہوا یسعیاہ [illegible] نئے گیت والے پیشین گوئی کا پھر انہوں نے اعادہ کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت [illegible] نبی نہیں ہوا جو اس پیشین گوئی کا مصداق ہو چنانچہ یوحنا (یحییٰؑ) عارف کہتا ہے پھر میں نے نگاہ [illegible] دیکھتا ہوں وہ برہ (نیک آدمی) صیون کے پہاڑ پر کھڑا ہے اور اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس [illegible] شخص ہیں (حجۃ الوداع کے موقعہ پر صحابہ کرام کی تعداد اتنی تھی) جن کے ماتھے پر اس کا اور اس کے [illegible] نام لکھا ہوا ہے (سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود (سورۃ فتح آیت نمبر ۲۹۔ نشانی ان [illegible] کے منہ پر سجدے کے اثر سے) اور مجھے آسمان پر سے ایسی آواز سنائی دی جو زور کے پانی اور بڑی [illegible] کی سی آواز تھی اور جو آواز میں نے سنی وہ ایسی تھی جیسے بربط نواز بربط بجاتے ہیں (بربط گانا بجانے کا [illegible] صحابہ کرام کا تلبیہ اونچی آواز سے پڑھنا) وہ تخت کے سامنے اور چاروں جانداروں اور بزرگوں [illegible] کے (شاید خلفاء راشدین ہوں) گویا ایک نیا گیت (قرآن پاک) گا رہے تھے اور ان ایک لاکھ [illegible] ہزار شخصوں کے سوا جو دنیا میں سے خرید لیے گئے تھے (ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ (سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۱۔ اللہ نے خرید لئے مسلمانوں سے ان کی [illegible] اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے) کوئی اس گیت کو نہ سیکھ سکا یہ وہ ہیں جو عورتوں [illegible] آلودہ نہیں ہوئے بلکہ کنوارے ہیں یہ وہ ہیں جو برہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں جہاں کہیں وہ [illegible] (آپ ہجرت کر رہے ہیں حج کر رہے ہیں جہاد کر رہے ہیں صحابہؓ ساتھ ہیں) یہ خدا اور برہ کے [illegible] پہلے پھل ہونے کے واسطے آدمیوں میں سے خرید لئے گئے ہیں اور ان کے منہ سے کبھی جھوٹ نہ نکلا [illegible] بے عیب ہیں ویزکیھم سورۃ جمعہ آیت نمبر ۲۔ اور ان کو سنوارتا ہے و کرہ الیکم الکفر و الفسوق و العصیان (سورۃ الحجرات آیت نمبر ۷۔ اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور [illegible] اور نافرمانی کی) پھر میں نے ایک اور فرشتہ کو آسمان کے بیچ میں اڑتے ہوئے دیکھا جس کے پاس

زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور قبیلہ اور اہل زبان اور امت کے سنانے کے لیے ابدی خوشخبری تھی (پہلے سارے نبی ایک ایک علاقہ کے نبی تھے اور یہ نبی دنیا کی ہر قوم جو بھی زبان بولتا ہو ہر ایک کے لیے ہونگے اس میں ایک عالمگیریت کا ذکر آیا اور دوسرا ابدیت کا مطلب ہے کہ کتاب منسوخ نہیں ہوگی) اور اس نے بڑی آواز سے کہا کہ خدا سے ڈرو اور اس کی تمجید کرو کیونکہ اس کی عدالت کا وقت آپہنچا ہے اور اسی کی عبادت کرو جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور پانی کے چشمے پیدا کیے (مکاشفہ ۲۵۲) یہاں جو صیون پہاڑ کا ذکر آیا یہ وہ ہی مقدس پہاڑ ہے جہاں خداوند کے لیے قربان گاہ بھی ہے یعنی منیٰ اور وہ پہاڑ وادی بکہ میں ہے)

یسعیاہ کی دوسری پیشین گوئی: وہ کس کو دانش سکھائیگا؟ کس کو وعظ کر کے سمجھائے گا؟ کیا ان کو جن کا دودھ چھڑایا گیا جو چھاتیوں سے جدا کیے گئے (حدیث پاک میں دینی علوم کو دودھ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ بنی اسرائیل میں حضرت اسماعیلؑ کے بعد کوئی نبی نہیں آیا اس لئے انہیں اس سے تشبیہ دی گئی جن کا دودھ چھڑایا گیا ہو) کیونکہ حکم پر حکم۔ حکم پر حکم۔ قانون پر قانون۔ قانون پر قانون ہے۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔ لیکن وہ بیگانہ لبوں اور اجنبی زبان (عربی زبان. کیونکہ عربی میں پہلے کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی یہاں ترجمہ کرنے والوں نے عربی زبان کا ترجمہ پہلے جنگلی زبان کیا اور پھر اجنبی زبان کر دیا) سے ان لوگوں سے کلام کرے گا جن کو اس نے فرمایا یہ آرام ہے تم تھکے ماندوں کو آرام دو اور یہ تازگی ہے پر وہ شنوانہ ہوئے پس خداوند کا کلام ان کے لیے حکم پر حکم۔ حکم پر حکم۔ قانون پر قانون۔ قانون پر قانون۔ تھوڑا یہاں اور تھوڑا وہاں ہوگا (یسعیاہ صفحہ ۶۸۱) اس پیشین گوئی میں یہ بتایا گیا کہ خدا کا کلام نازل ہوگا اور عربی زبان میں نازل ہوگا جو لوگ زمانہ نبوت سے محروم ہیں اس میں اللہ کا قانون اور احکام ہونگے قانون سے مراد دنیاوی قوانین اور احکام سے مراد اخروی احکام جیسے فرض، واجب، سنت وغیرہ وہ کلام تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوگا اور دو جگہوں میں نازل ہوگا ان دونوں کی تشریح باب ۴۲ میں ہے کہ کچھ حصہ قیدار کے گاؤں یعنی مکہ مکرمہ نازل ہوگا اور کچھ اس شہر میں سلع پہاڑی کے دامن میں ہے یعنی مدینہ منورہ یسعیاہ کے بعد آج تک سوائے قرآن پاک کے اور کوئی کتاب نہیں جو ان علامات پر پوری اترتی ہوں قوانین صرف قرآن پاک میں آئے ہیں۔ دوسری جگہ یسعیاہ اپنی کتاب میں یوں عنوان باندھتے ہیں

عرب کی بابت بار نبوت۔ اے ددانیوں کے قافلو (مراد اوس وخزرج) تم عرب کے جنگل میں رات کاٹو گے (یہ سیل عرم کے بعد یثرب میں آباد ہو گئے جو بعد میں مدینۃ النبی کہلایا) وہ پیاسے کے پاس پانی لائے تیما کی سرزمین کے باشندے روٹی لے کر بھاگنے والے سے ملنے کو نکلے کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں (تیما حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بیٹا تھا جو یثرب یعنی مدینہ میں آباد تھا بھاگنے والے مہاجرین کا ترجمہ ان مہاجرین کو روٹی اور پانی دینے والے وہ ہی اوس خزرج تھے جو بعد میں انصار کہلائے گویا اس میں ہجرت کا واقعہ مذکور ہے) کیونکہ خداوند نے مجھ سے یوں فرمایا کہ مزدور کے برسوں کے مطابق ایک برس کے اندر اندر قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی اور تیر اندازوں کی تعداد کا بقیہ یعنی بنی قیدار کے بہادر تھوڑے سے ہو گئے کیونکہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا (یسعیاہ صفحہ ۶۷۶) چنانچہ ہجرت کے پورے ایک سال بعد جنگ بدر ہوئی جس میں قیدار یعنی قریش کی حشمت کا خاتمہ ہوا ۷۰ بڑے بڑے بہادر قتل ہوئے اور ۷۰ گرفتار ہوئے اب قریش دوسروں کی مدد کے محتاج ہو گئے اسی واقعہ کا ذکر اس پیشین گوئی میں ہے۔

عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ کا طریقہ

عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ میں سب سے پہلے موضوع یہ رکھنا ہے کہ کوئی عیسائی انجیل کی روشنی میں نہ اپنا ایمان ثابت کر سکتا ہے اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوسرا عنوان بوقت ضرورت عیسائی انسانیت کا دشمن ہے چونکہ عیسائی ہر انسان کو خواہ وہ نبی ہوں یا عام انسان ہوں کتوں، خنزیروں وغیرہ سب سے بدتر سمجھتا ہے کیونکہ انکو موروثی گناہ سے پاک سمجھتا ہے اور انسان کو پاخانے کی طرح فطرۃً گناہ گار اور گندہ قرار دیتا ہے تیسرا عنوان عیسائی اپنے خدا عیسیٰ کو لعنتی اور جہنمی قرار دیتا ہے یہ ایمانیات کی باتیں تھیں۔ اب عملیات میں سے یہ کہ کوئی عیسائی دنیا میں بائبل پر عمل نہیں کرتا روبن کی طرح اپنی ماں سے زنا کیا ہو لوط کی طرح اپنی بیٹیوں سے زنا کیا ہو یہوداہ کی طرح اپنی بہو سے زنا کیا ہو امنون کی طرح اپنی بہن تمر سے زنا کیا ہو سموئیل ب ۱۳ ص ۳۰۵۔۳۰۶۔ عیسائی مذہب عجیب مصیبت میں ہے کہ وہ اپنی شریعت کی کتاب پر عمل کریں تو بھی لعنتی ہے اور عمل نہ کریں تو بھی لعنتی ہے

جب کبھی کسی چوڑے کو خارش ہو یہ لکھ کر بھیج دیا جائے کہ اس پر مناظرہ کریں گے انشاء اللہ اس کی خارش پوری ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لیے جان چھوٹ جائے گی یہ مجرب نسخہ ہے

نکتہ چینی کا کس کو حق ہے؟

قرآن نے عیسائیوں کے غلط عقیدوں اور غلط اعمال پر نکتہ چینی کی ہے اس لئے قرآن پر ایمان کی وجہ سے بائبل اور عیسائیت پر نکتہ چینی کرنا ہمارا دینی حق ہے لیکن بائبل نے قرآن پاک پر اور پاک پیغمبر اسلام پر قطعاً کوئی نکتہ چینی نہیں کی اس لئے کسی پادری کو قرآن اور پیغمبر اسلام پر نکتہ چینی کا کوئی حق نہیں ہوگا۔

(اس لئے اپنی تقریروں میں اور تحریروں میں ضرور عیسائیت کے متعلق لوگوں کو مطلع کرتے رہا کریں انکے گندے عقائد کے متعلق لوگوں کو آگاہ کریں عیسائی اور یہودی ہمارے دشمن ہیں ویسے زیادہ خطرناک تو اہل یہود ہیں لیکن الکفر ملة واحدة کے تحت تمام کافر مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں اور ہم مسلمانوں کو متحد ہونا بھی اشد ضروری ہے ۱۲ (الراقیم الاثیم عبدالرزاق صفدر)

بائبل کی آٹھ باتیں

نمبر 1: جب بائبل میں ان چھوٹے، چھوٹے واقعات کے بارے میں جن سے یہودیت متاثر ہونی تھی پیشین گوئی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ جو اتنا بڑا حادثہ پیش آنا تھا جس سے پورے عالم نے متاثر ہونا تھا جس نے پورے ادیان کو باطل کرنا تھا اس کے بارے میں بائبل میں پیشین گوئی نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ بائبل میں آنحضرت ﷺ کے بارے میں پیشین گوئی ضروری ہوگی۔

نمبر 2: عیسائیوں کی یہ بات کہ پیشین گوئی واضح ہونی چاہیے یہ بات غلط ہے کیونکہ پیشین گوئی میں کسی نہ کسی درجہ کا خفاء ضروری ہوتا ہے جس سے استدلال کر کے سمجھنا پڑتا ہے اس کی دلیل بائبل سے یہ ہے کہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام آئے تو لوگوں نے سوال کیا کیا تو ایلیاء ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہو ں پھر پوچھا کیا آپ مسیح ہیں؟ فرمایا نہیں پھر پوچھا کیا آپ وہ معین نبی ہیں انہوں نے کہا نہیں تو اگر پیشین گوئی واضح طور پر ہوتی تو ؟؟ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور قرآن پاک سے دلیل یہ ہے کہ آیت

و لا تلبسو االحق بالباطل و تکتموا الحق وانتم تعلمون (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۴۲۔ اور ملاؤ صحیح میں غلط اور مت چھپاؤ سچ کو جان بوجھ کر) اس آیت میں یہودیوں کو اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے عتاب کیا گیا ہے کہ انہوں نے عوام الناس سے پیشین گوئیوں کو چھپالیا ہے تو اگر پیشین گوئیاں اتنی واضح ہوتی کہ چھپ ہی نہ سکتیں تو علمائے یہود کیسے چھپاتے؟ جب حضرت یحییٰؑ آئے تو کسی نے نہیں پہچانا بلکہ خود انہوں نے کہا یسعیاہ نبی نے کہا ہے کہ میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو (یوحنا باب ۱، ف ۱۹) تو یہ اتنی غیر واضح پیشین گوئی تھی کہ جب تک خود انہوں نے تعارف نہیں کرایا کسی نے پہچانا تک نہیں۔

نمبر 3: یہ بات بھی عیسائیوں کی غلط ہے کہ اس وقت کے عیسائیوں کو صرف دو نبیوں کی انتظار تھی مسیح اور یوحنا (حضرت یحییٰ) کی بلکہ انکو آنحضرت ﷺ کی بھی انتظار تھی جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ ایلیا (الیاس) ہیں یا مسیح ہیں یا وہ نبی ہیں۔ تو ایلیا بھی آئے یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام بھی تشریف لائے لیکن وہ ''نبی'' کون تھے وہ حضرت مسیح علیہ السلام سے قبل تو نہیں آئے بلکہ بعد میں آنا تھا اس لئے عیسائی آنحضرت ﷺ کے بھی منتظر تھے عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت مسیح علیہ السلام کے لیے پیش رو بن کر آئے تھے تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی پوری زندگی یہی کہتے رہے لوگو توجہ کرو آسمانی بادشاہت نزدیک آرہی ہے یعنی یہ بتارہے ہیں کہ میں پیش رو بن کر آیا ہوں اصل شخصیت اور ہے جس کی بادشاہت آسمان سے آنے والی ہے۔

نمبر 4: عیسائیوں کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ عیسیٰؑ آخری نبی ہیں ہم تو یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کیونکہ قرآن کریم میں آگیا ولکن رسول الله و خاتم النبیین (سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۰۔ لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر) اور اسی طرح آنحضرت ﷺ نے بھی اعلان کیا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) لیکن پوری بائبل میں عیسائی ایک فقرہ بھی نہیں دکھا سکتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ میں آخری نبی ہوں اگر عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ آخری نبی ہیں تو پھر خود انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بعد حواریوں کو نبی کیوں مانا اسی طرح ''یوگس'' جس نے قحط کی خوش خبری دی اس کو بھی نبی مانتے ہیں اور بھی بہت سارے نبی مانتے ہیں۔

تو اس وقت ان کا یہ دعویٰ کہاں جائے گا؟ اور حضرت عیسیٰؑ کا یہ قول کہ "میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے ان سے بچ کے رہنا" اس سے سچے نبی کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ سچے نبی نے آنا ہے تبھی تو معاملہ خلط ملط ہونا ہے اور جھوٹوں سے بچنے کا حکم دیا جا رہا ہے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہ آنا ہوتا تو پھر وہ یہ فرماتے کسی مدعی نبوت کی بات نہ ماننا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے کہا ہے اور پھر خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جھوٹے نبیوں سے خبردار ہو رہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔ ان کو پھلوں سے تم پہچان لوگے کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں اس طرح ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے اور برا درخت برا پھل لاتا ہے (انجیل متی۔۷۔۱۷ تا ۱۵) یہاں انہوں نے سچ اور جھوٹ دونوں کی پہچان کروادی آنحضرت ﷺ کا پھل اخلاق حسنہ اور صحابہ کرام ہیں۔

نمبر 5: عیسائی جو پیشین گوئیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے عہد قدیم سے پیش کرتے ہیں یہودی مفسرین ان کو کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نہیں مانتے بلکہ کبھی تو یوں کہتے ہیں کہ اس مقام پر سرے سے کوئی پیشین گوئی ہی نہیں اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی مبہم اور غیر واضح ہے یہی یہودیوں والی باتیں عیسائی پادری مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہیں جب مسلمان ان کو پیشین گوئی دکھاتے ہیں کبھی تو کہہ دیتے ہیں کہ اس مقام پر سرے سے کوئی پیشین گوئی نہیں اور کبھی کہہ دیتے ہیں کہ پیشین گوئی تو ہے مگر اس کے مصداق حضرت محمد ﷺ نہیں بلکہ عیسیٰ علیہ السلام یا فلاں نبی ہیں اور کبھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی مبہم اور غیر واضح ہے عیسائیوں کو چاہیے کہ وہ انصاف کریں اگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی کے بارے میں یہودیوں کی تاویلات کا کوئی اعتبار نہیں کرتے تو ہمیں بھی حق دیجئے کہ ہم پادریوں کے منشور کا کوئی اعتبار نہ کریں اور کچھ خیال نہ رکھیں۔

نمبر 6: پیشین گوئیوں کی بحث کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ پہلے عیسائی پادری ایک پیشین گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پیش کرے گا اور اس کی وضاحت کرے گا کہ اس کا مصداق حضرت عیسیٰؑ ہیں اور ایک پیشین گوئی ہم پیش کریں گے کہ اس کا مصداق حضرت محمد ﷺ ہیں۔

نمبر 7: بائبل کا ترجمہ کرنے والوں نے ایک ظلم ترجمے میں یہ روا رکھا ہے کہ وہ ناموں کا ترجمہ کرتے

[illegible] عرب کا ترجمہ "بیابان" عربی کا ترجمہ "جنگلی" بکا کا ترجمہ "رونے کی وادی" وغیرہ جس سے [illegible] پر مزید پردہ پڑ جاتا ہے۔

نمبر 11: پولوس کو ہم نبی نہیں مانتے اور نہ ہی وہ ہمارے ہاں قابل اعتماد شخص ہے عیسائی پادری [illegible]وں کی طرح اس بات میں بڑی کوشش کرتے ہیں کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی انقلابی واقعہ پیش آ [illegible] کہتے ہیں کہ دیکھو اس کی پیشین گوئی بائبل میں موجود تھی حتیٰ کہ روس کے انقلاب کو بھی بائبل کی پیشین گوئی قرار دیتے ہیں لیکن جب ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ ان چھوٹے چھوٹے انقلاب کی پیشین گوئیاں تو بائبل میں موجود ہیں کیا پیغمبر اسلام ﷺ جن کے ذریعہ دنیا میں عالمگیر انقلاب آیا اس بارہ میں بائبل خاموش ہے۔ جب خاموشی کی وجہ پوچھی جاتی ہے تو سوائے خاموشی کے ان کے پاس بھی کوئی [illegible] نہیں ہوتا تو پھر جب پوچھا جاتا ہے کیا حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں عہد قدیم میں پیشین گوئی ہے [illegible] کہہ دیتے ہیں کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں پیشین گوئیاں ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ ان ہزاروں میں سے ایک ہی واضح پیشین گوئی فرمائیں جس سے پتہ چلے کہ یوسف درکھان کی بیوی مریم [illegible] ایک بیٹا ہوگا جس کا نام یسوع ہوگا (عیسیٰ) اس کا لقب مسیح ہوگا وہ خدائی دعویٰ کریگا اور حکومت [illegible] اس کو اس کفر کی سزا میں پھانسی پر دے مارے گی تو وہ کہتے ہیں کہ پیشین گوئی کے لیے اتنا واضح ہونا ضروری نہیں البتہ پیشین گوئی جب واضح ہو جاتی ہے تو بات کھل جاتی ہے کہ واقعی یہ واقعہ فلاں پیشین گوئی کا ظہور ہے میں (استاذیم حضرت اوکاڑویؒ صاحب نے) ان سے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] کون سی پیشین گوئی عہد قدیم سے اپنے بارہ میں پیش فرمائی تو انہوں نے فوراً انجیل باب ۴، [illegible] کیا اس میں عیسیٰؑ نے دعویٰ فرمایا ہے کہ یسعیاہ نے میرے بارہ میں پیشین گوئی کی ہے یہ [illegible] عہد قدیم صفحہ ۷۰۹۔ یسعیاہ باب ۶۱ میں ملتی ہے ایک اردودان کو بلا کر وہ عبارت پڑھائی گئی اور اس [illegible] پوچھا گیا اس جگہ حضرت یسعیاہؑ کسی آنے والے نبی کی پیشین گوئی فرما رہے ہیں تو اس نے صاف کہا یہاں کسی آنے والے نبی کی کوئی پیشین گوئی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئی [illegible] سے کوئی پیشین گوئی نہیں تو میں نے کہا آپ عاجز آ گئے۔ عہد نامہ قدیم استثناء صفحہ ۱۷۴ صفحہ ۱۸۱ میں یہ عبارت پڑھیں اس میں صاف طور پر آنے والے نبی کی پیشین گوئی ہے اس نے مانا کہ واقعۃً

ایک نبی کی پیشین گوئی ہے مگر اس نبی سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں میں نے کہا عہد نامہ جدید یوحنا ۱/
۲۷ صفحہ ۸۱ سے ظاہر ہے کہ یہودی علماء حضرت یحییٰ (یوحنا) علیہ السلام کی بات پر متفق تھے کہ وہ نبی
کے علاوہ ہیں اسی طرح اعمال صفحہ ۱۱۰ پر یہ وضاحت ہے کہ وہ نبی عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے اور پھر آ
سے اترنے کے درمیان کا وقفہ میں آئے گا اس سے آنحضرت ﷺ کا زمانہ متعین ہو گیا حضرت
علیہ السلام کے بعد کسی بھی نبی نے مثیل موسیٰؑ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا البتہ قرآن میں ہے انـــــــ
ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا (سورۃ مزمل آیت نمبر
ہم نے بھیجا تمہاری طرف سے رسول بتلانے والا تمہاری باتوں کا جیسے بھیجا فرعون کے پاس رسول) اس
آنحضرت ﷺ کو مثیل موسیٰ علیہ السلام قرار دیا گیا ہے جب کوئی دوسرا مدعی ہی نہیں تو ظاہر ہے کہ آ
ﷺ ہی اس پیشین گوئی کے مصداق ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب کبھی مثیل موسیٰؑ ہونے کا ا
ہی نہیں کیا تو عیسائیوں کا ان کو مثیل کہنا مدعی سست اور گواہ چست کی کہاوت کو پورا کرنا ہے۔

مزید پیشین گوئیاں حضور ﷺ کے بارے میں

۱۔ ان کے لیے انہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا (۱۸/۱۸
۱۸۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے برکت کا وعدہ فرمایا اور میں تجھے ایک بڑی قوم
گا اور برکت دوں گا اور تیرا نام سرفراز کروں گا سو تو باعث برکت ہو جو تجھے مبارک کہیں ان کو میں بر
دوں گا اور جو تجھ پر لعنت کرے ان پر میں لعنت کروں گا اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلہ سے برکت
ویں گے۔ (پیدائش باب ۱۲، ف ۱۳)

نوٹ: اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کے سارے قبیلے اس طرح برکت پائیں گے وہ ابرا
برکت بھیجیں گے اور اللہ ان سب پر برکت بھیجیں گے اور یہ دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہے کہ ا
نماز ہی ایک ایسی نماز ہے جس کے ہر آخری قعدہ میں اللھم صلی علی محمد و علی ال مح
کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک
محمد و علی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک

مجید والا درود پڑھا جاتا ہے اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ اسلام ہی سنت ابراہیمی ہے دوسری جگہ
تورات میں ہے ہاجرہ خداوند کے فرشتہ کو بیابان میں پانی کے چشمہ کے پاس ملی اور خداوند کے فرشتہ نے
اس سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو گا اس
کا نام اسماعیل رکھنا اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہو گا اس کا ہاتھ سب
کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہونگے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا
دوسرے نسخے میں ہے کہ وہ اپنے سب بھائیوں کے مشرق میں بسا رہے گا (پیدائش ۷۔۱۲ صفحہ ۱۶)

نوٹ: اس میں جو لفظ گورخر ہے عربی بائبل صفحہ ۲۳ پر انسانا وحشیا ہے اصل بات یہ تھی وہ عربی آدمی ہو
گا انہوں نے عربی کا ترجمہ جنگلی کر دیا اور آدمی کا ترجمہ گدھا کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اسماعیلؑ
عربی تھے اور مشرق کے ملک عرب میں آباد ہوئے اور بنی اسرائیل کے بھائیوں میں تھے۔

۲۔ اور میں تجھکو تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے ایسا دوں گا کہ وہ دائمی
ملکیت ہو جائے اور میں ان کا باپ ہوں (پ ۱۷ صفحہ ۱۶)

نوٹ: قرآن میں بھی اس کا ذکر ہے ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض
یرثھا عبادی الصالحون (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۵۔ اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے
پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے) اس کی مزید تفسیر زبور صفحہ ۲۷ میں ہے۔

۳۔ اور ابراہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے۔ تب خدا نے فرمایا اور اسماعیل
کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کرونگا اور اسے بہت
بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا (پیدائش باب ۱۷ صفحہ ۱۷)

نوٹ: ''تیرے حضور'' کے لفظ پر تورات کے مفسرین بہت پریشان ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کسی جگہ کا
نام ہے لیکن ہم نہیں بتا سکتے کہ وہ کون سی ہے جواب یہ ہے کہ اس سے مراد وادی مکہ مکرمہ ہے زبور نمبر ۸۳،
۸۴ میں اس کی پوری وضاحت تھی جو یہودی علماء کی تلبیس اور کتمان کی نظر ہو گئی

۴۔ پیدائش ب ۲۲ میں ابراہیم کی قربانی کا ذکر ہے خداوند فرماتے ہیں چونکہ تو نے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو

بھی جو تیرا اکلوتا ہے دریغ نہ رکھا اس لئے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت دوں گا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمندر کے کنارے کی ریت کی مانند کروں گا اور تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی (تورات، پیدائش ۲۲ ص ۲۱)

نوٹ: اس قربانی کی بحث میں یہ بات صاف ہے کہ قربانی اکلوتے کی ہوئی یعنی اس وقت ابراہیم کا ایک ہی بیٹا تھا دوسرا اسی باب میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم بار بار حاضر (لبیک) پکارتے تھے اور ظاہر ہے کہ لبیک کی پکار اور اس کی گونج پوری دنیا میں ایک ہی شہر میں سنی جاتی ہے یعنی مکہ میں اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ قربانی "موریہ" کے مقام پر ہوئی اس بارہ میں بھی تورات کے مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس مقام کا پتہ نہیں بات یہ ہے کہ جب "مروہ" کو بگاڑ کر "موریاہ" بنادیا گیا تو پھر کیسے پتہ چلے کیونکہ اگر "مروہ" کا لفظ رہتا تو یہ وہی مقام ہے جہاں اسماعیلؑ آباد تھے تو اسماعیلؑ کے ذبح ہونے کا انکار نہیں ہو سکتا تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں تورات میں یہ بھی ہے کہ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیر انداز بنا فاران کے بیابان میں رہتا تھا (پیدائش ص ۲۰ باب ۲۱) تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ملک عرب مکہ مکرمہ میں رہتے تھے مکہ مکرمہ کو تورات میں فاران کہا گیا ہے اور قرآن نے وادِ غیر ذی زرع کہا پیدائش صفحہ ۵۲ میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت اپنے سب بیٹوں کو نام بنام وصیت فرمائی اس میں اپنے بیٹے یہوداہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا جب تک شیلوہ نہ آئے اور قومیں اس کی مطیع ہونگی پ ۴۹/۱۰۔ قاموس الکتاب صفحہ ۵۸۶ پر لکھا ہے کہ شیلوہ کے معنی معلوم نہیں ہو سکے ہم کہتے ہیں کہ اصل لفظ شیوخ ہے جس کا معنی رسول ہے تو ہمارے بھی ایک رسول کی پیشین گوئی ہے جو یہودیوں کی حکومت کو ختم کر دے گا چنانچہ فتح خیبر کے بعد حضور ﷺ نے اخرجوا الیہود من جزیرۃ العرب (یہودیوں کو عرب کے جزیرے سے نکال دو) فرمایا اور خلافت فاروقی میں یہود کو بیت المقدس کی حکومت سے دستبردار ہونا پڑا یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے والے کا خصوصی وصف رسول ہوگا جیسے آدم صفی اللہ، نوح نجی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ،

عیسیٰ روح اللہ، اور محمد رسول اللہ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے والا رسول صرف بنی اسرائیل یا ایک قوم کا رسول نہ ہوگا بلکہ عالمگیر رسول ہوگا۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ آخری زمانہ میں نبوت بنی اسرائیل سے نکل کر ان کے بھائی بنو اسماعیل میں چلی جائے گی اس لئے اس پیشین گوئی میں بنی اسرائیل کے بھائیوں میں آنے کا ذکر ہے یہ پیشین گوئی استثناء باب ۱۸، میں ہے اس کے باب ۳۳، ۳۴ میں بھی اس کی وضاحت ہے چنانچہ ب ۳۲ میں ہے کہ بنی اسرائیل نے بتوں وغیرہ کی پوجا کر کے خدا کو ناراض کر دیا آگے ہے خداوند نے یہ دیکھ کر ان سے نفرت کی کیونکہ اس کے بیٹے اور بیٹیوں نے اسے غصہ دلایا تھا تب اس نے کہا میں اپنا منہ ان سے چھپا لوں گا۔

مثیل موسیٰ علیہ السلام

ماقبل میں تورات کے حوالے سے یہ گزرا کہ صرف اور صرف آنحضرت ﷺ نے ہی مثیل موسیٰ ہونے کا دعویٰ فرمایا اور کسی نبی یا رسول نے نہیں فرمایا انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا (سورۃ مزمل آیت نمبر ۱۵۔ اور ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول اللہ نے والا تمہاری باتوں کا جیسے بھیجا فرعون کے پاس رسول) تو اب کونسی مثلیں ہیں جو نبی کریم ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہیں وہ تقریباً علانے بیس بتائیں ہیں جو یہ ہیں۔

نمبر۱: اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہونا نمبر۲: دونوں کا ماں باپ سے پیدا ہونا نمبر۳: دونوں کا شادی شدہ ہونا اور صاحب اولاد ہونا نمبر۴: دونوں کی شریعت کا سیاست مدنی پر مشتمل ہونا نمبر۵: دونوں کی شریعت میں جہاد کا حکم ہونا نمبر۶: دونوں کی شریعت میں عبادت کے وقت پاک صاف ہونا نمبر۷: ناپاک حائضہ اور نفاس والی عورت پر دونوں شریعتوں میں غسل کا واجب ہونا نمبر۸: کپڑوں کا بول و براز سے پاک ہونے کا ضروری ہونا دونوں کی شریعت میں نمبر۹: بغیر ذبح کیے ہوئے جانور اور بت کی قربانی کا حرام ہونا نمبر۱۰: آپ کی شریعت کا بدنی عبادات اور جسمانی حصوں پر مشتمل ہونا نمبر۱۱: زنا کی سزا کا حکم دینا نمبر۱۲: حدود اور قصاص اور سزاؤں کی تعیین نمبر۱۳: آپ کا ان حدود کے جاری کرنے پر قادر ہونا نمبر۱۴: سود کو حرام کرنا نمبر۱۵: آپ کا غیر اللہ کی دعوت دینے والے کے انکار کا حکم دینا نمبر۱۶: توحید خالص کا حکم دینا نمبر۱۷:

آپ کا اپنی امت کو یہ حکم دینا کہ مجھ کو صرف اللہ کا بندہ اور رسول کہو نہ کہ خدا کا بیٹا یا خدا نمبر ۱۸: آپ
وفات کا بستر پر ہونا نمبر ۱۹: موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کا مدفون ہونا نمبر ۲۰: آپ کا اپنی امت کی
سے ملعون نہ ہونا۔ یہ بیس تو تقریباً مثلیں ہیں جو دونوں نبیوں کی شریعت میں موجود ہیں اس
یہودیوں کی باتیں غلط ہیں اور سب پروپیگنڈا ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثلیت کا دعویٰ

آگے تورات ہی کی ایک عبارت نقل کر دی جاتی ہے کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے مثلیت
کا دعویٰ کیا ہے۔ ”پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تا کہ تمہارے گناہ ہٹائے جائیں اور اس طرح خداوند
حضور سے تازگی کے دن آئیں اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے ضرور
کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا
اپنے نبیوں کے زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خدا
تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ جیسا ایک نبی پیدا کریگا جو کچھ تم سے کہے اس کی سننا اور
ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا (اعمال صفحہ ۱۱ باب ۳ فقرہ نمبر ۱۹)

بائبل کے بارے میں مزید معلومات

(عنوان، تعارف، اور مزید تعارف اور حیثیت میں بائبل کے متعلق کافی مقدار میں معلومات
آچکی ہیں مزید معلومات پیش خدمت ہیں۔ صفدرؔ) بائبل کی پہلی پانچ کتابوں کو تورات کہتے ہیں
کتاب کا نام پیدائش ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سب
کی پیدائش کا تذکرہ ہے یہ دنیا کی ایک تاریخ ہے اور ظاہر ہے کہ تاریخ کے لیے الہام ضروری نہیں
سب مورخین کو نبی ماننا پڑے گا دوسری کتاب کا نام خروج ہے یہ بنی اسرائیل کا وہ سفرنامہ ہے کہ جب
مصر سے موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں نکلے اور سمندر پار کر کے صحرائے سینا میں پہنچے۔
تیسری کتاب کا نام ”احبار“ ہے جو حبر کی جمع ہے اس میں بنی اسرائیل کے مفتیوں کے کچھ فتوے اور
احکام درج ہیں چوتھی کتاب کا نام گنتی ہے جس میں بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کی مردم شماری اور ان

کے حالات درج ہیں پانچویں کتاب کا نام استثناء ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے بعض دیگر
احکام درج ہیں جو پہلی چار کتابوں سے مستثنیٰ ہیں اور اہل کتاب کا خیال ہے کہ یہ پانچوں کتابیں حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی لکھی ہوئی ہیں یہ صفحہ ۲۰۲ تک ہیں۔ لیکن کتابیں خود انکار کرتی ہیں کہ ہمیں موسیٰ علیہ السلام
نے خواب میں بھی نہیں دیکھا کیونکہ تورات استثناء کا آخری باب صفحہ ۲۰۲ پر ہے کہ خداوند کے بندے موسیٰ
نے خداوند کے کہے کے موافق موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں
بیت فغور کے مقابل دفن کیا پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس
برس کا تھا اور نہ اس کی آنکھ دھندلانے پائی اور نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی اور بنی اسرائیل موسیٰ کے لیے موآب
کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے پھر موسیٰ کیلئے ماتم کرنے اور رونے پیٹنے کے دن ختم ہوئے اور اس
وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا جس سے خداوند نے روبرو باتیں کی ہوں
پہچانا تھا (استثناء باب ۳۴) اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ یہ کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت
عرصہ بعد لکھی گئیں جس وقت لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر بھی لوگوں کو بھول چکی تھی اور بنی اسرائیل میں کئی نبی
آ چکے تھے اس سے اس حقیقت کی تصدیق ہو جاتی ہے جو قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے فویل
للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ جس طرح بت پرست خود ایک بت بنا کر
اس کا نام ابراہیم رکھ دیتے جس کا حضرت ابراہیم سے دور کا بھی تعلق نہ ہوتا اسی طرح اہل کتاب ایک کتاب لکھ
کر اس کا نام تورات یا انجیل یا زبور رکھ دیتے تھے اس عبارت سے جس طرح یہ معلوم ہوا کہ یہ تورات موسیٰ علیہ
السلام کی لکھی ہوئی نہیں اسی طرح یہ بھی پتہ چلا کہ اس کے لکھنے والے کا کسی کو پتہ نہیں کہ وہ کس زمانہ سے تھا؟
کس علاقہ میں رہتا تھا؟ اس کا دین ومذہب کیا تھا؟ اور اس نے کس زبان میں یہ کتاب لکھی؟ اور اس کا ماخذ کیا
تھا؟ ان سوالات کا جواب کسی یہودی یا عیسائی کے پاس نہیں اس کے علاوہ بھی اس میں بہت سی باتیں ہیں جن کا
وقوع حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صدیوں بعد ہوا مثلاً!

کتاب پیدائش ۱۸-۱۳ میں حمرون شہر کا ذکر ہے جو موسیٰ کے بہت بعد بنایا گیا اسی طرح اس میں
جغرافیائی غلط بیانی ہے کہ عدن سے چار دریا نکلے جیحون، فیسون، دجلہ، فرات حالانکہ عدن سمندر کے کنارے
ایک بندرگاہ ہے جہاں سے کوئی دریا نہیں نکلا اور یہ عدن دریا سے سینکڑوں میل کے فاصلہ پر دور ہے اس طرح

تورات میں تاریخی غلطیوں کا بھی ذکر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ابی ملک سے جنگ کی حالانکہ ابی ملک ابراہیمؑ کے بہت سال بعد پیدا ہوا یہ اس قسم کی حماقتیں ہیں جیسے کوئی کہے کہ بھٹو جنگ بدر میں شہید ہوا تھا یا کہے کہ ابراہیم کا مکان اسلام آباد میں تھا جب کہ اسلام آباد کا وجود ابراہیم کے صدہا سال بعد کا ہے پھر اس کتاب میں ایسے عجیب واقعات کا ذکر ہے جن کو عقل تسلیم ہی نہیں کرتی مثلاً حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی بیٹیوں سے زنا کرنا اوران سے اولاد کا پیدا ہونا کتاب پیدائش باب ۱۹، ۳۰ تا ۳۱ میں مذکور ہے آدم علیہ السلام کے سبب زمین لعنتی ہوئی (پیدائش باب ۳ ف ۷ اس ۷) نوح علیہ السلام شراب پی کر ننگے ہو گئے (پیدائش ص ۱۱، ۲۰ تا ۲۳)

واقعہ لوط علیہ السلام:

اور لوطؑ ضغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اسے ضغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دو بیٹیاں غار میں رہنے لگیں تب پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے آؤ ہم اپنے باپ کو مے (شراب) پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے (شراب) پلائی اور پہلوٹی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی۔ مگر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھو کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی اور آج بھی اس کو مے (شراب) پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے باپ کی نسل باقی رکھیں سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اس سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی سو لوط کی دو بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں اور بڑی کے ایک بیٹا پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام موآب رکھا وہی موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام بن عمی رکھا وہی بنی عمون کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں اور ابراہام وہاں سے جنوب کے ملک کی طرف چلا اور قادس اور شور کے درمیان ٹھہرا اور جرار میں قیام کیا اور ابراہام نے اپنی بیوی سارہ کے حق میں کہا وہ میری بہن ہے اور اجرار کے بادشاہ ابی ملک نے سارہ کو بلوایا (پیدائش باب ۱۹، فقرہ ۳۰ تا ۳۸)

پادریوں کی زور آوری

آج کل کے پادری اس بات پر زور لگاتے ہیں کہ ہمارے پاس بائبل کے کچھ قدیم نسخے ہیں۔

نمبر ۱: اسکندریہ کا نسخہ، یہ نسخہ آرچ بشپ لیوسر نے ۱۶۲۸ء میں انگلینڈ کے بادشاہ چارلس اول کی نذر کیا آج کل یہ نسخہ لندن کے عجائب گھر میں ہے اس میں پرانے عہد نامہ کے دس ورق گم ہیں متی کی انجیل کے پچیس ورق گم ہیں یوحنا کی انجیل کے دو ورق گم ہیں (قاموس الکتاب صفحہ ۱۲۶) اس انیس صدی میں والے نسخہ کو بلا دلیل پانچویں صدی کا نسخہ کہا جاتا ہے۔

نمبر ۲: دوسرا نامکمل نسخہ ویکن ویٹکن کا نسخہ ہے جس میں صرف کتاب پیدائش کے چھیالیس باب زبور ایک سو پانچ سے ایک سو سینتیس (۱۳۷) تک اور نیا عہد نامہ صفحہ ۲۱۲ سے صفحہ ۲۵۹ تک ہے اس کو بھی بلا دلیل چوتھی صدی کا نسخہ کہا جاتا ہے۔

نمبر ۳: افرائمی نسخہ۔ کہتے ہیں پانچویں صدی کے کسی کاتب نے نیا اور پرانا عہد نامہ لکھا مگر تیرہویں صدی میں اس کے مالک نے پہلی تحریر کو کسی قدر مٹا کر ایک سریانی افرائمی کا مرقعہ لکھ دیا مگر شکر کی بات ہے کہ پہلے حروف بالکل نہ مٹے۔

نمبر ۴: بیزائی نسخہ، یہ نسخہ بیزہ کو ۱۵۶۲ء میں فرانس میں ملا تھا اس میں بعض چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جو کسی اور نسخہ میں نہیں۔ نمبر ۵: سینا کا نسخہ یہ نسخہ ڈاکٹر ٹشنڈ ارف ایک سیاح سے ۱۸۴۴ء میں ملا ڈاکٹر کے کہنے پر ازاز اوس نے ۱۸۵۹ء میں یہ نسخہ خرید لیا پھر ۱۹۳۳ء میں انگریزوں نے ازاز اوس سے یہ نسخہ خرید لیا آج کل یہ بھی لندن میں ہے (قاموس الکتاب صفحہ ۱۲۶)

نوٹ: ان پانچ نسخوں میں پہلے دو نسخے بھی نامکمل ہیں تیسرے میں تبدیلی کا خود اقرار کر لیا ہے اور چوتھے میں بھی ایسی باتیں ہیں جو دوسرے نسخوں میں نہیں صرف پانچواں نسخہ ہے جس کو مکمل نسخہ کہا جاتا ہے لیکن اس نسخہ میں برنباس کی انجیل بھی موجود ہے جس میں اب تک تقریباً بائیس جگہ حضور اقدس ﷺ کا اسم گرامی موجود ہے۔ عیسائیوں کو اس بات کا اقرار ہے کہ نقل نویسوں سے کبھی کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے کاتب خواہ کتنی ہی ہوشیاری کرے کتاب لکھتے وقت کوئی نہ کوئی غلطی ہو ہی جاتی ہے کبھی کبھی ایسا

بھی ہوتا ہے کہ اگر ایک کاتب نے اپنی طرف سے کچھ حاشیہ میں لکھ دیا تو دوسروں نے اس کو متن کا حصہ سمجھ کر متن میں شامل کر دیا اس قسم کی اور بھی غلطیاں ممکن تھیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کوئی نسخہ جس قدر پرانا ہوگا اسی قدر اس میں غلطیاں کم ہونگی کیونکہ بار بار نقل کرنے سے زیادہ غلطیوں کا احتمال ہے (قاموس الکتاب صفحہ ۱۱۵) اس سے معلوم ہوا کہ کوئی نسخہ بھی غلطیوں سے پاک نہیں اب پادری خیر اللہ کا کہنا ہے تو ہم تحقیق کرتے ہیں کہ اس میں تین چیزوں کو مد نظر رکھتے ہیں نمبر ا پرانا نسخہ نمبر ۲ پرانا ترجمہ نمبر ۳ عیسائی علماء کی پرانی کتابیں۔

نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ بائبل کی حفاظت نہ تو اس طرح ہوئی کہ اس کے حافظ ہر زمانہ میں پائے گئے ہوں بلکہ اس کا ایک بھی حافظ دنیا میں نہیں پایا گیا اور نہ اس طرح کہ ہر ہر شہر میں اس کے متعدد قلمی نسخیں ہوں بلکہ بیس صدیوں میں ساری دنیا میں تین چار ناقص نسخے ان کے پاس ہیں تو ان پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اب ان کا طریقہ یہی ہے کہ وہ نسخہ کو دیکھتے ہیں اگر وہاں سے بات سمجھ نہ آئے تو کسی ترجمہ کو دیکھ کر نسخہ کی اصلاح کرتے ہیں جیسے تفہیم القرآن کا ترجمہ دیکھ کر قرآن کی آیت کو صحیح کریں کبھی لوگوں کی کتابیں دیکھتے ہیں جیسے کوئی مرزا کی کتابیں دیکھ کر قرآنی آیت کی اصلاح کرے۔

فائدہ: "سارہ" کا ترجمہ شہزادی، ساری میری شہزادی، ابراہام یعنی بزرگ باپ حاجرہ یعنی اجنبی چھوڑی ہوئی۔ ہاجرہ کیلئے لونڈی کا لفظ استعمال کرنا غلط ہے کیونکہ لونڈی دو ہی طرح بنتی ہے یا تو جہاد میں مال غنیمت میں پکڑی ہوئی آئے اور یہ مصر کی شہزادی تھی جسے اس کے باپ نے حضرت سارہ کی خدمت کے لیے پیش کیا تھا یا کسی سے خریدی گئی ہو اور حضرت ہاجرہ کسی سے خریدی بھی نہیں گئیں اسماعیل (جس کا دکھ اللہ نے سن لیا) گورخر (جنگلی گدھا)

کتب اہل کتاب کے بارے میں ہمارا عقیدہ

کتب اہل کتاب کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ کتب تحریف شدہ ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں باب قول النبی ﷺ لا تسئلوا اهل الکتاب عن شئی ہے اور اس باب میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں ان اهل الکتاب بدلوا کتاب اللہ وغیّروہ و کتبوا

بایدیهم الکتب و قالوھو من عند اللہ (کہ بے شک اہل کتاب نے تبدیل کر دیا اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی کتاب ہے (بخاری صفحہ ۹۱۰ ج ۲) اسی طرح بخاری شریف میں دوسری جگہ حدیث ہے حضرت ابن عباسؓ صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اے مسلمانوں کی جماعت کیسے تم اہل کتاب سے سوال کرتے ہو کسی شئی کے بارے میں اور تمہاری کتاب (قرآن مجید) جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی پر اتاری ہے مضبوط خبر والی ہے اس میں کوئی اختلاط نہیں اور بیان کیا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے کہ بے شک اہل کتاب نے تبدیل کر دیا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو خود لکھ کر کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تا کہ وہ ثمن قلیل حاصل کریں (بخاری صفحہ ۱۱۲۲ ج ۲) اور اسی طرح بخاری میں ہے لاتسئلوا اهل الشرک عن الشهادة اس میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا نہ تم اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ ہی تکذیب کرو اور کہو ہم مـا انزل اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ کیوں تم سوال کرتے ہو اہل کتاب سے اور تمہاری کتاب جس کو اللہ نے اپنے نبی پر اتارا ہے اس میں کوئی اختلاط نہیں اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیان کیا ہے کہ بے شک اہل کتاب نے تبدیل کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے کو اپنے ہاتھوں کے لکھنے کے ساتھ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے ثمن قلیل حاصل کریں۔ (بخاری صفحہ ۳۶۹ ج ۱)

اسلام اور عیسائیت

اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک کامل دین ہے اور بائبل میں کہیں دین کے کامل ہونے کا اعلان نہیں کیا گیا اس لئے کامل دین والوں کو تو حق ہے کہ وہ ناقص دین والوں کو تبلیغ کریں کہ تم ناقص چھوڑ کر کامل دین کو قبول کر لو لیکن ناقص دین والوں کو کسی عقلمند کے نزدیک یہ حق نہیں ہے کہ وہ کامل دین والوں کو کہیں کہ تم کامل دین چھوڑ کر ناقص دین پر آ جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو اپنی زندگی کا آخری وعظ فرمایا اس میں فرمایا اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی روح حق جسے

دنیا حاصل نہیں کر سکتی (یوحنا باب ۱۴ف ۱۶ ص ۹۹) عربی بائبل میں یہ عبارت یوں ہے **وانا الحلب من الاب فیعطیکم فار قلیط آخر یثبت معکم الی الابد** (عربی بائبل رامن ۱۶۷ ھ مطبوعہ لندن ۱۸۵۵ء) پھر عیسیٰ علیہ السلام مزید فرماتے ہیں میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہ ہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا وہ سب تمہیں یاد دلائیگا (انجیل یوحنا باب ۱۴، ۲۶، ۲۵) آگے فرماتے ہیں جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو میری گواہی دے گا (انجیل، یوحنا ۲۶، ۱۵) پھر فرماتے ہیں مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تک ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہ ہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا جلال ظاہر کرے گا (انجیل یوحنا باب ۱۶) اس وعظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صاف فرمایا کہ میں بہت سی باتیں کہے بغیر جا رہا ہوں یعنی دین کو کامل کر کے نہیں جا رہا البتہ جو مددگار میرے بعد آئے گا وہ ہی دین کی ساری باتیں بتائے گا یعنی دین کے کامل ہونے کا اعلان کرے گا۔

انجیل کی ان عبارتوں میں جہاں ''مددگار'' کا لفظ آیا ہے اس ترجمہ میں بائبل والے بہت پریشان ہیں عربی بائبل میں لفظ فارقلیط ہے پھر ۱۹۵۶ء میں اس کا ترجمہ میں ''المعزی'' کر دیا گیا پھر ۱۹۵۹ء میں ''تسلی دھندہ'' کیا گیا ۱۸۸۰ء میں ''شفیع'' اور ''وکیل'' ترجمہ کیا گیا اس کے بعد مددگار لکھا گیا اب عیسائیوں اور مسلمانوں میں اختلاف ہے کہ یہ فارقلیط کا لفظ عبرانی لفظ پاراقلیط کا معرب ہے یا پاراقلط کا اگر یہ پاراقلط کا معرب ہے تو اس کا ترجمہ مددگار اور تسلی دھندہ ہے اور اگر یہ پاراقلیط کا معرب ہے تو پھر یہ لفظ احمد کا ترجمہ ہے اس کا فیصلہ آسان ہے کیونکہ اس کا معرب فارقلط نہیں بنایا گیا بلکہ فارقلیط ہے تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ یاء کے ساتھ ہے اور یہاں احمد ﷺ کی صاف پیشین گوئی ہے عیسائی بھی مانتے ہیں کہ یہ عیسیٰ علیہ اسلام کی ایک پیشین گوئی ہے جس میں آئندہ ایک مددگار کے آنے کا ذکر ہے عیسائی کہتے ہیں کہ اس سے جبرائیل یعنی روح القدس کا آنا مراد ہے اور مسلمان کہتے ہیں

کہ اس سے رسول پاک ﷺ کا آنا مراد ہے عیسائیوں کا کہنا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے دن بعد روح القدس حواریوں پر نازل ہوا اور پیشین گوئی پوری ہوگئی لیکن یہ بات عقل ونقل کے بالکل خلاف ہے ۱۰ وجہ سے نمبر ۱۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جب تک میں نہیں جاؤں گا وہ نہیں آئے گا اور جبرائیل تو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی آتا رہا چنانچہ فرماتے ہیں میں نے شروع میں تم سے یہ باتیں اس لئے نہ کہیں کہ میں تمہارے ساتھ تھا مگر اب میں اپنے بھیجنے والے کے پاس جاتا ہوں اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ تو کہاں جاتا ہے بلکہ اس لئے میں نے یہ باتیں تم سے کہیں تمہارا دل غم سے بھر گیا لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا گناہ کے بارے میں اس لئے کہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے اور راستبازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور پھر مجھے تم نہ دیکھو گے عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا (انجیل یوحنا باب ۱۶ ص ۱۰۰۔۱۰۱) اس کے برعکس رسول اقدس ﷺ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں تشریف نہیں لائے بلکہ ان کے جانے کے بعد تشریف لائے۔ نمبر ۲: عیسیٰ علیہ السلام نے فارقلیط کے لیے آنے کا لفظ استعمال کیا جبکہ جبرائیل علیہ السلام کے لئے کتابوں میں نازل ہونے کا لفظ آتا ہے۔

جبرائیل علیہ السلام نے حواریوں کو دین کی ایک بات بھی نہیں بتائی جبکہ حضور ﷺ نے مکمل دین پیش کیا نمبر ۴: جبرائیل علیہ السلام نے اس دن کسی کو مجرم نہیں ٹھہرایا لیکن حضور ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ رکھنے والے یہودیوں کو مجرم ٹھہرایا ان سے جہاد کئے بلکہ ان کو عرب سے نکل جانے کا حکم جاری کردیا۔ نمبر ۵: جبرائیل نے اس دن عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے بارے میں کوئی وضاحت نہ فرمائی لیکن حضور ﷺ نے وما قتلوہ و ما صلبوہ میں دونوں (یہودی اور عیسائیوں) کو مجرم ٹھہرایا نمبر ۶: جبرائیل نے اس دن کوئی عدالت قائم کر کے کسی پر کوئی حد یا تعزیر جاری نہیں کی لیکن آنحضرت ﷺ نے باقاعدہ مجرموں پر حدود اور تعزیرات جاری فرمائیں۔ نمبر ۷: جبرائیل علیہ السلام نے اس دن کوئی پیشین گوئی نہ فرمائی لیکن حضور ﷺ نے قرآن کی حفاظت اور اسلام کی پوری دنیا میں پہنچنے اور

خلافت راشدہ اور قیصر وکسریٰ کے بارے میں جو پیشین گوئیاں فرمائیں وہ دوپہر کے سورج کی طرح واضح طور پر پوری ہوئیں۔ نمبر۸: فارقلیط کا لفظ کسی طرح بھی جبرائیل کا ترجمہ نہیں بنتا بلکہ یہ لفظ احمد کا ترجمہ ہے اور انجیل برنباس میں لفظ احمد اور محمد موجود ہے۔ نمبر۹: عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے ایک سو ستر سال بعد مونٹاس نے فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا اور بہت سے عیسائی اس پر ایمان لائے کسی عیسائی نے اس وقت یہ نہ کہا کہ فارقلیط تو جبرائیل تھا جو پہلے آچکا۔ نمبر۱۰: رسول اقدس ﷺ نے واضح طور پر اعلان فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ نے پیشین گوئی فرمائی تھی مبشرا برسول یاتی من بعدہ اسمہ احمد اگر آپ کا یہ اعلان معاذ اللہ جھوٹا ہوتا ہے تو آپ کے سارے مخالفین مشرکین یہود ونصاریٰ ہی جھوٹ کی وجہ سے آپ ﷺ کو جھوٹا ثابت کر دیتے کیونکہ عام لوگوں پر جھوٹ بولنا بھی نبی کے لیے محال ہے چہ جائیکہ کسی نبی کا نام لیکر جھوٹ بولے جس کے امتیوں سے دنیا بھری پڑی ہو سب عیسائیوں کی یہ خاموشی بلکہ بہت سے عیسائیوں کا حضور پاک ﷺ پر ایمان لے آنا ثابت کرتا ہے کہ یہ پیشین گوئی ایک مسلمہ حقیقت تھی جس کا انکار ناممکن اور محال تھا۔

دین اسلام محفوظ اور غیر محرف ہے

دین اسلام بالاتفاق محفوظ اور غیر محرف ہے اس لئے مسلمانوں کو تو یہ حق ہے کہ وہ اہل کتاب کو دعوت دیں کہ محرف دین کو چھوڑ کر محفوظ کی طرف آجائیں لیکن یہ بات عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے کہ محفوظ دین والوں کو کہا جائے کہ تم محفوظ دین چھوڑ کر محرف دین کی تابع داری کرو اس بات پر فریقین کا اتفاق ہے کہ پہلی کتابیں محرف ہو چکیں عربی بائبل میں الفاظ یوں ہیں، لانھم تعدوا الشرائع غیروا الفریضۃ نقضوا العھد الابدی اسی طرح یرمیاہ نبی کی کتاب باب ۲۳ فقرہ ۳۶ پر ہے کہ پر خداوند کی طرف سے بار نبوت کا ذکر تم کبھی نہ کرنا اس لئے کہ ہر ایک آدمی کی اپنی ہی باتیں اس پر بار ہوں گی کیونکہ تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا ہے عربی بائبل میں یوں ہے قد حرفتم کلام اللہ الحی رب الجنود اور قرآن پاک نے بھی یہی فرمایا ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ بلکہ یہ تحریف جاری ہے اور جاری رہے گی قرآن پاک نے بتایا ہے کہ لا تزال تطلع علی خائنۃ منھم

اسلام دین وسط ہے

اسلام دین وسط ہے وکذالک جعلنکم امۃ وسطاً اور باقی ادیان افراط اور تفریط کا شکار ہو گئے یہودیوں میں خدا کا تصور بڑا عجیب ہے وہ کبھی حسد کرتا ہے (پیدائش ۳۔۲۲) کبھی پچھتاتا ہے (سموائیل ۱۵ تا ۱۱) اس کے منہ سے کبھی آگ اور نتھنوں سے دھواں نکلتا ہے (سموئیل ۲۲ ف ۳۱۹ ب ۲۲) وہ کبھی فریب اور مکر بھی کرتا ہے (حزقیل ۹:۱۴) کبھی دردِ زہ والی عورت کی طرح چیختا چلاتا ہے (یسعیاہ ۴۶، ۱۳، ۱۴) اور کبھی کمزور اور بیوقوف بھی بن جاتا ہے (اول کرنتھوں ۲۵) اور عیسائیوں نے تو مریم کے بیٹے مسیح کو خدا ہی بنا ڈالا ہم عیسائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر انسان خدا بن سکتا ہے تو پھر نمرود اور فرعون کے خدائی دعویٰ کا انکار کیوں؟ عجیب بات ہے کہ ہندو کشلیا کے بیٹے رام چندر کو اور کودکی کے بیٹے کرشن جی مہراج کو خدا مانتے ہیں اور عیسائی مریم کے بیٹے عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں جب ہندو عیسائیوں سے پوچھتے ہیں کہ کوئی ایسی دلیل بیان کرو جس سے کشلیا کے بیٹے کا خدا بننا تو محال ثابت ہو لیکن مریم کے بیٹے کا خدا بننا محال نہ ہو تو کوئی جواب نہیں دے سکتے اس کے برعکس اسلام میں خدا کا تصور نہایت پاکیزہ ہے وہ ساری دنیا کو کھلاتا ہے لیکن خود نہیں کھاتا اس نے ساری کائنات کو پیدا کیا لیکن خود کسی سے پیدا نہیں ہوا وہ سب کچھ دیکھتا ہے لیکن دیکھنے کے لیے آنکھ کا محتاج نہیں وہ سب کچھ سنتا ہے لیکن سننے کے لیے کان کا محتاج نہیں اسی طرح نبوت کے تصور میں بھی اہل کتاب میں بہت افراط اور تفریط ہے عیسائیوں نے تو اپنے نبی کو خدا بنا ڈالا لیکن یہودیوں نے نبیوں کو شریف انسان بھی نہیں رہنے دیا۔ بائبل کے مطابق ابراہیم مشرک تھے (یشوع ۲۴، ۲) موسیٰؑ خدا کے مغضوب تھے (خروج ۴، ۱۴) یوسف علیہ السلام چغل خور تھے (پیدائش ۲۷، ۲) ہارون نے بھی شرک کیا (خروج ۳۲) داؤد علیہ السلام نے اوریا کی بیوی سے زنا کیا (سموئیل ۲، ف ۴ باب ۱۱) لوط علیہ السلام تے اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا (پیدائش باب ۱۹ فقرہ ۳۰ تا ۲۸) یعقوب علیہ السلام کی بیٹی دینہ کی زنا کاری کا قصہ پیدائش باب ۳۴ میں ہے یعقوبؑ کے بیٹے یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے زناء کیا اور دو جوڑے لڑکے پیدا ہوئے (پیدائش ۳۸) روبن نے اپنی ماں بلہاہ کے ساتھ زناء کیا (پیدائش ۲۵، ۲۲)

عیسائیت کیا ہے؟

بظاہر عیسائی اپنے آپکو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں حضرت عیسیٰؑ جن کو عبرانی میں یسوع کہا جاتا ہے "ناصرہ شہر" میں رہنے کی وجہ سے ناصری کہلاتے تھے اسی لئے عیسائیوں کو نصاریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

بظاہر یہ لوگ اپنے آپ کو اہل کتاب اور نبوت کے ماننے والے کہتے ہیں لیکن موجودہ عیسائی تمام اصول دین میں نبوت کے مخالف ہیں تمام انبیاء علیہم السلام کے دینوں میں تین بنیادی اصول تھے۔ نمبر۱: خدا کی توحید نمبر۲: رسالت کہ اللہ تعالیٰ جن انسانوں کو اپنی ہم کلامی اور وحی کے شرف سے نوازتا ہے وہ نبی اور رسول ہوتے ہیں نمبر۳: قیامت جو روز جزاء ہے۔ جس میں نیک و بد کا حساب ہوگا اور لوگ جنت یا دوزخ میں چلے جائیں گے عیسائیوں نے توحید کی بجائے تثلیث اور رسول کو انسان کی بجائے خدا مان لیا اور کفارے کے عقیدے کے ضمن میں قیامت کے حساب وکتاب سے بھی سبکدوش ہو گئے۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (القرآن)

نہیں ہیں محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ اور لیکن مہر ہے سب نبیوں پر

﴿دوسرا باب﴾

مرزائیت کے بیان میں

افادات

وکیل احناف رئیس المناظرین

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

نور اللہ مرقدہ

مرتب

مولانا عبدالرزاق صفدر

ناشر:

مکتبۃ الامین نزد قباء مسجد بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور

0300-2515899

﴿حضرت استاذِ محترمؒ نے فرمایا﴾

مرزا قادیانی کی زندگی بھی لعنتی تھی اور موت بھی لعنتی تھی مرزا قادیانی کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا کی ایک ہی پہچان تھی وہ تھی لعنت اور گالی دینا.......... مرزا قادیانی لکھتا ہے مجھے پہلے مریم بنایا گیا اور پھر حاملہ ٹھہرایا گیا کچھ عرصہ کے بعد جو دس ماہ سے زائد نہیں تھا مجھے دردِ زہ کھجور کے تنے کے پاس لے گئی میں نے پاؤں پر زور ڈال کر پورا زور لگایا تو میں خود ہی پیدا ہو گیا اسی طرح میں عیسیٰ بن مریم کہلایا۔ مرزا کے مسیح موعود بننے کا طریقہ دیکھئے..... مرزا قادیانی نے نہ صرف یہ کہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہا بلکہ کنجریوں کی اولاد کہا چنانچہ اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷ پر لکھتا ہے ہر مسلمان میری کتابوں کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان سے فائدہ اُٹھاتا ہے مگر کنجریوں کی اولاد......

کرمِ خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
(از مرزا غلام احمد قادیانی لعنۃ اللہ علیہ)

پنجابی نبی تے وحی انگریزی وچ
ہر کم اس اوت دے اوت اے
(از استاد محترمؒ)

قادیانیوں کے ساتھ مناظرہ نمبر 1

(استاد محترمؒ صاحب نے اپنے دو واقعے بطور طریقہ کے لکھوائے ہیں)۔ ایک قادیانی سے مناظرہ ہوا میں (استاد محترمؒ) نے کہا کہ مناظرہ میں سب سے پہلے دعویٰ اور نقطہ اختلاف واضح ہونا چاہیے تو آپ عام فہم انداز میں بتائیں کہ اختلاف کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ آپ ہی بتادیں میں نے کہا [illegible]۔

نمبر۱: مرزا قادیانی کا عقیدہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کے بعد کافروں میں نہ کوئی صاحب شریعت نبی آئے گا اور نہ ہی غیر تشریعی نبی آئے گا۔

نمبر۲: آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں میں کوئی بھی صاحب شریعت نبی نہیں آئیگا۔

نمبر۳: آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں میں غیر تشریعی نبی آئیگا۔

نمبر۴: اس امت میں آپ ﷺ کے بعد صرف مرزا قادیانی ہی غیر تشریعی نبی ہے۔

اس نے کہاں واقعۃً ہمارا عقیدہ یہی ہے میں نے کہا یہ جتنے لوگ بیٹھے ہیں ان کو یہ نہیں معلوم کہ صاحب شریعت نبی اور غیر تشریعی میں کیا فرق ہے اس کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ یہ لوگ فیصلہ کر سکیں کہ دلائل دعویٰ کے موافق ہیں بھی یا نہیں اس نے پھر مجھے ہی کہا کہ یہ فرق بھی آپ ہی سمجھا دیں میں نے مرزا کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے کا رسالہ "ختم نبوت کی حقیقت" نکالا اس نے ایک حدیث لکھی تھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے جن میں سے تین سو تیرہ رسول تھے پھر آگے لکھتا ہے کہ رسول صاحب شریعت نبی کو کہتے ہیں اور صرف نبی وہ ہوتا ہے جو نئی شریعت لے کر نہ آئے میں نے یہ عبارت سنا کر پوچھا کہ آپ اس کو مانتے ہیں اس نے کہا بالکل مانتا ہوں میں نے کہا عوام رسول اور نبی کے لفظ کو جانتے ہیں اس لئے آپ کا دعویٰ یوں ہوگا اور اسی طرح لکھا جائے گا۔

نمبر۱: رسول اقدس ﷺ کے بعد کافروں میں نہ کوئی رسول آئیگا نہ کوئی نبی اگر کوئی کافر رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ کفر ہی ہوگا۔

نمبر۲: آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں میں کوئی رسول پیدا نہیں ہوگا اگر کوئی دعوے رسالت کرے تو وہ کافر ہوگا۔

نمبر۳: آپ ﷺ کے بعد مسلمانوں میں نبی آسکتے ہیں۔

نمبر۴: مرزا قادیانی نبی تھا رسول نہیں تھا اگر وہ رسول ہونے کا دعویٰ کرے تو کافر ہے جو اس کو رسول مانے وہ بھی کافر ہے اس نے کہا بالکل یہی عقیدہ ہے میں نے کہا آپ دعویٰ کے پہلے نمبر پر دلیل بیان کریں اس نے جان چھڑانے کے لیے کہا وہ حصہ کافروں سے متعلق ہے اس لئے اس مجلس میں اس پر دلیل کی ضرورت نہیں اس لئے میں دوسرے نمبر پر دلیل پیش کرتا ہوں اس نے جلدی سے یہ آیت کریمہ پڑھ ڈالی ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبین (سورہ احزاب آیت نمبر ۴۰) اور ترجمہ بھی وہ ہی کیا جو ہمیں چاہیے تھا۔ ترجمہ ''نہیں ہیں محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔'' میں نے کہا آپ دعویٰ بھول گئے ہیں آپ نے آیت وہ پیش کرنی تھی جس میں خاتم المرسلین کا ذکر ہوتا اور نبیوں کے آنے والی پیش کرنی تھی لیکن آپ نے اپنے دعویٰ کے دوسرے حصہ پر کوئی دلیل نہیں دی بلکہ دعویٰ کے تیسرے حصہ کے خلاف آپ نے خود آیت پیش کر دی اب وہ بہت پریشان ہوا اور کہنے لگا آپ نے مجھے ایسا چکر دیا ہے کہ میں پریشان ہو گیا ہوں۔ یاد رہے کہ موضوع طے کرنا آدھا مناظرہ ہے اگر صرف یوں لکھ دیتے کہ ختم نبوت پر مناظرہ ہوگا اور میں یہ آیت پڑھتا تو وہ کبھی اس آیت کا ترجمہ نہ مانتا کہ خاتم النبیین کا معنی نبیوں کو ختم کرنے والا ہے بلکہ مرزا قادیانی نے تو لکھا ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین نہیں کیونکہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے وہ یہ کہا کرتے ہیں کہ خاتم کا معنیٰ مہر آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک جتنے نبی دنیا میں تشریف لائے ان کو منصب نبوت اللہ تعالیٰ نے عطا کیا لیکن اب نبی بنانیوالی مہر حضور پاک ﷺ کو عطا کر دی گئی کہ وہ جس کو چاہیں مہر لگا کر نبی بنالیں نبی کریم ﷺ نے نہ کسی خلیفہ راشد پر مہر لگائی نہ عشرہ مبشرہ میں سے کسی پر مہر لگائی نہ احد والوں پر اور نہ ہی تیرہ صدیوں کے مجددوں میں سے کسی پر صرف انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزا قادیانی پر لگائی۔ اب وہ مناظر بہت پریشان ہوا اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کرتا تھا میں نے کہا جو آیت تو نے پڑھی ہے اس کی تشریح سن لے پھر بے شک چلے جانا میں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''نہیں محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ'' حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ آپ کے ہاں لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی پیدا ہوائیں لیکن آپ کی لڑکیاں جوان ہوئیں ان کی شادی بھی ہوئی جب کہ

آپ کا کوئی لڑکا جوان نہیں ہوا جس کو رجل کہا جاسکے گویا اس آیت میں پیشین گوئی تھی کہ آپ کی صاحبزادے بچپن میں ہی فوت ہو جائیں گے۔

سوال: اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کسی مرد کے باپ نہیں حالانکہ باپ میں اولاد کے لیے بڑی شفقت ہوتی ہے کیا یہ امت آپ کی شفقت سے محروم ہی رہے گی؟

جواب: اس سوال کا جواب دیا ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین اگرچہ آپ کسی مرد کے باپ نہیں جسمانی لحاظ سے لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور رسول امت کا روحانی باپ ہوتا ہے اور روحانی باپ کی شفقت جسمانی باپ سے بہت زیادہ ہوتی ہے اسی لئے آپ ﷺ راتوں کو تہجد میں کھڑے ہو کر اپنی امت کے لیے اتنا روتے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے تھے یہ امت پر انتہائی شفقت کی دلیل ہے۔

سوال: اور سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ جس طرح جسمانی باپ کی جسمانی اولاد باپ کی وفات کے بعد باپ کی جائیداد کی وارث قرار پاتی ہے اسی طرح آپ کی روحانی اولاد یعنی امت میں سے کوئی آدمی آپ کے منصب نبوت میں آپ کا وارث ہوگا کہ وہ امتی بھی کہلائے اور نبی بھی تو اس اشکال کا

جواب: یہ دیا گیا ''و خاتم النبیین'' آپ چونکہ آخری نبی ہیں اس لیے آپ کا کوئی امتی منصب نبوت میں آپ کا وارث نہ ہوگا۔ اس آیت کی تشریح خود رسول پاک ﷺ نے فرمائی۔ وانہ سیکون فی امتی ثلاثون کذابون دجالون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین ولا نبی بعدی (ترمذی صفحہ ۴۵ جلد ۲) آپ نے فرمایا میری امت میں تیس آدمی ہوں گے جو بڑے جھوٹے اور بڑے فراڈیے ہوں گے۔ دجال عربی زبان میں ایسے فراڈیے کو کہتے ہیں جو دودھ میں پانی ملا کر اس پانی کو دودھ کے بھاؤ بیچ ڈالے اسی طرح بعد میں آنیوالوں کو دجال فرمایا کہ اپنی وہ اپنی جھوٹی نبوت کو میری سچی نبوت کے ساتھ ملا کر پیش کیا کریں گے وہ امتی بھی کہلائیں گے اور نبی بھی اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اقدس ﷺ کے بعد امتی نبی کہلائے ہمیں حکم ہے کہ نہ اس سے بحث کریں نہ کوئی دلیل مانگے بلکہ

فوراً کہیں تو کذاب اور دجال ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا "میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نہیں" تو معلوم ہوا کہ کسی امتی کا نبی بننا بھی آیت خاتم النبیین اور حدیث متواتر "لانبی بعدی" کے خلاف ہے۔ خود مرزائی اپنی کتاب سراج منیر میں لکھتا ہے۔ شعر

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بر وشد اختتام

(خزائن ج 12 ص ایضاً)

ترجمہ۔ ہے وہ رسولوں میں بہترین اور لوگوں میں بہترین ہر نبوت اس پر ختم ہوئی ہے۔ ۱۲ صفدر)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی تحذیر الناس میں فرماتے ہیں کہ حدیث "لانبی بعدی" ایسی متواتر ہے جیسے عدد رکعات نماز جس طرح ان کا منکر کافر ہے اسی طرح اس کا منکر بھی کافر ہے ترمذی شریف میں حدیث ہے "لو کان نبی بعدی لکان عمر ابن الخطاب" (ترمذی صفحہ نمبر ۲۰۹ ج ۲۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا وہ عمرؓ بن الخطاب ہوتا) ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ آپ کے امتی تھے اگر آپ کو نبوت بھی مل جاتی آپ امتی نبی ہی کہلاتے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد امتی نبی کا ہونا بھی محال ہے جیسے کہتے ہیں لو کان زید حماراً لکان ناھقا (اگر زید گدھا ہوتا تو ہینگنے والا ہوتا) اسی طرح بخاری اور مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ...... الا انہ لا نبی بعدی ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت ہارون علیہ السلام تابع نبی تھے اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا افعصیت امری (سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۹۳۔ کیا پھر تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی) تو معلوم ہوا جیسے ہارون علیہ السلام تابع نبی تھے آپ کے بعد کوئی تابع نبی بھی نہیں ہو سکتا۔ اس پر وہ قادیانی اٹھ کر چلا گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

قادیانیوں کے ساتھ مناظرہ نمبر ۲:

ایک قادیانی نے یہ دلیل بیان کی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی پیدا فرمائے لیکن ان سب میں افضل نبی آپ ﷺ ہیں اور آپ کے افضل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ باقی نبیوں کی تابعداری سے لوگ ولی غوث قطب اور صحابی بن جاتے تھے لیکن ہمارے نبی پاک کی تابعداری

سے ولی اور صحابی ہی نہیں بلکہ نبی بھی بنتے ہیں میں (استاد محترمؒ) نے اس سے کہا کہ وہ تابعداری کا بیان کرو کتنی تابعداری سے نبی بن سکتا ہے؟

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے نبی کی جتنی تابعداری کی اس کی مثال کسی اولیاء امت میں نہیں مل سکتی اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک میں ان کی تابعداری کی تعریفیں فرماتے ہیں ان کو رضا کا تمغہ عطا فرمایا لیکن کسی کو نبوت نہیں دی میں نے پوچھا کہ وہ کونسی تابعداری تھی جو مرزا قادیانی [illegible] اور صدیق اکبرؓ سے نہ ہو سکی وہ صدیق اکبرؓ جس نے دو مرتبہ اپنا پورا گھر لا کر نبوت کے قدموں پر [illegible] وہ صدیق اکبرؓ جنہوں نے سانپ کے منہ میں پاؤں دے کر اپنی جان تک کی قربانی پیش کرنے [illegible] کیا وہ کونسی تابعداری تھی جو مرزا قادیانی نے کر لی لیکن حضرت عمرؓ سے نہ ہو سکی حضرت عثمانؓ سے نہ ہو سکی بلکہ تیرہ سو سال میں کسی مجتہد، کسی ولی اللہ، کسی محدث، کسی مجدد سے بھی نہ ہو سکی۔

نبی کی تابعداری میں ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی چیز نماز ہے مرزا قادیانی گھر میں [illegible] عورتیں حجہ، منشانیں، سکینہ (یہ عورتیں اس کی عاشقہ تھی اور ان سے غلط تعلقات تھے) کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اپنی زندگی میں کبھی دو آنے بھی زکوٰۃ نہ دی وہ لکھتا ہے کہ مجھے تبخیر کا دورہ پڑ جاتا ہے وہ جہاد کا بھی منکر تھا، حج بھی اس کو نصیب نہ ہوا زندگی بھر میں ایک روزہ رکھا دوسرے روزے میں "ہسٹریا" کا دورہ پڑ گیا جو عام طور پر لڑکیوں کو پڑا کرتا ہے خود براہین" میں لکھتا ہے کہ "مجھے دن میں سو مرتبہ پیشاب آتا ہے" (خزائن ج 17 ص 471)۔ جس کا [illegible] قائم نہ رہ سکے وہ عبادت خاک کریگا اس لیے اس کی وہ عبادت بتائی جائے جو تیرہ سو سال میں کوئی انسان نہ کر سکا کہ اس کو بھی نبوت مل جاتی۔

پھر میں نے مرزا قادیانی کی کتاب "دافع البلاء" اٹھائی اس کے آخر میں مرزا قادیانی کا ایک اشتہار تھا جو اس نے اپنے ایک مرید چراغ دین جمونی کے خلاف دیا تھا۔ بات یہ ہوئی کہ چراغ دین نے دعویٰ کر دیا کہ میں نے مرزا قادیانی کی اتنی تابعداری کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی نبی بنا دیا ہے مرزا قادیانی اس پر بڑا سیخ پا ہوا اور کہا یہ بالکل جھوٹا ہے اور اس کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی جب تک میرے یہ مریدوں سے معافی نہ مانگے کیونکہ اس نے یہ دعویٰ کر کے میرے سب مخلص مریدوں کی سخت توہین کی

ہے جولوگ سال ہا سال سے میری خدمت کررہے ہیں ان کو نبوت نہ ملی اور یہ شخص جس نے کبھی میری خاص خدمت بھی نہیں کی اس کو نبوت مل گئی۔اس کے بعد میں نے کہا بالکل اسی طرح مرزا قادیانی یہ دعویٰ کر کے کہ حضور پاک ﷺ کی تابعداری سے مجھے نبوت مل گئی ہے تمام صحابہ کرامؓ اور تیرہ سو سال کے تمام مسلمانوں کی سخت توہین کی ہے اس لیے اس پر تو اب توبہ کا دروازہ بند ہے کوئی صورت دنیا میں اب توبہ کی نہیں اس پر قادیانی مناظر نے صاف لفظوں میں اعتراف کرلیا کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

قادیانیوں کے ہاں قرآن وحدیث سے کیا مراد ہے؟

مرزائی بحث اور مناظرہ کے وقت قرآن وحدیث کا بہت نام لیتے ہیں اس سے ان کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ گویا وہ قرآن وحدیث کو مانتے ہیں بلکہ اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی کتابیں جو اردو زبان میں ہیں لوگوں کے سامنے نہ آئیں قرآن وحدیث چونکہ عربی زبان میں ہے اور سامعین چونکہ عربی نہیں جانتے اس لیے کوئی آیت پڑھ کر اس کا کیسا غلط سا ترجمہ کریں اس مناظر کی پارٹی یہی کہے گی کہ دیکھو قرآن پیش کردیا اور اس کا عوام پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے ہمیں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ مناظرہ میں مرزا قادیانی کی کتابیں پیش کریں اردو میں۔ چنانچہ ایک جگہ مناظرہ تھا مناظرہ ختم نبوت اور اجرائے نبوت پر تھا مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اقدس ﷺ کے بعد کوئی صاحبِ شریعت نبی پیدا نہیں ہوسکتا اگر کوئی صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ کافر ہے ہاں غیر تشریعی نبی آسکتا ہے میں نے کہا میں یہ اگر ثابت کردوں کہ مرزا کا دعویٰ صاحبِ شریعت نبی ہونے کا تھا تو پھر آپ کو ماننا پڑے گا کہ وہ کافر تھا اور اس کے ماننے والے بھی کافر ہیں اس پر میں نے تین چیزیں پیش کیں۔

نمبر ۱: مرزا قادیانی نے اپنی کتاب "اربعین" میں صاف لفظوں میں دعویٰ کیا ہے کہ میں صاحبِ شریعت نبی ہوں وہ لکھتا ہے۔ اگر میرے مخالف یہ سمجھتے ہیں کہ مجھ پر کوئی شریعت نازل نہیں ہوئی تو یہ بات بھی غلط ہے شریعت کہتے ہیں امر و نہی کو میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی تو یہ صاف طور پر صاحبِ شریعت نبی ہونے کا دعویٰ ہے۔

نمبر ۲: دوسری بات میں نے یہ پیش کی کہ اس نے قرآن پاک کی ایسی آیتیں اپنے اوپر فٹ کیں ہیں جن

میں رسول آتا ہے جیسے وہ کہتا ہے کہ هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله (سورۃ فتح آیت نمبر ۲۸۔ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر اور سچے دین پر تاکہ اوپر رکھے اس کو ہر دین سے) اس آیت میں میرا ذکر ہے جس کے زمانہ میں دین اسلام ایسا غالب ہوگا کہ کفر دنیا سے ختم ہو جائے گا اپنی کتاب ایک غلطی کے ازالہ میں لکھتا ہے۔ "محمد رسول الله والذین معه" (سورۃ فتح آیت نمبر ۲۹) اس وحی الٰہی میں مجھے "محمد" کہا گیا ہے اور "رسول" بھی اس مرزا نے نہ صرف یہ کہ رسول یعنی صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے بلکہ محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس لیے اس کا کفر یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بڑا ہے کیونکہ یہ فرقے اس لئے کافر ہیں کہ یہ حضور پر ایمان نہیں لائے لیکن کسی ہندو سکھ، عیسائی، یہودی نے حضرت پاک ﷺ کو ان کی کرسی سے ہٹا کر خود اس کرسی پر بیٹھنے کی جسارت نہیں کی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے نبی ہیں لیکن ہم ان کو ابراہیم تو مانتے ہیں لیکن اگر خدانخواستہ وہ یہ فرمائیں کہ مجھے تھوڑی دیر کے لیے محمد رسول اللہ مان لو تو ہم حضور پاک ﷺ کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے سچے نبی کو بھی محمد رسول اللہ ماننے کے لیے تیار نہیں چہ جائیکہ کسی کافر، مرتد اور زندیق کو محمد رسول اللہ مان لیں۔

نمبر ۳: تیسری بات میں نے یہ پیش کی کہ صاحب شریعت اور غیر تشریعی نبی کا فرق مرزا قادیانی نے اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں یوں بیان کیا ہے کہ صاحب شریعت نبی وہ ہوتا ہے کہ جس کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے لیکن غیر تشریعی نبی کے انکار سے آدمی کافر نہیں ہوتا مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ تین [illegible] سوسات کو مجھے الہام ہوا کہ جو مجھ پر ایمان نہیں لاتا وہ پکا جہنمی ہے اور حقیقۃ الوحی میں لکھتا ہے کہ عبدالحکیم کافر اور مرتد ہے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتا مرزا بشیر احمد ایم اے اپنی کتاب "کلمۃ الفصل" میں لکھتا ہے کہ جو رسول پاک ﷺ پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے اور جو حضرت مسیح موعود پر ایمان نہیں لاتا وہ نہ صرف کافر ہے بلکہ پکا کافر ہے مرزا بشیر الدین محمود "انوار خلافت" میں لکھتا ہے کہ اگر میرے گلے پر دونوں طرف تلوار رکھ دی جائے اور مجھے پوچھا جائے کہ مسیح موعود کا منکر کافر ہے تو میں یہی کہوں گا کہ وہ پکا کافر ہے۔

مرزا قادیانی نے نہ صرف یہ کہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہا بلکہ کنجریوں کی اولاد کہا چنانچہ اپنی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" ص ۵۴۷ پر لکھتا ہے ہر مسلمان میری کتابوں کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان

سے فائدہ اٹھاتا ہے مگر" الافریۃ البغایا "مگر کنجریوں کی اولاد (نہیں فائدہ نہیں اٹھاتی اور نہ ہی محبت سے دیکھتی ہے۔صفدرؔ)

نوٹ: مرزا قادیانی کے بڑے بیٹے مرزا افضل احمد اور مرزا سلطان احمد نے مرزے کو نہیں مانا اب سوال یہ کہ کیا وہ دونوں کنجری کے بیٹے تھے اور ان کی والدہ محترمہ "حرمت بی بی" کنجری تھی جس کے نکاح میں بیس سال کنجری رہی ہو اس کو مسیح موعود کہا جائے گا یا دلہ؟

فائدہ: سچ میں ہمیشہ جرأت ہوتی ہے اور جھوٹ میں جرأت نہیں ہوتی ہمارے نبی اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو میرے بعد دعوائے نبوت کرے وہ کذاب اور دجال ہے تھانے دار سے لیکر وزیر اعظم اور صدر تک کوئی اگر ہمارے سامنے کہے کہ میں نبی ہوں تو ہم فوراً کہیں گے کہ تو کذاب اور دجال ہے اس میں ذرا بھر جھجک محسوس نہیں کریں گے مرزائیوں سے بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ چلیں کسی ڈی سی، کمشنر یا وزیر سے پوچھیں کہ کیا تو مرزا پر ایمان رکھتا ہے اگر وہ کہہ دے کہ میں نہیں مانتا تو فوراً اس کے منہ پر کہیں گے کہ تیری ماں کنجری ہے اور تو کنجری کا بیٹا ہے ہم نے بار بار مرزائیوں کو اکسایا لیکن کوئی مرزائی اس کے لیے تیار نہیں ہوا بلکہ مرزا قادیانی اپنی کتاب "نجم الھدیٰ" میں مسلمانوں کو خطاب کر کے لکھتا ہے "ان اعداء ی صاروا خنازیر الفلاء و نساء ھم من دونھن اکلوب" میرے مخالف جنگلوں کے خنزیر اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں (خزائن ج 14 ص 53) تو کیا مرزا قادیانی کا مسلمانوں کو کافر کہنا، کنجری کے بیٹے کہنا بلکہ انسانیت ہی سے خارج قرار دے دینا کیا صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ نہیں؟

مرزا کی زندگی اور موت بھی لعنتی ہے

مرزا قادیانی کی زندگی بھی لعنتی تھی اور موت بھی لعنتی تھی مرزا قادیانی کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا کی ایک ہی پہچان تھی وہ تھی لعنت اور گالی۔ دنیا میں بہت سے مدعی گزرے ہیں جن میں سچے بھی تھے اور جھوٹے بھی تھے لیکن عموماً سب کا دعویٰ ایک ہوتا تھا مثلاً فرعون کا ایک ہی دعویٰ تھا کہ وہ خدا ہے مسیلمہ کذاب کا ایک ہی دعویٰ تھا کہ وہ نبی ہے لیکن مرزا قادیانی کے اتنے دعوے ہیں نہ اس کی قوم کا پتہ چلتا ہے نہ مذہب کا اور نہ ہی اس کی کسی حیثیت کا مثلاً کتاب البریہ میں لکھتا ہے کہ ہماری قوم

نسل برلاس ہے (خزائن ج 13 ص 162) لیکن جب احادیث میں پڑھا کہ حضرت امام مہدی سید ہوں گے تو یہ دعویٰ کر دیا میرا تعلق سید قوم سے ہے پھر جب مرزا کو مسیح بننے کا شوق ہوا تو مرزا نے اپنا تعلق یہودی قوم سے جوڑ دیا اور کہا کہ میں اسرائیلی ہوں شیخ اکبر کی فتوحات مکیہ میں یہ لکھا دیکھا کہ دنیا میں آخری بچہ چین میں پیدا ہوگا اس کے بعد قیامت آجائے گی تو مرزا نے اس کی تاویل کی کہ آخری بچہ سے آخری کامل نبی مراد ہے اور میں وہ ہوں کیونکہ ہماری کچھ نانیاں چینی النسل بھی تھیں جب ہندو بننے کا دل چاہا تو کہا میں رودر گپال کریشن جی مہراج ہوں اور جب جی آیا تو سکھ بن بیٹھا کہ میں امین الملک جے سنگھ بہادر ہوں اسی طرح مرزا قادیانی نے مبلغ اسلام سے اپنا دعویٰ شروع کیا پھر محدث بنا پھر محدث کا معنی تبدیل کیا پھر اپنی کتاب ازالہ اوہام میں حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف یہ نسبت کی کہ چونکہ محدث وہ ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کلام فرماتے ہیں اس لیے محدث کو ایک معنی میں نبی بھی کہا جاسکتا ہے اس لیے اس نے اس تاویل کے چکر میں نبوت کی طرف قدم بڑھانا شروع کیا اور نبوت کی کئی نئی قسمیں بنائیں جس کا کتاب وسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا مثلاً ظلی، بروزی، مجازی اس کے بعد کچھ مریدوں کے ملنے سے کچھ حوصلہ بڑھا تو پھر صاحب شریعت ہونے کا بھی دعویٰ کر دیا اور صاحب شریعت بھی ایسا کہ رسول اقدس ﷺ کی شریعت کے لیے ناسخ بن بیٹھا حضور پاک ﷺ نے فرمایا الجھاد ماض الی یوم القیمۃ (جہاد قیامت تک جاری رہے گا) اس نے جہاد کی حرمت کا اعلان کر دیا۔ پھر یہاں تک کہا کہ میری وحی اتنی قوی ہے اگر میں ایک لمحہ کے لیے اس کا انکار کروں تو کافر ہو جاؤں۔

مسئلہ ختم نبوت

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے سلسلہ نبوت جاری فرمایا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب برحق نبی آئے لیکن محمد ﷺ کو آخری اور خاتم النبیین قرار دیا گیا ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت میں ولکن نبیاً خاتم النبیین ہے آنحضرت ﷺ نے اس کی تشریح میں خود ارشاد فرمایا

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد دنیا میں کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں حدیث "لا نبی بعدی" اسی آیت خاتم النبیین سے ماخذ ہے اور ایسی ہی متواتر ہے جیسی احادیث مشعر تعداد رکعات نماز وغیرہ جس طرح ان کا منکر کافر ہے اسی طرح اس کا منکر بھی کافر ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی بھی پہلے خاتم النبیین کا یہی معنی لیتا تھا جو رسول اقدس ﷺ سے متواتر ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے ۱۸۹۱ عیسوی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ازالہ اوہام لکھی جس کے ص ۱۷۷، ۱۸۳، ۶۱۱، ۷۷ پر آیت خاتم النبیین کا یہی معنی لکھا ۱۸۹۳ میں آئینہ کمالات اسلام لکھی اسکے صفحہ ۳۷۷ پر یہی لکھا ما کان اللہ ان یرسل نبیا بعد نبینا خاتم النبیین و ما کان اللہ ان یحدث سلسلة النبوة بعد انقطاعها (یہ اللہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ ہمارے نبی خاتم النبیین کے بعد اور کوئی خاتم النبیین بھیجے اور نہ ہی یہ مناسب ہے اللہ کے لیے کہ نبوت کے سلسلہ کو (دوبارہ) پیدا کرے اس کے ختم ہونے کے بعد)

۱۸۹۴ میں حمامۃ البشریٰ ص ۶۶ میں یہی لکھا اور آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی کیونکر آوے حالانکہ آپ کی وفات کے بعد نبوت انقطاع ہوگئی اور آپکے ساتھ نبیوں کو ختم کر دیا گیا اسی کتاب کے ص ۷۹ پر ہے مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں کی جماعت میں جا ملوں ۱۸۹۶ میں حاشیہ جامع آتھم ص ۲۶ پر لکھتا ہے ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد رسول نبی ہوں اسی طرح ۱۸۹۷ میں سراج منیر پر لکھتا ہے حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین ﷺ پر بکلی بند ہیں۔ ۱۸۹۹ میں لکھتا ہے حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے اور آنحضرت ﷺ نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین سے اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر

[illegible] ہو چکی ہے کتاب البریہ ص ۱۸۴، اسی طرح ایام الصلح ص ۱۴۶ (خزائن ج 14 ص 393) [illegible] القلوب ص ۱۵۶ میں بھی اس بات کی تصریح ہے۔

قادیانیوں سے سوال

ہمارا سوال یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنی عمر کے تقریباً ساٹھ سال تک آیت خاتم النبیین کا وہ یہی [illegible] کرتا رہا جو خود رسول اقدس ﷺ سے تواتر اور اجماع سے ثابت تھا اس کے بعد جب اس نے یہ معنی [illegible] آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے یہ معنی کسی شیطان سے چورایا گیا [illegible] کہ اگر پہلا معنی اسلامی تھا تو یہ یقیناً کفر ہے مرزا قادیانی جب قرآن پاک کے معنی بگاڑ دیتا ہے [illegible] اور کتاب کا حوالہ دے تو اس پر کیسے اعتماد ہو سکتا ہے؟

"تحذیر الناس" کے بارے میں وضاحت

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحذیر الناس نامی رسالہ اثر ابن عباس [illegible] اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریح میں لکھا جس میں ذکر ہے کہ سات آسمانوں کی طرح زمین بھی سات ہیں ہر [illegible] میں ہماری زمین کے آدم علیہ السلام کی طرح ایک آدم اور نوح علیہ السلام کی طرح ایک نوح اور [illegible] محمد ﷺ کی طرح ایک محمد رسول اللہ ہیں اس پر یہ اشکال کیا گیا تھا کہ کیا یہ ممکن نہیں ہے دوسری [illegible] کے محمد رسول اللہ ہمارے زمین کے محمد رسول اللہ کے بعد ہوا اور وہ ہی حقیقی خاتم النبیین ہوں اس [illegible] بعد حضرت نے اس کے جواب میں یہ رسالہ لکھا اور آپ نے ختم نبوت کی تین قسمیں بتائیں۔

[illegible] ختم نبوت ذاتی۔ ہمارے نبی ﷺ کو بلا واسطہ نبوت عطا فرمائی اور باقی انبیاء کو حضور کے واسطہ سے اور [illegible] سے نبوت ملی جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورج کو بلا واسطہ اور بالذات روشن فرمایا لیکن چاند اور ستاروں کو روشنی سورج کے فیض اور واسطہ سے ملی اسی طرح چاند اور ستارے تو روشنی میں سورج کے واسطہ کے محتاج ہیں لیکن سورج اپنی روشنی میں چاند اور ستاروں کا محتاج نہیں اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اپنی [illegible] میں حضور پاک ﷺ کے واسطہ اور فیض کے محتاج ہیں لیکن حضور اقدس ﷺ اپنی نبوت میں اللہ کے سوا کسی کے محتاج نہیں آپ ﷺ اول النبیین بھی ہیں کیونکہ عالم ارواح میں سب سے پہلے نبوت آپ کو

ملی اور آپ آخر النبیین بھی ہیں کہ اس دنیا میں سب سے آخر میں پیدا ہوئے یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص پرکار کے ذریعہ دائرہ لگاتا ہے تو سب سے پہلے نقطہ لگتا ہے جس کو مرکز کہتے ہیں لیکن دائرہ بنتا نظر آتا ہے اور مرکز نہیں نظر آتا جب دائرہ مکمل ہو جاتا ہے تو پرکار اٹھائی جاتی ہے وہ نقطہ لگنے میں سب سے اول تھا لیکن وہ سب سے آخری ہے نظر آنے میں۔اس کے نظر آجانے کے بعد اب دائرہ میں کسی نقطہ کے علاوہ کی گنجائش نہیں رہتی یہ دائرہ سراپا مرکز کا محتاج ہے لیکن مرکز دائرہ کا محتاج نہیں ہے اس لیے مسلمانوں کا عقیدہ ہے ہمارے نبی پاک ﷺ دوسرے نبیوں کی طرح صرف اسی امت کے نبی ہی نہیں بلکہ امام الانبیاء ہیں (معراج کا واقعہ ذہن میں ہو) خطیب انبیا (میدان حشر) اور صاحب لواء ہیں۔حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کے لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

نمبر۲:ختم نبوت مکانی۔حضرت فرماتے ہیں کہ ساتوں زمینوں میں یہ زمین خاتم الاراضی ہے اس لیے اس زمین کے محمد رسول اللہ حقیقی خاتم الانبیاء ہیں۔

نمبر۳:ختم نبوت زمانی کہ زمانہ کے اعتبار سے آپ ﷺ سب نبیوں کے آخر میں پیدا ہوئے اس لیے آپ خاتم النبیین ہیں آپ کی ختم نبوت زمانی کا منکر کافر ہے

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کا جھوٹ اور ہمارا چیلنج

فاضل بریلوی نے تحذیر الناس سے الگ الگ عبارتیں لیکر ایک عبارت بنائی اور پھر اس کا عربی ترجمہ بھی بالکل غلط کیا اور عرب کے علماء سے اسی بات پر فتویٰ طلب کیا جو حضرت نانوتویؒ کی نہیں بلکہ احمد رضا خاں کی خانہ ساز تھی جس طرح کوئی کہے کہ معاذ اللہ قرآن پاک میں ہے ان الذین امنوا عملوا الصالحت سید خلون جهنم داخرین کوئی اس کو قرآن کی آیت نہیں کہے گا نہ اس کے مطلب کو قرآن کا مطلب کہا جائے گا اسی طرح اگر کوئی قادیانی قرآن پاک سے ایک جگہ سے لفظ "غلام" لے اور دوسری جگہ سے لفظ "احمد" لے اور تیسری جگہ سے لفظ "نبی" لے اور کہے کہ دیکھو قرآن میں ہے غلام احمد نبی ہے وہ کونسا جاہل ہے جو اس کو قرآنی مسئلہ مانے گا بلکہ یہی کہا جائے گا کہ یہ قرآن پر سرے سے بہتان ہے اسی طرح اعلیٰ حضرت کی ذریت سے بھی ہمارا مطالبہ ہے کہ جو مسلسل عبارت اعلیٰ

رضا نے علمائے حرمین کے سامنے پیش کی ہمیں وہ عبارت مسلسل تحذیر الناس ہی میں دکھائیں اور اس کا عربی ترجمہ دیکھ لیں اگر یہ عبارت مسلسل دکھا دیں تو ہم ان کو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے اور اگر نہ دکھا سکے اور قیامت تک نہیں دکھا سکیں گے تو یہ ماننا پڑے گا کہ اگرچہ قادیانی بھی جھوٹ بولتا رہا لیکن قادیان اس دیدہ کر حرمین میں جھوٹ بولنا اسی اعلیٰ حضرت کی ہمت ہو سکتی ہے مرزا جیسے ادنیٰ حضرت اس کی جرأت نہ کر سکے جھوٹ بولنے میں مقام مرزا قادیانی سے بہت بلند ہے اسی عبارت پر "گیاہ" صوبہ بہار میں مولانا منظور احمد صاحب نعمانی کا مولوی حشمت علی تیلی بیتی جو اپنے آپ کو سگ بارگاہ رضوی کہتا تھا سے مناظرہ ہوا جو مناظرہ "گیاہ" کے نام سے مشہور ہے اور چھپا ہوا ہے حشمت علی تیلی بیتی نے اپنا تعارف یوں کرایا کہ میں ہوں سگِ بارگاہِ رضوی مولانا عطاء اللہ شاہؒ صاحب بخاری نے فرمایا میں نے بھی کچلے لکھنو سے منگوائے ہیں

مسئلہ ختم نبوت قرآن وسنت کی روشنی میں

(ختم نبوت جیسے قرآن پاک کی نصِ قطعی سے ثابت ہے (نصوص قرآنی سے ماقبل میں) اس طرح احادیث متواتر سے بھی ثابت ہے چند احادیث ملاحظہ ہوں۔الراقم الاثیم عبدالرزاق صفدر)

حدیث نمبر۱: صحیح بخاری ص ۴۹۱ ج ۱ پر حدیث ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء سیاست بھی کرتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا وانه لانبی بعدی و سیکون خلفاء فیکثرون (اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور خلفا ہوں گے وہ بہت زیادہ ہوں گے) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میں جس طرح وہ نبی بھی تھے جن پر خدا کی طرف سے احکام شریعہ نازل ہوتے تھے لیکن بہت سے ایسے نبی بھی تھے جو دوسرے نبی پر نازل شدہ احکام کو نافذ فرماتے تھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اب ایسے نبی بھی پیدا نہیں ہونگے جن کا مقصد صرف نفاذ شریعت ہو بلکہ اب یہ کام خلفاء سے کیا جائیگا اس لیے اب کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہوگا نہ احکام شریعت کو لانیوالا اور نہ احکام شریعت چلانیوالا مسلم شریف ص ۱۲۶ پر بھی یہ روایت موجود ہے۔

حدیث نمبر۲: صحیح بخاری صفحہ ۵۰۱ ج ۱ و مسلم صفحہ ۲۴۸ ج ۲ پر حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے

کہ رسول اقدس ﷺ نے اپنی اور پہلے نبیوں کی مثال ایک مکان سے دی جو بہت خوبصورت اور عمدہ بنایا گیا ہے مگر اس کے کسی کونہ میں ایک اینٹ کی جگہ باقی ہے لوگ اس مکان کو دیکھ کر متعجب ہیں اور صرف عیب نکالتے ہیں کہ اس میں ایک اینٹ کی کمی ہے فرمایا قصرِ نبوت کی وہ آخری اینٹ میں ہوں "جئت فختمت الانبیاء" (میں آیا پس نبیوں کو ختم کر دیا گیا) اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اس قصرِ نبوت میں رسولوں کی اینٹیں بھی تھیں اور نبیوں کی بھی اب وہ محل مکمل ہو چکا وہاں نہ کسی ظلی نبی کی ضرورت ہے نہ بروزی کی۔

حدیث نمبر ۳: صحیح مسلم صفحہ ۱۹۹ کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے تمام نبیوں پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے ان میں سے ایک یہ بات ہے وارسلت الی الخلق کافۃ و ختم بی النبیون (مجھے ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے اور میرے ساتھ نبیوں کو ختم کیا گیا ہے) یعنی اور کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

حدیث نمبر ۴: ابوداؤد صفحہ ۲۳۴ ج ۲، ترمذی صفحہ ۴۵ ج ۲ پر ہے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی (بے شک میری امت میں تیس جھوٹے (مدعیان نبوت) ہوں گے وہ سب گمان کریں گے وہ نبی ہیں میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں) اس کے ہم معنی روایت بخاری صفحہ ۵۰۹ ج ۱، صفحہ ۱۰۵۴ ج ۲، مسلم صفحہ ۳۹۷ ج ۲، ابوداؤد صفحہ ۲۴۸ ج ۲ پر ہے اس میں آپ نے "فی امتی" فرما کر یہ بھی واضح فرما دیا کہ وہ ایسے دجال اور فریبی ہونگے امتی بھی کہلائیں گے اور نبی بھی لیکن وہ دونوں دعوؤں میں جھوٹے ہونگے کیونکہ جب دعوائے نبوت کیا تو وہ امتی بھی نہ رہے اور نہ ہی نبی ہوئے بلکہ لسان نبوت سے دجال اور کذاب کا لقب پالیا۔

حدیث نمبر ۵: بخاری صفحہ ۶۳۳ ج ۲، مسلم صفحہ ۲۷۸ ج ۲ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون بموسیٰ الا انہ لانبی بعدی وفی روایۃ مسلم انہ لانبوۃ بعدی تیرا مرتبہ

میرے نزدیک ایسے ہے جیسے ہارون علیہ السلام کا مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک مگر تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں اور مسلم کی روایت میں ہے تحقیق نہیں ہے نبوت میرے بعد) حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حضور پاک ﷺ کے امتی ہیں اگر ان کو نبوت مل جاتی تو وہ امتی نبی ہی ہوتے لیکن آپ ﷺ نے ایسی نبوت کی بھی نفی فرما دی اور فرمایا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت رسول تھے لیکن حضرت ہارون علیہ السلام ماتحت نبی تھے اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو ڈانٹ بھی لیتے تھے (افعصیت امری) تو معلوم ہوا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے تابع نبی ہارون علیہ السلام تھے اب میرے بعد ایسا کوئی تابع نبی بھی نہیں ہوگا۔

حدیث نمبر ۶: ترمذی صفحہ ۲۰۹ ج۔۲، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا لو کان نبی بعدی لکان عمر ابن الخطاب (اگر میرے بعد نبی ہوتا تو وہ البتہ عمر بن خطابؓ ہوتے) ظاہر ہے حضرت عمرؓ امتی ہیں اگر نبی پاک ﷺ کے بعد ان کو نبوت مل جاتی تو وہ امتی ہی کہلاتے لیکن رسول اقدس ﷺ نے ایسے نبی کو بھی ختم نبوت کے خلاف فرمایا۔

حدیث نمبر ۷: بخاری صفحہ ۵۰۱ ج۔۱، پر ہے انا العاقب مسلم صفحہ ۲۱۶ ج۔۲ پر حضرت پاک ﷺ نے خود عاقب کی تشریح فرمائی لیس بعدہ نبی (ان کے بعد یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) اور ترمذی صفحہ ۱۰۷ ج۔۲ پر آپ ﷺ نے "العاقب" کی یہی تشریح فرمائی لیس بعدہ نبیٌ۔

حدیث نمبر ۸: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا انا آخر الانبیا وانتم آخر الامم (میں نبیوں میں آخری ہوں اور تم آخری امت ہو) (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۷)

حدیث نمبر ۹: حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کنت اول النبیین فی الخلق واخرھم فی البعث (میں نبیوں میں سب سے پہلا ہوں پیدائش میں اور ان سے آخری ہوں مبعوث ہونے میں یعنی بھیجے جانے میں ابونعیم فی الدلائل صفحہ ۶)

حدیث نمبر ۱۰: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ان الرسالۃ والنبوۃ

قد انقطعت فلانبی بعدی ولا رسول بعدی ولکن بقیة المبشرات قالوا اما المبشرات قال رؤیا المسلمین جزؤ من اجزاء النبوة (بے شک رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہے پس کوئی نبی نہیں ہوگا میرے بعد اور نہ کوئی رسول ہوگا میرے بعد اور لیکن مبشرات باقی ہیں صحابہ نے عرض کیا کیا ہیں؟ مبشرات؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کے خواب جو نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ ہیں) (مسند ابی یعلی بحوالہ فتح الباری صفحہ ۴۸۳ جزو ۲۸)

مرزا محمود نے "جزؤ من اجزاء النبوة" کا مطلب "نوع من انواع النبوة" لیا ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ جز پر کل کا اطلاق نہیں ہو سکتا مثلاً پانی، مٹی، آگ، ہوا یہ انسان کے اجزاء ہیں لیکن پانی کے تالاب کو کوئی انسان نہیں کہتا نہ ہی مٹی کے ڈھیر کو کوئی انسان کہتا ہے انسان بعض اس کا جزو ہے لیکن ایک بعض کو کوئی انسان نہیں کہتا اللہ اکبر نماز کا جزو ہے لیکن صرف اللہ اکبر کہنے والے کو کوئی نمازی نہیں کہتا۔

عقیدہ ختم نبوت جزو ایمان ہے

عقیدہ ختم نبوت کلمہ شہادت کی طرح جزو ایمان ہے مستدرک حاکم صفحہ ۲۱۴ ج۔ ۳ پر حضرت زید بن حار[ثہ] کا ایک لمبا واقعہ ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک کافر کو مسلمان کیا اور کہا تو یہ شہاد[ت] دے لا الہ الا اللہ وانی خاتم انبیاءہ ورسلہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور [بے] شک میں اس کے نبیوں اور رسولوں کو ختم کرنے والا ہوں) بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ختم نبوت کا ذکر قبر میں بھی ہوگا چنانچہ درمنثور صفحہ ۱۶۵ ج۔ ۶ پر بحوالہ ابویعلی یہ حدیث ہے کہ فرشتوں کے سوال [کے] جواب میں میت کہے گا الاسلام دینی و محمد نبی و ھو خاتم النبین فیقولان لہ صدقت (اسلام میرا دین ہے اور محمد ﷺ نبی ہیں اور وہ نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں پس وہ دونوں فر[شتے] کہیں گے تو نے سچ کہا)

قادیانیوں کا ایک مغالطہ:

قادیانی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا قولوا اخاتم النبیین ولا تقولو الانبی بعدہ (تم کہو خاتم النبیین اور نہ کہو تم لا نبی بعدہ) یہ روایت مصنف

ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۰۹ ج۔ ۹ پر ہے۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے تبھی تو فرمایا لا تقولو الا نبی بعدہ گویا انکا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے (معاذ اللہ)

مغالطہ کا رد

اس روایت کی سند میں ابن ابی شیبہ اور سیدہ عائشہؓ کے درمیان دو راوی ہیں ا۔ حسین ابن محمد ہو ثقہ ہے (الجرح والتعدیل صفحہ ۶۲ ج۔ ۳) ۲۔ جریر بن حازم ہے یہ راوی بھی بخاری اور مسلم کا راوی ہے اس کی پیدائش ۹۰ ھ میں اور وفات ۱۷۵ ھ میں ہے (تہذیب التہذیب صفحہ ۷۱ ج۔ ۲)
حضرت مولانا لال اختر حسینؒ صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ "ختم نبوت اور بزرگان دین" میں لکھا تھا کہ اس قول کی سند نہیں ہے اگر کوئی سند پیش کر دے تو ہم ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے چونکہ ان کی زندگی میں ابن ابی شیبہ مکمل نہیں چھپی تھی اس لیے ان کے سامنے یہ سند نہیں تھی اب ان کے چیلنج کو ان الفاظ میں تبدیل کر دینا چاہیے اگر کوئی شخص قول کی متصل سند دکھا دے تو دس ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا کیونکہ جریر بن حازم کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ثابت نہیں یہ انکی وفات کے تقریباً تیس سال بعد پیدا ہوئے۔

دوسری بات یہ کہ اس کے متصل ہی حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کا قول ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی نے کہا صلی اللہ علی خاتم الانبیاء لانبی بعدہ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا حسبک اذا قلت خاتم الانبیاء فانا کنا نحدث ان عیسیٰ خارج فان ھو خرج فقد کان قبلہ وبعدہ اس کی سند میں مجالد بن سعید ہے تقریب التہذیب صفحہ ۳۲۸ ج پر ہے لیس بالقوی ۔ نیز اس سے یہ بھی وضاحت ہو گئی کہ صحابہ کرام ختم نبوت کے ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے بھی قائل تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ لانبی بعدہ کا یہ مطلب نہ سمجھ لینا کوئی پہلا نبی ہو زندہ بھی دوبارہ نہیں آ سکتا جیسے مرزا قادیانی نے کہنا شروع کر دیا جس طرح نئے نبی کا آنا ختم نبوت کے خلاف ہے اسی طرح پرانے نبی کا آنا بھی ختم نبوت کے خلاف ہے۔

مرزا کا دعویٰ نبوت:

قادیانی عموماً کہا کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا

بلکہ وہ غیر تشریعی نبی تھے۔ لیکن یہ مرزا قادیانی کی چال بازیاں تھیں وہ کبھی نبوت کا دعویٰ کرتا اور کبھی اہل اسلام کے ڈر سے اس کو مجازی، ظلی اور بروزی کے لفظوں میں چھپاتا لیکن آخر "اربعین" میں اس نے کھل کر دعویٰ کر ہی دیا کہ میں صاحب شریعت نبی ہوں

چند عبارتیں ملاحظہ ہوں

۱۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ پر لکھتا ہے اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں در حقیقت یہ خرقِ عادت نشان ہیں اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی انکا شمار کیا جائے تب بھی نشان جو ظاہر ہوئے دس لاکھ سے زیادہ ہونگے۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۶،۵۸ پر ہے اگر خطوط بھی اس کے ساتھ شامل کئے جائیں جن میں قبل از وقت خبریں دی گئیں تو شاید یہ اندازہ کروڑ تک پہنچ جائے پھر لکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھائے ہیں کہ اگر ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو جائے گی ۔(چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷) مرزا قادیانی اپنے ان کروڑ معجزات کے مقابلہ میں رسول اقدس ﷺ کے بارے میں لکھتا ہے مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۶۳)

۲۔ مرزا قادیانی نے نہ صرف نبی ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کر دیا چنانچہ لکھتا ہے **محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار الآیہ** اس وحی الٰہی میں مجھے "محمد" کہا گیا ہے اور "رسول" بھی (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳)

۳۔ صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور لکھتا ہے۔ کیونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام بھی اس لیے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو مجھ پر ہوئی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے اور خدا نے میری وحی میری تعلیم اور میرے بیت کو نوح کی کشتی قرار دیا

ہے اور تمام انسانوں کے لیے مدارِ جنت ٹھہرایا ہے۔ جس کی آنکھ ہو دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے (اربعین صفحہ ۷ نمبر ۴)

۴۔ **قل يا ايها الناس انی رسول الله اليكم جميعًا** (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۸۔ تو کہہ اے لوگو میں رسول اللہ کا تم سب کی طرف) (البشریٰ صفحہ ۵۶ ج۔ ۲) اس میں بعثتِ عامہ کا دعویٰ کیا ہے

۵۔ **واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى** (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۵۔ اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ نماز کی جگہ)

۶۔ انا انزلناہ قریباً من القادیان (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۸) اس میں اپنے آپ کو ابراہیم اور قادیان کو قبلہ قرار دیا ہے۔

آنچہ داداست ہر نبی را جاں   دادآں جام را مرا بر تمام

۷۔ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ تورات اور انجیل اور قرآن کریم پر تو کیا یہ توقع ہو سکتی ہے کہ میں انکی ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں جس کی حق الیقین پر بناء ہے (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۲۵)

۸۔ جو شخص حَکَم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو خدا سے علم پا کر رد کرے (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۸)

۹۔ ہم اس کے جواب میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۳۰)

مرزا نے اسلام کے بہت سے مسائل منسوخ کر دیئے

مرزا قادیانی نے اسلام کے بہت سے مسائل کو منسوخ کر دیا۔

نمبر ۱: اسلام میں ختم نبوت پر ایمان ضروری تھا اس نے کہا جو مجھ پر ایمان نہیں لاتا وہ مسلمان نہیں ہے۔

نمبر ۲: شریعت محمدی میں قرآن خدا کی کامل اور آخری وحی تھی اس کے بعد کسی اور پر بھی ایمان نہیں رکھنا

چاہیے مگر مرزا کہتا ہے کہ میری وحی کا مجموعہ تذکرہ جو تقریباً چار قرآنوں کے برابر ہے وہ بھی قرآن کی طرح قطعی وحی ہے۔

نمبر۳: اسلام میں قیامت مدار نجات ہے اور اس میں مدار نبی پاک ﷺ کی تابعداری ہے مرزا کہتا ہے کہ جو مجھ پر ایمان نہیں لاتا اس کی نجات نہیں۔

نمبر۴: شریعت محمدیہ میں جہاد کا حکم قیامت تک جاری ہے لیکن مرزا قادیانی نے جہاد کو منسوخ کر کے جہاد کو حرام قرار دیا ہے جب جہاد منسوخ ہو گیا تو تمام احکام غنیمت، خمس اور جزیہ منسوخ ہو گئے۔

مرزا سے پہلے جھوٹے مدعی نبوت

نمبر۱: مسیلمہ کذاب: اس کے پانچ ہفتہ میں ایک لاکھ مرید ہوئے تھے (داستان مذاہب صفحہ ۲۹۷)

نمبر۲: اسود عنسی: اسکے بھی بہت سے پیرو ہو گئے تھے۔ اس نے شہر صنعاء پر قبضہ کر لیا۔

نمبر۳: صالح بن طریف: اس نے ۱۲۷ھ میں دعوائے نبوت کیا اور ۴۷ سال بعد اپنی موت مرا اس کے خاندان میں تین سو برس تک حکومت رہی اس کے زمانہ میں ۱۱۷ھ میں رمضان میں سورج اور چاند گرہن اکٹھے ہو گئے تھے۔

نمبر۴: ابو منصور عیسیٰ: اس نے ۳۴۱ھ میں دعوائے نبوت کیا اور رمضان ۳۴۶ھ میں گہنوں کا اجتماع ہوا۔ دعویٰ کے ۲۳ برس بعد مارا گیا (ابن خلدون صفحہ ۲۰۴ ج ۶)

نمبر۵: یحییٰ بن فارس: اس نے مصر کے علاقہ میں نبی عیسیٰ بن مریم ہونے کا دعویٰ کیا اور جادو کے زور سے مردہ بھی زندہ کر کے دکھایا (افادۃ الافہام صفحہ ۳۶۱ ج ۲)

نمبر۶: اسحاق اخرس خراسانی: اس نے دعوائے نبوت کیا اور بہت سے لوگ اس کے مرید ہو گئے (افادۃ الافہام صفحہ ۱۷۳) یہ قرآن اور تورات وانجیل کا حافظ تھا بغداد آ کر دعویٰ کیا (ساری عمر گونگا رہا)

نمبر۷: ایک آدمی نے اپنا نام مدتوں مشہور کیا کہ میرا نام "لا" ہے تقریباً اس کو بیس سال تک شہرت دیتا رہا بیس سال بعد اس نے دعوائے نبوت کر دیا کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ "لا نبی بعدی" کہ میرے بعد "لا" نبی ہوگا۔ (حج القرلمۃ صفحہ ۲۳۷)

نمبر۸: مغربی ممالک میں ایک عورت نے دعویٰ نبوت کر دیا جب اسے کہا گیا کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اس نے کہا حضور ﷺ نے کبھی نہیں فرمایا کہ میرے بعد نبینی (نبی کی مونث) نہیں آئے گی یعنی "نبی" تو مرد ہوتا ہے عورت کبھی نہیں ہو سکتی لیکن اس نے کہا کہ عورت کے نبی بننے سے حضور ﷺ نے کہیں منع نہیں کیا (عجیب استدلال ہے اس بدمعاش عورت کا۔ صفدرؒ) (حج القرلمۃ صفحہ ۲۳۷)

نمبر۹: بہاء الدین ایرانی۔ اس نے دعویٰ نبوت کیا اور دعویٰ نبوت کے بعد چالیس سال تک زندہ رہا (الکواکب البھامیۃ صفحہ ۳)

نمبر۱۰: عبداللہ مہدی ۔ اس نے افریقہ میں دعویٰ کیا اور "طرابلس" مصر کو فتح کر لیا چوبیس سال بعد اپنی موت مرا (تاریخ ابن اثیر صفحہ ۹۰ ج ۸)

نوٹ: رمضان ۱۳۱۱ھ میں سورج اور چاند گرہن جمع ہوا جس کو مرزا نے اپنی نبوت کی دلیل بنایا لیکن رمضان ۱۳۱۲ھ میں امریکہ میں چاند گرہن ہوا اور سورج گرہن بھی ہوا دونوں اکٹھے ہوئے جہاں مسٹر ڈوئی مدعی نبوت تھا تو مرزائی اس کو نبی کیوں نہیں مانتے؟

ایک روایت کے بارے میں وضاحت

ایک روایت میں آتا ہے کہ اول رات رمضان کی چاند گرہن ہوگا اور نصف رمضان میں سوج گرہن ہوگا اس کو مرزائی بہت پیش کرتے ہیں جھوٹ یہ بولتے ہیں کہ نبی ﷺ کی حدیث ہے کیونکہ اس روایت میں ہے قال محمد ان الفاظ کے آگے ابن علی ہے اس کو یہ لوگ بیان نہیں کرتے (مراد امام باقرؒ

ہیں) یہ ان کا قول ہے اس کی سند کا دارومدار عمرو بن۔۔ اور جابر جعفی پر ہے اور یہ کذاب ہیں اس روایت میں ہے کہ پہلی رات چاند گرہن ہوگا اور وسط میں سورج گرہن ہوگا لیکن مرزا کہتا ہے کہ پہلی رات سے مراد تیرہویں ہے اور وسط سے مراد ۲۶ ویں رات ہے مرزا نے اس کو اپنی دلیل بنایا ہے حالانکہ علم فلکیات کا ضابطہ ہے کہ ۳۰ سال بعد گہنوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ۱۳۱۲ھ مسٹر ڈوڈی والا خرق عادت تھا اس روایت کے اعتبار سے اس کو نبی کہنا چاہیے نہ کہ مرزائی قادیانی کو۔

مرزائیوں کا کلمہ

مرزا قادیانی نے نہ صرف نبی ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کردیا

چنانچہ لکھتا ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معہ اس وحی الٰہی میں مجھے 'محمدؐ' کہا گیا ہے اور رسول بھی (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳ (خزائن ج 18 ص 207)

ایک واقعہ: ایک مرتبہ حضرت استاد جیؒ نے دورانِ سبق ارشاد فرمایا کہ ایک پروفیسر سے مناظرہ ہوا (چونکہ وہ مرزائی تھا) اس نے کہا ہم تہجد کی نماز کی پابندی بھی کرتے ہیں پھر بھی ہم کافر ہیں فلاں آدمی عید کی نماز بھی نہیں پڑھتا وہ پھر بھی مسلمان ہے حضرت استاد محترمؒ نے فرمایا تمہیں اس نماز پڑھنے کی وجہ سے کافر نہیں کہتے اس نے کہا میں کلمہ گو ہوں اور کلمہ گو کو کافر نہیں کہنا چاہیے تو اس پر حضرت استاد محترمؒ نے ارشاد فرمایا میرا کلمہ سنو اس کے بعد فرمایا اگر "محمد" سے مراد میں اپنے آپ کو لوں تو میں کافر ہوں یا مسلمان؟ اس نے کہا کافر۔ حضرت استادؒ نے فرمایا یہی مرزا کہتا ہے کہ "محمد" میں ہوں (مرزا کی اوپر والی عبارت ملاحظہ ہو) پھر استاد محترمؒ نے فرمایا کہ سچی بات ہے کہ تم کلمہ گو ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ تم کلمہ میں "محمد" سے مراد "مرزا" لیتے ہو اس نے کہا قسم ہے ہم مرزا مراد نہیں لیتے پھر استاد محترمؒ نے فرمایا!

جیسے تمہارا نبی جھوٹا تم اس کے امتی بھی جھوٹے ہو تو تمہاری قسم کا کیا اعتبار کریں تم لاکھ بار قسمیں کھاؤ ہمیں تمہارے اوپر یقین نہیں آتا تم نے نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولنے سے گریز نہ کیا تو ہم تمہارے سامنے کیا شئے ہیں؟

الہاماتِ مرزا

نمبر ۱: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسمع ولدی (میرے لڑکے تو سن) (البشریٰ صفحہ ۴۹ جلد ۱)

نمبر ۲: انت منی بمنزلۃ ولدی (تو میرے نزدیک ایسا مرتبہ ہے جیسے میرا لڑکا) (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۱)

نمبر ۳: انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون (بے شک تیرا حکم ہے جب تو ارادہ کیا کسی چیز کا کہ کہے اس کو کہ تو ہو جا پس وہ ہو جائے گا) (براہینِ احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۵) یہاں مرزا نے اپنے لیے قدرت "کن فیکون" ثابت کی ہے۔

نمبر ۴: اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام فرمایا انا اصوم و افطر و انا انام و اسھر (میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں اور میں سوتا ہوں اور میں بیدار ہوتا ہوں) (تذکرہ صفحہ ۳۲۵)

نمبر ۵: لولاک لما خلقت الافلاک (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) (خزائن ج 22 ص 102) (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۵)

نمبر ۶: انت من ماءنا وھم من فشل (تو ہمارے نطفہ سے ہے اور وہ خشک مٹی سے ہے) (اربعین صفحہ ۳۹)

نمبر ۷: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انا اخطی و اصیب (میں کبھی خطا کرتا ہوں اور کبھی صواب کو پہنچتا ہوں) (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶)

مسیح موعود بننے کا طریقہ

مرزا قادیانی لکھتا ہے: مجھے پہلے مریم بنایا گیا اور پھر حاملہ ٹھہرایا گیا کچھ عرصہ بعد جو دس ماہ سے زائد نہیں پھر مجھے درد زہ کھجور کے تنے کی طرف لے گئی میں نے پاؤں پر زور ڈال کر پورا زور لگایا تو میں خود ہی پیدا

ہو گیا اس طرح میں عیسیٰ بن مریم کہلایا (کشتی نوح صفحہ ۴۷)

مرزا کے مزید الہامات اور کشوف

۱۔ ایک دفعہ مجھے کشفی طور پر ۲۴۴ یا ۲۴۳ روپے دکھائے گئے پھر اردو میں الہام ہوا کہ ماجھے خاں کا بیٹا شمس الدین پٹواری ضلع لاہور سے بھیجنے والے ہیں (تریاق القلوب صفحہ ۵۳)

۲۔ کشف میں دیکھا ہے ایک کاغذ پر لکھا ہے آتش فشاں (مکاشفات صفحہ ۴۳)

۳۔ کشفی حالت میں مجھے ایک شیشی دکھائی گئی جس پر لکھا تھا پیپر منٹ (مکاشفات صفحہ ۳۸)

۴۔ الہام: ہیضہ کی آمد ہونیوالی ہے (البشریٰ صفحہ ۱۳۲ ج-۲)

۵۔ کشفی حالت میں میں نے بادام دیکھے اور کشف کا اتنا غلبہ تھا کہ میں اٹھا کہ مغز بادام لوں (مکاشفات صفحہ ۶۰)

۶۔ میں نے کشف میں دیکھا کہ میرے مقابلہ میں کئی لوگوں نے پتنگ چڑھائی لیکن میں نے سب کی پتنگ کاٹ دی تو کسی نے کہا غلام احمد کی جے یعنی فتح (مکاشفات صفحہ ۶۰)

۷۔ انگریزی میں الہام ہوا: ورک اینڈ ٹو گرلز ایک کام دو لڑکیاں

۸۔ الہام ہوا ربنا عاجن ہاتھی دانت (البشریٰ صفحہ ۴۳ ج-۱)

۹۔ الہام ہوا دس دن کے بعد موج دکھاتا ہوں

۱۰۔ الہام ہوا چوہدری رستم علی (البشریٰ صفحہ ۹۵)

۱۱۔ الہام ہوا غثم، غثم، غثم (البشریٰ صفحہ ۵۰ ج ۲)

۱۲۔ الہام ہوا آئل، پائل، شائل

۱۳۔ الہام ہوا عصر کے بعد ایک مرغی دیوار پر پھر رہی تھی مجھے بار بار کہتی تھی ان کنتم (البشریٰ صفحہ ۵۱ ج ۱)

۱۴۔ الہام ہوا پریشن عمر براطوس یا پرطوس سرعت الہام کی وجہ سے پورا لفظ سمجھ نہیں آیا (البشریٰ صفحہ ۵۱ ج-۱)

۱۵۔ الہام ہوا آئی لو یو (البشریٰ صفحہ ۱۷ ج-۱)

تبصرہ: ان الہامات اور کشوف کو الہام کہنے کی بجائے اگر اضغاث احلام یا احتلام کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے مرزا قادیانی ایک جگہ لکھتا ہے کہ میرا سچ اور جھوٹ پہچاننے کے لیے میری پیشین گوئیاں بھی معیار ہیں جن میں تین پیشین گوئیاں بہت اہم ہیں ایک مسلمانوں کے لیے اگر وہ سچی ہو گئی تو میرا امام مہدی ہونا سچا ہو جائیگا دوسری عیسائیوں کے لیے اگر وہ سچی ہو گئی تو میرا مسیح موعود ہونا ثابت ہو جائیگا تیسری ہندوؤں کے لیے اگر وہ سچی ہو گئی تو میرا رودر بھوپال اور کرشن جی مہاراج ہونا ثابت ہو جائیگا مسلمانوں کے لیے محمدی بیگم کی پیشین گوئی ہے عیسائیوں کے لیے عبداللہ آتھم کی ہندوؤں کے لیے لیکھ رام کی عجیب بات ہے تینوں پیشین گوئیاں غلط نکلیں۔

قرب قیامت میں دو مسیحوں کی آمد

مسلمان، عیسائی اور یہودی تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ قیامت کے قریب دو مسیح آئیں گے ایک مسیح صادق اور دوسرا مسیح کاذب جس کو دجال بھی کہتے ہیں اس پر بھی اتفاق ہے کہ مسیح کاذب قتل ہو گا اور مسیح صادق مقتول نہیں بلکہ قاتل ہو گا یہودی عیسائیوں کو یہی کہتے ہیں کہ چونکہ عیسیٰ بن مریم صلیب پر مارا گیا اس لئے وہ جھوٹا مسیح تھا۔ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ صلیب پر مر کر ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گئے تین دن مرے رہے اور دوزخ میں رہے اور چوتھے دن زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے اور قیامت کو تخت عدالت میں بیٹھ کر وہ سب لوگوں کا انصاف کریں گے۔

قرآن پاک یہودیوں اور عیسائیوں کے اس جھگڑے کے بعد نازل ہوا اور حکم اور فیصل بن کر آیا قرآن پاک نے سرے سے اسی کا انکار فرمادیا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے جس سے یہود کا عقیدہ غلط ہو گیا کہ مسیح ابن مریم معاذ اللہ دجال تھے اور عیسائیوں کا عقیدہ نجات اور کفارہ غلط ہو گیا احادیث مقدسہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرب قیامت میں اللہ تعالیٰ مشاہدہ سے حق اور باطل کا فیصلہ کریں گے چنانچہ دونوں مسیح بیک وقت لوگوں کے سامنے ہونگے اور سچا مسیح سب لوگوں کے سامنے جھوٹے مسیح کو قتل کرے گا اس سے پتہ چل جائے گا کہ یہ مسیح برحق ہیں اور وہ دجال تھا پھر جناب مسیح صلیبوں کے توڑنے کا حکم دیں گے تا کہ دنیا آنکھوں سے دیکھ لے کہ عیسائی عقیدہ صلیب میں بالکل جھوٹے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قطعاً مصلوب نہیں ہوئے اور نہ کفارہ بنے اس واقعہ سے جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے گا اس طرح مرزائیوں کا جھوٹا ہونا بھی ثابت ہو جائے گا کیونکہ حضرت عیسیٰ خود تشریف لا کر یہ واضح فرما دیں گے کہ جب میں اصل مسیح زندہ ہوں تو کسی بہروپئے مسیح کی ضرورت نہیں حضرت عیسیٰ کے بارے میں بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلیبوں کو تڑوا دیں گے اور خنزیروں کو قتل کروا دیں گے (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۹) اس لئے آج عیسائیوں کے گرجوں اور ان کے گھروں اور ان کی قبروں پر جو صلیب لٹک رہے ہیں ایک ایک صلیب مرزے کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے بلکہ دنیا میں اس وقت جتنے خنزیر پھر رہے ہیں ایک ایک خنزیر مرزائیوں کو چیلنج کر رہے ہیں کہ اگر تمہارا مرزا سچا مسیح ہوتا تو آج ہم دنیا میں نہ ہوتے تو گویا مسیح کا دجال کو سب کے سامنے قتل کر دینا اسلام کی صداقت اور یہودیت، عیسائیت اور قادیانیت کے باطل ہونے کی مشاہداتی دلیل ہوگا۔

پھر احادیث میں یہ بھی ہے کہ قتل دجال کے بعد حضرت عیسیٰ حج کریں گے اور حج کے بعد روضہ اطہر پر حاضری دیں گے اور جناب نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کریں گے حضرت پاک ﷺ سلام کا جواب ارشاد فرمائیں گے جس کو سب حاضرین سنیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں، عیسائیوں، مرزائیوں کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے ایک ہی نبی عیسیٰ کو کافی سمجھا لیکن مماتیوں کو جھوٹا کرنے کے لیے دو نبی مل جائیں گے ایک نبی باہر سے سلام عرض کریں گے تا کہ مماتی سمجھ لیں کہ حضرت پاک ﷺ اس قبر میں درود وسلام سنتے ہیں اور دوسرے نبی اندر سے سلام کا جواب دے کر یہ واضح فرما دیں گے کہ میری حیات اسی قبر میں ہے اور اسی قبر میں مدفون جسد اطہر فائض الحیات ہے حضرت عیسیٰ کی حیات اور آپ کے رفع آسمانی کا عقیدہ تو قرآن پاک نے واضح فرما دیا اور آپ کا نزول ایسی احادیث سے ثابت ہے جو معناً متواتر ہیں اسی لئے اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسد عنصری کیساتھ آسمانوں پر اٹھائے گئے اب تک وہاں زندہ ہیں قرب قیامت میں بیت المقدس میں نزول فرمائیں گے مقام لد پر دجال کو قتل کریں گے حج کے بعد حضرت امام مہدی کے ساتھ مل کر ملک عرب میں حکومت کریں گے کافروں سے جہاد کریں گے اس زمانہ میں جزیہ کا

حکم باقی نہیں رہے گا کافر یا مسلمان ہوں یا قتل ہوں اسی طرح پوری دنیا میں صرف ایک دین اسلام باقی رہ جائے گا اور تمام ادیان باطلہ مٹ جائیں گے مرزا قادیانی سے پہلے کسی مسلمان نے حضرت مسیح کی حیات کا انکار نہیں کیا مرزا قادیانی جو پندرہ روپے ماہوار پر کلرک تھا اس کو انگریزوں نے نبوت عطا کر دی کہ تو مسیح ہے اب جہاد کے خاتمے کا اعلان کر دے کسی شاعر نے کہا ہے۔

عجب یہ دور ہے اور عجب اس کی روانی ہے　　کہ معمولی کلرکوں نے نبی بننے کی ٹھانی ہے
نہیں شیوہ یہ نبیوں کا کہیں انگریز سے جا کر　　ہماری کیا نبوت ہے تمہاری مہربانی ہے

حضرت پسروری صاحبؒ تقریر سے پہلے یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے

الٰہی خیر ہو دور فتنہ آخر زمان آیا　　رہے ایمان و دیں سالم کہ وقت امتحان آیا

مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اب جس مسیح کے بارے میں احادیث میں پیشین گوئیاں ہیں ان کی جگہ میں مثیل مسیح ہو کر آیا ہوں اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جیسے ایک شخص دعویٰ کرے کہ فلاں شخص جو صاحب جائیداد تھا وہ فوت ہو گیا میں اس کا اکلوتا وارث ہوں اس لئے اس کی جائیداد میرے نام منتقل کرو اب اس موقعہ پر عدالت اس سے دو سرٹیفکیٹ مانگے گی نمبر۱: واقعی وہ فوت ہو چکا ہے اس کی موت کا سرٹیفکیٹ دیا جائے نمبر۲: تو کس حیثیت سے اس کا وارث ہے جب تک یہ دونوں سرٹیفکیٹ پیش نہ کرے جائیداد اس کے نام منتقل نہیں ہو سکتی اس طرح قادیانیوں کا فرض ہے کہ وہ ایک تو عیسیٰ کی موت کا سرٹیفکیٹ پیش کریں وہ جس عدالت میں اس کو رکھ لیا جائے عدالت اس کو قبول کرے دوسرا یہ کہ مرزا عیسیٰ کا کیا لگتا تھا کہ ان کی جائیداد مرزا کے نام منتقل کی جائے؟

(ایک عورت نے اپنے بیٹے سے کہا ہزار نمبردار بھی مرجائیں تو تو نمبردار نہیں بنے گا اسی طرح ہزار ہا عیسیٰ بھی مرجائیں تو مرزا مسیح نہیں بنتا: الراقم الاثیم عبدالرزاق صفدر)

ایک واقعہ: (استاذ محترم اپنا ایک واقعہ لکھواتے ہیں بڑا دلچسپ ہے ملاحظہ فرمائیں صفدر۔ استاذِ محترم نے فرمایا) ایک مناظرہ ہوا محمد منشا سے جس نے ساری زندگی قادیانیت کے لیے وقف کر دی تھی میں نے اس کو کہا کہ سرٹیفکیٹ پیش کرو (جس کی تفصیل اوپر مذکور ہوئی) اس نے آیت پیش کی وما محمد

الا رسول قد خلت من قبله الرسل اس نے ترجمہ کیا ”نہیں ہیں محمد مگر رسول اور مر گئے سارے رسول“ میں نے کہا کہ ”مر گئے“ اور "سارے" کسی نے ترجمہ میں یہ الفاظ استعمال کئے ہوں دکھائیں تو وہ نہ دکھا سکا پھر اس نے آیت پڑھی واذقال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک میں نے کہا موت تو ثابت ہوئی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی اس نے کہا کہ میں ۳۱ مناظرے جیت چکا ہوں کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا میری تقریر اس نے ٹیپ کی اس نے کہا میرے دل کے تالے اتنی جلدی نہیں کھل سکتے وہ چلا گیا کچھ دنوں کے بعد ملا اس نے کہا چلے پر جا رہا ہوں مسلمان ہو چکا ہوں کیونکہ ربوہ میں کوئی بھی آپ کی تقریر کا جواب نہ دے سکا (یہ گویا بطور حاشیہ کے واقعہ تھا اب اصل بات کی طرف آئیں۔ صفدرؔ) تو کوئی ایسی آیت یا حدیث وہ پیش نہیں کر سکتے جس میں اللہ یا رسول کا فرمان بصیغہ ماضی موجود ہو کہ عیسیٰ فوت ہو چکے اور نہ ہی کوئی ایسی آیت اور حدیث پیش کر سکتے ہیں جس میں مرزا کا عیسیٰؑ سے کوئی رشتہ ثابت کر سکیں۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایک مفصل نوٹ

فلما احس عیسیٰ منهم الكفر قال من انصاری الی الله قال الحوار یون نحن انصار الله امنا بالله و اشهد با نا مسلمون ...... (الایة) (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۲۔ پھر جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کے ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا) یہود کی چار تدبیریں تھیں نمبر۱: کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کیا جائے نمبر۲: گرفتار کرنے کے بعد سولی پر چڑھایا جائے نمبر۳: پھر سولی پر مرنے کے بعد آپ کی نعش مبارک کی خوب بے حرمتی کی جائے نمبر۴: اس طرح سے آپ کے دین اور مشن کو بالکل ختم کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیر کے مقابلہ میں فرمایا اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متو فیک و رافعک الی و مطهرک من الذین کفرو او جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفرو الیٰ یوم القیمة ثم الی مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیه تختلفون (سورۃ آل عمران آیت ۵۵۔ جس وقت کہ اللہ نے کہا! اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کردوں گا تجھ کو

کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہی تم سب کو پھر آنا ہے پھر فیصلہ کروں گا تم میں جس بات میں تم جھگڑتے تھے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ وہ تجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں لیکن انی متوفیک میں تجھے پورا پورا اپنے قبضہ میں لے لوں گا وہ گرفتاری کے بعد تجھے سولی پر چڑھانا چاہتے ہیں و رافعک میں اپنے قبضہ میں لیکر تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا وہ صلیب کے بعد تیرے جسم کو ذلیل و رسوا کرنا چاہتے ہیں۔ و مطهرک میں تیرے جسم کو ایسا پاک رکھوں گا کہ ان کے گندے ہاتھ اس تک پہنچ ہی نہیں سکیں گے وہ یہ سارا کھیل اس لئے کھیل رہے ہیں کہ دنیا سے تیرا دین مٹ جائے لیکن میں و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا تیرے تابعداروں کو قیامت تک کافروں پر غالب رکھوں گا اور اللہ تعالیٰ کی یہ چاروں تدبیریں کامیاب ہوئیں اسی لئے فرمایا واللہ خیر الماکرین ۔ مرزا کا کہنا ہے کہ جب کافروں نے آکر شہید کرنے کے لیے گھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی اے عیسیٰ علیہ السلام یہودی تجھے مارنا چاہتے ہیں انی متوفیک یہودیوں کا نمائندہ بن کر میں تجھے ماروں گا و رافعک الی اور مارنے کے بعد تیری روح اپنی طرف اٹھالوں گا جسم ان یہودیوں کے پاس ہی رہے گا۔ تا کہ وہ ایک ساتھ ذلت و رسوائی کا جو سلوک کرنا چاہیں کر لیں اور چھ سو سال بعد قرآن پاک میں تیری پاکیزگی کی آیت نازل کروں گا کہ مریم علیہا السلام اور عیسیٰ علیہ السلام دونوں پاک تھے اور اس وقت اگرچہ تیرے ماننے والے ذلیل کر کے بھلا دئے جائیں گے لیکن قیامت کے قریب میں انکو غلبہ دوں گا (اس مرزا کی کلام سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تدبیر یہودیوں کی غالب رہی۔ صفدرؔ) مرزا قادیانی نے جب تک مسیح ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا اس وقت یہی ترجمہ کرتا تھا اے عیسیٰ میں تجھے پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا (براہین احمدیہ صفحہ ۵۶۶ ج ۴) دوسری جگہ لکھتا ہے اے عیسیٰ میں تجھکو کامل اجر بخشوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا (براہین احمدیہ صفحہ ۶۱۰ ج ۴) قادیانی کہتے ہیں اس وقت مرزا نبی نہیں تھا اس لئے عام لوگوں سے سن لیا اور یہ معنی کر دیا لیکن مرزا کہتا ہے کہ جب میں نے براہین احمدیہ لکھی میں ملہم من اللہ مجدد نبی اور رسول تھا (ایام الصلح صفحہ ۷۵) اس براہین احمدیہ میں اس نے اپنا الہام لکھا الرحمٰن علم القرآن جس سے معلوم ہوا کہ براہین احمدیہ میں مرزا نے جو قرآنی آیات کے معنے لکھے وہ سنے

سنائے نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے تھے اس براہین احمدیہ میں لکھتا ہے کہ یہ کتاب حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے اس کو قطب ستارہ کی مانند غیر متزلزل اور مستحکم قرار دیا (براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۲) اور اسی براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ ہر مسلمان اس کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور پھر اس کی ہر بات قبول کرتا ہے مگر کنجریوں کے بیٹے نہیں مانتے اب مرزائیوں کو خوانخواہ کنجریوں کے بیٹے بننے کا شوق ہے۔

نوٹ: پنڈت لیکھ رام کے قتل کے بعد ہندوؤں نے مرزا قادیانی پر پنڈت لیکھ کے قتل کا الزام لگایا اس وقت مرزا کے گھر کی تلاشی ہوئی مرزا کہتا ہے کہ میں سخت پریشان ہوا تو اللہ تعالیٰ نے میری تسلی کے لیے یہی آیت یعیسیٰ انی متوفیک نازل فرمائی اس آیت کے معنیٰ اچھے طرح کھل گئے کہ میں تجھے ہر طرح کی ذلیل لعنتوں سے بچاؤں گا (سراج منیر ۱۹) (یہی آیت اگر عیسیٰؑ کے لیے ہو تو ترجمہ مرزائی ''ماردوں گا'' کرتا ہے اور اپنے لئے استعمال کرے تو ترجمہ ''بچاؤں گا'' کرتا ہے۔ اس کے دھوکے اور ہیر پھیر پر ایک مرزائی مسلمان ہو گیا تھا۔ بقول استاذ محترمؒ صفدر)

قرآن حکم اور فیصل بن کر آیا ہے

قرآن یہود اور نصاریٰ کے جھگڑوں میں فیصل بن کر آیا ہے ان کے غلط عقائد کی تردید اور صحیح عقائد کی تائید حکم کا فرض ہے مثلاً عیسائی تثلیث کے قائل ہیں۔ تو قرآن پاک نے صراحۃً تردید فرمائی لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ اسی طرح عیسائی عیسیٰؑ کو خدا مانتے ہیں قرآن پاک نے صاف صاف اس کا رد فرمایا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم اس طرح وہ کفارے کے قائل تھے قرآن پاک نے صاف لفظوں میں فرمایا لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ اور فرمایا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ. (سورۃ زلزال آیت نمبر ۷۔۸۔ سو جس نے کی ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھے گا اسے اور جس نے کی ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لے گا اسے)

اسی طرح عیسائی اور یہودی دونوں مسیح علیہ السلام کی مصلوبیت کے قائل تھے قرآن پاک نے صاف صاف رد فرمایا و ما قتلوہ و ما صلبوہ عیسائی عیسیٰؑ کے رفع جسمانی کے قائل ہیں اگر

[illegible] کا یہ عقیدہ بھی ہوتا تو قرآن پاک اس کی بھی صاف صاف تردید فرماتا لیکن قرآن پاک نے [illegible] کے اس عقیدہ کی تائید فرمائی چنانچہ قرآن پاک نے اپنا فیصلہ ان (وما قتلوہ وما [illegible]) الفاظ میں سنایا: فبما نقضھم میثاقھم و کفرھم بایات اللہ وقتلھم الانبیاء بغیر [illegible] و قولھم قلوبنا غلف بل طبع اللہ علیھا بکفرھم سے لے کر و یوم القیٰمۃ یکون [illegible] شھیدا تک (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۵۔۱۵۶۔۱۵۷۔۱۵۸۔۱۵۹۔ ان کو جو سزا ملی سو ان کی [illegible] پر اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق اور اس کہنے پر کہ ہمارے [illegible] غلاف ہے سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کر دی ان کے دل پر کفر کے سبب پر ــــ اور قیامت کے دن ہوگا [illegible] گواہ) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان اسباب کا ذکر فرمایا ہے جن کی وجہ سے یہود لعنتی قرار پائے۔

اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑنا، آیات خداوندی کا انکار کرنا، انبیاء علیہم اسلام کو ناحق قتل کرنا اور ضد [illegible] کہنا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں حالانکہ وہ کفر کی مہریں ہیں سیدہ مریمؑ پر بہتان باندھنا جس طرح [illegible] کی باتیں اور باعث لعنت ہیں اسی طرح صرف اتنا کہہ دینے سے اور عقیدہ رکھنے سے کہ مسیح کو ہم نے [illegible] یہ عقیدہ بھی کفر اور لعنتی ہے اس قول کو کفر قرار دینا اور باعث لعنت قرار دینا دلیل ہے کہ وفات مسیح [illegible] عقیدہ کفریہ اور لعنتی ہے وما قتلوہ مسیح علیہ السلام کو کسی نے جان سے نہیں مارا، قتل کا مطلب یہ ہوتا ہے [illegible] کسی کا گلہ گھونٹ کر مار دے، تلوار مار دے، آگ میں جلا دے، پانی میں غرق کر دے، ان سب کو عربی [illegible] قتل کہتے ہیں اس کے بعد ترقی کر کے فرمایا جو لوگ قتل مسیح کے قائل ہیں وہ ذریعہ قتل صلیب قرار دیتے [illegible] فرمایا و ما صلبوہ کہ سرے سے ان کو لکڑی پر لٹکایا ہی نہیں تو مرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا [illegible] لکن شبہ لھم لیکن انہوں نے جان سے مارا اور صلیب دیا اس شخص کو جو ان کے سامنے مسیح جیسا بن [illegible] یعنی مثیل مسیحؑ کو۔ قادیانی تحریف کرنے میں بہت جری ہوتے ہیں یہاں ''شبہ'' کا صلہ ''لام'' [illegible] ان البقر تشابہ علینا میں ''علی'' صلہ ہے صلات کے بدلنے سے معنی بدل جایا کرتے ہیں اس [illegible] مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ان کا مرنا مشتبہ ہو گیا تھا یہ بات قطعاً غلط ہے یہود و نصاریٰ اس بات پر متفق تھے [illegible] عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر مار دیا گیا قرآن نے اس کا صاف انکار فرمایا اب سوال یہ تھا کہ اب یہود و نصاریٰ کو یہ غلط فہمی کیوں ہوئی اس کا جواب دیا کہ واقعہ صلیب تو یقیناً پیش آیا مگر مسیح کے ساتھ نہیں بلکہ

مثیل مسیح کے ساتھ اس لئے وہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔

ایک لطیفہ: ایک مناظرہ میں پادری کہنے لگا (استاذ محترم مولانا محمد امین صاحب کو) کہ تواتر کو ہر قوم اور مذہب مانتا ہے لیکن قرآن پاک نے یہود و نصاریٰ کے تواتر کا انکار کیا ہے میں نے کہا کہ آپ نے تواتر کا لفظ اگر کسی اسلامی کتاب میں پڑھ لیا تھا تو اس کی تعریف بھی کسی اسلامی کتاب سے پڑھ لیتے تواتر تو جب ہوتا کہ جہاں یہ واقعہ پیش آیا وہاں مسیح علیہ السلام کے پہچاننے والے اس کثرت پر ہوتے جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہوتا۔ لیکن مسیح علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لیے وہ رومی پولیس گئی جو مسیح علیہ السلام کو سرے سے پہچانتی ہی نہیں تھی اسی لئے انہیں مسیح علیہ السلام کے ایک شاگرد یہودا کو تیس روپے رشوت دینا پڑی چنانچہ یہودا نے کہا کہ مسیح فلاں کمرہ میں ہے میں وہاں جاتا ہوں آپ تھوڑی دیر بعد یہاں آ جائیں اسی دوران میں یہودا کی شکل تبدیل ہو گئی جب پولیس اندر گئی تو وہاں ایک آدمی تھا اس لئے پولیس میں سخت اختلاف ہوا کہ اگر یہ مسیح ہے تو یہودا کہاں ہے اور اگر یہ یہودا ہے تو مسیح کہاں ہے بہر حال پولیس اس کو پکڑ کر لے گئی اور جہاں پھانسی ہوئی وہاں بھی مسیح کو پہچاننے والا کوئی شخص نہیں تھا کیونکہ مسیح کے شاگرد پہلے ہی ان کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے میں نے کہا آپ تواتر کا دعویٰ کرتے ہیں یہاں خبر واحد بھی موجود نہیں لوگوں میں اس بات کا پھیل جانا کہ مسیح علیہ السلام مصلوب ہو گئے یہ ایک افواہ تھی جو ہر زبان پر چڑھ گئی تو قرآن نے ایک جھوٹی افواہ کا انکار کیا ہے نہ کہ کسی تواتر کا۔ اب سوال یہ تھا کہ چلو یہ مان لیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے کوئی مثیل مسیح مصلوب ہوا لیکن مسیح علیہ السلام کو بھی دنیا میں واقعہ صلیب کے بعد کسی نے نہیں دیکھا آخر وہ کہاں چلے گئے اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے یوں دیا و ما قتلوہ یقیناً یہ یقینی بات ہے کہ مسیح علیہ السلام کو انہوں نے جان سے نہیں مارا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا یہاں رَفَعَ ماضی کا استعمال فرمایا کہ جب وہ لوگ کسی مثیل مسیح کو پکڑ کر قتل کر رہے تھے اس پکڑ دھکڑ سے پہلے ہی عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے یہاں قتل اور رفع کے درمیان لفظ بل آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ رفع ایسا تھا کہ جو قتل کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اس لئے نہ تو یہاں رفع درجہ مراد ہو سکتا ہے کیونکہ جب کسی کو شہید کر دیا جائے تو اس کا درجہ بلند ہو جاتا ہے نہ یہاں

رفع روح مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ شہید کی روح بھی اٹھائی جاتی ہے اس لئے یہاں صرف رفع جسمانی مراد ہے جو قتل کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اس میں شک نہیں کہ ہر زبان میں لفظوں کے حقیقی معنی اور مجازی معنی استعمال ہوتے ہیں لیکن اسکا فیصلہ سیاق و سباق کرتا ہے۔ کہ یہاں یہ لفظ حقیقی معنوں میں ہے یا مجازی معنوں میں مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ ایک شخص پر شیر نے حملہ کر دیا اور وہ بے چارہ ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ گیا اب اگرچہ لفظ 'شیر' ہزاروں لاکھوں جگہ مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہو لیکن یہاں یہ فقرہ بتلا رہا ہے کہ یہاں شیر سے حقیقی درندہ مراد ہے، اسی طرح کسی نے کہا کہ بھائی انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں ہمارے شیر نے غسل کر کے کپڑے پہن لئے ہیں اب بلا تاخیر تقریر کریگا تو کوئی آدمی جتنے مقامات بھی دکھائے کہ فلاں فلاں جگہ شیر حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے لیکن اس فقرہ کا سیاق و سباق یقینی طور پر متعین کر رہا ہے کہ یہاں 'شیر' کا لفظ بہادر مرد کیلئے استعمال کیا ہے اسی آیت کو مثالی شکل میں سوچیں کہ چند لوگ ہانپتے ہانپتے یہاں آئے کہ فلاں چوہدری صاحب آج انکے دشمن قتل کرنے آ گئے تھے لیکن عین موقعہ پر اسکے دو دوست کار پر آئے اور چوہدری صاحب کو قتل سے بچا کر کار میں اٹھا کر لے گئے تو کوئی پرلے درجہ کا بیوقوف بھی یہ مراد نہیں لیگا کہ ---------------- چوہدری صاحب تو قتل ہو گئے کار والے انکو کار میں رکھ کر لے گئے یا انکی روح کو کار میں رکھ کر لے گئے۔

نوٹ: اس "بل" کے مسئلہ میں قادیانی و مماتی برابر کے تحریف کرتے ہیں وہاں بھی یہی ہے ولا تقولوا لمن يقتل ---------------- بل احياء جیسے یہاں پہلے فعل 'قتل' کا ذکر ہے بعد میں رفع کا تو مرزائی کہتے ہیں کہ قتل تو جسم ہی کا ہوتا ہے لیکن رفع روح کا ہوا ہے جبکہ مسلمان کہتے ہیں کہ رفع اسی جسم کا ہوا ہے جسے وہ قتل کرنا چاہتے تھے اسی طرح مماتی کہتے ہیں کہ قتل تو شہید کا جسم ہوا ہے لیکن بعد میں جو حیات ملی وہ صرف روح ہی کو ملی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہی جسم فائض الحیات ہے جس پر فعل واقع ہوا ہے۔ اور جس کو لوگ مردہ کہتے تھے اسکے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی دو صفتوں "عزیز و حکیم" کا ذکر فرمایا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لینا خداوند عزیز کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں اور اسمیں اللہ تعالیٰ کی بہت ہی حکمتیں ہیں۔ اب ایک سوال ذہن میں آتا تھا کہ ہر بات تو سمجھ آ گئی کہ مسیح علیہ السلام تو مصلوب نہیں ہوئے کوئی مثیل مسیح مارا گیا اور مسیح علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا

گیا لیکن کل نفس ذائقہ الموت کے تحت مسیح علیہ السلام کو بھی موت آئے گی یا نہیں؟ اگر آئے گی تو آسمان پر ہی انکا انتقال ہوگا یا زمین پر آکر۔ تو فرمایا" نہیں کوئی اھل کتاب میں سے مگر وہ ضرور ایمان لائیں گے ان پر انکی موت سے پہلے قیامت کے دن ان پر گواہ ہونگے" (سورہ نسا آیت نمبر ۱۵۹)

نزول عیسیٰ علیہ السلام

یہ (وان من اھل الکتٰب الا لیومنن بہ قبل موتہ) قرآن پاک کی وہ آیت ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے صاف طور پر لفظ "موت" استعمال ہوا ہے لیکن اس زمانے کو قبل الموت کا زمانہ قرار دیا اور یہ بھی پتہ چلا کہ انکی وفات وہاں ہوگی جہاں اہل کتاب بستے ہیں اور ظاہر ہے کہ اہل کتاب زمین پر آباد ہیں نہ کہ آسمان پر اس سے مسیح علیہ السلام کا زمین پر نازل ہونا اہل کتاب کا ان پر ایمان لانا اور پھر مسیح علیہ السلام کا انتقال فرمانا صاف صاف بیان فرمایا۔ بخاری ص ۴۹۰ ج ا پر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے حضور ﷺ نے موکد بقسم فرمایا کہ تم میں ضرور بالضرور نازل ہونگے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نہ کہ مرزا ابن گھسیٹی حکماً بادشاہ ہونگے نہ کہ مرزا کی طرح صلیب پرستاروں کی رعایا۔ عدلاً انصاف والے ہونگے یہ نہیں ہوگا کہ پچاس جلدوں کے پیسے لیکر ۵ جلدیں دیکر باقیوں کے پیسے ہضم کر جائے بلا ڈکار۔ وہ صلیبی حکومت کو توڑ دیں گے نہ کہ صلیبی حکومت کی حمایت میں ۱۵۰ الماریاں لکھیں گے۔ وہ خنزیروں کو قتل کریں گے نہ کہ اسکے ماننے والے خود خنزیر کہلائیں گے۔ حضرت ابوھریرہؓ نے فرمایا" فاقرء وا ان شئتم وان من اھل الکتاب الالیئومنن بہ قبل موتہ" (حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا پڑھو تم اگر چاہو (قرآن کی یہ آیت) وان من اھل الکتٰب . الآیہ)

دھوکہ اور فریب

بعض مرزائی یہ شبہ ڈالتے ہیں کہ اسوقت جو اھل کتاب مر رہے ہیں وہ تو ایمان نہیں لائے بغیر ایمان لانے کے مر رہے ہیں اور مذکورہ آیت کے خلاف ہے تو یہ ایک خالص دھوکہ اور فریب ہے اسکی مثال یوں ہے جیسے کوئی کہے کہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا دے تو میں جامعہ خیر المدارس (ملتان) کے طلباء کی دعوت کروں گا؟ بالفرض اگر اسکی دعا کے 20 سال بعد بیٹا ہوتا تو اس وقت جو طلباء ہونگے انکی

...مراد ہوگی اسکا کوئی یہ معنی نہیں سمجھتا کہ جس وقت دعا کی تھی اس کے بعد کوئی طالب علم نہ جائے اور ... کوئی نیا طالب علم آئے اس طرح یہاں بھی مراد ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے اسوقت کے اہل کتاب اس پر ایمان لائیں گے۔

واذ قالت الملائکۃ یا مریم .... و یعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۵-۴۶-۴۷-۴۸۔ جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا مرتبہ والا دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں اور باتیں کرے گا لوگوں سے جبکہ ماں کی گود میں ہوگا اور جبکہ پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں ہے بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا کسی بشر نے فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو یہی کہتا ہے اس کو کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے ... اور سکھادے گا اس کو کتاب اور تہہ کی باتیں اور تورات انجیل)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پیدائش کے ساتھ تشبیہ دی ... ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۹۔ بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی) عیسائی عوام کو دھوکہ دیتے تھے عیسیٰ علیہ السلام کا باپ خدا ہے ورنہ تم بتلاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس دھوکہ کا جواب دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اگر باپ نہیں تو ماں تو یقیناً ہے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کا نہ باپ ہے نہ ماں تو انہیں خدا کا بیٹا کیوں نہیں مانتے دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علامات قیامت سے قرار دیا ہے اس لئے ان کو کچھ ایسی خصوصیات عطا ہوئیں جو فضائل جزئیہ کے درجہ میں ان کے ساتھ ہی موصوف تھیں اس لئے ان کو عام انسانوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ان خصوصیات میں سے ایک روح القدس کی تائید بھی ہے تیسرے پارہ کے شروع میں جہاں انبیاء علیہم السلام کے الگ الگ فضائل ارشاد فرمائے وہاں وایدناہ بروح القدس (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۵۳۔ اور قوت دی اس کو ہم نے روح القدس یعنی جبرائیل سے) بھی فرمایا اور میدان قیامت میں جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے احسانات کا ذکر فرمائیں گے تو یوں فرمائیں گے واذ ایدتک بروح القدس (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۱۰۔ جب مدد کی میں نے تیری روح

پاک سے) اسی لئے آپ کی پیدائش بھی روح القدس کے نفخہ سے ہوئی اسی نفخہ کا اثر ہے کہ آپ کو معجزات میں بھی احیاء موتیٰ کا معجزہ عطا فرمایا گیا چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش روح القدس کے نفخ اور سیدہ مریم علیہا السلام سے ہوئی اس لئے ضروری تھا کہ وہ کچھ عرصہ زمین پر رہیں جو حضرت مریم کا مستقر ہے اور کچھ عرصہ آسمانوں پر رہیں جو روح القدس کا مستقر ہے آسمانوں پر اتنی لمبی عمر پالینا یہ بھی نفخ روح القدس ہی کا اثر ہے فرشتوں نے سیدہ مریم سے فرمایا بے شک اللہ تجھے خوشخبری دیتے ہیں ایک کلمۃ اللہ کی، کلمۃ اللہ کی صفات میں قرآن نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کلمۃ اللہ ھی العلیا (سورۃ توبہ آیت نمبر ۴۰۔ اور اللہ پاک کی بات ہمیشہ اوپر ہے) اس لئے آپ کا آسمانوں پر جانا کلمۃ اللہ ہونے کی ایک خاص تاثیر ہے فرمایا وجیھاً فی الدنیا والاخرۃ ہونگے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی زندگی اس حالت میں گزری کہ آپ نے اپنا گھر بھی نہیں بنایا چنانچہ انجیل میں ہے آپ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے بھی بھٹ ہوتے ہیں لیکن ابن آدم علیہ السلام کو کہیں سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں (اصل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مستقل مکان نہ تھا بلکہ تبلیغ فرماتے تھے جہاں رات آجاتی وہاں کسی مکان میں قیام فرمالیتے ساری زندگی یہی معمول رہا: الراقم الاثیم عبدالرزاق صفدرؔ)

ایک عبرتناک واقعہ

تاریخ میں عجیب واقعات آتے ہیں ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواری جا رہے تھے رات ہوئی کسی بستی میں پڑاؤ کیا بستی والے عذاب کی وجہ سے مرے ہوئے تھے حواریوں کے استفسار پر عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مردہ کو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے زندہ کیا اور پھر اس سے پوچھا تو وہ مردہ بولا کہ ایک آدمی کو ہم نے کھانا کھلایا تھا اس نے نماز نہیں پڑھی تو بے نمازی کی وجہ سے ہم پر عذاب نازل ہوا (یعنی اس بے نماز کی نحوست تھی۔ ہمیں اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہیے ہم تو صرف زبان کے مسلمان ہے۔ صفدرؔ)

ایک اور واقعہ: چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گھر نہیں تھا تو جس بستی میں رات ہوتی اس بستی کے پہلے گھر میں رات گزارتے تھے ایک رات ٹھہرے ایک بڑھیا نے کھانا پیش کیا اور کہا کہ رات رہنے

کی اجازت نہیں کیونکہ ہمارے علاقہ میں چوریاں ہوتی ہیں اگر کوئی مہمان ہمارے پاس آجائے تو اس کا اعلان کروانا پڑتا ہے اور میں تھانے نہیں جاسکتی عیسیٰ علیہ السلام ٹھہر گئے اس عورت کو تسلی دی رات کو اس بڑھیا کا لڑکا آیا حال احوال لئے لڑکے نے کہا میں شہزادی سے شادی کرنا چاہتا ہوں میری ماں وہاں نہیں کرواتی تو عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر صبح بادشاہ وقت کے دربار میں پہنچا اور بادشاہ سے رشتہ مانگا وزیر نے کہا اس کے پیچھے کوئی طاقت بولتی ہے ورنہ اس کو کبھی اتنی جرات نہ ہوتی تو بادشاہ نے کہا کل جواب دیں گے "ہاں" یا "نہیں" میں کل دوبارہ آیا تو بادشاہ نے کہا کہ برادری کہتی ہے کہ اس قسم کے دس بارہ موتی لاؤ (وہ بہت قیمتی موتی تھے جن کا عام طور پر ملنا بہت مشکل تھا) وہ نوجوان یہ بات سن کر دوبارہ واپس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس سائز (جتنی تعداد کے موتی تھے) کے کنکر اٹھا کر لاؤ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسم اعظم پڑھ کر ان کنکریوں پر پھونک ماری وہ سارے کنکر موتی بن گئے تو چونکہ بادشاہ نے کہا تھا کہ اس قسم کے موتی لاؤ پھر شادی ہوگی تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعاون سے موتی لے گیا تو بادشاہ نے اس کی شادی کردی یہ بادشاہ بن گیا اس شادی سے چار لڑکے ہوئے پھر کافی عرصہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں دوبارہ تشریف لائے تو اس لڑکے سے کہا کہ بحکم خداوندی سب کچھ چھوڑ کر میرے ساتھ چلو وہ لڑکا کہنے لگا پہلے تھوڑا سامان تھا جانے اس کو دقت نہیں تھی اب تو بیوی، بچے، ملک ہیں لیکن میں اللہ کا حکم مانتا ہوں اور آپ کے ساتھ شاہانہ کپڑے بھی اتار دیئے ساتھ چل دیئے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جا امتحان مقصود تھا حکومت کر۔

(ایک ساتھی کے اشکال پر استاذ جیؒ نے فرمایا کہ اسرائیلیات بیان کرنے میں کیا حرج ہے کوئی حرج نہیں جب تک وہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہوں کما ورد فی الحدیث حدثو عن بنی اسرائیل ولا حرج او کما قال ﷺ۔ صفدرؔ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عملی زندگی ایسی گزری کہ اس میں دنیاوی وجاہت وحکومت آپ کو نہیں ملی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو ان کو ایسی حکومت اور وجاہت نصیب ہوگی جو ان کے شایان شان ہوگی اس لئے اس آیت سے بھی مفسرین نے حیات ونزول مسیح پر استدلال کیا ہے کہ جب پہلی دنیاوی زندگی میں آپ کو حکومت نصیب نہیں ہوئی تو ضروری ہے کہ دنیا میں آپ کو حکومت دے کر اس وعدہ کو پورا کیا جائے آگے آپ کی صفت

میں مقربین فرمایا ہے علماء نے لکھا ہے کہ مقربین کا لفظ عموماً قرآن پاک میں فرشتوں کے لیے استعمال ہوا ہے جو انسانوں کی نسبت عرش الٰہی کے زیادہ قریب رہتے ہیں اس لئے ملاًاعلیٰ کا اصل مستقر آسمان ہے تو اس لفظ میں بھی مسیح علیہ السلام کے رفع آسمان کی طرف اشارہ ہے آگے فرمایا و یکلم الناس فی المهد و کهلا سورۃ مائدہ میں بھی احسانات کے ذکر میں اس صفت کا ذکر ہے یہود و نصاریٰ اس بات پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب صلیب کا واقعہ ۳۳ سال کی عمر میں پیش آیا اور کہولت کی عمر ۴۰ سال سے ۶۰ سال کے درمیان ہے پہلی زندگی میں مہد میں تو باتیں کیں لیکن زمانہ کہولت نہیں پایا اس لئے ضروری ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نازل ہوں اور وہ زمانہ کہولت میں بھی اس دنیا کے لوگوں سے باتیں کریں اس کے بعد فرمایا و یعلمه الکتاب و الحکمة و التورات و الانجیل یعنی اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب و سنت اور تورات، اور انجیل سکھائیں گے پہلی زندگی میں حضرت عیسیٰ السلام نے تورات و انجیل کے احکام لوگوں کو سنائے قرآن پاک میں جہاں کہیں "کتاب و حکمت" اکٹھے آئے ہیں وہاں مراد قرآن و سنت ہی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ آپ دوبارہ دنیا میں نازل ہوں کہ جس طرح پہلی زندگی میں تورات و انجیل کے احکام سنائے دوسری زندگی میں آپ کتاب و سنت کے احکام سنائیں۔

چیلنج

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اسلاف نے جس طرح قرآن پاک کے الفاظ پوری حفاظت سے ہمیں پہنچائے ہیں اسی طرح کتاب اللہ کا مفہوم بھی انہوں نے پوری دیانت اور حفاظت کے ساتھ ہمیں پہنچایا ہے علامہ انور شاہؒ صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن پاک کی تفاسیر عرب و عجم میں دو لاکھ کے قریب لکھی جا چکی ہیں ان تفاسیر میں کئی آیات کے نیچے مفسرین نے حیات عیسیٰؑ کا مسئلہ لکھا ہے لیکن کسی تفسیر میں کسی ایک آیت کے نیچے بھی کسی مسلمہ مفسر نے یہ نہیں لکھا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اب دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے اسی طرح قرآن پاک کی کسی آیت کی تفسیر میں کسی ایک مسلمہ مفسر نے یہ بات نہیں لکھی کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں مردہ اور بے جان ہیں اور ارواح کا اجساد مطہرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ روضہ پاک پر پڑھا

ہوا درود پاک سنتے ہیں کسی ایک تفسیر سے بھی یہ حوالہ نہیں پیش کیا جا سکتا اسی طرح پورے ذخیرہ احادیث میں ایک ایسی حدیث نہیں جس کی شرح میں کسی مسلمہ محدث نے یہ بات تحریر کی ہو کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات انبیا علیہم السلام کے ارواح مقدسہ کا قبور میں موجود اجساد مطہرہ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی وہ حضرات اپنی قبور مطہرہ پر پڑھا ہوا صلوۃ و سلام سنتے ہیں ایسا حوالہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ولو کان بعضهم لبعض ظهیراً

ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومک منه یصدون..... وَ لَمَّا جَاءَ عِیسیٰ بالبینٰت.

(سورۃ نمبر ۴۳۔ آیت نمبر ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳۔ اور جب مثال لائے مریم کے بیٹے کی تبھی قوم تیری اس سے چلانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ یہ مثال جوڑالتے ہیں تجھ پر سو جھگڑنے کو بلکہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو۔ وہ کیا ہے ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا اور کھڑا کر دیا اس کو بنی اسرائیل کے واسطے اور اگر ہم چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے رہیں زمین میں تمہاری جگہ۔ اور وہ نشان ہے قیامت کا سو اس میں شک مت کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے۔ اور نہ روک دے تم کو شیطان وہ تمہارا دشمن ہے صریح۔ اور جب آیا عیسیٰ نشانیاں لے کر بولا میں لایا ہوں تمہارے پاس پکی باتیں اور بتلانے کو بعض وہ چیزیں جس میں تم جھگڑتے ہو سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو)

جب قرآن پاک میں یہ آیت نازل ہوئی انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۹۸۔ تم اور جو کچھ تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے ایندھن ہیں دوزخ کا) تو کافروں کا ایک سردار عبداللہ بن زبعریٰ حضرت پاک ﷺ کے پاس چند ساتھیوں کے ساتھ آیا اور کہا کہ قرآن پاک میں آیا ہے کہ تم بھی دوزخ میں جاؤ گے اور جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ بھی دوزخ میں جائیں گے پھر اس نے کہا کہ یہودی حضرت عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اس لئے یہودی اور حضرت عزیر دونوں دوزخ میں جائیں گے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں اس لئے عیسائیوں کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دوزخ میں جائیں گے اور عرب کا قبیلہ بنو ملیح فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتا ہے اس لئے فرشتے بھی دوزخ میں جائیں گے تو جب عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے دوزخ میں چلے گئے تو ان کے ساتھ اگر ہمارے بت بھی دوزخ میں چلے گئے تو کوئی

بات نہیں اس پر آنحضرت ﷺ اس لئے خاموش رہے کہ شاید اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے کوئی جواب نازل ہو جائے اس خاموشی پر کافروں نے خوب تالیاں بجائیں اپنی فتح اور حضرت پاک ﷺ کی شکست کا شور مچایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۱۔ جن کے لیے پہلے سے ٹھہر چکی نیکی ہماری طرف سے وہ اس سے دور رہیں گے) آیت نازل فرمائی اور یہ ابتدائی آیتیں بھی نازل فرمائیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور جو لوگ ان کی پوجا کرتے ہیں انہوں نے کبھی ان کو حکم نہیں دیا تھا کہ ہماری پوجا کرو تو ان (عیسیٰؑ، عزیرؑ، فرشتے) کا دوزخ میں جانا عقلاً ونقلاً محال ہے۔

نوٹ: اس واقعہ سے پتہ چلا کہ عبداللہ ابن زبعری نے اگرچہ کوئی جماعت بنا کر اس کا نام اشاعت التوحید والسنت نہیں رکھا تھا لیکن وہ ان کو اصول بتا گیا کہ بتوں والی آیتیں نبیوں اور ولیوں پر چسپاں کرنی ہیں۔ آگے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی نشانی ٹھہرایا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے دنیا میں تشریف لائیں گے۔

ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے کہ معراج کی رات جب انبیاء علیھم السلام بیت المقدس میں جمع ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان یہ بات چلی کہ قیامت کب آئیگی؟ باقی تینوں نے فرمایا کہ اس کا علم صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اتنا معلوم ہے کہ قیامت سے پہلے دنیا میں آؤں گا اور اللہ میرے ہاتھ سے دین اسلام کو ایسا غلبہ عطا فرمائیں گے کہ باقی سب دین مٹ جائیں گے اس بات پر سب نے اتفاق کیا

فائدہ: اھل سنت وجماعت کے ہاں ائمہ اربعہ کا اگر کسی مسئلہ پر اتفاق ہو جائے تو اسکو اجماعی سمجھا جاتا ہے اور حیات ونزول مسیح علیہ السلام پر خدا کے چار پیغمبروں کا اتفاق ہوا لیکن پھر بھی قادیانی اور بعض مستشرق بچے اس کا انکار کرتے ہیں۔ (فیاللعجب)

قادیانیوں کی چالاکی

قادیانیوں کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ حیات ووفات مسیحؑ کا مسئلہ چھیڑیں اور اس بارہ میں مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالیں یہ ساری محنت اس لئے کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی سیرت پر بات نہ ہو کیونکہ مسلمانوں کا دعویٰ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو اسکی تحریرات کی روشنی میں کوئی شخص شریف انسان بھی نہیں ثابت کر سکتا لیکن قادیانی نہ کبھی خود اس موضوع پر بحث کیلئے تیار ہوا اور نہ کوئی اسکا امتی مرزا قادیانی کو شریف انسان ثابت کرنے کیلئے تیار ہے۔ قادیانیوں کا اس موضوع سے جان چھڑانا گویا اس بات کا اعتراف ہے کہ مرزا قادیانی ہرگز ہرگز شریف انسان نہیں تھا۔ مرزا کی سیرت کو چھوڑ کر اس موضوع کیطرف آنا اور اس کو اہمیت دینا خود مرزا کی تعلیمات کے بھی خلاف ہے

چنانچہ ایک جگہ مرزا لکھتا ہے۔ نزول مسیح کا عقیدہ نہ تو ہمارے ایمانیات کا جزو ہے نہ دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہے۔ بلکہ صدہا پیشین گوئیوں میں سے ایک پیشین گوئی ہے جسکا حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں (ازالہ اوھام صفحہ ۳۶)

دوسری جگہ لکھتا ہے کہ میں صرف حیات مسیحؑ ہی کی غلطی کو دور کرنے آیا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ غلطی آج نہیں پڑی بلکہ آنحضرت ﷺ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ غلطی پھیل گئی تھی اور کل خواص اور اولیاء اور اھل اللہ کا یہی خیال تھا اگر یہ کوئی ایسا امر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسی زمانہ میں اسکا ازالہ کر دیتا (احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے صفحہ ۱)

تیسری جگہ لکھتا ہے حضرت ابوھریرہؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور بعض دوسرے صحابہ کرام کا خیال تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں (حقیقت الوحی صفحہ ۴۲)

چوتھی جگہ لکھتا ہے مجھ سے پہلے جو لوگ اس عقیدہ کے ہو چکے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں اور وہ سب بری ہیں (اعجاز احمدی صفحہ ۱۸)

پانچویں جگہ لکھتا ہے ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ مسیحؑ کی وفات وحیات پر مباحثے کرتے پھریں یہ تو ایک ادنیٰ سی بات ہے (ملفوظات ص ۲۱۷ ج ۲)

جب یہ عقیدہ مرزا قادیانی کے نزدیک بھی بنیادی عقائد میں سے نہیں ہے بلکہ ایک ادنیٰ بات ہے تو اسکو چھوڑ کر قادیانی کیوں مرزا کی سیرت پر بحث نہیں کرتے؟

یاد رکھنے کے قابل بات:

اس بحث میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مرزا قادیانی اگرچہ عیسیٰؑ کی حیات کا انکار کرتا ہے لیکن حضرت موسیٰؑ کو آسمانوں میں زندہ مانتا ہے چنانچہ لکھتا ہے وانه حیی فی السماء ولم یمت لیس من المتین (نور الحق حصہ اول ص ۶۹ (خزائن ج 8 ص 69))

دوسری جگہ لکھتا ہے بل حیات کلیم الله ثابت بنص القرآن الکریم (حمامت البشریٰ ص ۴۸)

اس لئے قادیانی جب اس مسئلہ کو چھیڑیں تو آپ بھی ان سے مطالبہ کریں کہ حیات موسیٰ (کہ وہ آسمانوں پر زندہ ہیں) جسکو تمھارا مرزا مانتا ہے جو نص قرآن سے ثابت ہے اسکی نص پہلے آپ دکھائیں تا کہ بحث کا کوئی معیار متعین ہو۔

ایک تاریخی نکتہ

معتزلہ کا نیا ایڈیشن نیچری ہے عقل پرست انگریز جب اس طرف آیا تو اس نے مستشرقین سے پوچھا کہ مسلمانوں میں کوئی نیا فتنہ پیدا ہونا چاہئے انہوں نے سارے عقلی وساوس اکٹھے کر کے سرسید کو دیے معتزلہ کا نام چونکہ بدنام تھا اس لئے نام نیچری رکھا حیات مسیحؑ کا سب سے پہلے انکار کرنے والا سرسید احمد خان ہے اس نے کہا اگر وہ زندہ بھی ہے تو بوڑھا ہو گیا ہے اب آنے کا کیا فائدہ۔ نیاز فتحپوری بھی نیچری تھا اسکی کتابیں مودودی نے پڑھیں آگے اسرار، امین احسن اصلاحی پیدا ہوئے۔ انکا سلسلہ نسب معتزلہ سے چلا آرہا ہے۔

قادیانیوں کا ایک مغالطہ

و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۴۴۔ اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں ہو چکے اس سے پہلے بہت رسول) اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ "مر چکے آپ سے پہلے کئی رسول" خود مرزا قادیانی نے عیسائیوں سے مناظرہ کرتے وقت اس کا ترجمہ کیا اس سے پہلے بھی رسول آتے رہے (جنگ مقدس صفحہ ۸) اس میں نہ تو سب کا لفظ موجود ہے اور نہ مرنے کا اگر ہم مرزا کا ترجمہ بھی چھوڑ دیں تو پہلے موسیٰ علیہ السلام کا استثناء ثابت کریں جن کو مرزا قادیانی آسمان پر زندہ مانتا ہے یہاں صرف گذرنے کا ذکر ہے جیسے وا ذا خلوا الیٰ شیاطینهم (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۴۔ اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کے پاس) اس کا کوئی یہ ترجمہ نہیں کرتا کہ جب وہ اپنے شیطانوں کے پاس جا کر مرجاتے تھے اور گذرنے کے کئی طریقے ہوتے ہیں مثلاً کوئی یوں کہے کہ ملتان میں کئی ڈی سی ہو گذرے ہیں تو اس کا کوئی بیوقوف یہ معنیٰ نہیں کرے گا کہ جو ڈی سی ملتان میں آتا تھا وہ یہیں آکر مرجاتا ہے حالانکہ یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی ترقی کر کے چلا گیا کوئی تبادلے سے چلا گیا ہو سکتا ہے یہاں کوئی مر بھی گیا ہو اس لئے یہ ایک قادیانیوں کا ایسا مغالطہ ہے جس میں اسلام تو اسلام مرزا کی بھی مخالفت کرتے ہیں اس لئے ہمیں کہنا پڑتا ہے۔

در کفر ثابت نئی　　　زنار را رسوا مکن

(کفر میں (اگر) ثابت (مضبوط) نہیں ہے تو زنار (جنیو جو کافروں کی ایک علامت ہے) کو رسوا نہ کر: صفدر)

قادیانیوں سے شرائط بحث

قادیانیوں کی ساری کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی حال میں بھی مرزا قادیانی کی کوئی کتاب مناظرہ میں پیش نہ ہو اس لئے وہ قرآن وحدیث، قرآن وحدیث کا شور مچاتے ہیں ایک تو اس لئے کہ مسلمان یہ سمجھیں کہ قادیانی بھی قرآن وحدیث مانتے ہیں بلکہ وہ تو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ہم تو قرآن و حدیث کا نام لیتے ہیں اور مسلمان قرآن وحدیث کو چھوڑ کر مرزا کی کتابوں کا نام لیتے ہیں اس لئے پہلے لکھوایا جائے کہ مرزا قادیانی کے ہاں بھی قرآن پاک کی تفسیر کا معیار یہ ہے پہلے تفسیر القرآن بالقرآن، پھر تفسیر القرآن بالحدیث، پھر تفسیر القرآن باقوال الصحابہ (برکات الدعا صفحہ ۱۳)

اس کے بعد مرزا ایک جگہ لکھتا ہے کہ اس کی عبادت یہ ہے جو لوگ خدا کی قوت مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ تیرے استخوان فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ باطنی طور پر نائب رسول ﷺ اور روحانی طور پر آنجناب ﷺ کے خلیفہ ہوتے ہیں خدا تعالیٰ انہیں تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو رسولوں اور نبیوں کو

دی جاتی ہیں (فتح الاسلام صفحہ۹)

دوسری جگہ لکھتا ہے کہ مجدد کا علوم دینیہ وآیات سماویہ کے ساتھ آنا ضروری ہے (ازالہ اوہام صفحہ۱۰۴)

تیسری جگہ لکھتا ہے مجدد لوگ دین میں کوئی کمی وبیشی نہیں کرتے کم شدہ دین پھر دلوں میں قائم کرتے ہیں یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں خدا کے حکم سے انحراف ہے وہ فرماتا ہے ومن کفر بعد ذالک فاو لئک هم الفاسقون (سورۃ نور آیت نمبر ۵۵۔ اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے سو وہی لوگ ہیں نافرمان) بعض جاہل کہا کرتے ہیں کیا ہم پر اولیاء کا ماننا فرض ہے سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک فرض ہے ان کی مخالفت کرنے والے فاسق ہیں (شہادۃ القرآن صفحہ۳۶) چوتھی جگہ لکھتا ہے ایسا اکابر اور ائمہ جن کو فہم القرآن عطا ہوتا ہے۔ جنھوں نے قرآن کے اجمالی مقامات کی احادیث نبویہ کی مدد سے تفسیر کر کے خدا کی پاک کلام اور پاک تعلیم کو ہر زمانہ میں تحریف معنوی سے محفوظ رکھا (ایام الصلح صفحہ۵۵)

پانچویں جگہ لکھتا ہے نصوص کو ظاہری معنی پر محمول کرنے پر اجماع ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۵۴۰)

چھٹی جگہ لکھتا ہے جو شخص کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کرے اس پر خدا اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے یہی میرا اعتقاد ہے اور یہی میرا مقصود ہے اور یہی میرا مدعا ہے مجھے اپنی قوم سے اصول اجماعی میں کوئی اختلاف نہیں (انجام آتھم صفحہ۱۴۴)

ساتویں جگہ لکھتا ہے مومن کا کام نہیں کہ تفسیر بالرائے کرے من فسر القرآن برایہ فهو لیس بمومن بل هو اخ الشیطان (جس نے تفسیر کی قرآن کی اپنی رائے کے ساتھ پس وہ مومن نہیں بلکہ وہ شیطان کا بھائی ہے۔ صفدرؒ (امام الحجہ صفحہ۴)

آٹھویں جگہ لکھتا ہے سلف خلف کے لیے بطور وکیل ہوتے ہیں اور ان کی شہادتیں آنے والی ذریت کو ماننا پڑتی ہیں (ازالہ اوہام صفحہ۳۷۴)۔

مجددین کی فہرست

قادیانیوں کی ایک کتاب ”عسل مصفیٰ“ ہے جو مرزا خدا بخش قادیانی نے لکھی ہے اور مرزا قادیانی نے اس کا ایک ایک لفظ سن کر اس کی تصدیق کی ہے اس میں مجددین کی یہ فہرست درج ہے۔

پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز قاسم، مکحول، سالم

دوسری صدی کے مجدد امام شافعیؒ، امام احمد، یحییٰ بن معین وغیرہ

تیسری صدی کے مجدد امام طحاوی، امام نسائی وغیرہ

چوتھی صدی کے مجدد امام ابوبکر باقلانی، حاکم نیشاپوری وغیرہ

پانچویں صدی کے مجدد امام غزالی، امام سرخسی وغیرہ

چھٹی صدی کے مجدد امام رازی، ابن کثیر، حافظ ابن جوزی وغیرہ

ساتویں صدی کے مجدد امام ابن تیمیہ، خواجہ معین الدین چشتی وغیرہ

آٹھویں صدی کے مجدد حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ زین الدین عراقی

نویں صدی کے مجدد امام جلال الدین سیوطی امام سخاوی وغیرہ

دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری، علامہ محمد طاہر گجراتی

گیارہویں صدی کے مجدد اورنگ زیب عالمگیر، مجدد الف ثانی، آدم بنوی وغیرہ

بارہویں صدی کے مجدد محمد بن عبدالوہاب، شاہ ولی اللہ امام شوکانی وغیرہ

تیرہویں صدی کے مجدد سید احمد شہید، شاہ اسماعیل شہید، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر وغیرہ

نوٹ: ان مجددین کے حوالے مرزائیوں پر ماننا لازم ہیں۔

مرزا کا حکم یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف رجوع کرو

۱۔ مرزا لکھتا ہے کہ فاسئلو ا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تا کہ اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے (ازالہ اوہام صفحہ۶۱۶)

۲۔ پھر لکھتا ہے انجیل برناس نہایت معتبر تفسیر ہے (سرچشمہ آریہ صفحہ ۱۸۲)

حیات عیسیٰؑ اور بزرگان دین کے ارشادات

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء حق کائن (حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نازل ہونا حق ہے اور صحیح ہے: صفدرؔ (فقہ اکبر صفحہ ۲۲)

۲۔ امام ابوجعفر طحاویؒ عقیدۃ الطحاویہ میں فرماتے ہیں۔ ونؤمن بخروج الدجال و نزول عیسی بن مریم علیہما السلام من السماء (اور ہم ایمان لاتے ہیں دجال کے نکلنے اور عیسیٰ بن مریمؑ کے آسمان سے نازل ہونے پر۔ صفدرؔ (عقیدہ طحاویہ صفحہ ۳۵)

۳۔ امام ابن عطیہ مالکیؒ فرماتے ہیں امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان میں زندہ ہیں اور وہ آخری زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور اس اجماع کی بنیاد احادیث متواترہ ہیں (البحر المحیط صفحہ ۲۷۳ ج ۲)

۴۔ قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور نازل ہو کر دجال کو قتل کرنا اہل سنت والجماعت کے ہاں حق اور صحیح ہے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور کوئی عقلی دلیل اس کے خلاف نہیں پس اس کو ماننا لازم ہے ہاں بعض معتزلہ اور جہمیہ نے اس کا انکار کیا ہے (نووی شرح صحیح مسلم صفحہ ج ۲)

۵۔ امام اہل سنت و جماعت امام ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں امت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا (کتاب الابانہ صفحہ ۴۶)

۶۔ علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں احادیث صحیحہ سے امام مہدی کا ظہور اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ثابت ہے (شرح مقاصد صفحہ ۳۰۷)

۷۔ علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ علامات قیامت میں سے دجال کا نکلنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا ہے یہ سب حق ہے اور نصوص صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے (المسایرۃ صفحہ ۲۶ ج ۲)

۸۔ امام عبدالحکیم سیالکوٹیؒ فرماتے ہیں ونزولہ الی الارض و استقرارہ علیہا قد ثبت

بالاحادیث صحیحة بحیث لم یبق فیه شبهة و لم یختلف فیه احد (اور حضرت عیسیٰؑ کا اترنا زمین کی طرف اور ان کا ٹھہرنا اس پر تحقیق ثابت ہوا ہے صحیح حدیثوں کے ساتھ اس طریقہ سے کہ ان میں کوئی شبہ نہیں اور اس میں کسی ایک نے بھی اختلاف نہیں کیا: صفدرؔ (عبدالحکیم علی الخیالی صفحہ ۱۴۲)

۹۔ علامہ سفارینیؒ فرماتے ہیں امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے اور اہل شریعت میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اس کا انکار صرف فلاسفہ اور ملاحدہ نے کیا ہے اور ان کے انکار سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس بات پر بھی امت کا اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شریعت محمدیہ ﷺ کے مطابق عمل کریں گے اگرچہ آپ نبوت کی صفت سے بھی متصف ہونگے (شرح عقیدہ سفارینی صفحہ ۹۰ ج ۲)۔

ایک قیمتی مگر دلچسپ بات

غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہونگے تو وہ حنفی ہونگے یا شافعی

اس کا جواب استاذ محترمؒ دیتے ہیں

۱۔ مجتہد کے لیے تقلید ضروری نہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ مجتہد ہوں گے

۲۔ عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادات امام ابوحنیفہؒ کے اجتہادات کے موافق ہونگے۔ جیسے بزرگوں کو حالت کشف میں نظر آیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ حنفی مسلک کے مطابق نماز پڑھ رہے تھے ان کشوف کی تائید حدیث نسائی (صفحہ ۶۳، ج ۲) سے بھی ہوتی ہے کہ نبی پاک ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ آپ نے فرمایا دو جماعتوں کو اللہ تعالیٰ نے جنت کا سرٹیفکیٹ دیا نمبر ۱۔ جو ہندوستان کی فاتح ہوگی نمبر ۲۔ جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر جہاد کرے گی اور ہندوستان کے فاتح بلاشرکت غیر حنفی ہی ہیں۔

مرزا قادیانی بقلم خود

نمبر ۱۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں وہ اپنے مبعوث ہونے کی علت غائی کو پالیتے ہیں اور نہیں مرتے جب تک ان کی بعثت کی غرض ظہور میں نہ آئے میرا کام جس کے لیے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ عیسیٰ پرستی کے ستون توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلادوں اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور شان دنیا پر ظاہر کروں پس اگر کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور

یہ علت غائی ظہور میں نہ آوے تو میں جھوٹا ہوں پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے اور وہ میرے انجام کیوں نہیں دیکھتی اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی موعود کو کرنا چاہیے تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مرگیا تو سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں (اخبار قادیان 19 جولائی 1906ء صفحہ۴)

تبصرہ: مرزا قادیانی کے مرنے کے ۳۳ سال بعد قادیانی اخبار "الفضل" (جس کو ہم مسلمان الدجل (دھوکہ، فریب) کہتے ہیں۔ صفدر) میں جو داستان شائع ہوئی اس سے اندازہ لگائیں کہ قادیانی اپنے مشن میں کہاں تک کامیاب ہوا۔

الفضل کی عبارت۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت ہندوستان میں عیسائیوں کے ۱۳۷ مشن کام کر رہے ہیں یعنی ہیڈ مشن ان کی برانچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے ہیڈ مشن میں ۱۸۰۰ سے زائد پادری کام کر رہے ہیں چار سو تین ہسپتال ہیں جس میں پانچ سو ڈاکٹر کام کر رہے ہیں ترتالیس پریس ہیں اور تقریباً سو اخبارات مختلف زبانوں میں چھپتے ہیں اکاون کالج چھ سو ستر ہائی سکول اور اکسٹھ ٹریننگ کالج ہیں ان میں ساٹھ ہزار طالب علم تعلیم پاتے ہیں ملکی فوج ۳۰۸ یورپین اور دو ہزار آٹھ سو چھیاسی ہندوستانی مناد (مبلغ) کام کرتے ہیں اس کے ماتحت پانچ سو سات پرائمری سکول ہیں جن میں اٹھارہ ہزار چھ سو [illegible] طالب علم پڑھتے ہیں اٹھارہ بستیاں اور گیارہ اخبارات ان کے اپنے ہیں اس فوج کے مختلف اداروں کے ضمن میں تین ہزار دو سو نوے آدمیوں کی پرورش ہو رہی ہے اور ان سب کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ روزانہ دو سو چوبیس مختلف مذاہب کے آدمی ہندوستان میں عیسائی ہو رہے ہیں اس کے مقابلے میں مسلمان کیا کام کر رہے ہیں وہ تو اس کام کو شاید قابل توجہ ہی نہیں سمجھتے احمدی جماعت کو سوچنا چاہیے کہ عیسائی مشنریوں کے اس قدر وسیع جال کے مقابلہ میں اس کی مساعی کی کیا حیثیت ہے ہندوستان بھر میں ہمارے دو مبلغ ہیں اور وہ بھی جن مشکلات میں کام کر رہے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں (اخبار الفضل قادیانی 19 ۱۹۴۱ء)

نمبر2۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے اگر سات سال میں میری طرف سے خدا تعالیٰ کی تائید سے

اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر نہ ہوا اور جیسا کہ مسیح کے ہاتھ سے ادیان باطلہ کا مرنا ضروری ہے یہ موت جھوٹے دینوں پر میرے ذریعہ سے ظہور میں نہ آوے یعنی خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کریں جس سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے ہر ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونا شروع ہو جائے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے تئیں کاذب سمجھ لوں گا (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۳۰)

تبصرہ: قادیانی کی یہ تحریر جنوری ۱۸۹۷ء کی ہے گویا مرزا کے سچے ہونے کے لیے ۱۹۰۳ء تک یہ سارے کام پورے ہو جانے چاہیے تھے اگر یہ کام پورے نہ ہوئے تو مرزا نے اپنے کاذب ہونے کی قسم کھا رکھی تھی اس لئے ہر قادیانی کا فرض ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر مرزا کو کاذب کہیں۔

یہ عبارتیں چونکہ اردو میں ہیں لوگ سمجھتے ہیں تو اس کا نتیجہ ۲×۲ چار کی طرح نکلتا ہے اس وجہ سے قادیانی قرآن وحدیث کا نام لیتے ہیں تا کہ مرزا کی عبارتیں سامنے نہ آئیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ ان عبارتوں کو سامنے لائیں وہ کہتے ہیں کہ "توفی، رفع" کے معنی میں جھگڑا ہوتا ہے اور عوام کے پلے کچھ نہ آئے اور عوام یہ سمجھیں کہ قادیانی بھی قرآن پڑھتے ہیں۔

نمبر 3۔ (۱۳۱۱ھ رمضان کی تیرہویں تاریخ کو چاند گہن اور اٹھائیسویں تاریخ کو سورج گہن ہوا تو مرزا قادیانی نے اس کو اپنے مہدی ہونے کی دلیل بنایا اور اس کو خارق عادت واقعہ قرار دیا)

لکھا ہے اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت (جس سے اللہ تعالیٰ باتیں کرتے ہیں) کے وقت میں کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن اکٹھے نہیں ہوئے اور اگر کوئی کہے کہ اکٹھے ہوئے ہیں تو بار ثبوت اس کے ذمہ ہے (انوار الاسلام صفحہ ۴۷) پھر لکھتا ہے کہ یہ کبھی نہیں ہوا اور ہرگز نہیں ہوا کہ بجز ہمارے اس زمانہ کے دنیا کی ابتداء سے آج تک کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان کے مہینہ میں ایسے طور سے اکٹھے ہو گئے ہوں کہ اس وقت کوئی مدعی رسالت یا نبوت یا مجددیت بھی موجود ہوں (انوار السلام صفحہ ۴۸)

تبصرہ: مگر افسوس مرزا کی جہالت عالم آشکار تھی ورنہ ۱۸ ہجری سے لیکر ۱۳۱۲ھ تک ساٹھ مرتبہ رمضان میں چاند اور سورج گرہن کا اجماع ہوا ان تیرہ صدیوں میں بیسیوں مدعی نبوت اور مدعیان رسالت بھی

ہوئے مگر اس کے باوجود اس نے چیلنج لکھوایا۔

مرزا کا جھوٹا چیلنج

مرزا کی عبارت ملاحظہ ہو۔ اگر یہ ظالم مولوی اس قسم کے کسوف، خسوف کسی اور مدعی کے وقت میں پیش کر سکتے ہوں تو پیش کریں اس سے بے شک میں جھوٹا ہو جاؤں گا (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۷)

چار ثبوت ملاحظہ ہوں

نمبر۱: 117ھ میں کسوف وخسوف کا اجتماع ہوا اور رمضان میں ہوا جب کہ طریف نامی مدعی نبوت مغرب میں موجود تھا۔

نمبر۲: 127ھ میں اجتماع ہوا اس وقت صالح بن طریف مدعی نبوت موجود تھا۔

نمبر۳: 1267ھ میں یہ اجتماع ہوا اس وقت مرزا علی محمد باب ایران میں سات سال سے مہدیت کا ڈنکا بجا رہا تھا۔

نمبر۴: 1311ھ میں یہ اجتماع ہوا اس وقت مہدی سوڈانی سوڈان میں مسند مہدویت بچھائے ہوئے تھا (تفاصیل کے لیے دیکھیں ائمہ تلبیس اور رئیس قادیاں وغیرہ وغیرہ)

فائدہ: مرزائیوں اور بہائیوں کا مناظرہ ہوا تھا انہوں نے 35 ایسے اوقات جن میں گہنوں کا اجتماع ہوا ثابت کیا اور مرزا کی پیش گوئیاں فلاں کے دور میں پوری ہوئیں ہیں یہ بھی ثابت کیا۔ بہائی روس کے جاسوس، قادیانی امریکہ کے جاسوس۔ جہاں جس کا تعلق وہاں اس کے جاسوس۔

مرزا کی پیشین گوئیاں

مرزا قادیانی لکھتا ہے بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جاننے کے لیے ہماری پیش گوئیوں سے بڑھ کر کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا (محک کا معنی کسوٹی: صفدرؒ) (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۱۰۷ ج۱)

مسلمانوں کے بارے میں پیشین گوئی

۱۔ مرزا قادیانی نے 10 جولائی 1888ء کو الہامی پیش گوئی کا اشتہار دیا اس قادر مطلق نے

مجھے فرمایا ہے کہ اس شخص یعنی مرزا احمد بیگ صاحب کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کے لیے سلسلہ جنبانی کر اگر احمد بیگ نے اس نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد اس لڑکی کو اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔ (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۱۵۹)

تبصرہ: 7 اپریل 1892ء کو احمد بیگ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح اپنے ایک عزیز مرزا سلطان محمد ساکن پٹی ضلع لاہور سے کر دیا اور مرزا قادیانی انتہائی حسرت سے یہ شعر پڑھتا رہ گیا۔

ہم انتظار وصل وہ آغوشِ غیر میں — قدرت خدا کی درد کہیں دوا کہیں

مرزا کی پیشین گوئی کے مطابق 6 ستمبر 1894 تک محمدی بیگم کا سہاگ لٹ جانا چاہیے تھا لیکن مرزا سلطان محمد شادی کے بعد 57 سال زندہ رہا اس طرح محمدی بیگم کو مرزا کے نکاح میں آنا چاہیے تھا مگر 26 مئی 1908ء کو ناکامی اور محرومی کا داغ سینے میں لئے ہوئے دنیا چھوڑ گیا جب کہ محمدی بیگم کا انتقال 1966ء میں ہوا۔

۲۔ پھر مرزا لکھتا ہے کہ اگرچہ اڑھائی سال میں نہیں لیکن میری زندگی میں ضرور مر جائے گا اور محمدی بیگم بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئے گی چنانچہ بڑے جوش سے لکھتا ہے

یاد رکھو اگر اس پیشین گوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی (یعنی احمد بیگ کا مرزا کی زندگی میں مرنا) تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں، یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہ ہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں وہ ہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۵)

نتیجہ: کیونکہ سلطان محمد کا انتقال مرزا کی زندگی میں نہیں ہوا اس لئے مرزا بقول خود ہر بد سے بدتر ٹھہرا اس کی پیش گوئی انسان کا افتراء اور خبیث مفتری کا کاروبار بنا

۳۔ پھر لکھتا ہے کہ میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشین گوئی داماد احمد بیگ تقدیر مبرم ہے اس کی

انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ اسے ضرور پورا کرے گا۔ (انجام آتھم صفحہ ۳۱)

نتیجہ: افسوس کہ مرزا کی زندگی میں سلطان محمد نہ مرا اور مرزا باقرار خود جھوٹا نکلا

۴۔ مرزا قادیانی نے محمدی بیگم سے نکاح کے بارے میں حدیث رسول پاک ﷺ سے بھی استدلال کیا۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

اس پیشین گوئی کی تصدیق کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے پیش گوئی فرمائی ہے۔ یتزوج ویولد (مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۰) یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور صاحب اولاد ہوگا اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد خاص اولاد ہے۔ جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی ہے گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳)

نتیجہ: مرزا صاحب کو نہ خاص بیوی ملی نہ خاص اولاد پہلے دو بیویاں کر چکا تھا یہ جو حدیث اس نے پیش کی ہے پوری حدیث بیان نہیں کی پوری حدیث مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۰ میں ہے اس میں یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں نبی کے روضہ پاک میں دفن ہونگے اس سے وفات مسیح کا جھگڑا ختم ہو گیا کیونکہ تین قبریں تو ہم دکھا سکتے ہیں جب چوتھا فوت ہوگا وہاں دفن ہونگے پھر ہم وفات مسیح کے قائل ہو جائیں گے ہمارے ہاں اس بات کا اتفاق ہے یہ اتنا بڑا اجماع ہے کہ اتنے اتنے بڑے سلاطین گزرے ہیں کوئی بھی اس چوتھی جگہ دفن نہیں ہوا

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر کے شہر سری نگر میں فوت ہوئے اور شہر کے محلہ خانیار میں ان کی قبر ہے جب مرزا قادیانی نے یہ اشتہار دیا کہ مسیح کی قبر دریافت ہو گئی تو ایک مشترکہ وفد جس میں عیسائی، مسلمان، یہودی، قادیانی تھے اس قبر کو دیکھنے کے لیے گئے اس قبر کو دیکھ کر سب

نے بالاتفاق فیصلہ دیا کہ یہ قبر مسیح علیہ السلام کی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ قبر بتا رہی ہے کہ اس میں مردہ کو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے دفن کیا گیا ہے اور بالکل ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے قبر بنانے کا یہ طریقہ تھا ہی نہیں اور یہ قبر اسلامی طرز کی ہے جبکہ مسیح کا وصال بقول مرزا دنیا میں اسلام آنے سے تقریباً 500 سال پہلے ہو چکا۔

اس کا جواب مرزا قادیانی نے نہیں دیا، برکت مسیح نے خط لکھا کہ میں قبر دیکھ کر آیا ہوں وہ اسلامی طرز کی ہے مسیحی طرز کی نہیں مرزا نے جواب لکھا کہ آج میں نے کبوتر ذبح کر کے گوشت اور ہڈیاں سب چبائیں کیونکہ عیسائیوں کے ہاں تیسری چیز روح القدس کبوتر کی شکل میں ظاہر ہوگا برکت مسیح نے جواب لکھا یہ کبوتر کھانا مسیح موعود کی علامات میں سے نہیں ہاں یہ ہے کہ تم خنزیر کو قتل کر کے گوشت کھاؤ۔

عیسائیوں کے بارے میں پیشین گوئی

عبداللہ آتھم ایک مرتد عیسائی کے ساتھ مرزا قادیانی کا مناظرہ ہوا مرزا کا دعویٰ تھا کہ میں مثیل مسیح ہوں عیسائیوں نے میدان مناظرہ میں ایک مردہ لا کر رکھ دیا، ایک کوڑھی، ایک اندھا لے آئے اور قادیانی سے مطالبہ کیا کہ قرآن پاک میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ وہ مردوں کو زندہ، اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو تندرست کر دیتے تھے اگر تو سچا مسیح ہے اپنی مسیحائی دکھا کہ یہ مردہ زندہ ہو جائے اندھا بینا ہو جائے کوڑھی تندرست ہو جائے مرزا قادیانی نے کہا کہ میں آج رات استخارہ کرونگا اگر اللہ کی طرف سے مجھے ایسا کرنے کی اجازت مل گئی تو میں ایسا کروں گا ورنہ نہیں انہوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی ان کاموں کے لیے استخارہ نہیں کیا تھا تو جھوٹا ہے حیلے بہانے کرتا ہے۔ بہر حال عیسائیوں نے ایک رات کی مہلت دے دی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے تازہ مشورہ کر کے یہ کام کر دکھائیں مرزا قادیانی اگلے دن آیا اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مناظرہ بند کردو۔ کیونکہ یہ ماننے والے نہیں اور پیشین گوئی کی کہ آج کی تاریخ سے جو پانچ جون 1893ء ہے مخالف مناظر پندرہ ماہ کے اندر اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور مرزا نے لکھا میں اس وقت اقرار کرتا ہوں اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی یعنی جو فریق خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ

سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کو تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے، منہ سیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، مجھ کو پھانسی دی جائے، ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا ضرور کرے گا زمین و آسمان ٹل جائیں پر اسکی باتیں نہیں ٹلیں گی اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی سمجھو (جنگ مقدس صفحہ ۱۸۹)

تبصرہ: پیشین گوئی کی میعاد پانچ ستمبر 1894ء تھی مگر آتھم نے اس تاریخ تک نہ تو عیسائیت سے توبہ کی نہ اسلام کی طرف رجوع کیا نہ بسزائے موت ہاویہ میں گرا، مرزا نے اس کو مارنے کے لئے ٹونے ٹوٹکے بھی کیئے آخری دن چنوں پر سورۃ الفیل کا وظیفہ بھی پڑھا اور ساری رات قادیاں میں مرزا اور مرزائیوں نے بڑی آہ وزاری کے ساتھ "یا اللہ آتھم مرجائے" "یا اللہ آتھم مرجائے" کی دعائیں بھی کیں مگر سب کچھ بے سود ہوا نہ آتھم پر ٹونے ٹوٹکوں کا اثر ہوا اور نہ خدا نے مرزا قادیانی کی آہ وزاری اور بددعاؤں کو آتھم کے حق میں قبول فرمایا آخر مرزا قادیانی اپنے قول کے مطابق جھوٹا، ذلیل، روسیاہ، سب سے بڑا شیطان، سب سے زیادہ بدکار اور سب سے بڑا لعنتی ثابت ہوا۔ 5 ستمبر کو عیسائی سولی لے کر مرزا کے مکان پر پہنچ گئے اور سیاہی لے کر منہ کالا کرنے کو چلے گئے لیکن پولیس نے عیسائیوں کو آگے کو نہ جانے دیا وہ بار بار للکارتے رہے کہ او کمینے انسان تو اپنے آپ کو "قاصر (توڑنے والا) صلیب" کہتا ہے لیکن آج صلیبی پولیس ہی کی وجہ سے تیرا سر گردن پر ٹکا ہوا ہے آخر وہ مرزا کے دروازہ پر یہ شعر لکھ کر واپس چلے گئے

ڈھیٹ اور بے شرم بھی ہوتے ہیں دنیا میں مگر
سب پر سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپکی
پنجہ آتھم سے ہے مشکل رہائی آپ کی
توڑ ڈالے گا آتھم نازک کلائی آپ کی

خود مرزا لکھتا ہے پورے ملک میں اور ہر شہر میں عیسائیوں نے اپنی فتح کی کامیابی کے جلوس نکالے وہ گلیوں میں ناچتے تھے اور اسلام اور پیغمبر اسلام کا مذاق اڑاتے تھے (سراج منیر صفحہ ۱۸) اس پیشین گوئی

کے غلط ہونے کی وجہ سے مرزا کا سالہ مرزا سعید احمد عیسائی ہو گیا اور کئی مرزائی بھی عیسائی ہو گئے (کتاب البریہ صفحہ ۱۰۵) اس پیشین گوئی اور اپنے جھوٹے ہونے کے باوجود مرزا لکھتا ہے میں بہت پریشان بیٹھا تھا کہ آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا جو سر سے پاؤں تک لہولہان تھا اس نے کہا کہ آج آسمان پر سارے فرشتے میری طرح ماتم کر رہے ہیں کہ آج اسلام کا بہت مذاق اڑایا گیا لیکن اس کے باوجود مرزا نے بڑی ڈھٹائی سے لکھا جو ہماری فتح کا قائل نہیں اسے ولد الحرام بننے کا شوق ہے (انوار الاسلام صفحہ ۱۱)

سہ سالہ نشان

مرزا قادیانی نے جنوری 1900ء میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اللہ کے نیک بندوں کی رائے ان الفاظ میں پیش کی اے اللہ تیرے نیک وصالح بندے مجھے کافر، دجال، کذاب، جھوٹا، حرام خور، لعنتی، بدمعاش، بدقماش وغیرہ کہتے ہیں اے اللہ میں تیری بارگاہ میں بڑی عاجزی اور انکساری سے دعا کرتا ہوں تو ۳ سال کے اندر اندر جو دسمبر 1909 تک ختم ہو جائیں گے میری صداقت کے لیے ایسے نشانات اور معجزات دکھا جس میں آسمانی قوت کارفرما ہو اور انسانوں کے ہاتھوں کا کوئی دخل نہ ہو اگر تو نے 3 سال کے اندر اندر ایسا نشان ظاہر نہ کیا تو میں اپنے آپ کو ایسا ہی لعنتی، ایسا ہی بدکار، ایسا ہی حرام خور، ایسا ہی دجال، ایسا ہی فریبی اور دھوکے باز سمجھ لوں گا جیسا کہ یہ سب لوگ مجھے خیال کرتے ہیں اے اللہ میں آخر میں پھر کہتا ہوں کہ اگر میں واقعۃً تیری طرف سے ہوں تو ۳ سال کے اندر اندر ایسا نشان ظاہر فرما دے (تریاق القلوب صفحہ ۲۹۵)

تبصرہ: تین سال گزر گئے کوئی نشان ظاہر نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے گویا اپنے نیک بندوں کی تائید فرما دی کہ میرے نیک بندے جو اس کو دجال، کذاب کہتے ہیں شیطان اور حرام خور کہتے ہیں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

آخری فیصلہ: مولوی ثناء اللہ امرتسری کو مخاطب کر کے قادیانی لکھتا ہے آپ اپنے اخبار میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری، کذاب اور دجال ہے میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ آپ اپنے پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں

آپ کی زندگی میں ہلاک ہوجاؤں گا (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۵۷۸ ج ۳)

نتیجہ: مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ثناء اللہ کی زندگی میں مرا اور ثابت کرگیا کہ وہ واقعی کذاب دجال مفتری تھا، ثناء اللہ نے اخبار میں سرخی دی جھوٹ میں سچا تھا پہلے مرگیا (اسی مجموعہ اشتہارات) قادیانی اشتہار میں لکھتا ہے پس اگر وہ سزا جو انسانوں کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں ثناء اللہ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں جھوٹا ہوں اگر ثناء اللہ کی زندگی میں ہیضہ یا طاعون سے مرگیا تو مجھے سب یہودیوں سے بدتر سمجھنا (اعجاز احمدی صفحہ ۱۸) چنانچہ مرزا قادیانی ہیضے کی بیماری میں آناً فاناً لاہور میں مرگیا اور اس کی لاش کو ریل گاڑی میں رکھ کر جس کو وہ خردجال کہتا تھا قادیان لے جایا گیا اسی لئے مولانا ظفر علی خانؒ نے یہ شعر لکھا تھا۔

خردجال وہ کیسا کہ جس پر ثانی عیسٰی
بایں شان و بایں شوکت کرایہ دے کہ چڑھتا ہو

مرزا کا انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ

مرزا قادیانی اپنے آپ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام و دیگر انبیاء بنی اسرائیل سے افضل ہونے کا دعویٰ کرتا تھا چنانچہ لکھتا ہے۔

نمبر۱۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اور اس سے بہتر غلام احمد ہے (دافع البلاء صفحہ ۲۰ (خزائن ج 18 ص 24)) ایک منم کہ حسب بشارت آمدم عیسٰی کجا است تا بنہد پا بہ منبرم (ازالہ اوہام صفحہ ۶۷)

نمبر۲: یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اور اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کے ذمہ ہے غرض اس حصے کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیا اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں (حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۱۔ خزائن ج 22 ص 46)

نمبر۳: میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے (دافع البلاء صفحہ ۱۳)

نمبر۴: اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے (براہین احمدیہ صفحہ ۷۶ حصہ پنجم)

رنجیت سنگھ اور مرزا کی شکل

ایک وزیر نے بھنگی سے کہا کہ اگر تو دربار میں رنجیت سنگھ (رنجیت سنگھ کانا تھا) کو کانا کہہ دے تو 100 روپے انعام دوں گا اس بھنگی نے چٹکی لی کہ میں تمہارے میکے جاتا ہوں۔ پھر واپس بادشاہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تیری چھوٹی سالی کہنے لگی کہ یہ رنجیت سنگھ کانے سے آیا ہے اور تین چار دفعہ کہا اور 100 روپے انعام وصول کرلئے اور بادشاہ نے بھی کچھ نہ کہا۔

تو اس مرزا کی شکل بھی رنجیت سنگھ کی طرح تھی ایک لڑکا مرزائی ہوگیا تھا جب اس نے مرزا قادیانی کی تصویر دیکھی تو کہنے لگا کہ میں اس بے ایمان کے پیچھے لگ گیا اور فوراً توبہ کرلی۔

ایک سکھ اور ایک مسلمان کا واقعہ

ایک سکھ اور ایک مسلمان کا واقعہ ہے کہ ایک سکھ اور ایک مسلمان ٹرین کے ایک ڈبے میں اکٹھے ہوگئے کوئی چیز گم ہوگئی ہوگی یا شرارت ہوگی ایک نے کہا کہ زنجیر کھینچتے ہیں دوسرے نے کہا اس کے ذمہ پچاس روپے آجائیں گے جب جانبین میں سے کسی نے وہ کھینچا تو گاڑی رک گئی ٹی ٹی (پولیس والا) آگیا مسلم نے کہا کہ اس سکھ نے میرا گلا دبادیا اور مجھ سے پچاس بھی چھین لیے اس مسلمان نے ان کی جیبوں میں سے کسی کی جیب میں پچاس روپیہ دیکھ لئے تھے اور کہا اگر نہ ہو تو پھر کہنا تو پولیس پکڑ کر سکھوں کو لے گئی اقدام قتل کے جرم میں اور وہ 50 روپے مسلمان کو مل گئے سکھ نے کہا میں نے کہا تھا کہ مسلے بڑے شیطان ہوتے ہیں یہ ہے مسلمان کا حال سکھ پکڑے بھی گئے اور 50 روپے بھی ان کے گئے دو مصیبتیں آن پڑیں۔

نمبر۵: اور خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جاویں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین:

نمبر1: آپ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی ادنی ادنی بات میں غصہ آ جاتا تھا اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے نزدیک آپ کی عادت جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵)

نمبر2: یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کس قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی جن جن پیش گوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت تورات میں پایا جانا آپ نے بیان فرمایا ان کتابوں میں انکا نام و نشان نہیں پایا جاتا (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵)

نمبر3: اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا میری تعلیم ہے (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ)

نمبر4: آپ کی انہی حرکات سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور انکو یقین تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ٦)

نمبر5: عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ٦)

نمبر6: ممکن ہے آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے خیال ہوسکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہونگے اس تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو معجزہ آپ کا نہیں اسی تالاب کا معجزہ ہے آپ کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے کچھ نہیں تھا (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷)

نمبر7: آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں زنا کار کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا آپ کو کنجریوں سے میلان اور محبت بھی شاید اسی وجہ سے تھی کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اسکے سر

پر اپنے ہاتھ لگاوے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷)

نمبر8: ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جاویں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشین گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے (اعجاز احمدی صفحہ ۱۴)

نوٹ: مرزا قادیانی اپنے آپ کو مثیل مسیح کہتا ہے تو قادیانیوں سے پوچھنا چاہیے کہ جب مسیح کی تین نانیاں اور دادیاں زنا کار عورتیں تھیں تو یقیناً مرزا کی بھی تین نانیاں اور دادیاں زنا کار عورتیں ہونگی ان کا نام بتایا جائے؟ اور مرزا کے سر پر کونسی کنجری اپنی ناپاک کمائی کا عطر ڈالا کرتی تھی؟ یقینی بات ہے کہ مرزا علاوہ گالیاں بھی دیتا تھا اور جھوٹ بھی بکتا تھا بلکہ اس کے ہاتھ میں مکروفریب کے سوا کچھ نہیں تھا۔

الغرض جو باتیں مرزا مسیح میں تسلیم کرتا ہے مرزائیوں کا فرض ہے کہ وہ باتیں مرزا میں بھی تسلیم کریں تا کہ اس کا مثیل ہونا ثابت ہو سکے۔

مسئلہ جہاد

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جہاد کا مسئلہ جو قرآن میں موجود ہے ایک پاک مسئلہ ہے جو شرائط کے ساتھ قیامت تک فرض رہے گا کتب علیکم القتال. (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۱٦۔ فرض ہوئی تم پر لڑائی) ان اللہ اشترای من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنه (سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۱۔ اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے) آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں لن یبرح ھذا الدین قائماً یقاتل علیه عصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة (ہمیشہ رہے گا یہ دین قائم قتال کرتی رہے گی مسلمانوں کی ایک جماعت یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے: صفدرؒ) (رواہ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۰) اس کے برخلاف۔

جہاد کا انکار

مرزا لکھتا ہے کہ جہاد یعنی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے نہیں بچ سکتا تھا اور شیر خوار بچے

بھی قتل کیے جاتے تھے پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں، بوڑھوں، اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا
گیا پھر بعض قوموں کے لیے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دیکر مواخذہ قتل سے نجات پانا قبول کیا گیا
اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔ (حاشیہ اربعین صفحہ ۱۵،۴) کافروں کے ساتھ
لڑنا مجھ پر حرام کیا گیا ہے (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۵) پھر لکھتا ہے یہ بات تو بہت اچھی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ
کی مدد کی جائے اور جہاد کے خراب مسئلہ کے خیال کو دلوں سے مٹایا جائے (اعجاز احمدی صفحہ ۳۴)

نوٹ: مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۵۸ پر لکھتا ہے اب کوئی ایسی وحی یا الہام من جانب اللہ نہیں ہو
سکتا جو احکام قرآنی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تردید یا تغیر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ
ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے

مرزا نے اپنی اس عبارت میں کسی ایک حکم کے منسوخ کرنے کو کفر قرار دیا لیکن دوسری طرف
اتنے بڑے حکم جہاد کو منسوخ کر دیا اور اس کی منسوخی کے ساتھ ہی جزیہ، غنیمت اور خمس کے سب احکام
منسوخ ہو گئے اور مرزا باقرار خود کئی کفروں کے نیچے دب گیا۔

معراج جسمانی

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جناب سرور کائنات ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی سبحٰن الذی
اسرای بعبدہ (الایۃ) (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر۱۔ پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندے کو۔
...) کسی کی روح کا آسمان پر جانا یہ کوئی قابل تعجب نہیں کہ اس پر سبحٰن کا جملہ لکھا جائے۔ اسریٰ بھی
عربی میں جسمانی سیر کو کہتے ہیں اور عبدہ کا اطلاق بھی جسم اور روح پر ہوتا ہے آیت میں مسجد اقصیٰ سے
مراد بعض نے بیت المقدس والی مسجد لی ہے وہ اس آیت سے "اسریٰ" ثابت کرتے ہیں اور سورۃ نجم کی
آیات سے معراج ثابت کرتے ہیں لیکن بعض مفسرین اسی آیت میں مسجد اقصیٰ سے مراد بیت
المعمور لیتے ہیں جو بیت المقدس کے بالمقابل آسمانوں پر فرشتوں کا قبلہ ہے۔ اس کے برعکس۔

معراج جسمانی کا انکار

مرزا کہتا ہے یہ معراج جسم کثیف کیساتھ نہیں ہوا تھا بلکہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اور اس کے کشفوں میں

مؤلف خود بھی صاحب تجربہ ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۲۰)

نوٹ: مرزا قادیانی سبحٰن الذی اسریٰ (الآیہ) کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ رسول اقدس
ﷺ کی پیدائش دنیا میں دو مرتبہ ہوئی پہلی صدی ہجری میں مکہ شریف میں آپ پہلی رات کا چاند بن کر
پیدا ہوئے پھر دوسری مرتبہ چودھویں صدی میں مسجد اقصیٰ میں جس سے مراد قادیاں کی مسجد ہے
۱۴ ویں رات کا بدر تمام بن کر مرزا غلام احمد کی شکل میں پیدا ہوئے (خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۷)

مرزا قادیانی کے جھوٹ اور شوخیاں

نمبر 1: مولوی غلام دستگیر قصوری، نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت
قطعی حکم لگایا کہ وہ اگر کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ وہ کاذب
ہے مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح پر ان کی
موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا (اربعین صفحہ ۹،۳)

نوٹ: یہ صریح جھوٹ ہے بتاؤ کہاں اور کس کتاب میں ایسا لکھا ہے؟ غلام دستگیر کی کتاب مدت
سے شائع ہو چکی ہے دیکھو کس دلیری سے لکھتا ہے کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا (اشتہار
انعامی ۵۰۰ صفحہ ۶۰)

نمبر 2: اخبار بدر ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء میں لکھتا ہے کہ جتنے لوگ ہمارے سامنے مباہلہ کے لیے آئے سب
کے سب ہلاک ہو گئے۔

نوٹ: یہ دعویٰ بھی محض غلط اور بڑا بھاری جھوٹ ہے صوفی عبدالحق کے سوا کسی سے مرزا نے مباہلہ
نہیں کیا اور وہ زندہ رہے صوفی صاحب نے مرزا کے مباہلہ کے ۱۵ ماہ بعد ۱۳۱۲ھ میں اس کے اثر کا
اشتہار دیا اور اس کی شروع کی عبارت یوں ہے۔ کیونکہ مرزا جی پر مباہلہ کی لعنت اچھی طرح پڑ گئی یا کچھ
کسر ہے مگر مریدوں کے جھوٹ کا یہ حال ہے کہ مرزا کے ہر جھوٹ کو سچ مان جاتے ہیں۔

نمبر 3: مرزا تحفۃ الندوۃ میں لکھتا ہے قرآن نے میری گواہی دی ہے رسول ﷺ نے میری گواہی دی

ہے پہلے نبیوں نے میرے آنے کا زمانہ متعین کر دیا ہے کہ جو یہی زمانہ ہے اور قرآن نے بھی میرے آنے کا زمانہ متعین کر دیا ہے جو یہی زمانہ ہے اور میرے لیے آسمان نے بھی گواہی دی ہے اور زمین نے بھی اور کوئی نبی نہیں جو میرے لئے گواہی نہ دے چکا۔

نوٹ: یہ محض جھوٹ اور شوخیاں ہیں قرآن کے بارے میں لکھتا ہے کہ میں نے کشفی حالت میں قرآن کو کھولا کہ اس میں لکھا تھا۔ انا انزلناہ قریباً من القادیان (بیشک ہم نے نازل کیا اس (قرآن) کو قادیان کے قریب: صفدرؔ) (ازالہ اوہام) پھر لکھتا ہے قرآن پاک میں میری بابت خبر ہے انکسفت الشمس والقمر فی رمضان فبای آلآء ربکما تکذبان (سورج اور چاند گرہن ہووے رمضان میں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے: صفدرؔ) (ریویو بٹالوی صفحہ ۳)

نمبر4: حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا الخطاب الملیح فی تحقیق المھدی والمسیح ادھر حضرت گنگوہیؒ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تو اس (مرزا) نے فوراً ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھ مارا کہ رشید احمد گنگوہیؒ نے میرے خلاف ایک رسالہ ''الخطاب الملیح'' لکھا اور وہ اس کے فوراً بعد اندھا ہو گیا حالانکہ حضرت حکیم الامتؒ نے یہ رسالہ لکھا۔

مرزا قادیانی پیر مہر علی گولڑوی شاہ کو یہ چیلنج دیتا رہتا کہ میرے مقابلہ میں تفسیر لکھو یہ مرزا علماء کی مدد سے کچھ تفسیریں لکھ کر چھاپ دیتا تھا تو کہتا کہ میں نے اس دن میں لکھی مولانا غلام مہر علی شاہ نے اشتہار دیا کہ علماء کی مجلس میں ایک رکوع تجھے دیں اور ایک رکوع مجھے دیں اور دیکھ لیں گے کون تفسیر اچھی لکھتا ہے اس مرزا کو قرآن آتا ہے یا نہیں اور فیصل انور شاہ کشمیری اور بڑے بڑے علماء ہونگے مسجد لاہور کی طے ہوئی سب پہنچ گئے اور مرزا نہ پہنچا جب یہ حضرات عصر کے وقت باہر نکلے تو دیکھا اشتہار لگا ہوا تھا کہ پیر مہر علی شاہ کا تفسیر لکھنے سے فرار اناللہ و انا الیہ راجعون

نمبر5: میرے ہی زمانہ میں ملک میں موافق احادیث صحیحہ اور قرآن شریف اور پہلی کتابوں کے طاعون آئی (حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۵)

نوٹ: قرآن میں اور حدیث میں کہیں طاعون کا ذکر نہیں مناظرہ میں (یعنی استاذ صاحبؒ کا ایک

مناظرہ ہوا) مرزائی مناظر کہنے لگا کہ رجزاً من السماء (سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۶۲۔ آسمان سے) کا معنی طاعون ہے میں نے کہا چلو تسلیم ہے تو یہ کہاں ہے کہ غلام احمد کے زمانہ میں ... مناظر نے کہا کہ کچھ احادیث اور سابقہ کتابوں سے ملا جلا کر الفاظ اکٹھے کئے ہیں اسی طرح بن ... میں نے کہا ایسے ہی قرآن کریم سے الگ الگ جگہ سے غلام، احمد، خنزیر، شیطان الفاظ لیں اور ... ملائیں تو پھر کیا بنے گا؟ جواب دیں وہ خاموش رہا۔

نمبر6: میری نسبت اور میرے زمانہ کی نسبت تورات اور انجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے کہ اس ... خسوف، کسوف ہوگا اور زمین پر سخت طاعون پڑے گی (دافع البلاء صفحہ ۱۸)

نوٹ: صرف انجیل میں ذکر ہے کہ آخری زمانہ میں طاعون پڑے گا اس وقت جھوٹے مسیح ظاہر ہوں گے جو بڑے بڑے لوگوں کو گمراہ کریں گے اگر وہ گلی میں ہوں تو اپنے مکان کا دروازہ بند کر لو اور اگر وہ ... میں ہوں تو اندر جا کر کنڈی لگا لو، مرزا کذاب حدیث کا آدھا ٹکڑا لکھتا ہے اسی طرح باطل فرقے ... آدھی آیت یا آدھی حدیث پڑھتے ہیں مرزا کی طرح۔

(اللہ تعالیٰ ہمیں ان فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے اور حضرت استاذ جیؒ کے مزید درجے بلند فرمائے اور ان کی قبر مبارک کو جنت الفردوس کا باغ بنائے اور ہمیں ان کے مشن کو تا موت زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ الراقم الاثیم۔ عبد الرزاق صفدرؔ)

حیات مسیح علیہ السلام کے بارہ میں قادیانیوں سے چند سوالات

نوٹ: سوالات کے جوابات صرف قرآن پاک، حدیث متواتر اور مرزا قادیانی کی کتابوں سے دیئے جائیں جن میں اختلاف نہ ہو جس جواب پر مرزا قادیانی کی کتاب کا حوالہ نہ ہوگا وہ کالعدم ہوگا۔ قرآن پاک کی تفسیر میں اول درجہ تفسیر القرآن بالقرآن کا ہوگا دوسرا درجہ تفسیر القرآن بالحدیث کا ہے تیسرا درجہ تفسیر القرآن باقوال الصحابہؓ ہوگا۔ مرزا نے یہ اصول لکھے ہیں (برکات الدعاء صفحہ ۳) اس کے بعد پہلے تیرہ صدیوں کے مجددین ہیں اس کے علاوہ کوئی بلاحوالہ تفسیر قابل قبول نہ ہوگی۔

نمبر1: ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم میں کون کون سی مماثلتیں مراد ہیں؟ کیا کسی مفسر نے

یہ بھی لکھا ہے کہ جس طرح آدم علیہ السلام کچھ عرصہ جنت میں اور کچھ عرصہ زمین پر رہے اس طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی کچھ عرصہ آسمان پر اور کچھ عرصہ زمین پر رہیں گے؟

نمبر2: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف جو شورش یہود نے کی اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک کتنے سال تھی؟ اس عمر مبارک کا حساب مرزا قادیانی نے یہودیوں اور عیسائیوں سے لیا ہے یا قرآن وحدیث سے؟

نمبر3: یکلم الناس فی المھد و کھلا میں سن کہولت کس سال سے کس تک کی عمر کو کہا جاتا ہے؟ کیا سن کہولت میں باتیں بنی اسرائیل میں ہو چکیں یا آئندہ ہونگی؟

نمبر4: اس شورش میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر لیا گیا یا نہیں؟ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کی بات یہودیوں، عیسائیوں سے لی یا قرآن وحدیث سے؟

و اذ کففت بنی اسرائیل عنک الایۃ (۱) سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرفتاری نہیں ہوئی کیونکہ "عن" بُعد کے لیے آتا ہے۔

نمبر5: کیا مرزا قادیانی اس بات کا قائل تھا کہ گرفتاری کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خوب ذلیل کیا گیا، کانٹوں کا تاج سر پر رکھا گیا، داڑھی میں شراب انڈیلی گئی اور ہر طرف سے ان کو کچوکے دیئے گئے کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو بتا تجھے کس نے مارا ہے؟ وغیرہ یہ باتیں مرزا نے یہودیوں سے اور عیسائیوں سے لیں ہیں یا قرآن وحدیث سے؟

نمبر6: قرآن پاک میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وجیھا فی الدنیا والاخرۃ آیا ہے۔ اس میں دنیاوی وجاہت سے کیا مراد ہے؟ تفسیر اصول کے مطابق ہو

نمبر7: وایدناہ بروح القدس کے مطابق اس وقت روح القدس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا مدد کی؟ زمخشری جو مرزا قادیانی کا ممدوح مفسر ہے اس نے تیسرے پارہ کے شروع میں تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض) کے نیچے لکھا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا اس وقت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھا کر آسمانوں پر لے جانا بھی ان کی تائید تھی مرزا لکھتا ہے کہ زمخشری اتنا بڑا علامہ ہے کہ اس کے سامنے کسی کو چون وچرا کی گنجائش نہیں؟ تو مرزا علامہ

زمخشری کی بات کیوں نہیں مانتا؟

نمبر8: کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سر پر صلیب رکھ کر "گل گتا" کے مقام پر لیجایا گیا؟ یہ بات مرزا قادیانی نے یہود سے لی ہے یا قرآن وحدیث سے؟

نمبر9: کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو چوروں کے درمیان صلیب پر لٹکایا گیا یہ بات مرزا نے یہودیوں سے لی ہے یا قرآن وحدیث سے؟

نمبر10: کیا یہودی اور عیسائی اس بات پر متفق ہیں کہ دونوں چوروں اور عیسیٰ علیہ السلام کو سولی سے مردہ حالت میں اتارا گیا مگر مرزا نے دو چوروں کے بارہ میں تو یہودیوں کی بات مان لی لیکن مسیح کے بارے میں کیوں انکار کر دیا؟

نمبر11: صلیب سے اتارنے والے جب تینوں کو مردہ کہتے ہیں تو مرزا قادیانی کو مسیح کے سانس کی آواز 1900 سال بعد کیسے سنائی دی؟

نمبر12: عیسیٰ علیہ السلام کتنے دن؟ کس کے زیر علاج رہے؟ جب کہ یہود ونصاریٰ کی کتابیں اس علاج سے بالکل خاموش ہیں۔ مرزا کو 1900 سال بعد کیسے پتہ چلا؟ مرہم عیسیٰ علیہ السلام کا نسخہ پہلے کب ایجاد ہوا؟

نمبر13: مرزا قادیانی نے کس عمر میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا؟

نمبر14: مرزا قادیانی نے کس کس کتاب میں حیات مسیح کا عقیدہ لکھا؟

نمبر15: کیا اس وقت ان کتابوں میں حیات مسیح کو قرآن وحدیث سے ثابت کیا یا محض سنی سنائی بات کہی؟

نمبر16: کیا ان کتابوں میں کسی کتاب کی الہامی طور پر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ سے تصدیق بھی ہوئی تو کیا فرمایا گیا؟

نمبر17: کیا کسی ایسی کتاب میں بھی مرزا نے حیات مسیح کا عقیدہ لکھا جس کتاب کے نہ ماننے والوں کو مرزا قادیانی نے کنجریوں کی اولاد کہا ہو؟

نمبر18: کیا اس وقت قرآن پاک میں تیس آیات موجود تھیں یا نہیں جن سے بعد میں مرزا نے وفات

مسیح ثابت کی ہے کیا اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور مرزا قادیانی کو ان آیات کا مطلب آتا تھا یا نہیں؟

نمبر 19: کیا یہ بات صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وضاحت کے بعد بھی پورے 12 سال مرزا نے اپنا عقیدہ چھپایا؟

نمبر 20: قرآن، تورات اور انجیل کے ساتھ اگر کتاب وسنت کا ذکر آجائے تو اس سے قرآن اور سنت ہی ہے یا اور کچھ؟ قرآن وسنت کی تعلیم حضرت عیسیٰ کو کب دی گئی؟

نمبر 21: حضرت عیسیٰ اور مریم صدیقہ علیہما السلام نے بیت لحم (شہر کا نام) سے کشمیر کی طرف سفر کب کیا؟

نمبر 22: کیا مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی خبر دی ہے کہ وہ ''گلیل'' (شہر کا نام ہے) میں ہے؟ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳) بلاد شام میں ہے؟ (نظام الحجہ صفحہ ۱۸) کشمیر سرینگر محلہ خانیار میں ہے؟ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۱) عرب میں ہے؟ (چشمہ معرفت صفحہ ۱۲۰) مدینہ منورہ میں ہوگی؟ (کشتی نوح صفحہ ۱۳)۔

نمبر 23: حضرت عیسیٰ کی عمر بعقیدہ مرزا بوقت وفات کتنی تھی؟ ۱۲۰ سال (ایام الصلح صفحہ ۱۴۳) ۱۲۵ سال (تریاق القلوب) ۱۳۰ سال (مسیح ہندوستان میں) ۱۵۳ سال (تذکرہ الشہادتین صفحہ ۲۷) صرف ۳۳ سال (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱۰ (خزائن ج 17 ص 311))

نمبر 24: کیا ہر مصلوب لعنتی ہوتا ہے؟ تو جو تفاسیر میں لکھا گیا ہے کہ فرعون نے جادوگروں کو صلیب پر مار ڈالا تھا وہ صبح کو کافر تھے شام کو شہید اور صحیح مسلم شریف میں عبداللہ ابن۔۔۔ کا لمبا قصہ مذکور ہے تو کیا آپ اسے لعنتی سمجھتے ہیں اس طرح وہ جادوگر (جن کو فرعون نے صلیب پر شہید کیا) اور اصحاب الاخدود کو آپ لوگ شہید سمجھتے ہیں یا معاذ اللہ ملعون؟

نمبر 25: مرزا قادیانی نے ''رفع'' کا معنی عزت کی زندگی لیا ہے تو کیا نزول کا معنی لعنتی موت ہوگا جیسی موت مرزا قادیانی کو آئی؟

...قریب میری امت میں اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرنے والی قوم ہوگی (عوام میں) ان کا لقب رافضہ ہوگا ان سے لڑو اس لئے کہ وہ مشرک ہیں (الحدیث) رواہ الطبرانی واسناہ حسن، مجمع الزوائد ص ۲۲ ج ۱۰

امنڈ آئے ہیں بادل کالے کالے   تیرا ایمان خالق کے حوالے

﴿تیسرا باب﴾

رافضیت کے بیان میں

افادات
وکیل احناف، عدو الملحدین
حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی
نور اللہ مرقدہ

مرتب
مولانا عبدالرزاق صفدر

ناشر
مکتبۃ الامین نزد قباء مسجد بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور
0300-2515899

﴿حضرت استاذِ محترمؒ نے فرمایا﴾

حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان لڑائیاں ہوئیں۔۔۔ان لڑائیوں کے بعد صلح ہوگئی سیدنا امام حسنؓ نے صلح کرلی تھی۔۔۔اس لڑائی کا ذکر چھیڑنا اور صلح ذکر نہ کرنا سوائے شرارت کے اس کا اور کوئی مقصد نہیں۔۔۔یزید کے بارے میں وہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو حضرت امام حسینؓ کا تھا ۔۔۔حضرت عمرؓ سے جب حضورﷺ نے قلم اور دوات مانگا تھا تو۔۔۔حضرت علیؓ قلم اور دوات دے دیتے کیونکہ کاتب وحی حضرت علیؓ تھے نہ کہ حضرت عمرؓ تو سب سے پہلا فرض کاتب وحی کا ہوتا ہے کہ وہ قلم پیش کرے۔۔۔شیعہ مناظر مناظرہ میں کہنے لگا ثقلین (قرآن واہل بیت) سے باہر نہیں جانا میں نے کہا ثقلین کہیں ہوں گے تو باہر نہیں جائیں گے۔۔۔میں نے کہا قرآن غار میں ہے اور اہل بیت کربلا میں ختم ہوگئے تھے۔۔۔سیدہ فاطمہؓ کے نکاح کے گواہ ابوبکرؓ، عمرؓ ہیں اس لیے جو اپنے آپ کو سید کہلاتا ہے اس کے جسم کا ایک ایک بال ابوبکرؓ، عمرؓ کے ایمان کا گواہ ہے گا ورنہ اس کا نسب ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ جب نکاح ہی نہ ہوا تو ساری عمر کا گناہ ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ضروری وضاحت: تیسرا باب رافضیت حضرت استاذؒ کی دو تقریریں ہیں جو کیسٹ سے لفظ بلفظ تحریر کی گئی ہیں اگر کسی بات کی وضاحت کی ہے اس باب میں یا دیگر ابواب میں تو اس کو "فوائد" میں لکھ دیا گیا ہے اس کے ساتھ اکثر جگہ لفظِ "صفدر عفی عنہ" لکھا ہوگا یہ حضرت استاذؒ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے اور "فوائد متفرقہ" عنوان کے تحت مضامین بندہ نے اپنی طرف سے اضافہ کیے ہیں جو حضرت استاذؒ کے افادات "تجلیات صفدر" اور "شہید کربلا" (مصنفہ قاری محمد طیب صاحب اور سیرت "حضرت معاویہؓ" (مصنفہ مولانا محمد نافع صاحب) اور "شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم" (مصنفہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ) اور "ارشاد الشیعہ" (مصنفہ استاذ محترم مولانا سرفراز خاں صاحب صفدرؒ) وغیرہ کتب سے اخذ کیے گئے ہیں اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے مشرف فرمائیں۔ اس باب کو کتابی شکل دینے میں دیگر ابواب کی بنسبت کافی محنت و مشقت اٹھانا پڑی ہے، الحمد للہ علی توفیقہ جس پر بندہ اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب اور مغفرت کی امید واثق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بعد عجز و نیاز دعا ہے کہ وہ ہمارے قلوب میں صحابہ اکرامؓ اور اہل بیتؓ عظام ازواج مطہراتؓ اور بنات طاہراتؓ کی محبت وعظمت جاگزین فرمائیں: عبدالرزاق عفی عنہ

تقریر نمبر ۱

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ولا نبوۃ بعدہ ولا رسول بعدہ ولا رسالۃ بعدہ ......اما بعد !!! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ و رضواناً سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود ذالک مثلھم فی التوراۃ و مثلھم فی الانجیل کزرعٍ اخرج شطاہ فآزرہ فاستغلظ فاستوٰی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ واجرًا عظیماًo

(سورۃ الفتح آیت نمبر ۲۹ = محمدﷺ رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں

کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے ان کو رکوع میں، سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اسکی خوشی نشانی ان کی ان کے منہ پر ہے سجدے کے اثر سے یہ شان ہے ان کی تورات میں اور مثال ان کی انجیل میں جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اس کی کمر مضبوط کی پھر موٹا ہوا پھر کھڑا ہو گیا اپنی نال پر خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو تاکہ جلائے ان سے جی کافروں کا وعدہ کیا ہے اللہ نے ان سے جو یقین لائے ہیں اور کیے ہیں بھلے کام معافی کا اور بڑے ثواب کا)

وقال تعالیٰ فی مقام اخر ولا تقولو المن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ٥ (سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۱۵۴: اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں) صدق الله مولانا العظیم وبلّغنا رسوله النبی الکریم ونحن علی ذالک من الشاهدین والشاکرین والحمد لله رب العلمین ...رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی .... رب زدنی علما ورزقنی فهما ...سبحانک لا علم لنا الا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم ...اللهم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی ال سیدنا و مولانا محمد و بارک وسلم وصل علیه ..

شہیدِ ناموس صحابہؓ:۔

دوستو بزرگو! جمعہ کا یہ مختصر وقت ہے آپ سب حضرات نے حضرت مولانا حق نواز صاحب جھنگویؒ کی شہادت کے بارے میں سن اور پڑھ لیا ہے۔ اہل سنت والجماعت کی تاریخ ہی شہادت سے بھری ہوئی ہے جبکہ ماتمی شیعوں کی تاریخ سوائے رونے، پیٹنے کے اور کچھ بھی نہیں، مولانا حق نواز صاحبؒ اپنی ساری زندگی عظمتِ صحابہؓ پر کام کرتے رہے اور عظمت صحابہؓ کے لیے ہی آپ نے اپنی جان خدا کے حوالے کر دی۔ اہل سنت والجماعت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صحابہؓ کا ماننا جزو ایمان ہے، صحابہؓ اور اہل بیتؓ کا انکار کر دیا جائے تو انسان اسلام کو مان بھی نہیں سکتا!

تاریخ اسلامی میں سنہری دور حضرت عمرؓ کا یا حضرت علیؓ کا؟

مظہر علی اظہر لاہور کا مشہور شیعہ وکیل تھا اس نے خود شیعوں سے سوال پوچھا جو کتابوں میں درج ہے اس نے کہا آپ لوگ صحابہؓ کو برا بھلا کہتے ہیں میں بھی شیعہ ہوں لیکن میری شیعیت اتنے درجہ تک ہے میں یہ مانتا ہوں کہ حضرت علیؓ کا شان بہت اونچا ہے لیکن باقی صحابہؓ کو میں برا بھلا نہیں کہتا تم ان کو برا بھلا کہتے ہو تو اگر کوئی کافر آپ سے یہ پوچھ لے کہ اسلامی تاریخ میں سنہری دور کونسا ہے؟ تو تمام مؤرخین خواہ عیسائی ہوں، سکھ ہوں، ہندو ہوں، یہودی ہوں، مسلمان ہوں وہ یہی بتایا کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کا دور اسلامی تاریخ کا سنہری دور ہے جتنے ملک فتح ہو کر اسلامی حکومت میں شامل ہوئے وہ پہلے ہی تین خلفاء کے زمانے میں فتح ہوئے ہیں آپ یعنی حضرت علیؓ کی خلافت میں تو گھر کی لڑائی رہی ہے کبھی حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ، کبھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ اور کبھی خارجیوں کے ساتھ۔

مشاجراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اگرچہ اہل سنت والجماعت کا اس بارہ میں عقیدہ بالکل واضح ہے خارجیوں کے ساتھ لڑائی میں اور دیگر ساری لڑائیوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے: حضرت امیر معاویہؓ خود مجتہد تھے ان کی لڑائی حضرت علیؓ سے ایک اجتہادی بنیاد پر تھی کسی عنادی بنیاد پر نہیں تھی البتہ خارجیوں کی لڑائی عنادی بنیاد پر تھی: ایک مسئلے میں دونوں حضرات کا اختلاف تھا وہ اس طرح کہ حضرت علیؓ کا مطلب یہ تھا کہ کتاب وسنت کی روشنی میں جب باغی بغاوت سے توبہ کر لے، معافی مانگ لے تو زمانہ بغاوت میں انہوں نے جو جرم کیے ہیں ان کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا مطلب یہ تھا کہ توبہ کرنے کے بعد بھی ان کو سزا دی جاتی ہے اس لیے ان قاتلوں کو قتل کرنا چاہیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس بارے میں کہتے تھے کہ جب انہوں نے توبہ کر لی تو تب ان کو معاف کر دیا جائیگا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا معاملہ ہے امیر معاویہؓ فرماتے تھے کہ جس طرح زانی زنا کے بعد توبہ بھی کر لے لیکن اس سے سزا معاف نہیں کی جاتی، شرابی شراب پی لے پھر توبہ بھی کرتا رہے زبان سے لیکن حد اس سے معاف نہیں کی جاتی۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے تھے کہ اس مسئلے کو شراب اور زنا پر قیاس کرنا درست نہیں اگرچہ بعد میں سب

اہل سنت والجماعت نے بلکہ باقی حکومتوں نے بھی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا موقف ہی اپنایا ہے
کہ یہی موقف صحیح تھا اس لیے اہل سنت والجماعت یہی کہتے ہیں کہ دونوں مجتہد تھے حضرت علی کرم اللہ
تعالیٰ وجہہ کو دو اجر ملے ہیں اور حضرت امیر معاویہؓ کو ایک اجر ملا ہے (مطابق حدیث پاک کے مجتہد
مصیب کو دو اجر اور مجتہد مخطی کو ایک اجر ملتا ہے کسی کو برا بھلا نہیں کہا جا سکتا: ۱۲ صفدر عفی عنہ) کسی
پر اعتراض کرنے کا بعد والوں کو حق نہیں ویسے بھی صحابہ کرامؓ کی ایسی باتوں کے سلسلے میں اہل سنت و
الجماعت یہی کہتے ہیں ہمیں اپنی زبان روک رکھنی چاہیے۔

باپ اور چچا کی لڑائی میں اولاد کس کو مارے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بیٹھے تھے تو کسی نے صحابہؓ کی آپس کی لڑائیوں کی بات چھیڑ دی
انہوں نے فرمایا دیکھو اللہ کا کتنا کرم ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان لڑائیوں سے محفوظ رکھا ہم
اس زمانہ میں نہیں تھے اب ہمیں اپنی زبانوں پر کنٹرول رکھنا چاہیے ہمیں ان کے بارے میں زبان
نہیں کھولنی چاہیے انہوں نے پھر اس آدمی سے جو چاہتا تھا کہ اس پر بات چیت ہو پوچھا کہ دیکھو میں
آپ سے پوچھتا ہوں آپ کا باپ اور چچا دونوں آپس میں لڑ پڑیں تو آپ باپ کے منہ پر جوتیاں ماریں
گے یا چچا کے منہ پر ماریں گے؟ حاضرین اور اس نے کہا اس کے لیے تو دونوں قابل احترام ہیں وہ
دونوں بھائی ہیں برابر کے ہیں وہ لڑیں گے بھی، صلح بھی کریں گے۔ لیکن اب اولاد اٹھ کر اپنے باپ اور
چچا کو مارنا پیٹنا شروع کر دے تو یہ اولاد یقیناً گناہ گار ہوگی (طبقات لابن سعد ص ۳۸۲ ج ۵) اس لیے
صحابہؓ میں اگرچہ درجات تھے لیکن صحابیت میں تو برابر تھے اس لیے صحابہؓ میں یا انبیا علیہم السلام میں اگر
اس قسم کی کوئی بات آئے تو اس کے بارے میں اہل سنت والجماعت یہی کہتے ہیں کہ بھائی وہ آپس کی ان
کی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے بعد میں ان کے دل کی کدورتیں بالکل صاف کر دیں۔ لیکن ہمیں ان میں
سے کسی ایک کے خلاف کبھی اپنی زبان کھولنے کا حق نہیں ہے، باپ اور چچا سے زیادہ قابل احترام نبی
اقدس ﷺ کے صحابہؓ ہیں اگر باپ اور چچا دونوں صلح کر لیں پھر اولاد میں سے کوئی اس لڑائی کو تازہ کرنا چا
ہے تو ہر آدمی کہے گا کہ یہ فتنہ پرواز ہے۔

علامہ خالد محمود صاحب (پی ایچ ڈی) دامت برکاتہم العالیہ جامعہ خیر المدارس (ملتان) میں
لا پر فرما رہے تھے کسی نے چٹ دی کہ حضرت آپکا یزید کے بارے میں کیا عقیدہ ہے علامہ صاحب نے
فرمایا وہی عقیدہ ہے جو حضرت امام حسینؓ کا تھا وہی میرا عقیدہ بھی ہے یزید کے بارے میں

صلح کے بعد لڑائی کا ذکر چھیڑنا شرارت ہے

اس کے بعد پھر کسی نے چٹ دی کہ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو لڑائیاں ہوئی ہیں
اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا (علامہ خالد محمود صاحب نے) لڑائی کی بات کر رہے ہو
بالآخر اس لڑائی کے بعد صلح ہوگئی تھی سیدنا امام حسنؓ نے صلح کر لی تھی حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ: اب
لڑنے والے صلح کر بیٹھے اور تم اب بھی لڑائی کی باتیں چھیڑ رہے ہو سوائے شرارت کے اس کا اور کوئی
مقصد نہیں اور یہ صلح ایسی ہے جس کی تعریف خود زبان نبوت سے ہو چکی تھی کہ ایک بار نبی اقدس ﷺ نے
حضرت امام حسنؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سید اور سردار ہے اس کے ہاتھ پر اللہ تبارک و تعالیٰ
مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا (بخاری ص ۳۷۳ ج ۱) اور اس صلح میں سب مسلمان
شامل تھے چنانچہ تاریخ اسلامی میں اس سال کا نام ہی "عام الجماعۃ" یعنی جمع ہونے، صلح کا سال رکھا
گیا ہے (ابن عساکرؒ لکھتے ہیں وصالح الحسنؓ بن علیؓ معاویۃؓ بن ابی سفیانؓ وسلم له الا
مر و بایعه الناس جمیعاً فسمی عام الجماعة : تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر صفحہ ۲۰۷ جلد
۱۲: ۱۲ صفدر عفی عنہ) تو علامہ صاحب نے فرمایا کہ کتنے لوگ بیوقوف ہیں جو لڑتے تھے ان کی صلح ہوگئی
سارے مسلمانوں نے اس صلح کو پسند کیا بلکہ وہ صلح ایک پیشین گوئی کا پیش خیمہ تھی جو حضرت محمد ﷺ نے
فرمائی تھی اب اس صلح کا ذکر نہ کرنا اور پہلی لڑائی کا ذکر چھیڑنا اس کا مقصد شرارت کے سوا اور کوئی نہیں ہو
سکتا۔

بہر حال اہل السنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ صحابہؓ کے بارے میں زبان کھولنے کی
اجازت نہیں (دیکھئے ترمذی شریف اور مشکوۃ صفحہ ۵۵۴) اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں ولا
تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا (سورۃ الحشر آیت نمبر ۱۰) اے اللہ ہمارے دلوں میں مومنو

ں کے بارے میں کھوٹ پیدا نہ فرمانا۔

ایک عراقی شیعہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں

حتیٰ کہ شیعوں کی کتاب "کشف الغمہ" میں ایک واقعہ درج ہے کہ ایک عراقی شیعہ حضرت امام جعفر صادقؒ کے پاس آیا اور یہ مسئلہ پوچھا کہ حضرت اگر تلوار پر سونے کا پانی چڑھا لیا جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ امام جعفر صادقؒ نے فرمایا جائز ہے اس نے پوچھا حضرت اس کے جائز ہونے کی دلیل بھی ہے؟ امام جعفر صادقؒ نے فرمایا ہاں اسکے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تلوار پر سونے کا پانی چڑھایا تھا، شیعہ نے جب یہ دلیل سنی تو کہنے لگا آپ ابوبکر کو "صدیقؓ" کہتے ہیں امام جعفر صادقؒ نے فرمایا تین مرتبہ ہو صدیق، ہو صدیق، ہو صدیق وہ صدیق ہے، صدیق ہے، صدیق ہے جو انہیں صدیق نہیں مانتا اس سے بڑا جھوٹا دنیا میں اور کوئی نہیں اس کے بعد امام جعفر صادقؒ نے قرآن پاک منگوایا اور سورۃ حشر کھولی۔ سورۃ حشر کھول کر پہلے مہاجرین والی آیت پڑھی (للفقراء المهاجرين الذين اخرجو امن ديا رهم و اموالهم . الاية آیت نمبر ۸) انہوں نے شیعہ کو بتایا کہ دیکھئے یہ مہاجرین کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے تعریفیں کی ہیں اس شیعہ سے پوچھا تو یہ بتا تو مہاجرین میں شامل ہے؟ اس نے کہا میں تو مہاجرین میں شامل نہیں اس کے بعد انصار کی تعریفیں پڑھیں کہ قرآن پاک نے انصار کی کتنی تعریفیں بیان کی ہیں (والذين تبوؤ الدار و الايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم الاية آیت نمبر ۹) پھر یہ آیتیں پڑھنے کے بعد اس سے پوچھا کہ تو مہاجرین میں سے تو نہیں تھا، کیا تو انصار میں سے ہے، جو صحابہ ہجرت کر کے آئے کیا ان میں سے کسی کی تو نے بھی مدد کی تھی کہ تجھے انصاری کہا جا سکے؟ اس نے کہا جی نہیں فرمایا ان دو کے بارے میں تو نے مان لیا کہ نہ میں مہاجرین میں سے ہوں نہ انصار میں سے ہوں تیسری جو اگلی جماعت ہے اس کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ تو ان میں سے نہیں ہے اس تیسری جماعت کا اس آیت میں ذکر ہے والذين جاء و امن بعد هم يقولون ربنا اغفرلنا و لا خواننا الذين سبقو انابا لايمان و لاتجعل فی قلوبنا غلا للذين امنوا. الاية (آیت نمبر ۱۰) جنتی تین ہی جماعتوں کو قرآن نے کہا ہے (۱) مہاجرین کو (۲)

انصار کو (۳) اور جو ان کے تابع دار اور ان کے لیے دعائیں کرنے والے لوگ ہیں: سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۰۰ ہے والذين اتبعو هم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه (اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے) ان آیتوں سے پتہ چلا کہ تو قطعاً جنت میں جانے کے قابل نہیں ہے کیونکہ جنت میں جانے والے تین گروہ ہیں مہاجرین، انصار اور جو ان کے تابع دار۔ تو نہ مہاجرین میں سے ہے، نہ انصار میں سے ہے اور نہ ان کے تابع داروں میں سے ہے۔

شیعہ کا عقیدہ ہے کہ چند صحابہ کرام کے علاوہ باقی سب مرتد اور جھوٹے ہیں (معاذ اللہ)

ہو سکتا ہے آپ کے ذہن میں یہ بات آرہی ہو کہ وہ سب صحابہ کرام کو تو جھوٹا نہیں کہتے دو، تین، چار کو سچا مانتے ہیں (۱) مقداد بن الاسود (۲) ابوذر غفاری (۳) سلمان فارسی (شیعہ کی یہ مستند کتابیں روضہ کافی ص ۲۴۵ ج ۷ اور رجال کشی ص ۷ ملاحظہ کریں: ۱۲ صفدر عفی عنہ) ان حضرات کو وہ سچا مانتے ہیں لیکن یہ ان کے عقیدے نہ جاننے کی وجہ سے ہے۔

آیت قرآنی محمد رسول اللہ (الاية)

کیونکہ جب یہ بات سامنے آتی ہے اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں صحابہؓ اور اہل بیتؓ کی آپس میں بڑی محبت تھی کوئی پوچھتا ہے آپ تو وہاں نہیں تھے آپ کو کیسے پتہ چلا؟ کہتے ہیں اللہ نے قرآن میں بتایا ہے محمد رسول الله والذين معه حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں والذين معه اور جو حضرت پاک ﷺ کے ساتھ۔ کس چیز میں ساتھ؟ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص چیز کا نام نہیں لیا اس لیے مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ صحابہؓ ایسے ساتھی بنے کہ وہ نہ اپنی جان اپنی جان سمجھتے تھے، نہ وہ اپنے مال کو اپنا مال سمجھتے تھے، نہ وہ اپنے وطن کو اپنا وطن سمجھتے تھے اللہ کے نبی جہاد میں جا رہے ہیں تو وہاں بھی ساتھ جا رہے ہیں۔ اللہ کے نبی گھر چھوڑ کر ہجرت فرما رہے ہیں یہ وہاں بھی ان کے ساتھ چل رہے ہیں، وہ اپنی جان لے کر نبی کے ساتھ ہو گئے، مال لے کر نبی کے ساتھ ہو گئے، برادری اور ہر وہ چیز جو ان کے بس اور اختیار میں تھی لے کر اللہ کے نبی پاک کے ساتھ ہو گئے اور انہوں

نے آخری زندگی تک ساتھ نبھایا: اشداء علی الکفار ان صحابہؓ کی تعریف میں قرآن یہ بیان کرتا ہے
کافروں کے مقابلہ میں بڑے سخت تھے اجازت مانگتے ہیں فاروق اعظمؓ کہ اجازت دی جائے۔ ہم
اپنے کافر باپوں کو قتل کردیں، کافر چچوں کو قتل کردیں، کفر کے مقابلہ میں اتنی شدت اور سختی ہے ان حضرات
صحابہؓ میں:

نماز اور رشتے لینے دینے میں صحابہ کرامؓ کا آپس میں کوئی اختلاف نہ تھا

اہل سنت والجماعت اسی قرآنی دعویٰ پر اقرار کرتے ہیں (یعنی اس قرآنی دعویٰ کو مانتے ہیں)
وہ (شیعہ اور دیگر صحابہؓ کے مخالفین) کہتے ہیں تاریخ میں کچھ باتیں ایسی ملتی ہیں کہ وہ آپس میں لڑ پڑے
اہل سنت والجماعت کہتے ہیں وہ کونسا زمانہ ہے دنیا میں جہاں برادریوں میں لڑائی نہیں ہوتی، کسی بات
پر جھگڑے نہیں ہوتے پھر صلح بھی ہوتی رہتی ہے، دین میں سب سے بڑی چیز نماز ہے، دنیاوی تعلقات
میں سب سے بڑی چیز رشتے لینا دینا ہے: صحابہ کرامؓ کا آپس میں اختلاف ہوا ہو لیکن یہ آپ ثابت
نہیں کرسکتے کہ کسی صحابیؓ نے دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہو، سب کی نماز ایک حضرت ابوبکر
صدیقؓ کے پیچھے ہوتی تھی اور حضرت علیؓ صدیق اکبرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔

شیعہ ذاکرو نور جہاں اور حضرت میاں میرؒ

حضرت میاں میرؒ حیات تھے جس زمانہ میں یہ جہانگیر کا زمانہ تھا نور جہاں کی حکومت کا دور تھا
،نور جہاں شیعہ تھی خواجہ محمد شریف کی پوتی تھی جو شاہ ایران طہماسپ صفوی کا وزیر تھا جس کی پوری کوشش
تھی کہ جہانگیر کو شیعہ کرلیا جائے (جہانگیر اکبر بادشاہ کا بیٹا ہے ۱۷ ربیع اول ۹۷۷ھ بروز چہار شنبہ بمقام
قصبہ فتح پور سیکری ضلع آگرہ ولادت ہوئی، جہانگیر کا زمانہ اور مجددؒ الف ثانی کا زمانہ ایک ہے جہانگیر کی
وفات ۲۷ صفر ۱۰۳۷ھ مطابق اکتوبر ۱۶۲۷ء اور نور جہاں جہانگیر کی بیوی تھی: ۱۲ صفدر عفی عنہ) چنانچہ اس
سلسلہ میں اس نے ایران سے مناظر منگوائے۔ سنی اکثریت تھی اس ملک میں بادشاہ بھی بظاہر سنی تھا اس
لیے اس نے یہ انداز اختیار کیا کہ جو مناظر آگرہ آنا چاہتا ہے وہ سیدھا آگرہ نہ پہنچے ایک ہفتہ لاہور میں
قیام کرے پھر ایک ہفتہ دہلی میں قیام کرے، پھر اس کے بعد آگے پہنچے، یہ ایک ہفتہ یہاں قیام کس لیے

؟ اور دہلی میں کس لیے؟ کہ یہاں رہ کر کسی سنی عالم سے نہیں بلکہ ان لوگوں سے مناظرہ کرے جو
مناظرے نہیں کرتے یعنی اللہ کے نیک بندے اور بزرگ جو خانقاہوں میں رہتے ہیں وہ مناظر ان
لوگوں سے بات چیت کرے اور ان سے مناظرانہ سوال پوچھے ایک دو۔ ظاہر ہے وہ مناظر نہیں ہوں گے
ان کو اس کا جواب نہیں آئے گا پھر خوب شہرت ہوگی کہ یہ کتنا بڑا مناظر ہے کہ اتنے بڑے سنی اس کو جواب
نہیں دے سکے تا کہ آگرہ تک پہنچتے پہنچتے اتنا رعبؓ پڑ جائے کہ یہاں سنی مناظر دینا شروع ہو جائیں اور
ہو سکتا ہے کہ اس رعب کا اثر بادشاہ پر بھی پڑ جائے کہ اگر حضرت میاں میرؒ جیسے بزرگ لاجواب ہو گئے تو
اب مناظرہ کرانے کی ضرورت ہی نہیں یہ مذہب سچا ہے۔ یہ تھا مقصد نور جہاں کا۔ چنانچہ وہ یہاں ٹھہرا اور
اسی پروگرام کے مطابق اس نے کہا کہ جو اللہ والے نیک بندے ہوں اگرچہ سنی ہوں ہم کسی سے ضد نہیں
کرتے ہم ان کی زیارت کریں گے انہیں ملنے جائیں گے۔

شیعہ ذاکر حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں

چنانچہ وہ پانچ سات آدمی ملنے چلے گئے حضرت میاں میرؒ صاحب کشف بزرگ تھے ان
کے پاس پانچ سات مرید بیٹھے ہوئے تھے جب دور سے یہ نظر آئے تو حضرتؒ نے فرمایا یہ جو لوگ آرہے
ہیں ان کے دل سیاہ ہیں وہ قریب آ گئے بٹھا لیا حضرت میاں میرؒ نے پوچھا فرمائیے آپ کہاں سے
تشریف لائے اور کیا کام کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم ایران سے آئے ہیں اور حضرت آپ کی زیارت
کے لیے حاضر ہوئے ہیں (حضرتؒ نے پوچھا) آپ کام کیا کرتے ہیں انہوں نے کہا بس صرف اہل
بیتؓ کی تعریف اور شان بیان کرتے ہیں حضرت میاں میرؒ مسکرا کر فرمانے لگے۔

اہل بیتؓ کی شان بڑھے
سنی کا ایمان بڑھے

ہمیں بھی اہل بیت کی شان سنا دو ہم تو بہت خوش ہوتے ہیں اہل بیت کی شان سن کر۔ اب
شیعہ مناظر نے (وہ تو موقع تلاش کر رہا تھا) اہل بیت کی شان بیان کرنی شروع کردی، اس نے تعریف
کرتے کرتے ایک بات یہ بھی بیان کی کہ سیدنا امام حسینؓ کا اتنا مقام ہے کہ جہاں آپ کا مزار پاک ہے

اس کے اردگرد چالیس میل تک کوئی کتنا ہی بڑا گناہ گار دفن ہو جائے وہ آپ کی برکت سے بخش دیا جائے گا حضرت میاں میرؒ نے جب یہ بات سنی تو فرمانے لگے بھائی اللہ کی رحمت کا کوئی کنارہ نہیں وہ چاہے چالیس میل نہیں، چالیس ہزار میل چاروں طرف بخش سکتا ہے، اللہ کی رحمت کو کوئی روکنے والا نہیں

شیعہ ذاکر لاجواب ہو کر راہِ فرار اختیار کرنے لگا

لیکن یہاں ایک بات مجھے سمجھا دو ذرا۔ فرمایا امام حسینؓ کی شان ہے چالیس، چالیس میل ہو چاروں طرف دفن ہو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دیں گے تو امام حسینؓ کے نانا (حضرت محمد ﷺ) کی شان کچھ زائد ہے یا کم ہے چلو چالیس میل نہ سہی وہ تو دائیں، بائیں جو ان کے ساتھی ہیں (ابوبکرؓ وعمرؓ) ان کو بخش دیں گے یا نہیں؟ ان کا اتنا بھی اثر ہوگا یا نہیں؟ چلو امام حسینؓ کا چالیس میل تک اثر پہنچے گا اور حضرت محمد ﷺ حضرت امام حسینؓ کے نانا ہیں ان کی جو رحمت اور برکت ہے وہ تو چالیس میل نہیں ہزاروں بلکہ کروڑوں میل دور جائے گی وہ حضرات شیخینؓ (جو حضرت پاک ﷺ کے ساتھ سوئے ہیں) کو کیوں نہ بخشوائے گی تو شیعہ ذاکر اور مناظر نے جب یہ بات سنی تو لاجواب ہو کر بھاگا۔

نور جہاں نے پیغام بھیجا کہ بات کیا ہے؟ اس نے کہا بات یہ ہے کہ حضرت میاں میرؒ نے کبھی زندگی بھر نہ مناظرہ کیا، نہ مناظرہ دیکھا، نہ مناظرہ سنا انہوں نے ایک ہی سوال میں مجھے ایسا لاجواب کر دیا ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں بلکہ ساری دنیا کے شیعوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے اگر کسی مناظر سے واسطہ پڑ گیا تو خدا جانے وہ کیسی پلٹیاں دے گا مجھے۔ اس لیے عزت اسی میں ہے کہ میں واپس چلا جاؤں۔

نور جہاں پھر مناظرہ کرانے کی کوشش میں

اس کے بعد پھر اس نے کوشش کی تین مہینے کے بعد نور اللہ شوستری یہاں آیا اب نور جہاں نے بالکل پہلے کے برعکس کام کیا کہ راستے کے کسی شہر کی اس کو ہوا بھی نہ لگے، سیدھا آگرہ آئے۔ نور اللہ شوستری وہیں پہنچا۔ اب سب کو پتہ تھا کہ عمل دخل تو سارا حکومت میں نور جہاں کا ہے جہانگیر تو دستخط کی مشین ہے جو کچھ وہ کرتی ہے اس پر جہانگیر دستخط کر دیتا۔ اس لیے سنی علماء اس بات کو دہرا رہے تھے کہ

مناظرہ تو جب ہو کھلی آزادی ہو۔

ایک شیعہ کا مناظرہ ملّا دو پیازے سے ایک لطیفہ، ایک چٹکلہ

ملا دو پیازے کا لطیفہ یاد آ گیا کہتے ہیں کہ اس وقت بھی اکبر (یہ جہانگیر کا باپ ہے آگرہ میں ۱۶۰۵ء مطابق ۱۰۱۴ھ انتقال ہوا: ۱۲ صفدر عفی عنہ) کے سامنے ایک مناظرہ ہوا شیعہ سنی کا، شرط عجیب رکھی گئی کہ نہ سنی مناظر منہ سے بولے گا، نہ شیعہ مناظر منہ سے بولے گا اور مناظرہ ہوگا، بولنا کسی مناظر نے نہیں جو مناظر بھی بولے گا اس کی شکست ہوگی۔ عجیب بات ہے مناظرہ طے ہو گیا، ملا دو پیازے کا نام آپ نے سنا ہوگا لیکن شاید اصل نام اس کا آپ کو یاد نہ ہو اس کا اصل نام محمد عمر ہے۔ اب مناظرہ شروع ہو گیا دربار میں دونوں مناظر خاموش بیٹھے ہیں، شیعہ مناظر نے یوں (جیسے انگوٹھا اور شہادت کی انگلی کے علاوہ باقی انگلیوں کو بند کر کے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف کھڑی کی جاتی ہے: ۱۲ صفدر عفی عنہ) ایک انگلی کھڑی کی، ملا دو پیازے نے دو کھڑی کر دیں، شیعہ مناظر نے تین کھڑی کیں، ملا دو پیازے نے چار کھڑی کر دیں، شیعہ مناظر نے پانچ یوں کھڑی کر دیں (جیسے شیعوں کے علَم کے ساتھ پنجہ لگا ہوتا ہے تمام انگلیاں اوپر کھڑی ہوتی ہیں: ۱۲ صفدر عفی عنہ) ملا دو پیازے نے مٹھی بند کر یوں دکھا دی (جیسے مکا مارنے کے لیے انگلیاں بند کی جاتی ہیں) شیعہ مناظر نے کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ "میں ہار گیا" اب سب نے کہا آپ کس طرح ہارے پتہ تو چلے؟ اس نے کہا میں نے ایک انگلی کھڑی کی تھی کہ ایک خدا کو ماننا ہر مسلمان کا فریضہ ہے ملا دو پیازے نے دو انگلیاں کھڑی کیں کہ بھائی دیکھو جب تک پاک رسول ﷺ کو نہ مانا جائے کوئی آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ہمارے کلمے میں یہ دو باتیں ہیں لا الــه الا الله محمد رسول الله ہے اس لیے یہاں بھی یہ جیت گیا۔ پھر میں نے تین انگلیاں کھڑی کیں میرا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے دونوں بیٹوں امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ماننا چاہیے اور ان کو امام ماننا چاہیے، ملا دو پیازے نے چار انگلیاں کھڑی کی ہیں کہ چار خلفاء کو برحق ماننا چاہیے۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اور واقعہ بھی یہی ہے کہ چاروں برحق ہیں۔ اب جب ان دونوں باتوں میں یہ جیت گیا میں نے یوں ہاتھ کی

انگلیاں کھول دیں میرا مقصد یہ تھا کہ صحابہؓ اور اہل بیتؓ آپس میں ایک دوسرے سے الگ رہتے تھے
ملا دو پیازے نے یوں مٹھی بھر کے دکھایا کہ اس طرح وہ سارے اکٹھے تھے آپس میں۔ اور یہ ہر بات
صحیح ہے اس لیے ملا دو پیازا جیت گیا اور میں ہار گیا ہوں تو عجیب مناظرہ تھا۔

بہر حال جب یہ نور اللہ وہاں پہنچا تو سنی علماء نے بھی کہا بھائی کوئی فائدہ اٹھانا چاہیے
اس کے کہ نور جہاں کوئی ٹانگ اڑائے آ کے یہاں۔ انہوں نے پہلا سوال یہ پوچھا کہ "در حق سلیم چشتی
چہ گوئی" آپ "سلیم چشتی" کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اسے کیا پتا تھا "سلیم چشتی" کون ہے؟ اس
نے اپنی عادت کے مطابق گالیاں دینا شروع کر دیں جہانگیر نے پوچھا کس کو گالیاں دے رہے ہو؟ اس
نے کہا سلیم چشتی کو، سلیم چشتی جہانگیر کے پیر تھے، جہانگیر کی پیدائش ہی ان کی دعا سے ہوئی تھی جہانگیر
نے حضرت شیخ سلیم چشتی کی بہو کا دودھ پیا تھا پھر اسی ماحول میں زمانہ طفولیت ختم کیا
"جہانگیر سلیم" کہلاتا تھا اس نے کہا شیخ سلیم نے کیا گناہ کیا ہے اس کا جس کی وجہ سے یہ گالیاں دے رہے
لہٰذا اس کو یہیں" قتل کر دو چنانچہ اس کو قتل کر دیا گیا اسکی قبر آگرہ (ہندوستان میں ایک شہر کا نام ہے) میں
ہے۔ (نور اللہ شوستری شیعوں کے نزدیک شہید ثابت ہے مگر سنیوں کو ان سے حد درجہ نفرت تھی جتنی ایک
متعصب شیعہ سے ہونی چاہیے۔

صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کا آپس میں پیار و محبت تھا، ان میں کوئی اختلاف نہ تھا

تو بات یہ ہے اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں قرآن پاک میں جو بات بیان کی ہے وہ یہی
ہے کہ صحابہؓ اور اہل بیتؓ آپس میں ملے ہوئے تھے، اکٹھے رہتے تھے، مہربان تھے۔

ہم کہتے ہیں جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ "رحیم اور رحمٰن" ہیں اور نبی پاک ﷺ کے بارے
میں بھی "رؤف الرحیم" کا لفظ قرآن پاک کے اندر سورۃ التوبہ میں استعمال فرمایا ہے (دیکھئے لقد
جائکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف
رحیم۔ آیت
نمبر۱۲۴) اس طرح آپ کے صحابہؓ اور ساتھیوں کے بارے میں بھی قرآن نے رحماء بینھم کا لفظ
استعمال فرمایا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کا انکار کرنا قرآن کا انکار ہے، حضرت محمد ﷺ کے

رحیم کریم ہونے کا انکار کرنا قرآن کا انکار ہے اسی طرح صحابہؓ کے آپس میں رحم دل ہونے کا انکار کرنا خدا
کے قرآن کا انکار ہے بلکہ اس محبت کو تو قرآن نے ایک اور انداز میں بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
واذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا
(سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۰۳ اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تم آپس میں دشمن تھے پھر
الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی) اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت اس قابل
ہے کہ اس کو یاد کر کے خدا کا شکریہ ادا کیا جائے لیکن اس دور کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ یہ اوس و
خزرج والے جو حضرت پر ایمان لائے جاہلیت کے زمانے میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے،
دشمن تھے۔ دیکھو اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہے ہیں فالف بین قلوبکم ہم زبان کی بات تو کسی کی سن لیتے
ہیں دل کو نہیں دیکھ سکتے۔

ایک دفعہ ہم چھوٹے چھوٹے پڑھا کرتے تھے مولا ضیاء الدینؒ جو فاضل دیوبند ہیں ہمارے
استاذ تھے، کوئی جھگڑا ہو گیا، جنگلی لوگ تھے، بچارے گاؤں کے رہنے والے مولاناؒ کے پاس صلح کے لیے آ
گئے، مولاناؒ دونوں کی باتیں سن رہے تھے، کچھ صلح وغیرہ کی کوشش ہو رہی تھی تو کچھ لوگ بیٹھے تھے ان کی
برادری کے۔ ایک آدمی اندر آیا باہر سے اس نے کہا کہ بھائی صلح ہو رہی ہے؟ وہ پنجابی تھا، پنجابی میں کہنے
لگا "ایتھوں ہوندی اے ایتھوں تاں نہیں ہوندی" یعنی زبان سے صلح ہو رہی ہے دل سے تو نہیں ہو رہی،
صرف زبانی کلامی صلح ہو رہی ہے دل سے کوئی صلح نہیں ہو رہی اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کے دلوں کی صلح
حضور ﷺ نے کی، صرف زبانی صلح نہیں تھی بلکہ فرمایا فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا
ایک اور جگہ فرمایا ھو الذی ایدک بنصره و بالمومنین والف بین قلوبهم لو انفقت مافی
الارض جمیعا ما الفت بین قلوبهم (سورۃ انفال آیت نمبر ۶۲، ۶۳) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
ساری زمین کی دولت بھی آپ خرچ کر دیتے تو اتنی محبت نہیں پیدا ہو سکتی تھی جتنی اللہ نے صحابہؓ کے دل
میں محبت پیدا فرما دی۔

تاریخ اور قرآن

وہ (شیعہ اور شیعہ کے حامی) کہتے ہیں کچھ تاریخی واقعات ہیں (جن سے ان کا آپس کا اختلاف ثابت ہوتا ہے) ہم کہتے ہیں کہ قرآن پاک کے مقابلہ میں تاریخ کوئی حیثیت نہیں رکھتی پھر تاریخ میں جو واقعات ہیں وہ دو قسم کے ہیں (۱) ایک وہ ہیں جو عام واقعات ہیں (۲) دوسرے وہ جو شاذ قسم کے واقعات ہیں۔ بتا رہا تھا کہ دین میں سب سے بڑی چیز کیا ہے؟ نماز ہی ہے ناں۔ اور دنیاوی تعلقات میں سب سے بڑی چیز ہے آپس میں رشتے لینا اور دینا اس بات پر تاریخ کا بھی اتفاق ہے کہ صحابہ کرامؓ نے کبھی اپنی نمازیں اور مسجدیں آپس میں الگ نہیں کیں تمام صحابہؓ اور اہل بیتؓ ایک دوسرے کے پیچھے باقاعدہ نمازیں پڑھتے رہتے جس سے پتہ چلا کہ ان کے دین کا آپس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا۔ اور تاریخ اس بات سے بھری پڑی ہے کہ صحابہؓ اور اہل بیتؓ میں برابر رشتے لینے، دینے کا سلسلہ جاری رہا ایک بھی زمانہ ایسا نہیں آیا کہ اس بنیاد پر رشتہ ٹوٹا ہو کہ یہ اہل بیتؓ میں سے ہے ہم نہیں دیتے یا صحابہؓ میں سے ہے ہم نہیں دیتے تو جس طرح آج ہم دیکھتے ہیں کہ کسی برادری میں صلح ہے، کسی میں لڑائی ہے تو رشتہ داری اصل بنیاد سمجھی جاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی کا نکاح حضرت فاروق اعظمؓ کے ساتھ ہوا۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ہاتھ پر شیعہ کا مسلمان ہونا اور اسلام لانے کی وجہ

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ کا مکان جس گلی میں تھا اس گلی میں ایک رافضی بھی رہتا تھا وہ بیمار ہو گیا۔ حدیث میں تو یہ آتا ہے کہ جو میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہتا ہے اس کی بیمار پرسی کے لیے نہ جاؤ۔ چنانچہ ساری زندگی میں امام ابو حنیفہؒ اس سے پہلے کسی رافضی (شیعہ) کی بیمار پرسی کے لیے نہیں گئے، سنیوں کی بیمار پرسی کرنے جاتے تھے تو ساتھ شاگردوں کو لے کر جاتے تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کو کشف کے ذریعے پتہ چلا کہ یہ شخص مرنے والا ہے اور اس کی ہدایت تمہاری بیمار پرسی پر مقدر ہے انہوں نے سوچا شاگردوں کو تو ساتھ میں نہیں لے جاتا خود چلا جاتا ہوں، اگر میری وجہ سے اسے ہدایت ہو جائے اچھی بات ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ تشریف لے گئے وہ شیعہ بہت خوش ہوا کہ اتنا بڑا امام بیمار پرسی کے لیے آیا ہے: اس نے کہا حضرت میں آپ کا بڑا شکر گزار ہوں، آپ نے بڑا کرم فرمایا، امام صاحبؒ بھی سوچ رہے ہیں پتہ نہیں یہاں بات کرنے کا انداز کیا ہوگا؟ آخر دل میں یہ آیا کہ میرا مقصد اس کی بیمار پرسی سے اس کو ہدایت کا ملنا ہے یہ سوچ کر جب ادھر ادھر دیکھا تو ایک نوجوان لڑکی گھر میں کام کاج کرتی پھر رہی ہے۔ اب امامؒ صاحب نے بات چھیڑی پوچھا کہ یہ بچی آپ کی اپنی لڑکی ہے یا کوئی مہمان وغیرہ ہے جو کام کاج کے لیے آئی ہے، اس نے کہا جی میری لڑکی ہے فرمایا آپ نے اللہ کے پاک نبی کا فرمان نہیں سنا کہ جب بچی جوان ہو جائے تو سب سے پہلے اس کے نکاح کی فکر کرنی چاہیے۔ فرمایا تیری بیماری ایسی ہے کہ تو موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے اگر تو فوت ہو گیا تو سب سے پہلے اس فرض کے بارے میں تجھ سے پوچھا جائے گا، تو نے بڑی کوتاہی کی ہے یہ تجھے ایسا کرنا نہیں چاہیے اب اس کے پاس اور تو کوئی جواب نہیں تھا اس نے یہ کہا کہ حضرت واقعی مجھ سے اس بارے میں بڑی کوتاہی اور غفلت ہوئی ہے لیکن مجھے دنیاوی اعتبار سے کوئی خاص پریشانی نہیں آپ جیسے نیک ہمسائے جہاں ہوں تو مجھے پکا یقین ہے کہ آپ میری بیٹی کے سر پر وہی ہاتھ رکھیں گے جو آپ اپنی بیٹی کے سر پر رکھتے ہیں جیسے باڑ (جو کھیتی کے چاروں طرف لگائی جاتی ہے) کھیتی کی حفاظت کرتی ہے اس طرح ہمسایہ ہمسائے کے جان و مال کا محافظ سمجھا جاتا ہے، حضرت امامؒ صاحب نے فرمایا کہ بالکل ہمسائے کے بہت حقوق ہوتے ہیں اور اپنے ہمسائے کی بیٹی کو اپنی بیٹی سمجھنا، اپنے ہمسائے کی عزت کو اپنی عزت سمجھنا، ہمسائے کے مال و جان کو اپنے مال و جان کے برابر سمجھنا یہ واقعی ہمسایہ کا حق ہے تو جب یہی ہے اگر میری بیٹی ہوتی تو میں بھی سمجھتا کہ جتنی جلدی ہو جائے یہ کام ہو جانا چاہیے تو میرے ذہن میں ایک رشتہ آیا ہے۔ اب امامؒ صاحب نے تعریفیں شروع کر دیں کہ نوجوان بڑا خوبصورت ہے، بڑا صحت مند ہے اور اونچی برادری سے تعلق رکھتا ہے۔ اب وہ شیعہ سن کر بہت خوش ہو رہا ہے اور ہر بات پر کہتا ہے کہ حضرت پھر اور ہمیں کیا چاہیے، حضرت اور ہمیں کیا چاہیے، آٹھ دس خوبیاں بیان کرنے کے بعد امامؒ صاحب نے فرمایا اتنی تو اس میں خوبیاں ہیں لیکن میں آپ کو اس کا عیب بھی بتلا دوں، اس میں ایک عیب بھی ہے تا کہ بات ساری آپ کے سامنے آ جائے اس نے کہا جی عیب کیا ہے، امام صاحبؒ نے فرمایا اس میں عیب یہ ہے کہ وہ

نوجوان مذھبا یہودی ہے، شیعہ نے جب سنا اگرچہ وہ بیماری سے بڑا کمزور ہو چکا تھا لیکن غصہ کی وجہ
جسم میں طاقت آجاتی ہے۔ اسے اتنا غصہ آیا کہ وہ اٹھ کے بیٹھ گیا اور اس نے کہا کہ ابو حنیفہؒ میں سمجھا
کہ تم میری بیمار پرسی کرنے آئے ہو میں تو پہلے بیماری میں جل مر رہا تھا اس بات سے پتا چلا کہ تو اس پر
تیل ڈالنے کے لیے آیا ہے، اس نے غصے میں بہت باتیں کیں جس کو ہم "حق ہمسایہ" کہتے ہیں۔ امام ابو
حنیفہؒ صبر و تحمل کے پہاڑ تھے سب کچھ اس کی سنی۔ فرمایا دیکھو بات یہ ہے اگر مجھ سے کوئی ایسی بات زبان
سے نکل گئی ہے میں معذرت خواہ ہوں ناراضگی کی اس میں بات کیا ہے؟ اس نے کہا ابھی تجھے بھی نہیں
پتہ، میری بیٹی کیلئے یہودی رشتہ؟ امام صاحبؒ نے فرمایا تو اپنی بیٹی کو حضرت علیؓ کی بیٹی اور اللہ کے نبی کی
بیٹی سے زیادہ شان والی سمجھتا ہے۔ جب تیرا عقیدہ ہے کہ نبی کی دو بیٹیاں معاذ اللہ ایسے گھر میں رہیں جو
مسلمان نہیں تھے حضرت عثمانؓ کے گھر میں۔ حضرت علیؓ کی بیٹی حضرت عمرؓ کے گھر میں رہی، آباد رہی
باقاعدہ۔ جن کو تو مسلمان نہیں سمجھتا (دیکھیے طبقات ابن سعد بحوالہ خلفائے راشدین (از شاہ معین الدین
احمدؒ ندوی) اس میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثومؓ سے حضرت عمرؓ کا نکاح کیا۔ یہ
یاد رہے کہ حضرت ام کلثومؓ حضرت پاک ﷺ کی نواسی ہیں حضرت فاطمہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔
حضرات حسنؓ و حسینؓ کی ہمشیرہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے خاندان نبوت سے تعلق پیدا کرنے کے لیے
۱۷ھ میں چالیس ہزار مہر پر نکاح کیا: ۱۲ صفدر عفی عنہ) تیری بیٹی کی ابھی منگنی نہیں ہوئی، نکاح نہیں ہوا،
رخصتی نہیں ہوئی گھر بھی نہیں پہنچی ابھی تو صرف رشتہ کا ذکر آیا ہے اور کچھ بھی نہیں ہوا لیکن نبی پاک ﷺ کی
بیٹیوں کی توہین تو ساری عمر کرتا رہا کہ نبی کی بیٹیاں ایسے لوگوں کے پاس رہیں جو مسلمان بھی نہیں تھے
معاذ اللہ۔ حضرت علیؓ کی بیٹی کی توہین ساری عمر کرتا رہا، حضرت علیؓ کی بیٹی حضرت عمرؓ کے نکاح میں رہی
جس کا ایمان بھی ثابت نہیں ہے اور تیری بیٹی کا نہ نکاح، نہ منگنی، کچھ بھی نہیں ہوا صرف اتنی بات ہوئی ہے
اور تجھے اتنا غصہ آگیا ہے تو میں تجھ سے پوچھتا ہوں ضد کی بات نہیں تو نے اپنی قبر میں جانا ہے میں نے
اپنی قبر میں جانا ہے دل پر ہاتھ رکھ کر صرف اسی بات کا جواب دے دے کہ کیا تیرے دل میں حضرت علیؓ
کی بیٹی کی کم از کم اتنی عزت ہے جتنی اپنی بیٹی کی ہے؟ اپنی بیٹی کے لیے ایسے رشتے کا ذکر سننا بھی تجھے
گوارا نہیں اور حضرت علیؓ کی بیٹی کے بارے میں ایسے لوگوں کے پاس رہنا بھی تجھے گوارا ہے۔ امام

صاحبؒ نے جب یہ بات کی تو وہ زار و قطار رونے لگا اس نے کہا حضرت اصل بات یہی ہے کہ نیک
صحبت کا دیکھو کتنا اثر ہے کہ مرتے وقت مجھے ایمان کم از کم نصیب ہو گیا اور رو کر توبہ کرنے لگا یا اللہ میں کتنا
گمراہ تھا جو بات میں اپنی بیٹی کے بارے میں سن بھی نہیں سکتا وہ میں حضرت علیؓ کی بیٹی کے بارے
میں مانتا رہا، اللہ پاک کے نبی ﷺ کی بیٹی کے بارے میں مانتا رہا چنانچہ اس نے کہا حضرت بچی کا رشتہ تو
ہو جائے گا پہلے آپ مجھے توبہ کروائیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل کروائیں، میں صحابہؓ اور اہل
بیتؓ کا خادم ہوں گا۔ (تذکرہ الاولیا اردو ص ۱۵۷ مصنفہ شیخ فرید الدین عطارؒ)

حضرت امیر شریعتؒ کا گزر اور ملنگوں کا یا علی مدد، یا علی مدد کا نعرہ لگانا

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واقعات میں ہے کہ
حضرتؒ "قطب الدین ایبک" والی گلی میں جا رہے تھے ملنگ بیٹھے تھے سنی عالم گزرے تو ان کو بڑا جوش
آیا ہے خوب نعرے لگنا شروع ہو گئے "یا علی مدد، یا علی مدد" اونچے اونچے۔

حضرتؒ امیر شریعت تانگے پر سوار تھے قریب تانگہ آیا تو فرمایا ذرا تانگہ ٹھہراؤ میں نے اترنا
ہے نیچے اترے تو امیر شریعتؒ نے فرمایا اب کہو (اے ملنگو!!) کیا کہہ رہے تھے؟ انہوں نے کہا: یا علی مدد
حضرتؒ نے فرمایا پھر آئندہ یہ نہ کہنا میرے باپ نے تمہارا کیا گناہ کیا ہے میں سیّد ہوں تمہارا کونسا
نقصان کر دیا کہ بھنگ اور شراب پی کر گندے منہ سے میرے باپ کا نام لیتے ہو تمہارے باپ مر گئے
ہیں۔ خبردار ان گندے منہوں سے میرے باپ کا نام لیا۔ اپنے باپوں کا گندے منہوں سے لیا کرو۔ امیر
شریعتؒ نے جب ان کو ڈانٹا تو خاموش ہو گئے معذرت کرنے لگ گئے کہ ہم ایسا نہیں کرتے جی۔ خیر
حضرتؒ تانگے پر سوار ہو گئے تھوڑی دور تانگہ گیا آپس میں (ملنگ) کہنے لگے جل گیا ہے، جل گیا ہے،
جل گیا ہے حضرت نے پیچھے پھر دیکھا فرمایا کبھی تو زندگی میں عقل کی بات کر دیا کرو دھوئیں پر تم بیٹھے ہو جل
میں رہا ہوں، دھواں تمہارے نتھنوں میں جا رہا ہے اور کہتے ہیں یہ جل گیا ہے کبھی تو عقل کی بات زندگی
میں کیا کرو۔ تو حقیقت یہ ہے کہ قرآن بھی یہی کہتا ہے کہ صحابہؓ اور اہل بیتؓ کی آپس میں محبت تھی تاریخ
بھی یہی بتاتی ہے کہ صحابہؓ اور اہل بیتؓ نے کبھی اپنی نمازیں الگ نہیں پڑھیں، کبھی رشتہ داریاں اس بنیاد

رپر نہیں توڑیں کہ بھائی ان کا عقیدہ الگ ہے، ہمارا عقیدہ الگ ہے، ہمارے ایک دوسرے کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتے یہ وہ تاریخی حقیقت ہے جس کا کوئی تاریخ دان مؤرخ انکار نہیں کرسکتا۔

حضرت علیؓ کا فرمان یا معاویہ ان ربنا واحد ،ان نبینا واحد ،ان دیننا واحد

اور پھر خود ان کی کتابوں میں درج ہے حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان لڑائی ہوئی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت معاویہؓ کو فرمان جاری کیا وہ "نہج البلاغہ" میں درج ہے انہوں نے لکھا یا معاویہؓ ان ربنا واحد آپ کا اور میرا رب ایک ہے دو نہیں حضرتؓ نے لکھا یا معاویہ ان نبینا واحد بے شک میرا اور آپ کا نبی ایک ہے فان دیننا واحد میرا اور آپ کا دین بھی ایک ہی ہے یہ ایک خون کے بدلہ کے سلسلہ میں لڑائی ہے دین میں ہمارا اور آپ کا کوئی اختلاف نہیں ہے، خود حضرت علیؓ نے یہ الفاظ لکھ کر حضرت معاویہؓ کی طرف بھیجے۔ اب یہاں ہم کسی کو گالی نہیں دیتے پہلا حق ان کو دیتے ہیں کہ یہ حضرت علیؓ کی بات مان لو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا دین ایک ہے اس کے ماننے کا طریقہ یہ ہوگا کہ جس طرح تم یہ کہتے ہو کہ حضرت علیؓ ہمارے شعیہ مذہب سے معاذ اللہ تعلق رکھتے تھے یہ بھی اعلان کردو کہ حضرت معاویہؓ شیعہ تھے لیکن کوئی شیعہ حضرت معاویہؓ کو شیعہ ماننے کے لیے تیار نہیں اب دین تو ایک جب ہی بنے گا جب دونوں کا دین ایک مان لیا جائے اس کے برعکس علی الاعلان ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی سنی تھے اور حضرت معاویہ بھی سنی تھے تو ہم نے حضرت علیؓ کی بات کو مانا۔ کہ جو دین حضرت معاویہؓ کا تھا وہ ہی حضرت علیؓ کا تھا ان دونوں کے دین میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں تھا۔

حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی لڑائی میں آپ کس کو غلط کہیں گے؟

وہ جھگڑے جوان کے درمیان آپس میں ہوئے ایسے ہی تھے جیسے موسیٰ علیہ السلام بھی نبی اور حضرت ہارون علیہ السلام بھی نبی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر تشریف گئے تو پیچھے بنی اسرائیل نے بچھڑے کو پوجنا شروع کردیا۔ حضرت ہارونؑ اور دیگر لوگوں نے ان کو روکا لیکن زیادہ سختی نہیں کی حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ فرمایا بئسما خلفتمونی من بعدی أعجلتم امر ربکم (سورۃ

الاعراف آیت نمبر ۱۵۰۔ کیا بری نیابت کی تم نے میری میرے بعد کیوں جلدی کی تم نے اپنے رب کے حکم سے) حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام سے لڑ پڑے، گلے پڑ گئے انہوں نے اپنی طرف سے عرض کی حضرت میں نے اس لیے سختی نہیں کی آپ یہ نہ کہیں کہ آپ نے فرقے فرقے بنادیئے (انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی: سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۹۴: میں ڈرا کہ تو کہے گا پھوٹ ڈال دی تو نے بنی اسرائیل میں اور یاد نہ رکھی میری بات) ان کو حق بات ضرور سمجھا دیا۔۔۔ لیکن میں اس انتظار میں رہا کہ آپ آکر ان کے بارے میں جو مشترکہ فیصلہ کریں گے وہ آپ کریں گے۔ اب دونوں میں باقاعدہ دینی غیرت موجود ہے تو ان لڑائیوں کو ہم دینی لڑائی نہیں کہتے کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰؑ کا دین الگ تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا دین الگ تھا۔ جس طرح اس قسم کے جھگڑے معصومین میں ہو جاتے ہیں تو اگر صحابہؓ میں اس قسم کے جھگڑے ہوئے تو اس سے ان کے دین کا اختلاف ثابت نہیں ہوتا۔ دین سب کا ایک تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہی لکھ کر بھیجا کہ ہمارا دین ایک ہے۔

صحابہ کرامؓ کو غلط ماننے سے دین ثابت نہیں ہوسکتا

تو مقصد یہ ہے کہ صحابہؓ کی عظمت اہل سنت والجماعت کے ہاں بنیادی چیز ہے ہم اللہ کے نبی کو مانتے ہیں تو صحابہؓ کے بتانے سے مانتے ہیں، نبی پاک ﷺ کے دلائل معجزات کو مانتے ہیں تو صحابہؓ کے بتانے سے مانتے ہیں، نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کو مانتے ہیں تو صحابہؓ کے بتانے سے مانتے ہیں اگر معاذ اللہ صحابہؓ کو غلط مان لیا جائے تو پھر دین ثابت ہوسکتا ہی نہیں تو یہی صحابہؓ کی عظمت کو قائم رکھنا اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔

اہل سنت والجماعت کی تاریخ ہی شہادت اور قربانیوں سے بھری ہوئی ہے

حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی ساری زندگی عظمت صحابہؓ کے لیے خرچ کی اور اپنے خون کی قربانی بھی اسی عظمت صحابہؓ کے لیے دے دی انہوں نے کسی کی زمین نہیں چھین لی تھی کسی ڈاکے کی وجہ سے ان کو گولی نہیں ماری گئی ہے، اس کو ایک ہی گناہ کا گناہ گار سمجھا جاتا تھا کہ یہ

عظمت صحابہؓ کا پرچارک ہے اور صحابہؓ کے دشمنوں کو یہ برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، وہ کہتے تھے ہم اپنے باپ کے دشمنوں کو برداشت نہیں کرتے تو صحابہؓ کے دشمنوں کو کیسے برداشت کریں؟ تو اس بارے میں جو کچھ ہوا ہے حکومت کے اپنے فرائض ہیں کہ وہ فوری طور پر ان لوگوں کا محاسبہ اور ان کو قرار واقعی سزا دے جو انہوں نے کیا ہے۔ اور ہمارا اپنا فرض ہے کہ جو مشن حضرت مولانا حق نواز صاحبؒ کا تھا وہ اس سے آگے تو بڑھ سکتا ہے انشاء اللہ اب پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہیں ان باتوں سے اہل سنت والجماعت ڈرنے والے نہیں ہیں سنیوں کی تاریخ ہی شہادت اور قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔

شیعہ ماتم کرتے ہیں سنی ماتم کیوں نہیں کرتے؟

حضرت علامہ خالد محمود صاحب (پی ایچ ڈی لندن) اوکاڑہ میں تقریر فرما رہے تھے تو کسی نے پوچھا کہ شیعہ حضرت امام حسینؓ کا ماتم کرتے ہیں سنی ماتم کیوں نہیں کرتے؟ تو فرمایا جو ماتم کرنے میں لگ جاتا ہے وہ نئی قربانی پیش کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ زندگی اور اپنے مسلک کو بچانے کے لیے ہمیشہ قربانیوں کی ضرورت رہتی ہے اس لیے ماتمی روتے پیٹتے تو رہتے ہیں لیکن قربانی کا جذبہ ان میں موجود نہیں ہوتا اور اہل سنت والجماعت کا کوئی دور بھی اس سے خالی نہیں ہے تو اس لیے فرمایا ہم رونے پیٹنے والے نہیں۔

حضورﷺ کو جب حضرت عمرؓ نے قلم اور دوات نہیں دیا تو حضرت علیؓ دے دیتے

اسی چٹ میں آگے سوال لکھا تھا کہ حضرت عمرؓ سے جب حضورﷺ نے قلم اور دوات مانگا تھا تو آپ نے قلم اور دوات کیوں نہیں دی تھی؟ علامہ خالد محمود صاحب نے فرمایا کیا سارے مدینہ میں ایک ہی قلم و دوات تھی جو حضرت عمرؓ کے پاس تھی اور کسی کے پاس قلم دوات تھی نہیں؟ فرمایا وہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا نام تو نہیں لیا تھا۔ یہاں میں نام لے کر بھی کسی کا کہوں مثلاً امینؒ صاحب ذرا پن دینا ان کے پاس پن نہ بھی ہو تو دس اور پن آجائیں گے میرے پاس کہ یہ آپ پن لے لیں۔ اور ظاہر بات ہے جب بادشاہ یا افسر قلم مانگتا ہے تو اپنے سیکرٹری سے مانگتا ہے، کاتب وحی حضرت علیؓ تھے حضرت عمرؓ نہیں تھے تو سب سے پہلا فرض کاتب وحی کا ہوتا ہے کہ وہ قلم پیش کرے اور پھر تین دن بعد میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات رہے حضرت عمرؓ نے سارے گھروں سے پھر کر قلم و دواتیں اپنے پاس رکھ

فرمایا علامہ خالد محمود صاحب نے اس میں حضرت عمرؓ کی توہین نہیں اللہ کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہین ہے کہ جب چاروں طرف سے نبی پر پتھر برستے تھے اس وقت آپ نے کسی بات کو چھپایا نہیں اروں جان قربان کرنے والے پاس موجود ہیں اور معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ سے کے بات چھپا کے چلے گئے؟ (فیا للعجب) تو فرمایا اعتراض حضرت عمرؓ پر نہیں ہو رہا یہ اعتراض تو ﷺ تک جا رہا ہے۔

دعائیہ کلمات: تو مقصد یہ ہے کہ ہم حکومت سے پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ کے قاتلوں کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔ آپ اس مطالبہ کے حق میں ہیں (حضرت استاذؒ حاضرین جلسہ سے پوچھ رہے ہیں) ہاتھ کھڑا کریں اور ہم مسجد میں یہ وعدہ کرتے ہیں کہ مولانا حق نوازؒ کے مشن کو انشاء اللہ آگے بڑھائیں گے اور اس کو پیچھے لوٹنے نہیں دیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حق نوازؒ صاحب کی قربانی کو قبول فرمائیں اور پس ماندگان کو اجرِ عظیم عطا فرمائیں اور صبرِ جمیل عطا فرمائیں اور ان کے ساتھیوں کو ان کے مشن کو قائم و دائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

تقریر نمبر۲

سوال کا معیار

اگر سوال کرتے ہیں کہ نماز کی ساری شرائط اور نماز کا طریقہ صرف قرآن پاک سے دکھائیں تو آپ کا یہ سوال غلط ہے یہ سوال کب صحیح ہوگا؟ جو یہ دعویٰ کرے کہ میں صرف قرآن کو مانتا ہوں تو وہاں آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ جب آپ صرف قرآن پاک کو مانتے ہیں تو آپ قرآن پاک سے نماز کی شرائط نکالیں، ساری نماز کا طریقہ نکالیں، لیکن جو شخص کہتا ہے کہ میں قرآن و حدیث دو چیزیں مانتا ہوں ان سے آپ کا یہ سوال کرنا غلط ہوگا، ان سے آپ سوال یوں کریں گے کہ قرآن و حدیث سے آپ ثابت کردیں کہ نبی اقدس ﷺ رکوع کی تسبیح آہستہ پڑھا کرتے تھے؟ تو اُن کے پاس آج تک اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس کے بعد اہل السنّت والجماعت سے جو سوال ہوگا وہ یہی ہوگا کہ آپ ادلہ اربعہ میں سے کسی دلیل سے یہ مسئلہ ثابت کردیں۔ تو یہ سوال صحیح ہوگا اور جس میں ان کے دلائل کا انکار ہے وہ سوال

غلط ہے۔ صحیح وہ ہی ہوگا جو مُدّعی کے دعویٰ کے مطابق ہو، غلط سوال وہ ہے جس میں مدعی کے دعویٰ کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اسی طرح روافض (شیعوں) کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم ثقلین صرف دو چیزوں کو مانتے ہیں (یعنی ان کے ہاں قرآن اور اہل بیت عظام معیار ہیں ان کے علاوہ یہ تیسری دلیل کوئی نہیں مانتے" صفدر عفی عنہ)۔

ثقلین ہیں ہی نہیں:۔ حضرت استاذیؒ کی ایک شیعہ مناظر سے گفتگو:

62ء کی بات ہے عیسائیوں سے ایک مناظرہ ہوا اس کے بعد انہوں نے مجھے زہر دے دیا تو ڈاکٹروں نے مجھے مطالعہ سے روک دیا، گرمیوں کی چھٹیاں ہوئیں، میں شاہدرہ (لاہور میں ایک جگہ کا نام ہے نزدیک دریائے راوی) اپنے ہم زلف کے ہاں گیا یہی وقت تھا تقریباً سخت گرمی تھی ابھی میں انکا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں تو سامنے سے ایک نوجوان آ گیا۔ پس داڑھی دیکھ کے اس نے سمجھا کہ یہ مولوی ہے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا میں اوکاڑہ سے آیا ہوں۔ اس نے کہا میں نے ایک مسئلہ پوچھنا تھا میں نے کہا میں نے یہاں ایک ہفتہ رہنا ہے، پانی وغیرہ پی لیں، ٹھنڈے ہو جائیں جو مسئلہ مجھے آتا ہو گا بتا دوں گا جو نہیں آتا ہو گا لاہور قریب ہے بڑے، بڑے علماء موجود ہیں وہاں جا کے پوچھ آنا۔ اس نے کہا ایک مسئلہ تو بہت ضروری ہے۔ اتنے میں میرا ہم زلف بھی اندر سے باہر آ گیا دروازہ کھول کر (وہ کہنے لگا) کہ دیکھو آخری احسان جو ہے وہ یہی ہوتا ہے کہ آدمی کسی کا جنازہ پڑھ لے، میں سمجھ گیا کہ یہ رافضی ہے کمبخت کوئی، (اس نے کہا) صحابہؓ نے حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تو اب آپ اندازہ لگائیں کہ کوئی آپ کا دوست ہے آپ وہاں موجود بھی ہوں آپ کا ماں، باپ وہاں موجود ہو پھر آپ جنازہ میں شریک نہ ہوں: خیر گرمی بہت تھی میں نے کہا جنازہ سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ مجھے پہلے یہی سمجھا دیں اگر تو جنازہ کا وہ ہی مطلب ہے جو عام ہوتا ہے کہ لوگ سفارش کرتے ہیں کہ اے اللہ تبارک وتعالیٰ تیرا یہ بندہ گناہ کر کے تیری بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہے ہم سفارش کرتے ہیں کہ اس کے گناہوں کو معاف کیجئے تو یہ جنازہ نبی کا کسی نے نہیں پڑھا اور اگر کسی نے پڑھا ہے آپ مجھے نام بتائیں، میں اس کو مسلمان نہیں سمجھتا کیونکہ نبی اقدس ﷺ تو سب کے شفیع ہیں اب کون امتی ہے جو یہ کہے کہ

اللہ آپ کے پیغمبر گناہ گار ہیں ہم ان کے لیے آپ کی بارگاہ میں سفارش کرتے ہیں اور اگر جنازہ مطلب ہے کہ وہاں درود پاک پڑھا گیا تو وہ تو آپ کی اور ہماری سب کتابوں میں ہے کہ حجرہ تھا، جنازہ پاک باہر نہیں نکالا گیا اس لیے دس دس آدمی اندر جاتے اور درود پاک پڑھ کر واپس آتے رہے

القلوب (نامی کتاب) میں ہے کہ دفن میں دیر اس لیے ہوئی کہ دو تین دن اور ایک رات مسلسل لوگ جاتے رہے درود پڑھ کے واپس آتے رہے، کتنے لوگ تھے: تو میرا ہم زلف کہنے لگا کہ اس کمبخت نے تو اس مسئلہ میں بڑا پریشان کر رکھا تھا آپ نے تو مسئلہ ہی ختم کر دیا ہے۔ اب مجھے کہنے لگا کہ اچھا ایک بات اور بتا دیں میں نے کہا کیا؟ اس نے کہا خلیفہ بہادر ہونا چاہیے یا نہیں، اشجع الناس ہونا چاہیے یا نہیں؟ بسطة فی العلم و الجسم ہونا چاہیے یا نہیں؟ میں نے کہا ہونا چاہیے اس نے کہا پھر: میں نے کہا "پھر" نہیں اب یہ پوچھیں کہ کتنا وہ بہادر ہوتا کہ ایک پیمانہ اور معیار سامنے آ جائے اس کے بعد پھر چلے کہ کیا اس بہادری پر خلیفہ اور اس معیار پر خلفیہ پورا اترتا بھی ہے یا نہیں؟ کہنے لگا بتا دیں کتنا بہادر ہونا چاہیے؟ میں نے کہا اس کے سامنے قرآن بدلا جائے وہ خاموش بیٹھا رہے اتنا بہادر ہو، اس کی معاذ اللہ بیٹی کو اغوا کر لیا جائے اور وہ بالکل چوں و چرا نہ کرے، اگر کسی پرلے درجہ کے غریب آدمی کے ساتھ خدانہ کرے ایسی حرکت ہو جائے تو وہ اور کچھ نہ کر سکے گا تو کم از کم علاقہ چھوڑ کے چلا جاتا ہے لیکن وہ (خلیفہ) ان کے ساتھ بیٹھ کر سب کچھ کھائے، پیئے اور اتنا بہادر ہو کہ مقدمہ لڑنے کے لیے عدالت میں بیوی کو بھیجے خود ساتھ نہ جائے جب میں نے دو تین باتیں کیں تو (وہ) بھاگا میں نے کہا معیار تو سُن لو اس کے بعد آگے بات ہو گی کہ اس معیار پر کون کون خلیفہ پورا اترتا ہے اور کون کون پورا نہیں اترتا..... خیر وہ تو چلا گیا میں نے پانی وغیرہ پیا اب یہ بات شاہدرہ میں عام پھیل گئی کہ اوکاڑہ سے کوئی آدمی آیا ہے اُس سے وہ آدمی جس نے سب مولویوں کو تنگ کر رکھا ہے بھاگ گیا ہے۔

میرے پاس مولوی صاحبان آنے لگے کہ بیان کر دیں آج عشاء کے وقت = میں بیان کے لیے نکلا تو راستے میں وہ اور اس کے تین چار ذاکر ملے اور کہنے لگے کہ ہم تو بات کرنے کے لیے آئے ہیں، میں نے کہا پہلے میں تقریر کروں گا، تقریر کے بعد بات چیت ہو جائے گی اس میں کونسی بات ہے: خیر تقریر وہ

میری سنتے رہے گھر میں بیٹھ کر: اس لڑکے کا سارا خاندان سُنی تھا وہ اکیلا کہیں کالج پڑھتا ہوا رافضی ہوا
تھا اس کے بعد جب میں آیا اس لڑکے کا باپ اور بھائی بیٹھے ہیں کہ آج بات ہوگی۔ خیر ہم آ کے بیٹھ گئے
میرے پاس کوئی کتاب تو تھی نہیں کیونکہ ڈاکٹروں نے مجھے مطالعہ بند کیا ہوا تھا، میں نے کوشش کی
حضرت لاہوریؒ کا ترجمہ قرآن مل جائے جس کے شروع میں غیر مقلدوں کی بھی تصدیق ہے، بریلویوں
کی بھی تصدیق ہے شیعوں کی بھی، کفایت حسین کی بھی تصدیق ہے کہ یہ ترجمہ بالکل صحیح ہے اسی ترجمہ
سے کام چل جائے گا۔

بہر حال وہ لاہور کا علاقہ تھا وہ قرآن پاک مل گیا اب جب ہم بیٹھے تو وہ جوان کا مناظر تھا کہنے لگا کہ ثقلین
(قرآن واہل بیت) سے باہر نہیں جانا میں نے کہا ثقلین کہیں ہوں گے تو باہر نہیں جائیں گے۔ ثقلین
ہیں ہی نہیں اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا قرآن غار میں ہے اور اہل بیت کربلا میں ختم ہو گئے تھے اگر
کہیں ہوں گے تو بات ہوگی، اس نے کہا جی اہل بیت ختم ہو گئے تھے؟ یہ اتنے سیّد ہیں، میں نے کہا ان کو
سُنی اہل بیت مان لیتے ہیں، شیعہ کے نزدیک یہ اہل بیت نہیں ہیں میں نے کہا آپ اہل بیت کن کو مانتے
ہیں اس نے کہا سیدہ فاطمہؓ کی اولاد کو میں نے کہا سیدہ فاطمہؓ کا جو نکاح ہے وہ آپ کے نزدیک صحیح
ہے؟ کیونکہ اس نکاح کے گواہ ابو بکرؓ وعمرؓ ہیں: اب نکاح کا مسئلہ تو عوام بھی جانتے ہیں میں نے کہا یہ عام
لوگ بھی جانتے ہیں کہ نکاح کے گواہ مسلمان ہونے چاہیے کافر نہیں ہونے چاہیے تو اس لئے میں نے
عوام سے پوچھا کہ اگر کسی نکاح میں دو گواہ ہوں ایک سکھ اور ایک مرزائی نکاح ہو جائے گا؟ کہنے لگے
نہیں: میں نے کہا دونوں میں سے ایک اگر کافر ہو اور ایک مسلمان ہو پھر؟ کہنے لگے جی بالکل نہیں ہوگا
میں نے کہا یہاں "کشف الغمہ" میں لکھا ہے صاف صاف کہ حضرت بی بی فاطمہؓ کے نکاح کے گواہ
ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں اس لئے جو اپنے آپ کو "سیّد" کہلاتا ہے اس کے جسم کا ایک ایک بال حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ
کے ایمان کا گواہ بنے گا ورنہ اس کا نسب ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ جب نکاح ہی نہ ہوا تو ساری عمر کا گناہ ہو
ا اس لیے اہل بیت کو اہل سنت والجماعت مان سکتے ہیں جو حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو مسلمان
مانتے ہیں اور جو معاذ اللہ ان کو یہودیوں، عیسائیوں سے بدتر کافر کہتے ہیں ان کے نزدیک تو سرے سے
یہ نکاح ہی نہ ہوا۔ یہ جو بارہ امام اور چودہ معصوم کہتے ہیں ان معصوموں میں بی بی فاطمہؓ بھی شامل ہے۔

حضرت علیؓ تو اماموں میں بھی شامل ہیں میں نے کہا ان کی معصومیت تو کجا ان کا تو نکاح ہی ثابت نہیں
شیعہ کے نزدیک: وہ سارے خاموش ہیں، میں نے کہا آپ انکار کریں اس بات کا کہ یہ گواہ نہیں کون گواہ
تھے؟ آپ لکھیں اگر کوئی اور گواہ ہے؟ میں نے خود دو گواہ بتا دیئے ہیں یہ آپ کی کتاب سے دکھا دوں گا۔
اس لڑکے کا باپ اٹھا اس نے اس کو دو تین ماریں کہنے لگا کہ آج بکواس نہیں کردا خاموش بیٹھا ہے، آگے،
پیچھے تو بڑی باتیں کرتا ہے، بولنے نہیں دیتا سامنے:

امام زین العابدین علی بن حسینؓ کا نسب ثابت نہیں ہو سکتا اگر فاروقِ اعظمؓ کو خلیفہ برحق نہ مانا جائے۔

اس نے کہا بالفرض اس کو چھوڑ دیں اگلا قدم اٹھائیں میں نے کہا کربلا میں اہل بیت کو ختم کر دیا گیا تھا
اس نے کہا نہیں جی امام زین العابدینؒ زندہ بچ گئے تھے۔ میں نے کہا امام زین العابدینؒ اہل بیت میں
سے ہیں؟ اس نے کہا آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا سُنی طریقہ پر تو ہیں آپ کے طریقہ پر نہیں کیونکہ
ان کی والدہ کا کیا نام ہے؟ شہر بانو: یہ یزدگرد شاہِ ایران کی بیٹی ہے، شہزادی ہے، اب ان کے ہاں اور
ہمارے ہاں متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر خلیفہ برحق ہو اور وہ کافروں کے ملک پر حملہ کرے تو اس حملے کا نام جہاد
ہے، اس میں جو مال وغیرہ آئیگا، لونڈی، غلام آئیں گے وہ مال غنیمت ہے اور مال غنیمت حلال ہے
لیکن اگر خلیفہ ناحق ہو تو پھر وہ لڑائی جہاد نہیں ہے وہ ڈاکہ ہے جیسے ڈاکو ڈاکہ ڈالتے ہیں جو مال وہ لے کر
آئیں وہ ڈاکہ کا مال ہے غنیمت کا مال نہیں اور وہ ایسا ہی حرام ہے کالمیتة والدم ولحم الخنزیر
(جیسے مردار حرام ہے، خون حرام ہے، خنزیر کا گوشت حرام ہے) ایسے ہی وہ مال حرام ہے جو غاصب خلیفہ
لے کر آئے، جو ناحق خلیفہ لے کر آئے، میں نے کہا اب ساری دنیا جانتی ہے کہ "شہر بانو" حضرت
فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں مال غنیمت میں آئی ہیں تو یہ مال غنیمت حرام ہے اس لیے امام زین العابدینؒ
کا نسب جب ہی ثابت ہوگا، شہر بانو کا نکاح جب ہی ثابت ہوگا جب فاروق اعظمؓ کو خلیفہ برحق مان لیا
جائے، اگر کوئی شخص ان کی خلافت کا انکار کرتا ہے تو وہ سرے سے سیدنا امام حسینؓ اور شہر بانو کا نکاح ہی
ثابت نہیں کر سکتا چہ جائے کہ ان کی اولاد کا نسب ثابت ہو اور ان کو "ثقلین" میں بھی شامل کر لیا جائے،

میں نے کہا اس لئے قرآن تو آپ کا غار میں ہے اور اہل بیت آپ کے اصول پر دنیا میں موجود ہی نہیں اب آگے آپ بات کریں کیا کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کیا بات کرنی تھی خاموش بیٹھے تھے، میں نے کہا اہل بیت تو آپ کے اصول پر دنیا میں موجود نہیں ہیں اہل سنت والجماعت کو حق ہے کہ وہ اہل بیت کو بھی مانیں، صحابہؓ کو بھی مانیں لیکن رافضیوں کو اس بارے میں کوئی حق نہیں۔

دو چیزیں انسانوں کی ہدایت کے لیے:(۱)۔قرآن پاک (۲)۔صحابہؓ کی جماعت

تو بہر حال ان کے ہاں دلائل دو ہیں ((۱) قرآن (۲) اہل بیت (جن دونوں کو ثقلین کہا گیا ۱۲ صفدر عفی عنہ) وہ کہتے ہیں کہ ہم دو چیزوں کو مانتے ہیں اور وہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن کا وجود ان کے پاس موجود نہیں۔ نبی اقدس ﷺ جب دنیا سے تشریف لے گئے، وصال فرمایا آپ دو چیزیں چھوڑ کر گئے انسانوں کی ہدایت کے لیے (۱) خدا کی کتاب (۲) اور ایک صحابہؓ کی جماعت رافضیوں (شیعوں) نے دونوں کا انکار کر دیا۔قرآن پاک کے بارے میں تو ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ پورا قرآن پاک میرے پاس موجود ہے اس سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں (دیکھئے اصول کافی ص ۲۲۸ ج ا باب انہ لم یجمع القرآن کلہ الا الائمة) کیونکہ قرآن پاک حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے مرتب کیا تھا اور انہوں نے آکر کہا کہ میں نے قرآن پاک مکمل مرتب کر لیا ہے آپ لے لیں صحابہؓ نے اس قرآن کے لینے سے انکار کر دیا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو غصہ آ گیا انہوں نے فرمایا اب یہ قرآن پاک خواب میں بھی نہیں دیکھیں گے۔ چنانچہ وہ قرآن پاک ائمہ سے منتقل ہوتا رہا اور آج کل وہ کسی غار میں ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو غصہ کیسے آ گیا؟ اس سے صحابہؓ کا کیا بگڑا؟

کیا ائمہ نے قرآن اور دین کو چھپایا؟

میں نے ایک مناظرہ میں شیعہ مناظر سے پوچھا کہ قرآن پاک میں یہودیوں پر لعنت کی ہے انہوں نے نبی اقدس ﷺ کے بارے میں تورات کی پیش گوئیوں کو چھپایا، وہ صرف پیش گوئیاں چھپالیں تو لعنتی ہیں اور جو ائمہ پورا قرآن چھپائے پھریں اور کسی کو بھی نہ دیں ان کے بارے میں آپ کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟ ہم تو یہ نہیں کہتے کہ وہ قرآن چھپانے والے تھے لیکن شیعہ اصول پر تو تمام ائمہ دین کو چھپانے کے

لیے دنیا میں آئے ہیں دین کو بیان کرنے کیلئے نہیں، قرآن کہتا ہے وجعلنا منھم ائمة یھدون بامرنا (سورۃ الم سجدہ آیت نمبر ۲۴: اور کئے ہم نے ان میں پیشوا جو راہ چلاتے تھے ہمارے حکم سے) ائمہ یہ ہیں وہ کہتے تھے انکم علی دین من کتمه اعزّہ اللّٰہ و من اذاعه اذلّه اللّٰہ اصول کافی جلد دوم میں پورا باب الکتمان ہے کہ تم ایسے دین پر ہو کہ جو اس دین کو چھپائے گا اسے اللہ تعالیٰ عزت فرمائیں گے اور جو اس دین کو ظاہر کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ذلیل کرے گا۔

پھر کسی نے بعد میں اذان میں کہنا شروع کر دیا اشھد ان علیاً ولی اللّٰہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام نے یہ فرمایا کہ دیکھو آج تک دین ہمارا چھپا ہوا تھا عزت حاصل تھی حرامزادوں نے یہ بات اونچی اونچی کہنی شروع کر دی اس لیے ہمیں یہ ذلیل کروا کے چھوڑیں گے۔تو مقصد یہ ہے کہ یہودیوں نے، عیسائیوں نے کچھ حصہ کتاب (قرآن) کا چھپایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ملعون قرار دیا۔

شیعوں کے نزدیک موجودہ قرآن ہنگامی دور کے لیے ہے:۔

کراچی یونیورسٹی سے ایک پروفیسر نے مجھے خط لکھا کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن جلا دیا تھا یہ بخاری شریف میں لکھا ہوا ہے میں نے کہا وہاں تو ماسوی القرآن کے الفاظ ہیں، میں نے عبارت نقل کر کے بھیج دی۔ عجیب بات ہے جن کے ذریعہ ساری دنیا میں قرآن پھیلا ان کو قرآن کا جلانے والا کہا جاتا ہے اور جنہوں نے قرآن کو ایسا چھپایا کہ فرشتے بھی نہیں دیکھ سکے ان کو قرآن کا خادم کہا جاتا ہے تو بہر حال ان حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ جو موجودہ قرآن پاک ہے یہ ہنگامی دور کے لیے ہے، جب تک امام مہدی نہیں آتے اس وقت تک اسے پڑھتے رہو لیکن جب امام مہدی آئیں گے تو پھر وہ اصلی قرآن پاک پڑھا جائے گا وہ قرآن سترہ ہزار آیات پر مشتمل ہے (دیکھئے اصول کافی ص ۶۷۱ طبع نولکشور لکھنو ومع الصافی جز ششم ص ۷۵ و فصل الخطاب ص ۳۲۸ بحوالہ ارشاد الشیعہ ص ۳۵ مصنفہ محترم مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ صاحب) اور یہ ہے چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتوں کا قرآن پاک تو قرآن پاک کے بارے میں یہ لوگ تحریف کے قائل ہیں۔

ایک یہودی اور ایک رافضی کا اسلام لانا اور اسلام لانے کی وجہ:۔

جس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا کیونکہ واقعات سے بات ذہن نشین بھی ہو جاتی ہے اور آگے سمجھانی بھی آسان ہو جاتی ہے، چوتھی صدی کی ابتدا کا واقعہ ابن عساکرؒ نے تاریخ میں لکھا ہے کیونکہ پہلے زمانہ میں جب لوگ حج پر جاتے تھے تو یہ نوٹ تو ہوتے نہیں تھے جتنے چاہو جیب میں ڈال لو پتہ ہی نہ ہو کہ کتنے پیسے ہیں اس زمانہ میں دوسرے روپے ہوتے تھے۔ اب اس کی گٹھڑی بھی اتنی بڑی ہوتی تھی، جانا بھی پیدل، آنا بھی پیدل، اتنا لمبا سفر اس لیے حاجی صاحبان قافلوں کی شکل میں حج کیا کرتے تھے تا کہ سامان اور زادِ راہ کی حفاظت ہو سکے تو ایک قافلہ چلا۔ عجیب بات یہ تھی کہ وہ تمام قافلہ علماء اور صوفیاء کرام پر مشتمل تھا عوام اس میں نہیں تھی ہر زمانہ میں علماء کی مسلمان قدر کرتے رہے چنانچہ جتنی بستیاں راستے میں آتی تھیں سب کی خواہش تھی کچھ دیر یہاں قیام ہو جائے، کوئی ناشتہ، پانی وغیرہ کا بندوبست ہو جائے، کوئی دعا وغیرہ ہو جائے اسی طریقہ سے وہ قافلہ چلا آرہا تھا ایک بہت بڑی کوٹھی میں ان کی دعوت تھی، گئے تو مالک مکان اس وقت اندر کوٹھی میں موجود نہیں تھا۔ ایک ملازم تھا، وہ ملازم اتنا با اخلاق اور اتنی میٹھی زبان والا تھا کہ اس نے چند منٹوں میں سب کی توجہ اپنی طرف پھیر لی، وہ جو بات کرتا ایسی پیاری کرتا لوگ بڑے حیران ہوئے جب وہ مالک مکان آیا (کیونکہ یہ بڑے متاثر تھے اس سے) انہوں نے پوچھا کہ یہ آپ کا صاحب زادہ صاحب ہے اس نے کہا میرا بیٹا تو یہ نہیں ہے لیکن مجھے بیٹوں سے زیادہ پیارا ہے، بیٹوں سے زیادہ قابل اعتماد ہے، انہوں نے کہا زندگی میں واقعی بڑے بڑے لوگ دیکھے ہیں لیکن ایسا با اخلاق کم ہی نظر آتا ہے کیونکہ اب اس کے بارے میں باتیں شروع ہو گئیں اب وہ ملازم صاحب کبھی کوئی چیز لینے جاتا ہے، کبھی اندر آتا، کبھی باہر جاتا تو مالک نے کہا کہ دیکھئے آپ چند منٹوں میں اس سے متاثر ہو گئے ہیں میرا یہ مستقل ملازم ہے میں خود اس سے بڑا پیار کرتا ہوں لیکن اس میں بہت خوبیاں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑا عیب ہے آپ نیک لوگ ہیں وہاں (مکہ، مدینہ) جائیں دعا کریں اللہ تعالیٰ عیب اس کا درست کر دے، کہا عیب کیا ہے؟ اس نے کہا یہ شخص مذہباً یہودی ہے انہوں نے کہا ضرور اس کے بارے میں دعا کریں گے اللہ تعالیٰ نے جب اور اسے کمالات سے نوازا ہے تو اللہ کے

[illegible] میں کونسی کمی ہے کہ ایمان کی دولت سے بھی نواز دے۔ وہ ملازم یہ ساری باتیں کھڑا باہر سُن رہا تھا انہوں نے جب یہ وعدہ کر لیا تو ملازم اندر آیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا اس نے کہا آپ سب اللہ کے نیک بندے ہیں ایک نیک سفر پر جا رہے ہیں، میرے مالک نے میرے بارے میں ایک دعا کی درخواست کی ہے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح میرے مالک کے دل کا دکھ آپ نے سُن لیا ہے آپ میرے بھی دل کا دکھ سُن لیں پھر جو چاہیں دعا مانگیں، انہوں نے کہا آپ بتائیں کیا بات ہے؟ اس نے کہا آج میں یہاں معمولی ملازم کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں، میں آپ کو کہوں کہ میں اپنے خاندان میں اتنا مالدار تھا دنیا ماننے کے لیے تیار نہیں ہوگی لیکن حقیقت یہی ہے کہ میں اتنے بڑے یہودی خاندان کا فرد ہوں کہ کئی پشت فتوئی اس خاندان کا چلتا تھا میں نے جب ہوش سنبھالا، میں نے تورات کا مطالعہ کیا، زبور کا، انجیل کا، قرآن پاک کا، احادیث کا اور تاریخ کا (میں نے مطالعہ کیا) اس مطالعہ پر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر دنیا میں عزت اور آخرت میں نجات ہے تو صرف دینِ اسلام کے ذریعہ ہے اور میں نے اپنے اس علاقے میں مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اب اس کی سزا میرے خاندان نے یہی دی کہ مجھے قتل کر دیا جائے لیکن ہم تجھے نہیں کرتے تم یہ علاقہ چھوڑ کر کسی اور ملک میں چلے جاؤ یہاں بالکل تم نہیں رہ سکتے، میری بیوی اور دو بچے تھے سب کچھ میں چھوڑ کے آگیا اس ملک میں اب میرے سامنے صرف دو مسئلے تھے میں اکیلا تھا۔ ایک تو پیٹ کا مسئلہ تھا کوئی ایسی ملازمت مل جائے کہ میں باعزت طور پر کما کر کھا سکوں کیونکہ میں ایک ایسے خاندان کا آدمی تھا بھیک تو مجھ سے نہیں مانگی جاتی دوسرا مسئلہ جو اس سے بڑا تھا وہ یہ کہ آج اسلام کا مطالعہ جو میں نے کیا ہے وہ میں نے اپنے طور پر کیا ہے جب تک کسی مسلمان عالم کے ماتحت اس کا صحیح مطالعہ نہ کروں تو میرا دل نہیں مانتا کہ میں صحیح عمل کر سکوں گا اس لئے یہ آزاد مطالعہ قابل اعتماد نہیں ہے، چلو اتنی بات مجھے سمجھ آگئی کہ اسلام دینِ حق ہے لیکن اس کی تفصیلات جب علماء سے نہ سمجھی جائیں اس وقت تک میرا دل نہیں مانتا کہ اس پر صحیح عمل کر رہا ہوں پھر اسی تلاش میں یہاں آگیا جہاں آج آپ تشریف لائے ہیں یہاں روزانہ علماء آتے ہیں اور میں بہت خوش تھا کہ میرے دونوں مقصد پورے ہو جائیں گے، ملازمت بھی مل گئی اور علماء بھی یہاں آتے رہتے ہیں یہ بات کہہ کہ وہ آدمی زار و قطار رونے لگا اس نے کہا میں چونکہ آیا ہی یہاں اس لئے تھا جو علماء تشریف لائیں

گے ان کی باتیں غور سے سنوں گا، دین کی باتیں ہوں گی لیکن میں اب اسلام کا نام لینے سے بھی ڈرتا ہوں اور میں بہت پریشان ہوں کیونکہ یہاں جو علماء آتے ہیں ان کو کوئی کام نہیں ہوتا وہ بیٹھ کر کوئی ابوبکر صدیقؓ کو بُرا کہتا ہے، کوئی عمر فاروقؓ کو بُرا کہتا ہے، کوئی عثمان غنیؓ کو بُرا کہتا ہے، کوئی اماں عائشہؓ کو بُرا کہتا ہے، کوئی قرآن پاک کی تحریف کا قائل ہے (کہ قرآن پاک بدل ڈالا) خدا کی کتاب پر یہ ظلم کیا گیا وہ کہنے لگا میں حیران ہوں جب میں یہودی بھی تھا تو میری زبان پر یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے صحابہ میں کوئی شخص بُرا تھا، اب میں حیران تھا کہ یا تو قرآن غلط ہے معاذ اللہ، یا تاریخ اسلام ساری غلط ہے، احادیث غلط ہیں، اللہ تعالیٰ کا علم کم ہے ان لوگوں کا زیادہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صحابہؓ کی تعریفیں کی ہیں اور اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو بھی جانتے ہیں یہ لوگ تین چار سو سال بعد اللہ تعالیٰ کی کتاب کے خلاف ان صحابہؓ کو بُرا، بھلا کہتے ہیں تو اب یہی ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ معاذ اللہ اللہ کا علم کمزور ہے ان کا علم قوی ہے، یہ مانا جائے کہ صحابہؓ کے بارے میں اللہ پاک کے پیغمبر کا علم کمزور تھا کیونکہ انہیں حکم تھا قرآن پاک میں یا ایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین (سورۃ التحریم آیت نمبر ۹: اے نبی لڑائی کر منکروں سے اور دغابازوں سے) لیکن وہ ان صحابہؓ کے ساتھ ہمیشہ رہے، ان کے ساتھ کھاتے، پیتے رہے، ان کو رشتے دیتے رہے، ان سے رشتے لیتے رہے، ان کو اپنا امام نماز اور ہر قسم کے عہدے دیتے رہے اگر یہ لوگ منافق تھے تو خدا کے پیغمبر کو اس کا علم نہیں ہوسکا کہ یہ لوگ منافق ہیں اس لیے ان کے ساتھ وہ ہی برتاؤ کرتے رہے جو مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن تیسری، چوتھی صدی میں آکر شیعوں کو پتہ چل گیا کہ معاذ اللہ رسول اقدس ﷺ کے ساتھ پورے تیئس سال رہنے کے باوجود بھی حضرت پاک ﷺ کو ان کے نفاق کا علم نہیں ہوسکا تھا جس کا کچھ صدیوں بعد شیعہ حضرات کو علم ہوگیا، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا علم انتہائی کمزور تھا کہ وہ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے، ان سے رشتے لیتے رہے، دیتے رہے اور سب وہ ہی طریق اختیار کیا جو مسلمانوں کے ساتھ تھا: نماز میں، رشتے لینے، دینے میں کبھی یہودیوں کے ساتھ ان کا کوئی ربط نہیں ہوا، کبھی عیسائیوں کے ساتھ ان کا ربط نہیں ہوا تو وہ ان کے ساتھ مسلمانوں والا سلوک کرتے رہے اور آج پتہ چلا تیسری، چوتھی صدی میں آکر = حضرت علیؓ کو پتہ نہیں چلا تھا کہ ان کا نفاق اتنا گہرا اور پوشیدہ تھا اب بعد میں چند صدیوں بعد

لوگوں کو علم ہوگیا کہ وہ لوگ منافق تھے اس نے کہا میں اب اسی بات پر پریشان ہوں، جب میں الگ بیٹھتا ہوں، میرے ذہن میں ایک جنگ جاری ہے کہ میں نے اسلام میں آکر زندگی کی کتنی بڑی غلطی کی ہے = ابوبکر صدیقؓ جس نے پورا گھر دو مرتبہ نبوت کے قدموں پر لاکر رکھ دیا تھا ایک دفعہ ہجرت کی رات میں، ایک دفعہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر، انہوں نے اپنی جان کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا تھا، سانپ کے منہ میں پاؤں دے دیا تھا اگر وہ ابوبکرؓ اسلام میں آکر نجات نہیں پاسکتا بلکہ مسلمان کہلانے والوں سے سوائے لعنت اور گالی کے اس کی قسمت میں کوئی چیز نہیں تو میرے پاس تو ایک پیسہ بھی نہیں جو اسلام کی خدمت کے لیے خرچ کروں تو مجھے یہ اسلام کیسے نجات دلا دے گا اس لئے میں سخت پریشان ہوں۔ آپ نے میرا بھی دکھ سُن لیا ہے میرے آقا کا بھی دکھ سُن لیا ہے آپ میرے لیے دعا کریں گے کہ میں مسلمان ہو جاؤں، میں آپ سے بھی رو رو کے التجا کر رہا ہوں کہ اگر ایسا اسلام چاہتے ہیں جیسا میرے مالک کا ہے کہ میں صحابہؓ کو گالیاں بکوں تو خدا کے لیے میرے لیے ایسی دعا نہ کرنا، میں خدا کی کتاب کو محرف مانوں؟ تو اللہ کے واسطے میں منت کرتا ہوں کہ میرے لئے ایسی دعا نہ کرنا اور اگر وہ اسلام ہے جو قرآن پاک میں لکھا ہوا ہے، احادیث میں ہے تو اس ایمان کی چنگاری ابھی میرے دل سے بجھی نہیں لیکن چھپی ہوئی ہے کیونکہ ان لوگوں کے سامنے اس ایمان کی ناقدری نہیں کرنا چاہتا۔ اس نے جب اس انداز میں یہ بات کہی مالک مکان کھڑا ہوگیا اس نے کہا اس حال میں کہ وہ رو رہا تھا میرے ملازم کی آپ نے بات سُنی جو کچھ یہ کہتا ہے ٹھیک کہہ رہا ہے آپ تشریف لائے ہیں پہلے مجھے صحیح مسلمان کرلیں میں اس شیعہ مذہب سے توبہ کرتا ہوں، اس کی بات سُن کر آج مجھے احساس ہوا ہے کہ خدا جانے کتنے کافر ہیں جو اسلامی تعلیمات پڑھ کر اسلام میں آنے کو تیار ہیں لیکن ہمارا گندا دین ان کے سامنے سدِّ سکندری بن کے کھڑا ہے وہ ان کو اسلام کی طرف آنے نہیں دیتا، پتہ نہیں کتنے اور بھی ایسے لوگ ہوں گے جو مسلمان ہونا چاہتے ہیں لیکن ہمارے اس اسلام کو دیکھ کر جس میں صحابہؓ کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے، حضرت کی ازواجؓ مطہرات کی توہین کی جاتی ہے تو وہ لوگ اس طرف نہیں آتے چنانچہ اس شخص نے (یعنی مالک مکان نے) شیعت سے توبہ کی جب اس نے توبہ کرلی تو پھر اس نے کہا جو اہل سنت والجماعت والا مسلک اور دین ہے وہ ہی میرا مسلک اور دین ہے اور ملازم نے کہا میں الحمد للہ مسلمان ہوں یہودی نہیں

ہوں لیکن جب میں ان کی باتیں سنتا تھا تو ان کے سامنے پھر میں اپنے آپ کو یہ کہنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ میں مسلمان ہوں، ان کے سامنے میں یہی کہتا تھا کہ میں یہودی ہی بنا رہا ہوں اور میں تو اپنا وطن اسلام کے لیے چھوڑ کر آیا:۔

تحریف کی تعریف:۔

تحریف کا پہلے مطلب سمجھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام میں انسانوں کی طرف سے (۱) کمی کردی جائے یا (۲) زیادتی کردی جائے یا (۳) تبدیلی کردی جائے، الفاظ بدل دیئے جائیں یا (۴) ترتیب اس قسم کی بدل دی جائے جس سے مطلب بگڑ جائے تو اس کو تحریف کہتے ہیں آیتوں کی ترتیب میں ایسی تبدیلی کردی جائے کہ پھر اس آیت کا مصداق جو خدا کی مراد ہے وہ بگڑ جائے اور غلط مصداق سامنے آجائے تحریف کہلاتا ہے تو رافضیوں کے ہاں یہ چاروں قسم کی تحریف موجود ہے اور پانچویں قسم تحریف بالرائے یعنی تفسیر بالرائے جسے تفسیر معنوی کہتے ہیں وہ ان کے ہاں معتبر ہے ان کے ہاں تو جہاں بھی لفظ "فرعون" آئے گا مراد معاذ اللہ "ابوبکرؓ" ہوں گے جہاں بھی "شیطان" کا لفظ آئے گا وہاں ان کے ہاں "عمرؓ" ہوتا ہے تحریف معنوی کی تو آپ بات ہی چھوڑیں، کوئی آیت انہوں نے ایسی نہیں چھوڑی جس میں انہوں نے معنوی تحریف نہ کی ہو، کوئی واقعہ اسلام کا ایسا نہیں ہے۔ جس کو نہ بگاڑا ہو۔

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منافق تھے۔ معاذ اللہ۔

کل ہی رات میں حیات القلوب (جو شیعوں کی مشہور کتاب ہے یہ کتاب تین جلدوں میں ایران سے شائع ہوئی ہے اس کا مصنف باقر مجلسی ہے اور موضوع نبوت وامامت ہے ۱۲ صفدر عفی عنہ) دیکھ رہا تھا غزوہ خندق کا واقعہ اس میں درج تھا، پتھر پر آپ ﷺ نے جب ضربیں لگائیں تو پہلی ضرب میں آپ کو کسریٰ کے محلات دکھائے گئے، دوسری ضرب میں قیصر کے، تیسری ضرب میں یمن کے محلات ۔اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے عطا فرمائیں گے یہ علاقے فتح ہو کر اسلامی حکومت میں شامل ہو جائیں گے: اب اوپر کی روایت میں تو صرف اتنا لکھا کہ جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا تو

بعض منافق یہ کہنے لگے کہ دیکھو کھانے کو پیٹ بھرنے کے لیے روٹی نہیں ملتی اور لوگوں کو کسی طرح دھوکے دے رہے ہیں کہ ہم قیصر وکسریٰ کے خزانے کے مالک ہو جائیں گے۔ اس سے اگلی روایت میں وضاحت کردی کہ وہ منافق ابوبکرؓ وعمرؓ تھے (معاذ اللہ) حالانکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ ان کے فاتح حضرت عمر فاروقؓ ہیں حضرت پاک ﷺ نے جو یہ فرمایا تھا کہ میں یہ فتح کروں گا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا فرما دیئے، جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا تھا تو وہ وعدہ فاروق اعظمؓ کے ہاتھ پر پورا ہوا تو یہ واضح دلیل ہے کہ یہ نائب رسول اللہ ﷺ ہیں لیکن ایسے واقعہ کو بگاڑنے کے لیے درمیان میں شرارت کردی۔ جنازے کی بحث میں (یہ تو انکار نہیں کرسکا کہ جنازہ نہیں پڑھا، سب نے جنازہ پڑھا) اب ایک اس نے عجیب بات لکھی کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ وحسینؓ کو کھڑا کر کے جنازہ پڑھ لیا یہی اصلی جنازہ تھا، حضرت عائشہؓ اگرچہ گھر میں تھیں اس خبیث نے سخت لفظ لکھے ہیں آپ ملعونہ..... لیکن وہ جنازہ میں شریک نہ ہوسکیں کیونکہ جبرئیلؑ نے اس کی آنکھیں بند کر رکھی تھیں کہ وہ جنازہ میں شریک نہ ہوسکیں، بعد میں دس دس آدمی آتے گئے، سب انصار ومہاجرین آتے گئے اور وہ درود پڑھتے رہے، آخر میں لکھتا ہے کہ جنازہ وہ ہی تھا جو پہلے علیؓ نے پڑھا تھا باقی جنازہ نہیں تھا تو ان کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کی ہر آیت میں تحریف، اسلام کے ہر واقعہ میں کوئی نہ کوئی شرارت۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وحی پر ایمان نہیں تھا: نعوذ باللہ:۔

حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا اب اس کے بارے میں ایسا واقعہ گھڑا کہ حضرت مغیرہ ابن العاص آئے اور حضرت عثمانؓ کے پاس ٹھہرے حالانکہ رسول اقدس ﷺ نے ان کو مدینہ آنے کی اجازت نہیں دی تھی قتل کا حکم دیا ہوا تھا تو حضرت عثمانؓ نے اپنی بیوی بنت رسول ﷺ سے کہا کہ اپنے ابا کو نہ بتانا کہ مغیرہ یہاں آیا ہوا تھا اس نے کہا میں تو بتاؤں گی آپ نبی پاک ﷺ کے دشمنوں کو یہاں ٹھہراتے ہیں، تو یہاں لکھتا ہے (بالکل پروپیگنڈہ کرنے کا طریقہ عورتوں والا ہے ان کا کہ جہاں بات بن سکتی ہے کچھ کہنا ضرور ہے) کہ دیکھو اس کا مطلب ہے حضرت عثمانؓ کا اس بات پر یقین نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ نبی کو بتا سکتے ہیں، ادھر یہ بات ہو رہی تھی ادھر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ مغیرہ حضرت

عثمانؓ کے گھر میں ہے، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بلایا اور فرمایا کہ تلوار لے جاؤ اسے قتل کر دو جا کے انہوں نے اس کو ایک کرسی کے نیچے چھپا رکھا تھا حضرت علیؓ آئے تو مغیرہ انہیں نظر نہیں آیا اور وہ واپس چلے گئے پھر حضرت عثمانؓ آئے حضور ﷺ کے سامنے اور عرض کیا میں نے مغیرہ کو امان دے دی ہے آپ اس کو قبول فرمالیں آپ نے اپنا چہرہ انور پھیر لیا اور پھر فرمایا کہ جو مغیرہ کو مکان میں بٹھائے گا وہ بھی ملعون، جو اسے پانی پلائے وہ بھی ملعون، جو اسے کھانا کھلائے وہ بھی ملعون، جو اسے بستر دے وہ بھی ملعون، آگے لکھا ہے کہ یہ سارے کام حضرت عثمانؓ نے پھر کیے آپ سے سب کچھ سننے کے باوجود، تین دن کے بعد اس کو رخصت کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ مغیرہ اس وقت فلاں درخت کے نیچے بیٹھا ہے راستے میں تو حضرت علیؓ گئے اس کو وہاں جا کر قتل کر دیا، یہ اطلاع جب آئی تو حضرت عثمانؓ نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ کس نے بتایا ہے کہ مغیرہ وہاں تھا؟ کیونکہ عثمان کا تو وحی پر ایمان نہیں تھا، تو نے بتایا ہے؟ تو کہا میں نے تو نہیں بتایا ہے، پھر اس کو اتنا مارا، اتنا مارا کہ اسی صدمہ سے فوت ہو گئیں تو حضرت عثمانؓ جنازہ میں نکلے، حضور ﷺ نے غصہ سے فرمایا کہ واپس چلے جاؤ تین چار مرتبہ فرمایا پھر کہا جو لوگ ظالم ہیں واپس چلے جائیں ابھی تک میں نے پردہ ڈالا ہے اب میں نام لے دوں گا تو لکھا ہے کہ پھر حضرت عثمانؓ یوں پیٹ پر ہاتھ رکھ کر حضور ﷺ کے سامنے آئے اور کہا کہ حضرت میرے پیٹ میں سخت درد ہے اجازت دیں میں واپس چلا جاؤں تو حضرت پاک ﷺ خاموش رہے اور وہ اس بہانہ سے واپس چلا گیا اور پھر بی بی فاطمہؓ اور دیگر عورتوں نے آ کر حضرت کے ساتھ کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ ادا کی، مقصد یہ ہے کہ جو بھی واقعہ تاریخ کا ہے اس میں صحابہؓ کے بارے میں اس قسم کی شرارتیں انہوں نے ضرور کی ہیں۔

تحریف بالزیادۃ:۔

(یہ لوگ) قرآن پاک میں تحریف معنوی کرتے ہیں، تحریف بالزیادۃ کے بارے میں احتجاج طبرسی میں ایک لمبا مناظرہ ہے جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ایک زندیق کے درمیان ہوا اس نے قرآن پاک پر کچھ اعتراضات کیے، وہ چار پانچ اعتراض ہیں جن کے جواب اس مناظرہ سمجھ آتا ہے کہ حضرت علیؓ کو نہیں آئے۔ اس (زندیق) نے پوچھا کہ جہاں سے چوتھا پارہ ختم ہوتا ہے اور

اس پارہ قرآن پاک کا شروع ہوتا ہے ان دونوں آیتوں میں کوئی ربط نہیں ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں کیسے بتا سکتا ہوں ان دو آیتوں کے درمیان سے دو تہائی قرآن نکال دیا گیا ہے، جتنا یہ قرآن ہے یہ ایک تہائی ہے ان دو آیتوں کے درمیان دو تہائی قرآن تھا اور وہ نکال دیا گیا ہے تو جب خدا کی کتاب میں اتنی بڑی گڑبڑ کر دی گئی تو ربط کیسے قائم رہے گا اور پھر انہوں نے قرآن میں زیادتی بھی کی ہے اور ایسی زیادہ غلط باتیں لکھ دیں ہیں جس سے کفر کے ستون کھڑے ہو رہے ہیں جو قرآن پاک کا یہ دعویٰ تھا ان ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین اب یہ قرآن پاک ہدایت نامہ نہیں رہا بلکہ کفر کے ستون کھڑے کرنے والا ہے یہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا بیان ہے احتجاج طبرسی میں: تو یہ خطبہ یہ لوگ آگے بھی نقل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس میں بالکل اس بات کی وضاحت ہے کہ قرآن پاک میں زیادتی بھی کی گئی ہے اور کمی کے بارے میں تو اپنی روایتیں ہیں اصول کافی میں مستقل باب ہے کئی صفحات کا اس میں یہی ہے کہ سترہ ہزار آیتیں نازل ہوئی تھیں وہ بھی ختم کر دی گئیں۔

تحریف بالنقصان:

تحریف بالنقصان کے بارے میں تو بہت کچھ ان کی کتابوں میں ملتا ہے بلکہ علامہ نوری طبرسی (جس کا نام حسین بن محمد ہے، ایرانی ہے المتوفی ۱۳۲۰ ھج جس کو شیعہ نے ان کے نزدیک تمام روئے زمین کے مقدس ترین مقام نجف اشرف میں مشہد مرتضوی کے مقام میں دفن کیا ہے۔ اس نے اثبات تحریف پر ۴۰۰ صفحہ کی کتاب لکھی جس کا نام "فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب" ہے جو جمادی الاخری ۱۲۹۲ ھج میں لکھی گئی: ۱۲ صفدر عفی عنہ) نے تو دعویٰ کیا ہے کہ دو ہزار روایات ہماری کتابوں میں موجود ہیں تحریف بالنقصان کے سلسلہ میں اور یہ روایات متواتر ہیں اور امامت کے نصوص کے برابر متواتر ہیں اگر کوئی ایک کا انکار کرے گا تو اسے امامت کے مسئلے کا بھی انکار کرنا پڑے گا جو شیعہ کے ہاں اصول دین میں ہے (فصل الخطاب ص ۲۲۷ از کشف الحقائق ص ۱۵۴)۔

تحریف بالتغییر :۔

تحریف بالتغییر کہ قرآن پاک میں کچھ ہے اور وہاں (شیعوں کے ہاں) یہ ہے کہ اس طرح نازل ہوئی مثلاً الم نشرح لک صدر ک ....ووضعنا عنک وزرک ....ان مع العسر یسراً ....فاذا فرغت فانصب والی ربک فار غب (پارہ عم سورۃ الم نشرح) شیعہ کہتے ہیں کہ اصل میں لفظ فانصِبْ ہے فَانْصَبْ غلط ہے یعنی جب آپ کام سے فارغ ہو جائیں فانصِبْ پھر حضرت علیؓ کو خلیفہ مقرر کر لیں۔

دوسری مثال سنئے وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مستقیماً (سورۃ انعام آیت نمبر ۱۵۴) جو پڑھتے ہیں (شیعہ کہتے ہیں) یہ غلط ہے اصل میں صِـرَاطُ عَلِیٍّ ہے کہ علیؓ کا راستہ وہ سیدھا ہے تو اس قسم کی تغییر کی روایتیں بھی بہت زیادہ ہیں ان کے ہاں:۔

تحریف کے سلسلہ میں چند کتب کا تعارف:۔

اس سلسلہ میں سب سے بہترین جو کتاب ہے (1) تنبیہ الحائرین ہے جو آج کل شیعہ اور قرآن پاک کے نام سے چھپی ہے مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی تحریفِ قرآن پر بہت سے لوگوں نے کتابیں لکھیں ہیں انہوں نے جو کتاب لکھی ہے وہ لاہور کے شیعہ مجتہد جناب سید علی حائری کی کتاب "موعظہ تحریف القرآن" کا جواب ہے خطرناک ترین کتاب جو میری نظر میں اس مسئلہ (تحریف القرآن) پر گزری ہے وہ پادری رام چندر کی کتاب (2) تحریفِ قرآن ہے وہ ایک ادیب تھا اس نے چھوٹی بات کو اتنا بڑھا کے پیش کیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ میں نے اس کا مطالعہ کیا تو مجھے کئی باتیں پریشان کن نظر آئیں۔تحریف کے بارے میں رافضیوں کی کتابیں میں نے دیکھیں لیکن پادری رام چندر کی کتاب سے زیادہ خطرناک کتاب ابھی تک میری نظر سے نہیں گزری اس "تنبیہ الحائرین" کا مجھے علم بھی نہیں تھا میں پسرور گیا تو حضرت مولانا بشیر احمدؒ پسروری سے میں نے عرض کیا کہ تحریف کے بارے میں کچھ شکوک و شبہات ہیں ذہن میں = ان کے پاس تھی انہوں نے پھر مجھے وہ کتاب دی اور واقعۃً وہ کتاب مولانا کی بہت زبردست کتاب ہے جس سے تمام شکوک وشبہات ختم ہو گئے تو اب وہ کتاب پاکستان میں چھپ گئی ہے۔

(3) مناظر باگڑ سرگانہ:۔ جو حضرت تونسوی دامت برکاتہم العالیہ کا ہے وہ سارا اسی کتاب پر مبنی ہے اگر وہ نہ مل سکے تو "مناظر باگڑ سرگانہ" کا مطالعہ کریں یہ تحریف پر بہت اچھا ہے۔

(4) ترجمہ فرمان علیؓ پر ایک نظر مولانا محمد یوسف لدھیانوی (شہیدؒ) کی انہوں نے مسئلہ تحریف پر بہت اچھا لکھا ہے۔

تحریف فی الترتیب:۔

اور چوتھی تحریف کی قسم ہے کہ ترتیب بدل دی جائے جس سے مطلب بگڑ جائے اس تحریف کا آج بھی سارے شیعے قائل ہیں۔چنانچہ جب آیت تطہیر کی بات چلتی ہے (دو رکوع آپ پورے پڑھ جائیں ازواج مطہرات کے علاوہ کسی اور کا ذکر یہاں نہیں ہے اس لیے آیت تطہیر ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے) تو اس کا شروع سے لے کر آج تک رافضی ایک ہی جواب دیتے چلے آرہے ہیں کہ یہ آیت اپنے موقعہ سے بدل دی گئی ہے اصل میں یہ اہل بیت کے ذکر میں تھی، حضرت علیؓ کے فضائل میں تھی لیکن وہاں سے اٹھا کر حضرت عثمانؓ نے یہاں رکھ دی جس سے عوام کو دھوکہ لگ گیا کہ یہ ازواج مطہرات کے بارے میں ہے، تو ترتیب کو اس انداز میں بدل دینا کہ جو خدا کی مراد ہے وہ مشتبہ ہو جائے یا بگڑ جائے یہ بھی تحریف ہی کی ایک قسم ہے۔

شیعہ قرآن پاک کو نہیں مان سکتا:۔

اب یہ بات تو واضح ہو گئی کہ رافضی کا ایمان نہ قرآن پر ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے ہو نہ سکنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک ہمیں صحابہؓ کے ذریعہ پہنچا ہے اور یہ صحابہ کرام پر ایمان نہیں رکھتے میں نے اس دن بھی بتایا تھا کہ صحابہؓ کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ دو گروہ تھے، (1)۔ بڑا گروہ جو تھا وہ بھی جھوٹ بولتا تھا لیکن گناہ سمجھ کر اور (۲) جو چھوٹا گروہ تھا یعنی تین چار آدمی حضرت علیؓ کے ساتھ وہ بھی جھوٹ بولتے تھے لیکن عبادت اور ثواب سمجھ کر۔تو ان کے نزدیک صحابہ میں سے کوئی ایک بھی سچا نہیں ہے سب کے سب جھوٹ بولتے تھے تو دیکھئے کوئی یہودی ایسا دنیا میں نہیں گزرا جو ایسی کتاب کو تورات ماننے کے لیے تیار ہو جو ہندوؤں سے ملی ہو اور کوئی یہودی اس میں شروع سے شریک نہ رہا ہو، کوئی ہندوؤں میں آپ کو ایسا آدمی نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ ہم ان ویدوں پر یقین رکھتے ہیں جو ہمیں یہودیوں سے ملے ہیں

،کوئی ہندو اس کا محافظ پہلے زمانہ میں نہیں تھا۔ تو دیکھئے وہ کافر ہو کر بھی اپنی کتابوں کے بارے میں کبھی ایسی بات تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تو جیسے ہندوؤں سے آئی ہوئی تورات کوئی یہودی مان ہی نہیں سکتا اور معاذ اللہ ان کے ہاں ان صحابہؓ کا کفر (وہ صاف لکھتے ہیں کہ) باقی کافروں سے زیادہ اشد اور سخت ہے کیونکہ باقی کافروں کا کفر صرف یہ ہے کہ وہ قرآن پر ایمان نہیں لائے اور ان کا کفر یہ ہے کہ انہوں نے قرآن بگاڑا ہے تو یہ کفر اس سے بڑا کفر ہوا۔ ان کا کفر یہ ہے کہ وہ اہلِ بیت پر ایمان نہیں لائے اور انہوں نے اہلِ بیت پر جو ظلم کئے ہیں وہ کسی کافر نے بھی نہیں کئے اس لئے جب ان کے ہاں معاذ اللہ صحابہؓ کا کفر یہودیوں اور عیسائیوں کے کفر سے بڑا کفر ہے تو پھر کوئی رافضی کس منہ سے کہتا ہے کہ ہم اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور اس قرآن کو مانتے ہیں جو ان کے ذریعہ آیا۔

شیعہ میں سے منکرین تحریفِ قرآن:

البتہ جب انہوں نے دیکھا اسلامی حکومتوں میں کہ قرآن کا انکار کر کے براہِ نام بھی کوئی ہمیں مسلمانوں میں نہیں رہنے دے گا تو ائمہ کے گزر جانے کے بعد شیخ صدوق نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم تحریفِ قرآن کے قائل نہیں (شیخ صدوق ان کا ایک عالم ہے جس نے عقائد پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام "الاعتقادات" ہے جو ان کے ہاں داخلِ نصاب ہے جیسے ہمارے ہاں شرح عقائد نسفی ہے اس نے بھی اور تین شیعہ عالم شریف مرتضیٰ، شیخ الطائفہ طوسی، ابو علی طبرسی صاحب مجمع البیان نے تحریفِ قرآن کا انکار کیا وہ محض از راہِ تقیہ تھا خود علمائے شیعہ نے بھی ان کے تقیہ کو تسلیم کیا ہے دیکھئے انوار نعمانیہ ص ۳۵۷ طبع جدید، فصل الخطاب ص ۳۵: ۱۲ صفدر عفی عنہ) لیکن آگے یہ بھی لکھا ہے کہ اصلی قرآن حضرت علیؓ کے پاس تھا صحابہؓ نے قبول نہیں کیا تو انہوں نے چھپا دیا اب وہ امام غائب علیہ السلام کے پاس ہے وہ آئیں گے پھر وہ قرآن لوگوں کے سامنے پیش کریں گے اس لئے شیعہ جب دیکھتے ہیں کہ اب مسلمان ہمارے پیچھے زیادہ پڑ گئے ہیں تو پھر کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم تحریفِ قرآن کے قائل نہیں اور وہ شیخ صدوق کی کتاب ہمارے سامنے رکھنا شروع کر دیتے ہیں لیکن جن شیعوں نے مستقل تحریف پر کتابیں لکھی ہیں انہوں نے دو تین فرق واضح کئے ہیں جن کا جواب آج تک انہوں نے نہیں دیا جو تحریف کا انکار کر رہے ہیں۔

شیعہ منکرین تحریفِ قرآن سے تین سوالات:۔

(۱) پہلا سوال انہوں (یعنی جو شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں) نے یہی لکھا ہے کہ جب ہم نبی پاک ﷺ کے صحابہ کو غلط سمجھتے ہیں، کافر سمجھتے ہیں تو ان سے آیا ہوا قرآن کیسے قابلِ اعتماد ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ منکرین تحریف بالکل نہیں دے رہے۔

(۲) دوسرا سوال ان سے یہ پوچھا ہے کہ ہم دو ہزار سے زائد روایات پیش کرتے ہیں جو متواتر ہیں تحریف کی، آپ ان دو ہزار کے مقابلہ میں ایک ہی خبرِ واحد پیش کریں کہ امام معصوم نے فرمایا ہو کہ یہ قرآن پاک ایک حرف (تبدیل نہیں ہوا) ہے اب ان دو ہزار روایات کے مقابلہ میں یہ لوگ ایک بھی روایت پیش نہیں کر رہے جو اپنے شیعوں کو خود مطمئن کر لیں۔

(۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ یہ جو کہتے ہیں کہ ہم تحریف کے قائل نہیں جب ان کو کہا جاتا ہے کہ ہم آپ کو لسٹ دیتے ہیں جن میں پہلے بارہ امام آتے ہیں جو تحریف کے قائل ہیں آپ لکھیں کہ یہ کافر ہیں ہم تو صاف لکھتے ہیں کہ تحریفِ قرآن کا قائل کافر ہے، مناظرہ امروہہ میں حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ نے پہلے لکھ دیا تھا کہ ہمارے نزدیک قرآن پاک کی تحریف کا قائل کافر ہے آپ تیرہ سو سال میں ایک سنی کا نام پیش کریں وہ مسلمہ سنی ہو یہ نہیں کہ کسی شیعہ کو سنی کے نام سے کھڑا کر دیں جس نے یہ الفاظ لکھے ہوں کہ قرآن میں تحریف ہو چکی ہے ہم بالکل اسی وقت اس کو کافر لکھیں گے اور وہ سنی ہرگز نہیں ہے، وہ کافر ہے اور اسے جو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے اس کے بعد مولاناؒ نے فرمایا آپ بھی یہی بات ہمیں لکھ دیں کہ ہم تحریف کے قائل نہیں ہیں اور آپ تیرہ سو سال میں کسی شیعہ کا نام پیش کریں جو تحریفِ قرآن کا قائل ہو ہم اس کو کافر لکھیں گے اور کہیں گے کہ جو اس کو کافر نہ مانے وہ کافر ہے۔ اب انہیں پتہ تھا کہ اس لسٹ میں سب سے پہلے بارہ امام آئیں گے ان کی روایات تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں اس لئے انہوں نے بالکل اس بات کے لکھنے سے انکار کر دیا اس لئے جب یہ انکار کرتے ہیں تو ان کا انکار بھی تقیہ پر مبنی ہوتا ہے وہ صرف آپ کے سامنے تقیہ کر کے انکار کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کے تقیہ توڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ پہلے عبارت لکھ دیں (جیسے اوپر مذکور ہوا)۔

شیعوں کی چالاکی:۔

اب جب انہوں نے دیکھا کہ تحریف قرآن کے مسئلہ میں ہماری طرف سے دو ہزار
زائد روایات سنی ہمارے خلاف پیش کر دیتے ہیں ہماری کتابوں سے (دیکھئے فصل الخطاب ص ۲۲۷
از کشف الحقائق ص ۱۵۴)۔ یہ فصل الخطاب نامی کتاب علامہ نوری طبرسی کی ہے جس کا پہلے بھی کچھ ذکر آ
اس میں انہوں نے صدہا اختراعی اور جعلی مثالیں بیان کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ معاذ اللہ قرآن کریم میں
تحریف واقع ہوئی ہے شیعہ کے بعض تقیہ باز علماء نے بین الاقوامی پروپیگنڈا سے گھبرا کر اس کتاب کا
جواب بھی لکھا ہے مگر علامہ نوری طبرسی نے اس کے جواب میں کتاب ردّ الشبہات عن فصل الخطاب فی
اثبات تحریف کتاب رب الارباب لکھ کر تحریف کے وقوع پر مہر ثبت کر دی ہے اور تقیہ بازوں کے دلائل
کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا کر انہیں لاجواب کر دیا ہے کہ وہ ساری عمر روتے ہیں۔

حالت پہ میری ان کے آنسو نکل پڑے   دیکھا گیا نہ یاس میں عالم نگاہ میں

صفدر عفی عنہ)

پھر یہ کہ ان روایات کا مطلب سنیوں نے خود نہیں بلکہ شیعوں نے خود بھی لیا ہے کہ یہ روایات تحریف کے
بارے میں ہیں اور ان میں تحریف ہی کا ذکر ہے اور سنیوں کا شروع سے چیلنج رہا ہے کہ آپ ہماری کسی
کتاب سے ایک قول ایسا پیش کر دیں جس میں صراحۃً یہ ہو کہ ہم تحریف کے قائل ہیں اور فلاں روایت
ہماری تحریف پر دلالت کرتی ہے آج تک وہ ایسا قول پیش نہیں کر سکے، جب دیکھا ان سنیوں کا موقف
بہت زیادہ مضبوط ہے تو اپنے نادان رافضیوں کو قابو میں رکھنے کے لیے پھر "الاتقان" علامہ سیوطیؒ کی اٹھا
لیتے ہیں کیونکہ "الاتقان فی علوم القرآن" میں مختلف ابواب آگئے ہیں اس میں "نسخ" کا باب بھی آیا
اب جتنی نسخ کی روایات ہوتی ہیں وہ ان کو "تحریف" کا نام دے کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔

نسخ کی تعریف اور نسخ وتحریف میں فرق:۔

بات سمجھیں حالانکہ نسخ یہ ہے کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کسی نازل شدہ آیت کو منسوخ کر
دیں، نسخ اس چیز کا نام ہے۔ قرآن میں بھی اس کا ذکر ہے ہم منسوخ کریں گے تو اس سے اچھی آیت
لے آئیں گے (ماننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها الایة سورة بقرة آیت

۱۰۶) اور تحریف یہ ہے کہ انسان خود تبدیلی کرے، ان کی کتابوں میں جو روایتیں ہیں ان میں
صراحت ہے کہ انسانوں نے خدا کی کتاب کو بدلا ہے خلفائے ثلاثہؓ نے بدلا ہے، حضرت عثمانؓ نے بدلا
ہے۔ ہماری وہ جو روایات ہیں جس میں "نسخ" کا ذکر ہوتا ہے اوپر باب بھی "نسخ" کا ہوتا ہے نیچے
"نسخ" کا ذکر ہوتا ہے، ساری وضاحت ہوتی ہے، تو یہ نسخ اور تحریف کا فرق عوام کے سامنے بیان نہیں
کرتے اور "تحریف بالتبدیل" کو ان کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ قرآن میں آیت یوں ہے
آپ کی "کافی" میں لکھا ہے کہ یوں آیت نازل ہوئی تھی۔

اختلاف قراءة:۔

اب عوام کے سامنے کیا دھوکہ دیتے ہیں؟ اختلاف قراءۃ والی روایتیں پیش کر دیتے ہیں کہ
دیکھو جی آپ کی کتابوں میں اختلاف قراءۃ ہے کہ فلاں قاری نے آیت یوں پڑھی، فلاں نے یوں
پڑھی یہ تو صاف ہو گیا کہ یہ قراءۃ کا اختلاف ہے اور قراءۃ کے اختلاف کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف
سے ہے کہ ارجلکم (جو سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۶ میں ہے) لام کی زبر سے پڑھنا بھی جائز ہے اور اللہ
کی طرف سے اجازت ہے ارجلکم کو لام کی زیر کے ساتھ پڑھنا جو اجازت خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے
ہے۔ اس کا نام "تحریف" نہیں ہوتا اس کا نام "اختلاف قراءۃ" ہے اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں
ان کا سارا دھوکہ اسی بات پر مبنی ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں تو نسخ کی روایات ہیں وہ عوام کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں کہ دیکھو جی سنیوں کی کتابوں
میں بھی تحریف کا ذکر ملتا ہے لیکن وہ روایات تو صراحۃً نسخ کے بارے میں ہیں نہ ان میں کہیں تحریف کا
ذکر ہے نہ آج تک کسی سنی نے ان سے تحریف سمجھی۔

علامہ سیوطیؒ نے "الاتقان" میں تین چار جگہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ ہم ہرگز ہرگز تحریف کے قائل نہیں،
ہم میں سے کوئی تحریف کا قائل نہیں ہے، ایک شخص بھی سنی کہلانے والا اب تک تحریف کا قائل نہیں ہوا
اس کے بعد اتنی صراحت کے باوجود "الاتقان" سے نسخ والی روایات عوام کے سامنے پیش کر کے اپنا دل
خوش کرتے ہیں اور اپنی عوام میں فتنہ ڈالتے رہتے ہیں کہ سنی بھی تحریف کے قائل ہیں، ہم نے ثابت کر دیا

کہ ہم تحریف کے قائل نہیں تم تحریف کے قائل ہو، نسخ اور تحریف کا فرق سمجھ آگیا ہے یا نہیں (جی ہاں ہمیں
خوب سمجھ آیا) نسخ ہے جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور تحریف وہ ہے جو انسان کی طرف سے ہو اسی
طرح اختلاف قراءۃ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آیت کو دو طرح پڑھنے کی اجازت ہے۔ اب
جبرئیل امینؑ آئے تو انہوں نے دو طرح پڑھ کے سنا دی حضرت پاک ﷺ نے بھی صحابہ کو وہ دو طرح
پڑھ کر سکھا دی یہ اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اختلاف قراءۃ کی وضاحت مثال سے:۔

جیسے آپ بخاری شریف پڑھتے ہیں تو حاشیہ پر نسخے ہوتے ہیں۔ اب یہ نسخے خود امام بخاریؒ
سے ثابت ہیں مثلاً سولہ نسخے بخاری کے ہیں، اٹھائیس نسخے مؤطا کے ہیں ان میں اختلاف کی وجہ یہی تھی
کہ جب ہر طالب علم کو وہ پڑھاتے تھے تو اس میں کچھ اضافہ اور ترمیم کرتے تھے مثلاً کوئی اور عالی سند مل
گئی پہلی نکال دی وہ لکھ دی یا اپنی سند پر کوئی اور حدیث مل گئی اس کا اضافہ کر لیا تو اس لیے ان نسخوں میں
احادیث کا بھی اختلاف ہے، کسی میں کچھ احادیث زائد ہیں کسی میں کچھ احادیث کم ہیں کیونکہ وہ ساری
عمر اسی تحقیق میں لگے رہے تو اب یہ جو نسخوں کا اختلاف ہوتا ہے یہ خود مؤلف کی طرف سے ہے اس کا نام
تحریف نہیں ہوتا تو اختلاف قراءۃ اور تحریف میں فرق ہے، اختلاف قراءۃ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے اجازت اس کو دو طرح پڑھنے کی ہے اور تحریف یہ ہے کہ انسان اس لفظ کو بدل دے اور اللہ تعالیٰ کی
مراد بگاڑ دے تو اس لیے تحریف اور نسخ (اور اختلاف قراءۃ) کے مسئلہ میں یہ نکتہ یاد رکھنے والا ہے کہ وہ
عوام کو کس طرح دھوکہ دیتے ہیں، نسخ والی روایات اور اختلاف قراءۃ والی روایات کو نقل کر کے اپنی
طرف سے مطلب تحریف لیتے ہیں اور پھر لوگوں میں پھیلاتے ہیں کہ سنیوں کی کتابوں میں تحریف کی
روایات موجود ہیں حالانکہ قطعاً غلط ہے۔

چیلنج:۔ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اور مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم العالیہ (اور دیگر سنی علماء) کا
یہ چیلنج ہے ایک شخص بھی آج تک سنیوں میں تحریف کا قائل نہیں ہے اگر کوئی ہے تو اس کا نام پیش کیا جائے
؟

تو اس لیے میں نے عرض کیا تھا کہ پاک پیغمبر ﷺ دو چیزیں امت کو دے کر گئے تھے ایک خدا کی
کتاب اور ایک صحابہؓ کی جماعت تو خدا کے قرآن کے بارے میں تو ان کا عقیدہ آپ کے سامنے آگیا۔

شیعوں کی طرف سے اعتراض نمبر 1:۔

اور کچھ نہیں ہوتا تو دو اعتراض عوام میں پھیلاتے ہیں ایک تو یہ ہے کہ ابن ماجہ میں روایت
ہے کہ قرآن پاک کی ایک آیت کاغذ پر لکھی ہوئی تھی حضرت پاک ﷺ کا وصال ہوا تو لوگ اس میں
مصروف ہو گئے اور حضرت عائشہؓ کی بکری وہ کاغذ کھا گئی اب نہ حضرت عائشہؓ کی بکری پیدا ہو نہ سنیوں کا
قرآن مکمل ہو۔

جواب:۔ حالانکہ پہلی بات یہ ہے کہ اس روایت کو پورا نقل ہی نہیں کرتے اس میں اس آیت کا بھی
ذکر ہے، وہ کونسی آیت تھی؟ وہ عشرہ رضاعت والی آیت تھی یعنی جب تک دس دفعہ دودھ نہ پیا جائے تو
حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اس کے بعد خمس رضاعت والی آیت نازل ہوئی اور پھر وہ منسوخ
کر دی گئی تو اب اگر منسوخ آیت بکری کھا گئی ہے تو کیا ہوا وہ تو منسوخ ہو گئی، وہ قرآن کا حصہ کہاں رہی
دوسری بات یہ ہے کہ قرآن پاک کی حفاظت صرف کتابت پر نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت سنیوں
کے سینے سے کرائی ہے جہاں کسی بکری کا منہ نہیں پہنچ سکتا، کسی اونٹ کا منہ نہیں پہنچ سکتا، یہاں دیمک بھی
نہیں لگ سکتی، جو بارش سے دھل بھی نہیں سکتا۔ اب دیکھئے مشرقی پنجاب سے جب لوگ یہاں آئے تو
ایک کاغذ نہیں لاکھوں نسخے قرآن پاک کے لوگ پورے گاؤں کے اکٹھے کر لیتے تھے کنویں میں رکھ
کر اوپر سے کنواں بند کر دیتے تھے تاکہ کافر لوگ ان کی بے حرمتی نہ کریں۔ کیا اس کا مطلب یہ سمجھا
جائے گا کہ پاکستان میں قرآن باقی نہیں رہا؟ قرآن پاک تو اس طرح ختم ہونے والی کتاب نہیں ہے۔
اب دیکھئے سورۃ فاتحہ سب کو یاد ہے۔ تو کوئی آپ سے کہے کہ جنگ اخبار میں کل سورۃ فاتحہ چھپی تھی اور وہ
اخبار جل گیا اب فاتحہ دنیا میں باقی نہیں رہی تو آپ مان جائیں گے؟ کہیں گے جی جنگ اخبار کا ایک نسخہ
آگ میں جل گیا تو کیا ہوا یہاں بچے بچے کو سورۃ فاتحہ یاد ہے۔ تو یہ اعتراض ان سے لے کر عیسائی بھی
کرتے ہیں۔

اعتراض نمبر۲:۔ کہتے ہیں جی ساری دنیا جانتی ہے کہ سورۃ اقراء پہلے نازل ہوئی تھی اس کو حضرت عثمانؓ نے تیسویں پارہ میں رکھدیا، الیوم اکملت لکم آخر میں نازل ہوئی ہے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اور دیکھو سورۃ مائدہ میں کہاں جاکے رکھدی؟

جواب:۔ تو اس قسم کے مغالطے دے کر عوام کو پریشان کرتے رہتے ہیں، یاد رکھئے پہلے ہمارا عقیدہ سُن لیں ہم کیا کہتے ہیں؟ ہم نے کب کہا ہے کہ یہ قرآن ترتیبِ نزولی پر ہے یہ قرآن پاک کی وہی ترتیب ہے جو لوحِ محفوظ میں ہے اور نزول اس کا ضرورت کے مطابق ہوا ہے۔

مثال سے وضاحت:۔ اس کی عام فہم مثال یہی ہے کہ جیسے آپ کو گھر میں سامان لانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو جو ضرورت ہوگی آپ کسی دن وہ سامان خرید کر لے آئیں گے اور گھر میں رکھنے کی ترتیب کبھی بھی کسی گھر میں لانے کی طرح نہیں ہوتی کہ آپ کتاب لائے اس کے ساتھ مٹی کا تیل لائے، اس کے ساتھ لکڑیاں لائے تو آپ اسی ترتیب سے رکھیں کہ پہلے کتاب رکھیں پھر مٹی کا تیل رکھیں پھر جو کپڑا لائے وہ رکھیں اور اس کے بعد لکڑیاں رکھ دیں تو کبھی کسی اَن پڑھ بیوقوف نے بھی ایسی حرکتیں نہیں کیں، آپ لائیں گے ضرورت کے مطابق، کتاب لاکر کتاب کی الماری میں رکھ دیں گے، کپڑا لاکر کپڑے کی الماری میں رکھ دیں گے، ایندھن لاکر ایندھن کی جگہ پر رکھ دیں گے، مٹی کا تیل اس کی جگہ پر رکھ دیں گے، اسی طرح جہاد کا موقعہ آیا جہاد کی آیتیں نازل ہوجاتی تھیں اور جبرئیل امین بتادیتے تھے کہ یہ فلاں سورۃ میں فلاں جگہ پر رکھنی ہے اب دیکھئے تعمیرات ہوتی ہیں بعض اوقات گاڈر پہلے آجاتے ہیں، اینٹیں بعد میں آنی شروع ہوتی ہیں تو کوئی گھر ایسا ہم نے نہیں دیکھا کہ گاڈر نیچے دفن کردیں اور اینٹیں اوپر لگادیں ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے کہ چیز کے لانے کی ترتیب اور ہوتی ہے، سجانے کی ترتیب اور ہوتی ہے، قرآن پاک کی ترتیب نزولی واقعۃً اور ہے یہ ضرورت کے مطابق تھی، ہجرت کا وقت آگیا ہجرت کی آیتیں نازل ہوگئیں، جہاد کا موقعہ آگیا جہاد کی آیتیں نازل کردی گئیں لیکن جو اس کی ترتیب لوحِ محفوظ پر تھی وہ بتادی جاتی تھی کہ یہ فلاں سورۃ میں فلاں جگہ پر رکھنی ہے، پھر حضرت جبرئیل امینؑ دور کرتے تھے پورے قرآن کا اسی ترتیب کے ساتھ جس ترتیب پر وہ لوحِ محفوظ میں ہے اور اسی ترتیب

سے صحابہؓ نے حفظ کرلیا تھا نبی پاک ﷺ کے بعد۔ تو یہ اعتراض شیعوں سے سُن کر ہندو اور عیسائی کرتے رہتے ہیں کہ جو پہلے آیتیں نازل ہوئی تھیں وہ تیسویں پارہ میں کیسے چلی گئیں؟ جو آخری آیت نازل ہوئی تھی چھٹے پارہ میں کسے چلی گئی؟ تو یہ یاد رکھیں ترتیبِ نزولی کے مطابق ہم بھی نہیں کہتے بلکہ اُس ترتیب کے مطابق ہے جو لوحِ محفوظ پر اس کی ترتیب ہے تو اس قسم کے وسوسے ان کے پاس ہیں اور کوئی بات نہیں۔

شیعوں کی کتاب "معیارِ صحابیت" پر تبصرہ:۔

اب ایک کتاب سرگودھا سے چھپی اس کا نام ہے "معیارِ صحابیت" کمبخت نے اس میں بالکل نیا انداز اختیار کیا ہے۔ پہلے اس نے "صحابہ" کا معنی لکھ دیا جو لغوی طور پر ہے کہ جو "ساتھ رہے" یاصاحبی السجن (سورۃ یوسف) کی آیت نقل کی ہے کہ جیل میں جو ساتھ تھے وہ بھی صحابی تھے یوسف علیہ السلام کے حالانکہ وہ کافر تھے وہ تو جیل کے ساتھی تھے دین کے ساتھی تو نہیں تھے قرآن پاک نے بھی ان کو جیل کے ساتھی قرار دیا ہے ایمان کے ساتھی تو ان کو قرار نہیں دیا اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ سپاہِ صحابہؓ والے جو شور مچاتے ہیں کہ صحابہؓ آرڈیننس نافذ کیا جائے تو صحابہ میں کفار بھی تھے، مشرکین بھی تھے، زندیق بھی تھے، منافقین بھی تھے اور مؤمنین بھی تھے اب اس نے کیا کیا کہ جتنی آیتیں منافقوں کے بارے میں ہیں وہ ساری اس کتاب میں لکھ دیں اور ان کو صحابہؓ پر فٹ کردیا۔ بات اصل میں کیا ہے؟ یہ ہے کہ آج قرآن پاک کا مطالعہ بہت کم ہوتا چلا جارہا ہے اس لیے قرآن کے نام کی عظمت تو سب کے دلوں میں ہے اب جب وہ دیکھتے ہیں کہ قرآن میں ایسی بات نکل آئی تو پریشان ہونا شروع ہوجاتے ہیں چنانچہ مولوی ہارون قاسمیؒ وہ سپاہِ صحابہ کا ہے کراچی میں (جن کو اتوار ۳۱ جنوری ۲۰۰۵ء کو کراچی میں شہید کردیا گیا) وہ کتاب لے کر میرے پاس آیا کہنے لگا یہ کتاب دیکھیں ذرا، اب میں نے کہا دیکھئے آپ تو عالم ہیں، پڑھے ہوئے ہیں جب آپ پریشان ہوگئے ہیں تو عوام کا کیا حال ہوگا؟ اور اس نے لکھا ہے کہ میں یہ ہر ایم، پی، اے اور ایم، این، اے کو بھیجوں گا، تو ہم میں غفلت اور سستی اتنی آگئی ہے۔ بس قرآن کی آیت دیکھ لی اس کے بعد قرآن میں ایسا آگیا پریشان ہوئے، بیٹھ گئے، قرآن کھول کے نہیں دیکھنا کہ اس میں ہے کیا؟ میں نے کہا رکھ دیں صبح آنا، میں دیکھ لوں گا، بہرحال میں نے آیتیں

چیک کیں کیونکہ حافظ تو میں بھی نہیں ہوں۔اب دیکھئے اس نے جو قرآن پاک کی آیتیں نقل کی تھیں اس
سے پہلے مہاجرین، انصار کا ذکر بالکل وضاحت کے ساتھ ہے مثلاً سورۃ التوبہ کی آیت اس میں نقل کی
ہے والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار .... وممن حولکم من الاعراب
منافقون ومن اھل المدینة مردوا علی النفاق لاتعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین
ثم یردون الی عذاب عظیم اس نے اب یہاں سے شروع کردی و من اھل المدینة مردوا
علی النفاق کہ مدینہ والے منافق تھے حالانکہ قرآن پاک نے ترتیب بیان کردی، سب سے پہلے
مہاجرین کا ذکر آیا پھر انصار کا ذکر آیا پھر ان کے متبعین کا ذکر آیا اس کے بعد منافقوں کا ذکر آیا ہے جس کا
مطلب یہ ہے کہ مہاجرین میں کوئی منافق نہیں، انصار میں کوئی منافق نہیں تھا بلکہ مہاجرین اور انصار میں
نفاق کا کیا ذکر جو مہاجر انسان کا متبع بن جاتا ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ نفاق سے دور رکھتے ہیں وہ بھی منافق
نہیں ہوتا اب منافق وہ ہی ہوں گے جو نہ مہاجرین ہوں نہ انصار ہوں اور نہ ان کے تابعدار ہوں تو اب
دیکھئے قرآن پاک نے یہاں پوری ترتیب ذکر کردی تھی اس نے صرف ومن اھل المدینة مردو
اعلی النفاق قرآن کے نام سے لکھ دیا اب دکھاتے پھرتے ہیں کہ مدینہ میں منافق بھی رہتے تھے

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی ملاقات:۔

اس آیت پر وہ واقعہ امامؒ صاحب والا ہے۔کہ امامؒ صاحب جب پہلی دفعہ مدینہ منورہ امام
مالکؒ کو ملے، امام مالکؒ جانتے نہیں تھے پوچھا کہ من این انت آپ کہاں سے آئے ہیں؟ تو امام
صاحبؒ نے کہا من العراق (عراق سے آیا ہوں) امام مالکؒ نے فرمایا العراق دار النفاق عراق تو
نفاق کا گھر ہے، امام ابوحنیفہؒ خاموش رہے تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ میں قرآن سنانا چاہتا ہوں امام مالکؒ
نے کہا سنائیں امامؒ صاحب نے پڑھا اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن
الرحیم ومن اھل العراق مردو اعلی النفاق انہوں نے کہا کیا پڑھا؟ آپ نے کہا من اھل
العراق مردوا علی النفاق انہوں نے کہا نہیں یوں ہے ومن اھل المدینة، من اھل المدینة
امامؒ نے کہا نہیں جی من اھل العراق: اب جب تیسری مرتبہ انہوں نے دہرایا تو پھر امام مالکؒ کو یاد آیا

کہا او یہ تو میری بات کا جواب ہو رہا ہے کیونکہ میں نے کہا عراق دار النفاق ہے تو پھر انہوں نے پوچھا کہ
آپ کون ہیں؟ کہا کہ میں ابوحنیفہ ہوں نعمان بن ثابت میرا نام ہے پھر امام مالکؒ اٹھ کر ملے اور پھر فرمایا
کرتے تھے کہ ابوحنیفہؒ کی قوت استدلال ایسی ہے کہ اگر اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو وہ کر
سکتے ہیں:۔(واسبحان تیری قدرت۔صفدر)

معیار صحابیت کتاب پر مزید تبصرہ:۔

سورۃ حشر میں جو آیتیں ہیں للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا ..... ان آیات میں
بھی پہلے مہاجرین کا ذکر آیا ہے پھر انصار کا ذکر آیا ہے، یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً ..... دیکھو
کتنی وضاحت ہے وہ اللہ کے فضل کی تلاش میں نکلے تھے کوئی دنیا کی لالچ میں نہیں نکلے تھے اور فرمایا
وینصرون اللہ و رسولہ کتنی بڑی بات اللہ فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کو کسی مدد کی احتیاج نہیں ہے
لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ یہ میرے مددگار یعنی میرے دین کے مددگار بن گئے ہیں یہ بہت بڑا اعزاز
ہے ناں۔کہ ان کے اس نکلنے کو اللہ تعالیٰ اور رسول کی مدد فرما رہے ہیں کہ یہ لوگ میری مدد کرنے والے
ہیں، میرے رسول کی مدد کرنے والے ہیں اولئک ھم الصادقون یہ سچے ہیں۔آگے انصار کا ذکر
آگیا والذین تبوّؤ الدار والایمان من قبلھم .... انصار کی ایک خوبی قرآن میں ذکر کی گئی ہے
کہ ان کو مہاجرین کے ساتھ محبت ہے، مہاجرین سے محبت رکھنا یہ خود ایک مستقل خوبی ہے، انصار کا ذکر
کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو یہ کہتے ہیں والذین جاء ومن بعدھم
یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین
امنوا ربنا انک رؤف رحیم ○ ان تینوں جماعتوں کے بعد فرمایا الم تر الی الذین نافقو
یقولون لا خوانھم الذین کفروا من اھل الکتب .... اب منافقین کا ذکر فرمایا اللہ تبارک و
تعالیٰ نے۔ان آیات سے تو بالکل واضح طور پر ثابت ہوا کہ مہاجرین سے تو کوئی منافق کیا ہو سکتا، انصار
میں سے کوئی منافق کیوں ہوتا جو ان کے تابع دار ہیں ان میں نفاق کا گزر نہیں ہے، اب قرآن پاک کی
ان آیات سے پہلی تین آیتوں کو مٹا کر، ختم کر کے اور آخری منافقوں والی آیت لکھ کر اس کو صحابہؓ پر چسپاں کرنا

یہ دھوکہ نیا شروع ہوا ہے۔ دیکھئے قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ٹھیک ہے منافقین کا ذکر کیا ہے، صحابہؓ کا بھی کیا ہے لیکن اس میں کوئی ابہام اور اجمال بالکل نہیں رہنے دیا، صحابہؓ کے لیے خلافت کے وعدے فرمائے کہ ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ خلافت عطا فرمائیں گے، اس دنیا میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو خوشحال کریں گے، آخرت میں بھی خوش حال رکھیں گے اس کے علاوہ منافقین کے بارے میں سورۃ التوبہ میں مردوا علی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون الی عذاب عظيم فرمایا تو کتنی وضاحت ہوگئی کہ جو صحابہؓ ہیں وہ خلافت کے حق دار ہوں گے اور جو دوسرے لوگ منافقین ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں پکڑے جائیں گے۔ اب خلفائے ثلاثہؓ خلیفہ بنے ہیں یا نہیں؟ (ضرور بنے ہیں) تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو وہ ہی ساری چیزیں عطا فرمائیں اور منافقین جو تھے وہ قتل ہوتے رہے آخر ان کا ستیاناس ہوگیا۔

مہاجرین کے بارے میں فرمایا والذين هاجروا في سبيل الله من بعد ما ظلموا ..... کہ ہم ان کو بہترین ٹھکانہ اس دنیا میں بھی دیں گے اور منافقین کے بارے میں فرمایا لم لا يجاورونک فيها الا قليلا کہ وہ مدینہ میں زیادہ دیر رہ بھی نہیں سکیں گے، ان کو یہاں سے بھاگنا پڑے گا، اب شیخینؓ کو ٹھکانہ کیسا ملا؟ آج روضة من رياض الجنة میں آرام فرما ہیں جس سے بہتر ٹھکانہ اور کونسا ہوسکتا ہے اور خلافت بھی ملی۔ اور منافقین کے بارے میں تو یہ تھا کہ وہ مدینہ میں زیادہ دیر ٹھہر بھی نہیں سکیں گے، تو قرآن پاک نے ٹھیک صحابہؓ کا ذکر بھی کیا ہے، منافقین کا ذکر بھی کیا ہے لیکن ان میں کوئی اجمال باقی نہیں رہنے دیا، صحابہؓ کے بارے میں بھی پوری وضاحتیں آگئی ہیں اور ان (منافقین) کے بارے میں بھی: تو یہ لوگ قابو آتے ہیں اگر طریقہ سے بات کی جائے۔

عیسائیوں اور شیعوں سے بات کرنے کا طریقہ:۔

عیسائی سے جب بات ہو وہ کہیں کہ حضور پاک ﷺ کی نبوت پر دلیل دو تو کہو کہ پہلے ہماری باری نہیں ہے، ایسے پیغمبر بھی ہیں جن کو آپ اور ہم دونوں مانتے ہیں آپ پہلے ان کے بارے میں کوئی دلیل بیان کریں تا کہ ایک پیمانہ بن جائے پھر اسی پیمانہ پر حضور پاک ﷺ کی نبوت آپ کے سامنے ثابت کریں

گے اسی طرح رافضی سے بھی تو یہی طریقہ رہنا چاہیے کہ حضرت علیؓ کے ایمان پر آپ قرآن پاک میں سے کوئی آیت پڑھیں کہ وہ مؤمن تھے اب جب وہ بھی یہی آیتیں پڑھیں گے والذين هاجروا في سبيل الله وغیرہ تو اب مہاجرین میں کوئی آدمی یہ تو نہیں مان سکتا کہ صرف حضرت علیؓ ہی مہاجر ہوں اور ابوبکرؓ جنہوں نے سفر ہجرت آپ کے ساتھ کیا ہے وہ مہاجرین میں شامل نہ ہوں؟ تو جب وہ بھی مہاجرین کے لفظ سے استدلال کریں گے تو اس سے بالکل بات واضح ہوگئی کہ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایمان بھی اسی دلیل سے ثابت ہو جائے گا، عمر فاروقؓ اور عثمانؓ کا ایمان بھی اسی دلیل سے ثابت ہو جائے گا تو اس لئے طریقہ یہی ہوتا ہے کہ بھائی دیکھئے حضرت علیؓ کے مؤمن ہونے پر آپ کا اور ہمارا اتفاق ہے تو جن پر اتفاق ہے ان کے بارے میں آپ قرآن پاک سے کوئی آیت پیش کریں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مؤمن تھے اب وہ ان کی ہجرت کا ذکر کریں، ان کے انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کریں، ان کی خلافت کا ذکر کریں تو ان کے ساتھ پہلے یہ (خلفائے ثلاثہؓ) آئیں گے بعد میں وہ (حضرت علیؓ) آئیں گے تو بات سمجھنی اور سمجھانی آسان ہو جائے گی تو اس لئے اب ان لوگوں نے اس قسم کی کتابیں لکھنا شروع کردی ہیں، قرآن پاک سے دھوکہ دیتے ہیں کہ معاذ اللہ قرآن پاک میں صحابہ کرامؓ کو منافق کہا ہے حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے، صحابہؓ کا تذکرہ پوری تفصیل کے ساتھ الگ کیا ہے۔

رافضیت (شیعت) سمجھنے کے لیے چند کتب:۔

تو رافضیوں کے سلسلہ میں (۱) تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی،

(۲) آفتاب ہدایت مولانا کرم الدینؒ کی جو مولانا قاضی مظہر حسین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے والد ہیں ان کی کتاب: یہ اگرچہ بہت مختصر اور چھوٹی سی ہے لیکن اس کا انداز بہت بہترین ہے (۳) اور صحابہؓ کے بارے میں خاص طور پر مولانا نور الحسن شاہ بخاریؒ کی الاصحاب فی الکتاب صرف قرآن پاک کی آیات اس میں جمع کردی ہیں (۴) ایک ہے تحفہ خلافت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی۔ انہوں نے الگ الگ آیات قرآنیہ کی تفسیر بیان کی تھی، آیت مغفرۃ کی الگ، آیت محمد رسول الله والذين معه کی الگ، آیت تبلیغ کی الگ (والبع ما انزل اليک) اسی طرح آیت تطہیر کی الگ، آیت میراث

کی الگ، آیت قتال مرتدین پر الگ ان کے رسالے ہیں تو یہ سارے لاہور سے ایک جلد میں شائع ہوئے ہیں اس کا نام ہے "تحفہ خلافت" اس میں تقریباً مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے سارے رسالے آگئے ہیں اور اس آخری دور میں شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد اس موضوع پر سب سے زیادہ جو وسیع کام کیا ہے وہ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے کیا ہے (۵) ان کا "النجم" اخبار جو تھا اس کی پرانی فائل آپ کو ملے تو اس کا آپ مطالعہ کریں اس میں بہت عجیب وغریب نکات ملتے ہیں بعد میں ہم لوگ تو ایسی چیزوں کی قدر نہیں کرتے اخبار سمجھ کر پھینک دیتے ہیں لیکن اس میں بہت کچھ ہے، اس کی چند جلدیں میں نے دیکھی ہیں مولانا بشیر احمدؒ کی لائبریری میں، پوری فائل تو ان کے پاس بھی نہیں ہے لیکن اس میں مولانا نے خوب اچھی طرح خبر لی ہے (۶) علمائے امت کا متفقہ فتویٰ پاکستان میں اسے سواد اہل سنت نے شائع کیا ہے اور اس کے مرکزی سیکرٹریٹ ہاشمی سنٹر صدر کراچی سے مل سکتا ہے (۷) ایرانی انقلاب مؤلفہ مولانا منظور احمد نعمانیؒ (۸) دو متضاد تصویریں (سنی، شیعہ عقائد کا تقابلی مطالعہ) مؤلفہ مولانا سید ابو الحسن علیؒ ندوی (۹) انقلاب ایران اور اس کی اسلامیت مؤلفہ مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (بھارت) (۱۰) آتش کدہ ایران اختر کاشمیری کا سفرنامہ (۱۱) سانحہ گودھرا کیمپ از علامہ سعید بن عزیز اس میں کراچی کی شاہراہوں پر شیعہ کے قبضے اور امام بارگاہوں کا اسلحہ خانہ بنانے کی تفصیل موجود ہے (۱۲) کوئٹہ میں بربریت کے دو دن شائع کردہ سواد اہل سنت (۱۳) شیعہ سنی اختلافات از لدھیانوی شہیدؒ (۱۴) ارشاد الشیعہ مصنفہ استاذ محترم مولانا سرفراز خان صفدرؒ وغیرہ صفدر عفی عنہ)۔

صحابہؓ کرام کی تعریف آیات قرآنی کی روشنی میں:۔

اب صحابہؓ کے بارے میں کتنی وضاحت ہے، آپس میں وہ رحم دل تھے، محمد رسول اللہ .... رحماء بینھم اور اسی طرح دوسری آیت میں بھی ایسی چیزوں کا ذکر ہے واذ کروا نعمۃ اللہ... سورۃ آل عمران کی ۱۰۳ نمبر آیت ہے اور ھو الذی ایدک بنصرہ ...... سورۃ انفال کی آیت نمبر ۶۲، ۶۳ ہے۔ اب ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی پاک کے صحابہؓ کے بارے میں فرمایا کہ ان میں بہت پیار ومحبت تھا اور ان میں نہایت مضبوط برادرانہ تعلقات قائم تھے اور ایسی ساکھ قائم تھی کہ جسے دیکھ

کر دشمن مرعوب ہو جایا کرتے تھے اور پھر من گھڑت روایات سے پروپیگنڈہ کرکے یہ بتلانا کہ ان میں اختلاف تھا، ان میں اور اہل بیت میں دشمنی اور عداوت تھی یہ سراسر قرآنی آیات کے خلاف ہے قرآن پاک تو ان کی محبت کو بے مثل قرار دے رہا ہے اگر ان میں عداوت اور دشمنی مان لی جائے تو پھر معاذ اللہ اللہ پاک قرآن پاک میں جھوٹ بول رہے ہیں؟ رافضی کہتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے حضرت علیؓ سے خلافت غصب کرلی حالانکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زمانہ جاہلیت میں کسی کا ایک پیسہ غصب کیا ہو؟ ایسا نہیں لیکن مسلمان ہونے کے بعد حضرت پاک ﷺ کے وصال کے بعد خلافت حضرت علیؓ کی غصب کرلی؟ سارے مسلمانوں کو پریشان کردیا؟ جو کام ان سے حالت کفر میں ثابت نہیں وہ اسلام لانے کے بعد کیسے سرزد ہوگئے؟ حضرت عمرؓ سے ایسے ظلم حالت کفر میں بھی تاریخ میں نہیں ملتے کہ نبی پاک کے اہل بیت کو ستایا اور بی بی فاطمہؓ کے گھر کے دروازہ کو آگ لگادی، ان کو لات سے مارا معاذ اللہ محسن شہید ہوگیا (دیکھئے شیعہ کی کتب حق الیقین ص ۱۶۴، جلاء العیون ۱۲ صفدر عفی عنہ) جو ان کے ہاں پیدا ہونے والا تھا یعنی اس قسم کے ظلم جو حالت کفر میں بھی ان لوگوں سے کبھی سرزد نہیں ہوئے تھے شیعہ حضرات نے اس قسم کے غلو ان صحابہؓ کی طرف منسوب کردیئے یہ قرآن پاک کا صاف اور کھلم کھلا انکار ہے، قرآن پاک ان کی محبت کو بے مثال قرار دے رہا ہے اور رافضی کتابیں ان کی عداوت کو بے مثال قرار دے رہی ہیں تو ایسی عداوت تو دنیا میں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی کہ جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہوں اس نبی کا معاذ اللہ جنازہ بھی نہ پڑھیں، آخر میں اس نبی کے اہل بیت کو اتنا ستائیں کہ ان کی بیٹی کو تنگ کریں، ان کا گزران جس پر چلتا تھا چھین لیا ایسے ایسے ظلم ان پر کئے تو ان کی کتابیں پڑھنے سے تو پتہ چلتا ہے کہ دور جاہلیت واقعی بدنام تھا کہ اس زمانہ میں لوگ ظلم کرتے تھے، ڈاکے ڈالتے تھے، چوریاں کرتے تھے خلافت راشدہ میں جو ظلم ہوئے ہیں انہوں نے دور جاہلیت کے ظلموں کو ماند کرکے رکھ دیا۔

مدح صحابہؓ ایجوکیشن:۔

لکھنو میں جب "تبرا ایجوکیشن" چلی ان کی طرف سے اور ہماری طرف سے "مدح صحابہؓ ایجوکیشن" چلی تو لاہور کا شیعہ وکیل تھا جس کا نام مظہر علی اظہر تھا اس نے وہاں عدالت میں شیعوں سے

پوچھا کہ میں شیعہ ہوں آپ جانتے ہیں خاندانی طور پر لیکن مجھے ایک اشکال ہے کہ اگر ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ کی تاریخ کو اسلام سے خارج کر دیا جائے اور کہا جائے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں تھے، یہ زمانہ اسلامی تاریخ کا نہیں تھا تو کوئی اسلامی تاریخ ہے کہ ہم دنیا کے سامنے رکھ سکیں کہ ہماری بھی کوئی قابل فخر تاریخ ہے؟ یہی تو دور اسلام کا قابل فخر دور ہے اگر ہم ان کو مسلمان نہیں سمجھیں گے، ان کے دور کو اسلام سے خارج کر دیں گے کیونکہ یہ لوگ خارج از اسلام ہیں تو معاذ اللہ اس کے بعد کوئی چیز بھی ہمارے پاس باقی نہیں رہ جائے گی۔ تو آپ کم از کم آریہ وغیرہ سے ڈریں، اس کو کیوں پوچھنا پڑا؟ اس لئے کہ اس زمانہ میں اخبار میں آریوں کی طرف سے ایک سوال شائع ہوا، مناظرے شیعہ وسنی کے ہوتے تھے، رسالے بھی آتے رہتے تھے تو آریہ نے ایک عجیب سوال شائع کیا کہ میرا مسلمانوں سے ایک سوال ہے، شیعوں کا اس نے نام نہیں لیا مسلمانوں کا نام لیا کہ مسلمان آج ہمیں دعوت دیتے ہیں کہ زندگی کے تمام مسائل اور مشکلات کا حل (دینی اور دنیاوی کا) قرآن پاک میں ہے جس پر ایمان لے آؤ لیکن میں یہ دیکھتا ہوں کہ اس قرآن پر ایمان لانے والا طبقہ جس کو اللہ کے نبی پاک ﷺ نے کلمہ اسلام پڑھایا ان پر قرآن پاک نے ذرہ برابر اثر نہیں کیا وہ ایمان لانے کے بعد بھی کفر کی حالت سے بھی بڑے ظالم بنے اور انہوں نے ایسے ظلم کیے کہ تاریخ اسلام کافروں سے بھی ایسے ظلم پیش نہیں کر سکتی تو جس قرآن نے صحابہؓ پر ذرا بھی تبدیلی نہیں کی، نہ ان کے اخلاق درست ہوئے نہ ان میں عدل آیا، نہ انصاف آیا وہ قرآن آج چودہ سو سال کے بعد جبکہ قرآن لانے والا نبی بھی ساتھ موجود نہیں ہے تو کیسے دنیا کی زندگی کے مسائل حل کر سکتا ہے؟ تو اس لیے مسلمان ہمارے سامنے یہ بات واضح کریں کہ جس قرآن سے نہ صحابہؓ کے اخلاق درست ہوئے نہ ان سے ظلم اور کفر گیا جبکہ خود اللہ کے نبی نے ان کو قرآن سکھایا اور ان کی تربیت بھی کرتے رہے بلکہ وہ پہلے سے زیادہ ظالم بن گئے تو آج مسلمان کس منہ سے یہ تقریریں کرتے پھرتے ہیں کہ تم قرآن کو مانو گے تو قرآن تمہاری زندگی کے مسائل کا حل بھی پیش کرے گا اور آخرت کے مسائل کا حل بھی پیش کرے گا، اب اسی سوال نے شیعوں کو چکرا دیا، سوال تو واقعی اس کا بڑا زبردست تھا تو اس پر مظہر علی اظہر نے کہا کہ دیکھو اس قسم کے سوالات آرہے ہیں اگر ہم ان صحابہؓ کو خصوصاً خلفائے راشدینؓ اور خلفائے ثلاثہؓ کے دور کو اسلامی تاریخ سے خارج کر دیں گے تو کل کو کسی

آریہ سے بات کرنی پڑی تو اس کے سامنے کون سا اسلامی دور رکھیں گے؟ اس لئے ہم اسلام کا نام لیتے ہیں کم از کم اسلام پر اتنی تو مہربانی کریں کہ کوئی دور اسلام کا رہ جائے جس کو غیر مسلموں کے سامنے پیش کر سکیں۔ تو قرآن پاک نے جو بات بیان فرمائی ہے کہ ان میں محبت تھی، الفت تھی، ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ صحابہؓ اور اہل بیت کے آپس میں کوئی اختلافات نہیں تھے۔

صحابہ اور اہل بیت میں اختلاف نہیں تھا اس پر چار اہم دلائل:۔

اور دیکھئے جو لوگ ہم عقیدہ ہوتے ہیں ان میں دو بنیادی چیزیں ہوتی ہیں (۱) ایک تو یہ کہ وہ نماز اکٹھے پڑھتے ہیں یا الگ یعنی ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں یا نہیں، دینی طور پر سب سے بڑی چیز نماز ہے (۲) دنیاوی طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ آپس میں رشتے لے دے رہے ہیں یا نہیں کیونکہ دوسرے دین والے کو نہ انسان رشتہ دیتا ہے، تو اس لئے مولانا عبد الشکور لکھنویؒ نے چار باتیں عوام کو سمجھانے کے لیے رکھی ہیں۔

پہلی دلیل:۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے دور خلافت میں حضرت علیؓ نے بالکل اپنی مسجد الگ نہیں کی، ان کے پیچھے آکر نمازیں پڑھتے رہے اگر ان کا دین ایک نہ ہوتا تو وہ ان سے اپنی نماز الگ پڑھتے، اپنی مسجد ان سے الگ کر لیتے، نہ حضرت امام حسنؓ نے مسجد الگ بنائی کہ ہم صدیق اکبرؓ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، فاروق اعظمؓ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے تو اس سے بالکل یہ بات واضح ہے کہ حضرت علیؓ کو اپنی نماز کی فکر تھی یا نہیں کہ مقبول ہو یا نہ ہو اگر یہ لوگ غلط تھے تو ان کے پیچھے نمازیں وہ کس لئے پڑھتے رہے؟ اس پر شیعہ اور تو کوئی جواب نہیں دے سکتے یہ کہتے ہیں کہ دل میں ان کی اقتداء کی نیت نہیں کرتے تھے ان سے پوچھا جائے کہ آپ کو دل کی بات کا کیسے پتہ چل گیا؟ آپ ان کا کوئی قول پیش کریں؟ اور یہ پیش کریں کہ وہ بعد میں نماز دہراتے رہے کہیں بھی ثابت نہیں، وہ کہتے ہیں ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود (کہ ملاں وہ ہوتا ہے جس کو خاموشی نہ آتی ہو) اس نے کچھ کہنا ضرور ہے تو ہم ان سے یہی پوچھتے ہیں اس کا ثبوت آپ قرآن سے یا بارہ اماموں میں سے کسی امام سے دیں کہ کسی امام نے یہ کہہ دیا ہو کہ حضرت علیؓ ان کے پیچھے نماز کی نیت نہیں کرتے تھے اور بظاہر پیچھے نماز پڑھ کر اپنی نماز خراب کرتے تھے ان (خلفائے ثلاثہؓ) کی نماز تو خراب نہیں ہوئی کیونکہ امام کا کیا بگڑے گا؟

دوسری دلیل:۔ ایک دوسرے کو رشتے دیتے اور لیتے رہے حضرت ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ ہوا جو بی بی فاطمہؓ کی صاحبزادی ہیں، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی صاحبزادی ہیں یہ جو شور آج کل مچاتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کی چار بیٹیاں نہیں ہیں یہ اب مچانا شروع کیا ہے پہلے یہ لوگ نہیں کہتے تھے، سب کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ چار بیٹیاں ہیں ملاّ باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ نبی پاک ﷺ اور حضرت علیؓ کے درمیان کن کن چیزوں میں مطابقت تھی یہ خوبی اُن میں بھی تھی ان میں بھی تھی ان مطابقتوں کا ذکر کرتے ہوئے یہاں تک اس نے لکھا ہے کہ اگر نبی نے اپنی بیٹی ایک کافر کو دے دی تھی یعنی عثمانؓ کو تو علیؓ نے بھی نبی کی تابعداری کرتے ہوئے اپنی بیٹی ایک کافر حضرت عمر فاروقؓ کو دی، تو ہم کہتے ہیں کہ آج کے شیعہ کیوں نہیں تابعداری کرتے یہ اپنی بیٹیاں سکھوں کو دیا کریں، ہندوؤں کو دیا کریں، یہ لوگ نہ نبی کی تابعداری کرتے ہیں نہ حضرت علیؓ کی تابعداری کرتے ہیں۔

مولیٰ علی مشکل کشا، ایک واقعہ، ایک لطیفہ:

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک گاؤں تھا اس میں رافضی بھی تھے سنی بھی تھے رافضیوں کا ایک ذاکر آدمی رات کو بکواس شروع کر دیتا صحابہؓ کے خلاف، پہلے صدیق اکبرؓ کے خلاف، پھر حضرت عمر فاروقؓ کے خلاف، پھر حضرت عثمانؓ کے خلاف، سنی بڑے تنگ تھے اس سے ایک دن چار نوجوانوں نے مشورہ کیا کہ بھائی اس سے تو مر جانا بہتر ہے ایک دن مرنا ہی ہے ناں اس کا کوئی بندوبست کرتے ہیں وہ جا کے چھپ کے بیٹھ گئے صفوں میں وہ آیا آدمی رات کے وقت اس نے صدیق اکبرؓ کو گالیاں بکنا شروع کر دیں ان نوجوانوں میں ایک کے پاس ڈنڈا تھا اس نے اسے جا کر پیٹنا شروع کر دیا اس نے کہا کہ میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے تو مجھے گالیاں کیوں دے رہا ہے، میں ابوبکر ہوں اب اس نے اس کی پٹائی شروع کر دی کہ میں نے کیا بگاڑا ہے تیرا۔ اس نے جب اچھی پٹائی کی تو وہ معافی مانگنے لگا کہ میں نے تو آپ کو بالکل گالیاں نہیں دی ہیں اب میں عمر کو گالیاں دیتا ہوں عمرؓ کو گالیاں دینا شروع کر دیں عمر بھی ڈنڈا لیکر آ گیا اس نے پٹائی کرنی شروع کر دی جب اس نے دیکھا کہ یہ تو زیادہ پٹائی ہو رہی ہے کہنے لگا میں معافی مانگتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کو گالیاں دینا

شروع کر دیں عثمان بھی ڈنڈا لیکر آیا اس نے اس کی پٹائی شروع کر دی اب اس نے کہا کہ آج تینوں آئے بیٹھے ہیں اللہ رحم کرے تو آخر میں بے چارہ مایوس ہو کر کہنے لگا کہ "اے مولیٰ علی مشکل کشا" آج دشمن مجھے مار گئے تو ان تینوں کے پاس ڈنڈے تھے، مولیٰ علی مشکل کشا کے پاس استرہ تھا اب وہ مولیٰ علی مشکل کشا اٹھ کے آ گیا اس نے آتے ہی اس کی ناک کاٹی، کان کاٹے اور کہا کہ اے بے غیرت میرے سسرال والوں اور میرے دامادوں کو گالیاں بکتا ہے؟ میرے جو امام ہیں نماز کے ان کو گالیاں بکتا ہے؟ ان کے پیچھے ساری عمر میں نے نمازیں پڑھی ہیں اب جناب اس نے اس کے ناک کان کاٹ دیئے وہ خون میں لت پت وہاں ایک صف میں چھپ گیا انہوں نے کہا ذرا آواز نکلے ابھی تیری مرمت کرتے ہیں جب فجر ہوئی رافضی آئے فجر کی نماز پڑھنے والے کہنے لگے کہ ذاکر صاحب کو پتہ نہیں کیا ہو گیا تھوڑی سی آواز آئی تھی پھر پتہ نہیں کہیں چلے گئے جب دیکھا تو وہاں خون ہے یہ خون کس چیز کا ہے؟ تلاش کیا تو وہ صف لئے بیٹھا تھا جب صف کو انہوں نے ہاتھ لگایا تو اس نے سمجھا کہ شاید یہ ابوبکر و عمر ہیں اس نے اندر سے کہا کہ اللہ کے واسطے مجھے معاف کر دیں آئندہ میں ایسا نہیں کروں گا انہوں نے صف کھولی ناک کان کٹے ہوئے تھے خون میں لت پت تھا پوچھا یہ کیا ہوا؟ اس نے کہا دیکھو وہ تو نہیں ہیں یہاں؟ پوچھا کون؟ اس نے کہا ابوبکر، عمر، عثمان تینوں ہی آ گئے تھے اور انہوں نے مجھے خوب پیٹا انہوں نے کہا بیوقوف مولیٰ علی کو آواز دیتے اس نے کہا وہ تو پیٹ (مار پٹائی کر کے) کے چلے گئے مولیٰ علی تو ناک کان کاٹ کے چلے گئے اور مولیٰ علی کہنے لگا کہ میں ساری عمر نمازیں خراب کرتا رہا ان (خلفائے ثلاثہؓ) کے پیچھے تو میرے اماموں کو گالیاں دیتا ہے؟ (حضرت استاذیؒ یہ واقعہ سنا کر بہت مسکرائے جیسا کہ ان کا معمول تھا ۱۲ صفدر عفی عنہ)

تیسری دلیل: تو مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے چار باتیں لکھی ہیں ان میں دو ہو گئیں تیسری بات انہوں نے یہ لکھی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور امام حسنؓ و حسینؓ کے بیٹوں کے ناموں میں ابوبکر بھی نام آتے ہیں، عمر نام بھی آتے ہیں، عثمان نام بھی آتے ہیں تو ان حضرات کا انکے نام پر اپنے بیٹیوں کا نام رکھنا محبت کی دلیل ہے نہ کہ دشمنی کی بلکہ آج کوئی شیعہ نہیں ملے گا جس کا نام عبدالرحمٰن ہو حالانکہ اللہ

کے نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں عبداللہ اور عبدالرحمن نام مجھے بہت محبوب ہیں یہ اس لئے عبدالرحمن نام نہیں رکھتے کہ حضرت علیؓ کے قاتل کا نام عبدالرحمن بن ملجم ہے اس لئے اب ان کو اس نام سے نفرت ہے کسی شیعہ کا نام آپ "یزید" نہیں سنیں گے۔

حضرت استاذیمؒ اور ایک شیعہ ڈسپنسر کا مکالمہ:

میرے پانچویں لڑکے کا نام "معاویہ" ہے تو ہماری سرکاری ڈسپنسری میں ایک رافضی آ گیا ایک دن معاویہ بیمار ہو گیا میں اس کو لے گیا وہ مجھے ملا اس نے پوچھا کیا نام ہے لڑکے کا؟ میں نے کہا "محمد معاویہ" کہنے لگا کہ "امیر حمزہ" لکھدوں؟ میں نے کہا تو کیوں امیر حمزہ لکھدے؟ پھر مجھے کہنے لگا کہ اچھا جی معاویہ تو آ گیا یزید کب پیدا ہوگا؟ میں نے کہا وہ آپکے ہاں ہوگا ہمارے ہاں تھوڑا ہونا ہے۔ (پھر حضرت استاذیمؒ یہ بات کہہ کر خوب مسکرائے) اس لئے کہ یزید کے ہاتھ پر بیعت امام زین العابدینؒ نے کی ہے (البدایہ والنھایہ ص ۲۲۱ ج ۸) تو وہ آپ کا امام ہے آپ کے معصوم امام کا امام ہے وہ آپ کے ہاں پیدا ہوگا۔ میں نے کہا وہ ہمارے ہاں کیسے پیدا ہوگا؟

سکولوں میں شیعہ نصاب پر شور کیوں؟

مجھے کہنے لگا کہ دیکھو مولوی صاحب بات یہ ہے کہ سنیوں کا نصاب سکولوں میں چل رہا ہے کبھی شور نہیں مچا کئی سالوں سے پڑھا جا رہا ہے اب شیعہ نصاب پاس ہو رہا ہے کہ سکولوں میں وہ پڑھا جا یگا تو ساری دنیا میں شور مچ گیا اب مصیبت پیدا ہو گئی ہے کہ دیکھو سنیوں کو فکر پڑ گئی ہے کہ شیعہ نصاب پڑھ کر کہیں ہمارے لڑکے شیعہ نہ ہو جائیں میں نے کہا یہ وجہ تو نہیں ہے اس نے کہا اور وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا دیکھو ہم یہاں بیٹھے ہیں سامنے بازار ہے لوگ گذرتے جا رہے ہیں تو شور مچ رہا ہے؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا اگر کنجری یہاں سے گذرنا چاہے تو ساری گلی بازار والے شور مچائیں گے کہ دفع ہو جا یہاں سے نہ گذر اب وہ کنجری یہ کہے کہ میری بڑی عزت ہے دنیا میں جس گلی میں جاتی ہوں اس گلی میں شور ہو جاتا ہے (پھر استاذیم محترم خوب مسکرائے اللہ سے امید واثق ہے کہ وہ قبر میں بھی ضرور مسکرا رہے ہوں گے) ساری دنیا کے لوگ گذر رہے ہیں اور بالکل کوئی شور نہیں ہو رہا البتہ میں آتی ہوں تو شور مچنا شروع ہو جاتا ہے تو میں نے کہا بالکل ایسے بات ہے جیسے وہ کنجری کہے کہ میں بہت صاحب

[illegible]یات ہوں کیونکہ جس گلی میں قدم رکھتی ہوں شور مچنا شروع ہو جاتا ہے بڑا شرمندہ ہو کر (وہ رافضی) کہنے لگا یہ جو آپ نے بات کی ہے سوچ سمجھ کر کی ہے؟ آپ سمجھدار آدمی ہیں ایسی بات آپ نے کی ہے؟ میں نے کہا پوری سمجھ کے ساتھ میں نے بات کی ہے۔

شیعہ مذہب میں چکلے جانے پر بہت ثواب ہے:

کیونکہ زنا کسی مذہب میں حلال نہیں سوائے آپ کے، گالی دینا کسی مذہب اور دین میں جائز نہیں سوائے آپ کے مذہب کے، میں نے کہا آپ کے ہاں لکھا ہے کہ جو شخص ایک دفعہ متعہ کرے وہ امام حسینؓ کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو دوبارہ متعہ کرے وہ امام حسنؓ کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور جو شخص تین مرتبہ متعہ کرتا ہے وہ حضرت علیؓ کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے اور جو شخص چار مرتبہ متعہ کرتا ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے اور جس نے ایک مرتبہ بھی متعہ نہیں کیا وہ قیامت کے دن ایسے اٹھے گا کہ ناک، کان کٹے ہونگے اور بڑی مشکل ہوگی اس دن پتہ چلے گا کہ اس نے متعہ نہیں کیا ہے میں نے کہا ہمارا سنیوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ آج اگر کسی کی عمر ہزار سال بھی ہو جائے اور وہ عبادت میں معروف رہے ایک لحہ کے لیے زنا تو کجا عبادت سے غفلت نہ کرے وہ امام حسینؓ کا مقام نہیں پا سکتا کسی صحابی کا مقام بھی نہیں پا سکتا اور آپ کے ہاں تو ایک دو منٹ میں امام حسین بن جایئے زیادہ دیر نہیں لگتی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جس نے چار مرتبہ کر لیا نبی پاک بن گیا معاذ اللہ، اور جس نے چار سے متعہ کرایا ہو اس کا کیا مقام ہوگا؟ اس کا بہت اونچا مقام ہونا چاہیے اس کے مقام کی کوئی خاص وضاحت نہیں کی۔ مجھے کہنے لگا یہی لکھا ہوا ہے؟ میں نے کہا میں صبح تفسیر لے آؤں گا دکھا دوں گا۔

صبح منہج الصادقین ان کی تفسیر لے گیا آٹھ دس آدمی بڑے امیر امیر بیٹھے ہوئے تھے وہاں ڈریکٹری ایجنسی تھی دوائی لینے کے لیے آئے ہوئے تھے اب جا کے میں نے وہ تفسیر پڑھنی شروع کر دی میں نے اس میں سے پڑھا کہ جب متعہ کے لیے گفتگو ہوتی ہے اس کا اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا تسبیح پڑھنے کا اور کلمے شریف کے ذکر کا ہوتا ہے اس کے بعد جب اپنے جہاد میں مشغول ہوتے ہیں تو ہر ایک لذت اور شہوت پر احد پہاڑ سے زیادہ سونا خیرات کرنے پر ثواب ملتا ہے اور جب یہ مجاہدین جہاد سے

فارغ ہو کر غسل کرتے ہیں تو ان کے غسل کے پانی کے ہر قطرہ سے ایک ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے جس کی ستر ہزار زبانیں ہوتی ہیں وہ ہر زبان سے تسبیح قیامت تک کرے گا اور اس کا اجر مجاہدین کے نام اعمال میں لکھا جائے گا پھر آگے میں نے وہ امام حسنؓ و حسینؓ بننے والی روایت پڑھی اب وہ لوگ سن رہے ہیں کہنے لگے مولوی صاحب جی کسی چیز کا اتنا ثواب ہے؟ میں نے کہا کہ چکلے جانے کا، کس چیز کا؟ میں نے کہا چکلے جانے کا، کہنے لگے یہ ہندوؤں کی کتاب ہے؟ میں نے کہا نہیں ڈاکٹر صاحب کے مذہب کی کتاب ہے کہنے لگے ڈاکٹر صاحب کس مذہب کے ہیں میں نے کہا شیعہ ہیں کہنے لگے اتنی گندی باتیں تو کہیں بھی نہیں لکھی ہوئیں۔

متعہ اور ہندوؤں کی رسم "عنین"

مولانا کرم الدینؒ نے متعہ کا مسئلہ ذکر کرتے ہوئے آفتاب ہدایت میں لکھا ہے کہ ہم جب ہندوؤں سے بات کرتے تھے تو ان کا بدترین مسئلہ "عنین" کا ان کے سامنے رکھتے تھے کہ تمہارے مذہب میں "عنین" جائز ہے اب ہندو ہمارے سامنے متعہ کا مسئلہ رکھ دیتے ہیں کہ تمہارے ہاں متعہ جائز ہے۔

عنین کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کہیں شادی ہوئی ہندو کی اور وہ عنین (نامرد) ہے تو اس کی بیوی کو اجازت ہے کہ وہ کسی اور سے نطفہ لے لے اور اولاد پیدا کرتی رہے اور یہ اس خاوند کی اولاد شمار ہوگی اس مسئلہ کو ہندو مذہب میں "عنین" کا مسئلہ کہا جاتا ہے لیکن وہ تو کوئی کوئی عنین (نامرد) ہوتا ہے دنیا میں، زندگی میں، مولانا کرم الدینؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کرتے تھے تو وہ بڑے شرمسار ہوتے تھے اب انہیں پتہ لگ گیا ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں متعہ کا مسئلہ ہے اب وہ ہمارے سامنے یہ رکھ دیتے ہیں کہ ہمارے ہاں تو کسی خاص آدمی کے بارے میں ہے آپ کے ہاں تو ہر آدمی متعہ کر سکتا ہے۔ بلکہ جو نہ کرے وہ قیامت کے دن اپنے ناک، کان کی خیر لے کہ وہاں ناک کان ہوں گے یا نہیں؟ فروع کافی کتاب المتعہ میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادقؒ سے کسی شاگرد نے پوچھا کہ آپ متعہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے متعہ کو جائز قرار دیا، اللہ کے نبی نے جائز قرار دیا حضرتؒ نے فرمایا حضرت عمرؓ نے تو منع فرما دیا تھا اس نے کہا کہ میں اللہ و رسول کی مانوں یا حضرت عمرؓ کی مانوں؟ اس نے پھر یہ کہا کہ آپ کی عورتیں وہ اللہ و رسول کی مانتی ہیں یا حضرت عمرؓ کی مانتی ہیں؟ آپ کی عورتوں میں

کس کس نے اور بچیوں میں سے کس کس نے متعہ کیا ہے؟ تو پھر امام جعفر صادقؒ نے منہ پھیر لیا کوئی جواب نہیں دیا۔

چوتھی دلیل: تو مولانا نے چار باتیں لکھی ہیں تین کا بیان ہو چکا ہے اور چوتھی یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا خلفائے ثلاثہؓ سے جنگ نہ کرنا یہ بھی ان کی صداقت کی واضح دلیل ہے کیونکہ جب قرآن میں آ گیا کہ منافقین کے ساتھ جہاد کرنا چاہیے ہم رافضیوں سے یہی پوچھتے ہیں کہ امام حسینؓ نے جو یزید کے ساتھ جنگ کی ہے اس میں کونسی برائی تھی جو خلفائے ثلاثہؓ میں نہیں تھی؟ آپ کے خیال میں قرآن بدلا تو خلفائے ثلاثہؓ نے بدلا یزید نے تو نہیں بدلا، بی بی فاطمہؓ کے گھر کو آگ لگائی تو خلفائے ثلاثہؓ نے لگائی یزید نے تو نہیں لگائی تھی۔ آپ کے خیال میں بی بی فاطمہؓ کو معاذ اللہ لاتوں سے پیٹا اور ان کا حمل ساقط ہو گیا بچہ شہید ہو گیا تو یہ سب کام خلفائے ثلاثہؓ نے کیے یزید نے تو نہیں کیے، خلافت غصب کی حضرت علیؓ کی یزید نے تو نہیں کی اتنے بڑے بڑے گناہ جو ان کے ذمے آپ لگاتے ہیں ایسے گناہوں میں سے کوئی ایک گناہ بھی آپ یزید کے ذمے نہیں لگاتے تو آخر کیا وجہ ہے کہ ان بڑے گناہوں پر حضرت علیؓ ان سے جہاد نہیں کرتے اور امام حسینؓ یزید کے خلاف نکلتے ہیں؟ جبکہ ایسے گناہ اس میں نہیں پائے گئے تو مولانا نے یہی فرمایا ہے کہ ان کا خلفائے ثلاثہؓ سے جہاد نہ کرنا یہ ثلاثہؓ کے سچے ہونے کی واضح دلیل ہے کہ ان کو یہ لوگ سچا سمجھتے تھے اس لئے ان کے ساتھ انہوں نے جہاد نہیں کیا۔

یہ کہنا کہ وہ تقیۃً ان سے ڈرتے رہتے تھے یہ باتیں قطعاً غلط ہیں اگر تقیہ ہی واجب (ضروری) تھا تو پھر امام حسینؓ کو تقیہ کیوں یاد نہیں آیا؟ تو کہتے ہیں جی اللہ کے نبی نے وصیت فرمائی حضرت علیؓ کو کہ بے شک تیرے سامنے قرآن بدل دیں لیکن تو نے نہیں بولنا تجھ پر کتنا ظلم کریں تو نے خاموش رہنا ہے۔

کیا بی بی فاطمہ حضرت ابو بکرؓ سے ناراض ہو گئیں تھی؟

مناظرہ میں ایک رافضی مجھے کہنے لگا کہ بی بی پاکؓ ابو بکرؓ سے ناراض ہو گئی تھیں قصہ (باغ) فدک (کے سلسلہ) میں، میں نے کہا ناراضگی میں کوئی گالی دی تھی؟ کیا بات کہی تھی؟ ہمیں بتا دیں وہ تو راوی کا اپنا خیال ہے، جیسے نبی اقدس ﷺ جب ایک مہینہ اپنی بیویوں سے الگ ہو گئے تو ایک غلط بات مشہور ہو گئی کہ شاید آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی ہے بعد میں پوچھنے سے پتہ چلا کہ بات یہ نہیں ہے کیونکہ

اتنا دور رہنے کی وجہ سے لوگوں میں ایسے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ یا خود بی بی فاطمہؓ نے فرمایا ہو کہ میں حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہوں کوئی ایسا قول ہمیں دکھائیں؟ اب کسی راوی نے اگر ایسی بات کہدی تو اسکا اپنا عندیہ، اپنا خیال ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور میں پوچھتا ہوں کہ اگر وہ ناراض ہو گئیں تھیں تو پھر انہوں نے اپنی ناراضگی کہیں ظاہر کی ہے یا نہیں کی؟ ظاہر کی ہو تو بتائیں؟

حضرت علیؓ سے بی بی فاطمہؓ ناراض تھیں:

جبکہ حضرت علیؓ سے ایسی ناراض ہوئیں کہ ان کو گالیاں دیں جو دیہات کی پرلے درجہ کی اجڈ عورتیں دیا کرتی ہیں کہ مانند جنین دررحم پردہ نشین شدہ وچل خائناں درخانہ گریختہ ای (حق الیقین ص ۲۰۳ احتجاج طبرسی ص ۱۴۵، یہ شیعوں کی مشہور کتاب ہے جس کا مصنف سید باقر مجلسی ہے اس کی ولادت ۱۰۳۷ھ اور وفات ۱۱۱۱ھ ۲۷ رمضان میں، باقر مجلسی شیعوں کا بہت بلند پایہ مصنف ہے اس کی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دیتے ہوئے خمینی نے لکھا ہے کہ کتابہائے فارسی را کہ مرحوم مجلسی برائے مردم فارسی دان نوشتہ بخوانید تا خودرا جتلا بیک ہچو رسوائی بے خردانہ نہ کیند۔ کشف الاسرار ، ص ۱۲۱: ۱۲ صفدر عفی عنہ) کہ تو گھر میں ایسے چھپ گیا ہے جیسے بچہ ماں کے رحم میں چھپا ہوتا ہے جب بیہودہ سے بیہودہ آدمی لڑکے کو کہتا ہے کہ میں تجھے ماں کی فلاں جگہ داخل کردوں یہ آخری گالی ہوتی ہے یہ گالی حضرت بی بی فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کو دی ہے حق الیقین میں موجود ہے انہوں نے کہا کہ میں جا کے مقدمہ لڑتی پھرتی ہوں تو ماں کی فلاں جگہ داخل ہو کے بیٹھا ہوا ہے اور باہر نہیں نکلتا میں نے کہا ناراضگی تو اس کا نام ہوتا ہے ساری دنیا سنے قیامت تک کے لوگ پڑھیں کہ بی بی فاطمہؓ نے کس انداز میں گالی دی ہے اپنے خاوند کو تو میں نے کہا جب اتنی سخت گالی دی ہے تو یہ گالی نہیں ہے؟

کیا بی بی فاطمہؓ کا ایمان ثابت ہے؟ شیعہ کتب کے آئینہ میں

اب جو آپ پڑھتے ہیں من سب علیاً فقد سبنی جس نے علیؓ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اسکا کوئی ایمان نہیں (مشکوٰۃ ص ۵۶۵) تو آپ ذرا بی بی فاطمہؓ کے ایمان کو ثابت کر دیں ناں؟

نبی پاک کی وارث صرف ایک بیٹی تھی یا آپ کی بیویاں بھی وارث تھیں؟

ایک لمحہ فکریہ:

ایک دفعہ قصہ فدک پر بحث تھی میں نے اس میں کہا آج تک تو ہمیں یہ قصہ سمجھ نہیں آیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں (رافضی مناظر) کہنے لگا جی یہ لوگ یعنی خلفائے ثلاثہؓ دنیا دار تھے انہوں نے فدک چھین لیا اور ایک جھوٹی روایت بیان کردی کہ نبیوں کی میراث نہیں ہوتی میں نے کہا یہ دنیا دار تھے یہ آپ کہہ رہے ہیں ناں: تو پہلے مجھے یہ بتائیں کہ نبی پاک ﷺ کی وارث صرف ایک بیٹی تھی یا آپ کی بیویاں بھی وارث تھیں؟ بیویوں کو میراث ملتی ہے یا نہیں؟ (ضرور ملتی ہے) مفتی صاحب بیٹھے ہیں ان سے پوچھئے تو میں نے کہا ان بیویوں میں حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی بھی شامل ہے، حضرت عمرؓ کی بیٹی بھی شامل ہے اب یہ جن کو تو دنیا دار کہہ رہا ہے نبی کی بیٹی کو وراثت نہ دیتے اور اپنی بیٹی کو وراثت دے دیتے کیونکہ اپنے گھر میں آنی تھی پھر تو ہوتی بات قابل اعتراض کہ ان کا دل یہ نہیں مانتا تھا انہوں نے بی بی فاطمہؓ کو ٹالنے کے لیے بات کہہ دی انہوں نے اگر نبی کی بیٹی کو میراث میں حصہ نہیں دیا تو اپنی بیٹی کا بھی تو نہیں لیا حالانکہ جب آپ کے نزدیک دنیا دار تھے تو وہ کبھی بھی نہ چھوڑتے کیونکہ دنیا دار آدمی کو ایک روپیہ بھی مل رہا ہو تو وہ کبھی اس کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتا اپنی بیٹی کو حصہ دے دیتے نبی پاک ﷺ کی بیٹی کو حصہ نہ دیتے تو پھر واقعی بات قابل اعتراض تھی۔

کیا حضرت علیؓ نے باغِ فدک بی بی فاطمہؓ کے وارثوں کو لوٹا دیا تھا؟

میں نے کہا اچھا یہ بات چھوڑیں ابوبکر صدیقؓ نے جو فیصلہ کیا تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی وہ ہی رہا، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی وہی رہا جب حضرت علیؓ کے دور خلافت میں یہ باغ فدک ان کے قبضہ میں آ گیا تھا تو انہوں نے کیا بی بی فاطمہؓ کے وارثوں کو لوٹا دیا تھا یا نہیں؟ ضرورت تو تھی ناں کہ حق دار کو حق مل جائے چلو بی بی فاطمہ حیات نہیں تھیں ان کے وارث تو موجود تھے ناں ان کو وہ حق دے دیا جاتا تو کیا انہوں نے دے دیا تھا یا نہیں دیا تھا؟ اگر تو نہیں دیا تو انہوں نے خلفائے ثلاثہؓ کے فیصلہ پر خود مہر لگادی کہ جو فیصلہ ان کا تھا وہ ہی جاری رہے گا اور وہ ہی صحیح فیصلہ ہے اور جب حضرت علیؓ نے اس فیصلہ کو غلط نہیں کیا تو آپ کون ہیں اس فیصلہ کو غلط کہنے والے اور اگر انہوں

نے بی بی فاطمہؓ کے وارثوں کو لوٹا دیا تھا تو آپ اس کا ہمیں حوالہ پیش کریں۔

شیعہ مناظر پریشانی کے عالم میں:

تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہتا ہے کہ اہل بیتؓ باغیرت ہوتے ہیں جو چیز ایک دفعہ کوئی غصب کر لے ان کی غیرت گوارہ ہی نہیں کرتی کہ وہ اس غصب شدہ چیز کو واپس لے لیں تو حضرت چاہتے تھے کہ وارثوں کو دے دیں لیکن وارثوں کی غیرت نے اس کو گوارہ نہیں کیا میں نے کہا یہ غیرت واقعی وارثوں میں تھی حضرت علیؓ نے کیوں نہیں کی؟ جی کیوں؟ میں نے کہا خلافت بھی تو تین دفعہ غصب ہوئی تھی ناں پہلے ابوبکرؓ نے چھینی تھی، پھر عمرؓ نے، پھر عثمانؓ نے اور حضرت علیؓ نے فوراً چوم چام کے اس کو سینے سے لگالیا تو عجیب بات ہے فدک کے بارے میں غیرت یاد آجاتی ہے اور خلافت کے بارے میں غیرت یاد نہیں آتی؟ اب وہ بڑا پریشان ہوا میں نے کہا کہ جب یہی فیصلہ حضرت علیؓ نے جاری رکھا ہے تو آپ کس بات پر شور مچاتے ہیں؟ اگر آپ نے برا کہنا ہے تو چاروں کو برا کہیں اور اگر آپ نے نہیں برا کہنا تو پھر چاروں کو معاف کریں کیونکہ چاروں کا فیصلہ ایک ہی ہے۔

شیعہ کے نزدیک سنی عدالت میں جانے سے ایمان نہیں رہتا:

پھر میں نے بی بی فاطمہؓ جو عدالت میں گئی ہیں اس بارے میں ''فروع کافی'' سے ایک حدیث اس کے سامنے رکھی کہ امام جعفر صادقؒ کے پاس ایک رافضی آیا کہنے لگا کہ حضرت میرا کچھ دوسرے پر پیسہ ہے وہ مجھے دیتا نہیں وہ میرا دوست ہے اب ناراض ہوگیا ہے وہ چاہتا ہے کہ عدالت میں کیس لے جاؤں اور کہتا ہے کہ شیعہ عدالت میں لے جاؤ لیکن جتنے شیعہ جج ہیں وہ سارے رشوت لے کر غلط فیصلہ کر دیتے ہیں اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ میرا حق مجھے نہیں ملے گا میں چاہتا ہوں کہ ناصبیوں کی عدالت میں لے جاؤں (وہ سنیوں کو ناصبی کہتے ہیں) تو کیا میں اپنا حق وصول کرنے کے لیے ناصبی (سنی) عدالت میں مقدمہ لے جاؤں یا نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا قطعاً اس کی اجازت نہیں اگر تو ناصبی (سنی) عدالت میں جا کر کھڑا بھی ہوگیا تو تیرا ایمان باقی نہیں رہے گا۔

بی بی فاطمہؓ سنی عدالت میں کیوں گئیں؟

میں نے کہا اب یہ آپ کے معصوم کی حدیث ہے اسی کو سامنے رکھ کر مجھے بتائیں کہ بی بی فاطمہؓ جو گئی ہیں ابوبکر صدیقؓ کی عدالت میں اسے عادل سمجھ کر گئی تھیں؟ یا غاصب سمجھ کر گئی تھیں؟ اس کے تین ہی جواب بن سکتے ہیں (۱) یا تو عادل سمجھ کر گئی تھیں پھر عادل کا فیصلہ مان لینا چاہیے (۲) یا غاصب سمجھ کر گئی تھیں تو باغ فدک انہوں نے نہیں دیا، ایمان ان کا چلا گیا کیونکہ غاصب کی عدالت میں جانے کی اجازت نہیں ہے تو آپ ان کو معصومہ کہتے ہیں ان کا تو ایمان بھی ثابت نہیں، دین بھی گیا دنیا بھی گئی (۳) تیسری صورت یہی ہے کہ کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ گئی تو عادل سمجھ کر تھیں لیکن ابوبکر صدیقؓ نے عدل کیا نہیں: میں نے کہا یہ جواب سب سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب عدالت میں گئی ہیں اس وقت تک ابوبکر صدیقؓ عادل تھے اگر انہوں نے خلافت غصب کی ہوتی تو وہ عادل تو نہ رہتے ناں معلوم ہوا کہ وہ ان کو خلیفہ برحق مان کر گئی تھیں تو جب معصومہؓ ان کو خلیفہ برحق مانتی ہیں تو آپ لوگوں کو بھی مان لینا چاہیے آپ کو اس میں کیوں اختلاف ہے؟ پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا بی بی فاطمہؓ کو یا حضرت علیؓ کو ان کے فیصلہ کا علم تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کیا فیصلہ کریں گے؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ علم نہیں تھا تو حضرت علیؓ کی امامت ختم ہوتی ہے کیونکہ ان کے ہاں پورا باب ہے ان الائمۃ یعلمون علم ماکان وما یکون وانہ لا یخفی علیھم الشی (اصول کافی ص ۳۸۸ ج ۱) کہ امام کے لیے شرط ہے کہ وہ عالم الغیب ہو عالم ماکان وما یکون ہو (یعنی جو ہو چکا، جو ہو رہا ہے اور جو ہوگا اس کا عالم ہو) تو جب حضرت علیؓ کو یہ بھی نہیں پتہ جو ابوبکرؓ صدیق نے فیصلہ کرنا ہے تو اس کی امامت ختم ہوگئی ناں، ابوبکرؓ کی خلافت ابھی باقی ہے لیکن حضرت علیؓ کی امامت باقی نہیں رہی۔

حضرت علیؓ اور خلافتِ حضرت علیؓ:

مولانا کرم الدینؒ (جو حضرت امام اہل سنت قاضی مظہر حسینؒ کے والد محترم ہیں) نے عجیب بات لکھی ہے کہ دیکھو خلافت ہمارے قبضہ میں ہے جس کا قبضہ ہو اس کو ساری دنیا مالک مانا کرتی ہے جب تک عدالت میں کوئی ثابت نہ کر دے کہ یہ قبضہ غاصبانہ ہے تو شیعہ اس بارے میں مدعی ہیں وہ چاہتے ہیں کہ یہ ثابت کریں کہ ان کا قبضہ غلط ہے لیکن آج تک اس کو غلط ثابت نہیں کر سکے۔

حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ بھائی کوئی ایسے مسئلہ پر آدمی مناظرہ کرے جس کا کوئی فائدہ ہو ان مسائل پر مناظرہ کرنے کا کوئی فائدہ بھی ہے؟ بالفرض آج شیعہ سنی مناظرہ ہو کہ حضرت علیؓ خلیفہ بلافصل ہیں یا نہیں؟ اور اس میں بفرض محال رافضی جیت جائیں تو کیا اب وہ حضرت علیؓ کو خلیفہ بلافصل بنالیں گے؟ کوئی رافضی جیت جائے تو اس کے جیتنے کا کیا فائدہ ہو گا؟ جیتنے کے بعد بھی رہے تو حضرت علیؓ پھر چوتھے خلیفہ تو خلافت تو اب بلافصل یقین ہے کہ ان کو نہیں ملتی، حضرت علیؓ چوتھے نمبر پر ہی ہیں تو پھر ان مسائل پر لڑنے، مرنے کی بات اور وجہ کیا ہے؟ حضرت علیؓ کے بارے میں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ حضرت علیؓ کے ہم فضائل کے قائل ہیں ان کا بالکل ہم انکار نہیں کرتے (اس کے بعد استاذؒ جی نے حضرت امیر شریعتؒ کا واقعہ سنایا جو حضرتؒ تانگے پر سوار قطب الدین ایبک والی گلی میں جارہے تھے یہ واقعہ تقریر نمبر 1 میں آچکا ہے اس لئے مکرر نہیں لکھا گیا) حضرت علیؓ کی شان کا انکار نہیں کرتے صحابہؓ کے جو جو فضائل ذکر کئے ہیں کتاب وسنت میں ہم انکو مانتے ہیں البتہ افضلیت ہم حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مانتے ہیں۔

فضیلت اور افضلیت میں فرق:

افضلیت امور کلیہ میں ہوتی ہے اور فضیلت امور جزیہ میں ہوتی ہے دیکھئے معراج کی رات سارے پیغمبر اکٹھے تھے اب وہاں آپس میں بات چل گئی کہ آج امام کون بنے گا؟ کیونکہ باقی جگہ تو بات یہ نہیں چلتی ایک امام مقرر ہوتا ہے باقی سارے مقتدی ہوتے ہیں اور آج کی میٹنگ ایسی تھی کہ سارے امام ہی اکٹھے ہیں ہر نبی اپنی امت کا امام ہے آج تو یہ دیکھنا تھا کہ اماموں کا امام کون بنے گا؟ باقی مسجدوں میں مقتدی ہوتے ہیں امام ایک ہی ہوتا ہے تو اگرچہ فضائل بعض ایسے الگ الگ انبیاء علیہم السلام میں ہیں لیکن جبرائیلؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علمی معجزہ دیا ہے اور خاتم النبیین بنایا ہے اس لئے آپ امامت کروائیں چنانچہ آپ ﷺ نے امامت کروائی تو علمی معجزہ کمالات کلیہ میں سے ہے اور باقی معجزات بھی کمالات میں سے ہیں جزئی کمالات میں ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک کمال ایک کے پاس نہ ہو دوسرے کے پاس ہو لیکن ان کمالات کی وجہ سے "ہر گلِ را رنگ و بوئے دیگر است" کے تحت ہر پھول پھول ہی کہلائیگا اگرچہ ان کے رنگ وبو میں کچھ نہ کچھ امتیاز موجود ہے البتہ افضلیت کے

لیے کلیت سامنے ہونی چاہیے تو اس لئے فضائل جزیہ جو حضرت علیؓ کے یہ لوگ بیان کرتے ہیں اور جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں ہم قطعاً ان کا انکار نہیں کرتے نہ حضرت علیؓ کے ایمان کا ہم انکار کرتے ہیں، ان فضائل کو ہم مانتے ہیں بلکہ اس سے اگلا قدم یہ ہے کہ ہم حضرت علیؓ کی خلافت کا بھی انکار نہیں کرتے چوتھے نمبر پر انکو خلیفہ برحق مانتے ہیں خلیفہ راشد مانتے ہیں ہاں ہم ان کے خلیفہ بلافصل ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ پہلے خلیفہ نہیں تھے چوتھے نمبر پر خلیفہ تھے اور اس کی دلیل ان کے ذمے ہے اور اب جب ہم اس پہ دلیل مانگتے ہیں تو یہ ان کے فضائل بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بہر حال فضیلت اور چیز ہے افضلیت اور چیز ہے فضائل علیؓ اور فضائل حسینؓ کا کوئی سنی انکار نہیں کرتا جھگڑا افضلیت کا ہے افضلیت ابوبکر صدیقؓ سے عمر فاروقؓ سے، عثمان غنیؓ سے یہ ثابت نہیں کر سکتے ہم حضرت علیؓ کو خلیفہ مانتے ہیں چوتھے نمبر پر ان سے زیادہ افضل کسی کو بھی نہیں مانتے خلفائے ثلاثہؓ کے بعد: تو اس لئے موضوع سامنے ہونا چاہیے جتنی حدیثیں یا آیتیں وہ فضائل علیؓ میں پیش کرتے ہیں ان میں افضلیت علیؓ تو ثابت ہے ا فضلیت علیؓ یا خلافت علیؓ بلافصل قطعاً ثابت نہیں:

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہی صرف مولود کعبہ نہیں

جس سال بندہ ناچیز حضرت استاذیمؒ کے پاس تخصص دعوۃ والارشاد میں جامعہ خیر المدارس میں پڑھا کرتا تھا اسی دوران تین اہل تشیع حضرت استاذیمؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے چند سوالات کا حل چاہنے کے لیے۔ تو گفتگو کے دوران اہل تشیع نے کہا کہ حضرت علیؓ سب صحابہؓ سے افضل ہیں حتیٰ کہ شیخین (ابوبکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے بھی افضل ہیں، دلیل یہ دی کہ حضرت علیؓ مولود کعبہ ہیں یعنی ان کی پیدائش کعبہ کے اندر ہوئی ہے باقی صحابہؓ کی چونکہ پیدائش خانہ کعبہ میں نہیں ہوئی اس لیے ان کو یہ فضیلت بھی حاصل نہیں تو حضرت استاذیمؒ نے حسب عادت مسکراتے ہوئے جواباً ارشاد فرمایا

﴿۱﴾ کہ اگر خانہ کعبہ میں پیدا ہونا ہی افضلیت کی دلیل ہے تو حکیم ابن حزام صحابی رسول بھی خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے (مروج الذہب للمسعودی ج ۲ ص ۲ سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۴۹۸ اسی کو حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں ترجیح دی ہے۔ بحوالہ "المرتضیٰ" ص ۵۰) تو پھر وہ اور حضرت علیؓ دونوں فضیلت میں برابر ہوئے حضرت علیؓ کی افضلیت کا دعویٰ کس لیے؟

﴿۲﴾ یہ ارشاد فرمایا کہ ایک فضیلت ہوتی ہے اور ایک افضلیت ہوتی ہے ان دونوں میں فرق ہے، افضلیت کا تعلق امورِ کلیہ سے ہوتا ہے اور فضیلت کا تعلق امورِ جزئیہ سے ہوتا ہے چلو اگر حضرت علیؓ کو مولودِ کعبہ ہونا فضیلت والی چیز مان لی جائے تو اس سے افضلیت تو ہرگز ثابت نہیں ہوتی جو آپ کو مقصود ہے۔

حضرت عائشہؓ جنگ جمل وغیرہ میں کیوں نکلیں؟ جبکہ ازواج مطہرات کو حکم ہے "وقرن فی بیوتکن"

پھر گفتگو کے دوران دوسرا سوال یہ کرنے لگے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں وقرن فی بیوتکن (سورۃ احزاب آیت نمبر ۳۳: اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں (اے نبی کی بیویو!!) یعنی ازواج مطہراتؓ باہر نہ نکلیں بلکہ اپنے گھروں میں استقرار پکڑیں تو حضرت عائشہؓ جنگ جمل وغیرہ میں باہر کیوں نکلیں اس حکم کو چھوڑ کر؟ انہوں نے اس میں قرآن کی مخالفت کی ہے تو حضرت استاذیمؒ پھر تبسم کے انداز میں جواباً فرمانے لگے اسی آیت کے آگے ہے ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولىٰ (اور دکھلاتی نہ پھیرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت میں) یعنی جاہلیت والے طریقے سے نکلنا صحیح نہیں ورنہ تو سفرِ حج جائز نہ ہوگا، سفرِ عبادت کر سکتی ہیں اس سے منع نہیں کیا گیا اور حضرت عائشہؓ جہالت والے طریقے سے تھوڑا باہر نکلی تھیں اور جو جنگیں ہوئیں حضرت عائشہؓ اور دیگر اصحاب حضور ﷺ کے درمیان ان کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا مؤقف یہ ہے کہ ان میں ایک فریق حق پر تھا اور دوسرا فریق حق پر تھا دونوں مجتہد تھے مجتہد مصیب کو دو اجر ملتے ہیں مجتہد مخطی کو ایک اجر ضرور ملتا ہے اور صحابہؓ کی یہ جنگیں کفر و اسلام کی نہیں تھیں۔ استاذ محترمؒ نے جب ان دونوں سوالات کا جواب ان کو تسلی بخش دے دیا تو پھر خاموش ہو گئے کچھ سکوت کے بعد کہنے لگے اچھا اب ہم چلتے ہیں کل یا کسی اور ٹائم آپ کے پاس آئیں گے لیکن اس کے بعد وہ حضرت استاذ محترمؒ کے پاس میری موجودگی تک نہیں آئے۔

حقیقت ہے کہ حضرت استاذ محترمؒ کو اللہ تعالیٰ نے ہر باطل کے خلاف جو "علم لدنی" عطا فرمایا تھا ہر عالم، ہر مفتی، ہر شیخ الحدیث، ہر علامہ، ہر پروفیسر حیران تھا کبھی کسی بڑے مشکل سے مشکل سوال کے جواب دینے میں کوئی خوف یا گھبراہٹ محسوس نہیں کی بلکہ جواب دینے سے قبل ضرور زبردست اور خوشی کے انداز میں مسکراتے تا کہ جواب لینے والے کو معلوم ہو جائے کہ میرا سوال یا اعتراض کوئی وقعت نہیں رکھتا اور معترض خود ہی پزل ہو جاتا اور وہ مسکراہٹ آخری دم تک رہی۔

اہل سنت کی صداقت پر چار اہم دلائل:

اہل سنت کی صداقت پر اگرچہ بہت سے دلائل ہیں لیکن اس سلسلہ میں چار دلائل کافی ہو جائیں گے۔

دلیل نمبر 1: سب مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انّا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (سورۃ حجر: بے شک ہم نے ہی ذکر یعنی قرآن پاک کو اُتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) اور اس میں شک نہیں کہ قرآن پاک کی حفاظت سینہ بسینہ اہل سنت والجماعت سے ہوئی ہے سب سے پہلے جامع قرآن حضرت صدیق اکبرؓ ہیں لیکن اس جمع میں ساتوں لغات (زبانیں) ملی جلی تھیں پھر سیدنا عثمان غنیؓ نے صرف لغتِ قریش پر قرآن مرتب کروایا اور ہزاروں نسخے پوری دنیا میں پھیلائے اس کے بعد جن سات قاریوں کے ذریعے پوری دنیا میں قرآن پڑھا جا رہا ہے وہ بھی ساتوں کے ساتوں اہل السنۃ والجماعت میں سے ہیں۔

حضرت علیؓ بھی یہ خدمت سرانجام دے سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت عثمان غنیؓ سے لی کیونکہ اگر حضرت علیؓ قرآن جمع فرماتے امت میں جھگڑا پڑ جاتا سنی کہتے قرآن سنیوں نے جمع کیا ہے اور شیعہ کہتے قرآن شیعوں نے جمع کیا ہے۔ اب ہم شیعوں سے کہتے ہیں کہ تم کہہ دو کہ حضرت عثمانؓ شیعہ تھے ہم مان لیں گے کہ واقعی قرآن شیعوں نے جمع کیا ہے لیکن شیعہ بھی یہی کہتے ہیں کہ عثمان غنیؓ سنی تھے جس سے یہ بات اتفاقی طور پر ثابت ہو گئی کہ جامع القرآن (قرآن جمع کرنے والے) سنی ہیں۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ جب اہل سنت والجماعت سچے ثابت ہو گئے تو وہ جس طرح حضرت عثمانؓ کی صداقت کے قائل ہیں ایسے ہی حضرت علیؓ کی صداقت کے قائل ہیں۔ قرآن پاک کی حفاظت کا وعدہ اہل سنت والجماعت کے ہاتھوں پورا ہوا جو کہ اہلِ سنت کی صداقت کی قطعی دلیل ہے۔

دلیل نمبر 2: بیت المقدس اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس کی فتح کی پیشین گوئی قرآن و سنت میں کی گئی ہے سورۃ انبیاء کے آخر میں جس زمین کی وراثت کا ذکر ہے وہ یہی زمین ہے۔ (وہ آیت یہ ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ سورۃ الانبیاء اور ہم

نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہونگے میرے نیک بندے) اور آنحضرت ﷺ نے بھی بیت المقدس کی فتح کی پیشین گوئی فرمائی کہ بیت المقدس حضرت عمرؓ کے ہاتھوں فتح ہوگا اس سے جس طرح نبی کا معجزہ ظاہر ہوا اسی طرح فاروق اعظمؓ کی صداقت بھی ظاہر ہوئی۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ عمر فاروقؓ اہل سنت والجماعت سے ہیں تو معلوم ہوا کہ بیت المقدس کو فتح کرنے والے اہل السنّت والجماعت ہیں بیت المقدس پر وارثانہ قبضہ ہمیشہ مسلمانوں کا رہا اس وقت غاصبانہ قبضہ یہودیوں کا ہے اس کا ذکر بھی احادیث میں موجود ہے۔

دلیل نمبر 3: بیت اللہ شریف میں قبل از اسلام تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے لیکن فتح مکہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اِنْ اولیاءُ ہٗ الا المتقون (سورۃ انفال: اس کے اختیار والے تو وہ ہی ہیں جو پرہیزگار ہیں) الحمدللہ خانہ کی تولیت (متولی ہونا) ہمیشہ اہل السنّت والجماعت کے پاس رہی ہے اور سب سے زیادہ حنفیوں کے پاس رہی ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں عباسی خلافت تقریباً پانچویں صدی تک رہی اس وقت تک سب قاضی اور مفتی حنفی رہے پھر دو سال کی خلافت رہی پھر نو سال تک خوارزمیوں کی خلافت رہی یہ بھی سب حنفی تھے اس کے بعد عثمانی خلافت رہی یہ بھی سب حنفی تھے آج کل سعودی حنبلی ہیں۔ ساتویں صدی سے حرمین شریفین میں چار قاضی مقرر ہوئے تھے (حنبلی، مالکی، حنفی، شافعی) ساتویں صدی سے حرم پاک میں چار مصلے قائم ہوئے ۱۳۶۲ھ میں ایک مصلیٰ باقی رہا اور تین مصلے ختم کر دیئے گئے۔

دلیل نمبر 4: رسول اقدس ﷺ کا مزار اقدس مدینہ منورہ میں ہے اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ہے اللہ تعالیٰ رسول اللہ کو منافقوں کی مسجد میں نہیں جانے دیتے تھے اگر سنی منافق ہوتے تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو سنیوں کے گھر میں آرام نہ کرنے دیتے ہم کسی سے لڑتے نہیں شیعوں کو پہلا حق دیتے ہیں کہ تم کہدو کہ سیدہ عائشہؓ شیعہ تھیں مگر وہ یہی کہتے ہیں کہ عائشہؓ صرف سنیوں کی ماں ہے تو معلوم ہوا کہ نبی قیامت تک سنیوں کے گھر میں آرام فرما ہیں اور یہ سنیوں کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے پھر آپ ﷺ کے روضہ اقدس کے ساتھ مزار اور بھی ہیں مزار عمر فاروقؓ، مزار ابوبکرؓ تو گویا خدا کے نبی قیامت تک سنیوں کے درمیان آرام فرما ہیں اور قیامت کے دن ان سنیوں کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہونگے۔

فوائد متفرقہ

کاتب وحی، خال المومنین سیدنا امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ پر چند اعتراضات کے جوابات

اعتراض نمبر1:۔ مخالفین حضرت معاویہؓ پر یہ اعتراض یہ کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے خون کے قصاص کے مطالبے کا حق حضرت معاویہؓ کو حاصل نہیں تھا بلکہ یہ حق حضرت عثمانؓ کی اقرب اولاد کا تھا۔ حضرت معاویہ نے شرعی قاعدے کے خلاف کرتے ہوئے قصاص کا مطالبہ خود کر دیا۔

جواب: ذرا نسب نامہ دیکھئے حضرت معاویہؓ کی حضرت عثمانؓ کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق کس قدر قریب تھا، حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس۔ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس۔ گویا حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی تیسری پشت میں ایک ہے اور جداعلیٰ دونوں کے مشترک ہیں نیز حضرت امیر معاویہؓ کی لڑکی جس کا نام "رملہ" ہے وہ حضرت عثمانؓ کے لڑکے "عمرو" کے نکاح میں تھیں یعنی عمرو بن عثمان سیدنا معاویہؓ کے داماد تھے (دیکھئے تاریخ ابن عساکر جلد تراجم النساء) مخالفین کا اعتراض فضول ہے: آپ نے پڑھ لیا کس قدر قریب دونوں میں رشتہ داری ہے۔ نیز حضرت عثمانؓ کے خون کے قصاص کے مطالبہ کو حضرت معاویہؓ نے اپنی طرف سے نہیں کھڑا کیا تھا حضرت عثمانؓ کی اولاد کی طرف سے یہ مسئلہ ان کے سپرد کیا گیا چنانچہ جب ابو مسلم خولانی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت معاویہؓ کے ہاں اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لیے آئے تو حضرت معاویہؓ نے اس وقت مسئلہ کی وضاحت کر دی تھی اور فرمایا تھا انا ابن عمه وانا اطلب بدمه وامره الی (البدایہ والنھایہ صفحہ ۱۲۹ ج ۸) یعنی میں مقتول خلیفہ کے چچا کا بیٹا ہوں اور یہ معاملہ وارثوں کی طرف سے میرے سپرد کیا گیا ہے چنانچہ شیعہ کے کبار علماء نے بھی مطالبہ ہذا کے مسئلہ کو بڑی وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے جب قصاص کا مطالبہ اٹھایا تو اس وقت ان کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے فرزند "ابان بن عثمان" اور دیگر فرزند بھی تھے دیکھئے شیعہ کے مشہور عالم سلیم بن قیس الہلالی الاشیعی کی کتاب "کتاب سلیم بن قیس الکوفی الہلالی العامری" صفحہ ۱۵۳ مطبوعہ نجف اشرف! ان معاویة یطلب بدم عثمان ومعه ابن عثمان وولد عثمان حتیٰ استمالوا اهل الشام واجتمعت کلمتهم.

تو معلوم ہوا شرعی قواعد اور ضوابط کے اعتبار سے حضرت معاویہؓ کا یہ اقدام درست تھا اور عام معاشرہ کا قاعدہ بھی یہی ہے کہ قبیلہ میں سے جو شخص مسائل کو سلجھانے کی اہلیت رکھتا ہو اور معاملات کو احسن طریقہ سے حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو قبیلہ کے لوگ اپنے سارے معاملات اس کے سپرد کر دیتے ہیں اس

طریق کار کے تحت حضرت عثمانؓ کی اولاد نے قصاص کا مطالبہ حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کردیا تھا اور حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس مسئلہ کو اٹھایا اور فریق مقابل کے سامنے پیش کیا۔ ذرا مخالفین ہی بتلائیں کہ کیا معاشرہ میں ایسا طریقہ نہیں چلتا؟ اگر چلتا ہے اور یقیناً چلتا ہے تو پھر حضرت امیر معاویہؓ پر اعتراض کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے خوامخواہ ایک صحابیٔ رسول کی عزت کو داغ دار کر کے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا ہے۔

اعتراض نمبر۲: یہ کیا جاتا ہے حضرت امیر معاویہؓ نے اپنا حامی ومددگار بنانے کے لیے زیاد بن سمیہ کو اپنا نسبی برادر قرار دیا جب کہ یہ زیاد بن سمیہ ولد الحرام ہے زمانہ جاہلیت میں ابوسفیانؓ نے سمیہ لونڈی سے زنا کیا تھا یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے وہ تو ظاہر ہی ہے مگر قانونی حیثیت سے بھی ایک صریح ناجائز فعل تھا کیوں کہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا۔

جواب:۔ یہ اعتراض جہالت پر مبنی ہے شیعہ ودیگر مخالفین اور مودودی جو اپنے آپ کو بڑا علامہ کہتا ہے ان کو تاریخ میں یہ نظر نہیں آیا کہ حضرت ابوسفیانؓ نے زمانہ جاہلیت میں سمیہ کے ساتھ اس دور کے رسم ورواج کے مطابق نکاح کیا اس عورت کے بطن سے "زیاد" پیدا ہوئے سمیہ نے "زیاد" کے تولد کی نسبت ابوسفیانؓ سے کی ،ابوسفیانؓ نے بھی اس کا اقرار کیا مگر یہ انتساب عام لوگوں میں مشہور نہ ہوا بلکہ مخفی رہا دیکھئے تاریخ العلامہ ابن خلدون صفحہ۱۴ ج ۳ اور تاریخ اسلام صفحہ ۳۱ ج ۲ از مولانا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی۔ اور کتابوں میں تو یہ لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے ابوسفیانؓ کے نکاح پر شہادتیں لی تھیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" میں ان گواہوں کے نام پیش کرتے ہوئے لکھا ہوا ہے "ان سب نے اس بات کی شہادت دی تھی کہ زیاد حضرت ابوسفیانؓ کا بیٹا ہے مگر منذر نے اس بات کی شہادت دی کہ اس نے حضرت علیؓ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیانؓ نے یہ کہا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے پس حضرت معاویہؓ نے تقریر کی اور زیاد کو اپنا بھائی بنا لیا پھر زیاد نے کہا کہ گواہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے اگر یہ حق ہے تو الحمد للہ" (ص۳۲، ۴۳ ج ۳) ان علم سے اندھوں کو غلط اور من گھڑت روایات نظر آجاتی ہیں، جب قلم گواہان نبوت کے خلاف چلانا ہے تو پھر انہیں صحیح روایات کیسے نظر آئیں؟

اعتراض نمبر۳:۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو کیوں خلیفہ منتخب کیا؟ اس کی وجہ سے امت میں بڑے مفاسد کھڑے ہوئے آپ نے قوم کو غلط راہ پر ڈال دیا یہ کام انہوں نے ذاتی مفاد کی خاطر سرانجام دیا جو مذموم امر تھا۔

جواب:۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ شرعی لحاظ سے بیٹا باپ کا خلیفہ بن سکتا ہے نصوص قرآنیہ اور

احادیث صحیحہ کے اعتبار سے کچھ منع نہیں بلکہ جائز ہے شیعہ بھی اس مسئلہ پر اپنی کتاب سے کوئی سند نہیں لاسکے کہ بیٹے کو خلیفہ بنانا ناجائز ہوا اگر شرعی لحاظ سے بیٹے کا خلیفہ بننا ناجائز ہوتا تو اس دور کے اکابر نے حضرت حسنؓ کو حضرت علیؓ کا جانشین کیسے منتخب فرمایا؟ انہیں خیال نہ آیا کہ اس طرح امت ایک غلط راہ پر چل پڑے گی بلکہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ کی تدفین کے بعد حضرت حسنؓ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اور لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی دیکھئے طبقات ابن سعد صفحہ ۲۵ جلد ۳ ثم انصرف الحسن ابن علی من دفنه فدعا الناس الیٰ بیعته فبا یعوہ: البتہ انتخاب میں اہلیت شرط ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کا یزید کو خلیفہ بنانا (اگرچہ اس سے افضل لوگ موجود تھے) مجبوری کی بناء پر تھا اور حضرت امیر معاویہ مجتہد تھے جس طرح ہم چاروں اماموں کو مجتہد کہتے ہیں اور ان کا آپس میں جائز اور ناجائز کا اختلاف بھی ہے لیکن ہم کسی کو باطل پر نہیں کہتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مجتہد مصیب کو دو اجر ملیں گے اور مجتہد مخطی کو ایک ضرور اجر ملے گا وہ گناہ گار نہیں ہے کہ ہم غیر مقلدین کے پیچھے لگ کے ان کو برا بھلا کہیں اور اپنی عاقبت خراب کریں تو حضرت امیر معاویہؓ کی بصیرت افروز نگاہ تھی وہ اس کوشش میں تھے کہ جو اسلام کا شیرازہ بڑی مشکل سے پھر سے بندھا ہے وہ منتشر نہ ہونے پائے اس سلسلہ میں وہ اس دور کے اہل الرائے سے استفادہ اور مشورہ بھی حاصل کرتے رہے آخرکار ان کی یہ رائے ہوئی کہ اگرچہ ان کے فرزند یزید سے دیگر حضرات تقویٰ اور علم میں زیادہ فوقیت رکھتے ہیں لیکن انتظام مملکت کے سلسلہ میں اور قبائلی اتحاد کے پیش نظر یہ صورت بہتر ہے کہ یزید کو ولی عہد بنایا جائے۔

اگر اس کے ماسوا کوئی دیگر صورت اختیار کی جاتی تو قبائلی انتشار کا شدید خدشہ تھا خصوصاً قریش کا عظیم قبیلہ بنو امیہ کسی دوسری صورت پر رضامند ہونے کو آمادہ نہ تھا کیونکہ یہ لوگ سالہا سال سے آپ کے وفادار چلے آرہے تھے اور بڑی بڑی حوصلہ آزما جنگوں میں وہ آپ کے فداکار ساتھی رہے انہیں چھوڑنا حضرت امیر معاویہؓ کے بس میں نہ تھا اور یہ لوگ اموی شخص کے بغیر کسی اور ولی عہد پر راضی نہ ہو سکتے تھے اور حضرت امیر معاویہؓ کو اندیشہ تھا کہ ان کی رائے کے خلاف چلنے سے جمعیت اسلام پھر کہیں منتشر نہ ہو جائے اور دو تین سلطنتیں قائم نہ ہو جائیں تو حضرت امیر معاویہؓ نے مسلمانوں کو انتشار سے بچانے کے لیے (کہ کہیں پھر سے مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلواریں نہ نکال لیں کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں کتنا مسلمانوں کا نقصان ہوا) اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ منتخب کیا اور ایک صحابی رسول ﷺ ایسی ضرور سوچ رکھ سکتا ہے اگر یہ سوچ مودودی اور دیگر ناقدین کو حاصل نہیں (اور ہو بھی نہیں سکتی) تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ یا حضرت معاویہؓ کا نعوذ باللہ اس میں کیا قصور ہے؟ باقی رہا یہ اعتراض کہ

یزید تو فاسق اور فاجر تھا پھر اس کو اس سے اچھے لوگوں پر خلیفہ کیوں منتخب کیا؟

تو سنئے یزید بن معاویہؓ کے قبائح اور معائب کے متعلق لوگوں کے بہت کچھ اقوال پائے جاتے ہیں لیکن بین الافراط والتفریط یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ جس دور میں یزید کا انتخاب اور نامزدگی کی گئی اس دور میں اس کے مفاسد اور قبائح علانیہ طور پر موجود نہ تھے۔

قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نوتویؒ نے اپنے رسالہ "اثبات شہادت حسینؓ" کے صفحہ ۷۶ پر اس کی تائید میں لکھا ہے "حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کو اپنا ولی عہد بنایا تو اس وقت وہ علی الاعلان (کھلم کھلا) فاسق نہیں تھا اگر اس میں کوئی خامی اور تقصیر تھی تو وہ در پردہ تھی حضرت امیر معاویہؓ کو اس کی خبر نہیں تھی علاوہ ازیں جہاد میں اس کی صلاحیت اور حسن تدبیر مشہور ہے" حضرت معاویہؓ نے جس دور میں اس کی نامزدگی کی تو اس میں اہلیت سمجھ کر ہی ایسا کیا گیا تھا آئندہ کے لیے کسی کو کیا معلوم ہوتا ہے کہ کیا حالات پیش آئیں گے؟ والغیب عنداللہ تعالیٰ۔

حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی کے بعد جو یزید کے کارنامے مثلاً واقعہ کربلا، واقعہ حرہ اور مکہ مکرمہ پر چڑھائی وغیرہ ان کا ذمہ دار خود یزید ہے نہ جناب معاویہؓ۔ ان کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ کو مطعون کرنا بڑی زیادتی ہے اور آنجنابؓ اس کے ذمہ دار نہیں۔

اور مولانا قاسم نانوتویؒ لکھتے ہیں کہ "خلافت کے بارہ میں حضرت امیر معاویہؓ کا مسلک یہ تھا کہ جس شخص کو انتظام مملکت کا سلیقہ دوسروں کے اعتبار سے زیادہ ہو (اگرچہ دیگر امور میں اس سے افضل ہوں) تو وہ دوسروں کی نسبت خلافت کے لیے افضل ہے اس بناء پر وہ (یزید کو اس معاملہ میں) دوسروں سے افضل جانتے تھے اور اگر افضل نہیں جانتے تھے تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ انہوں نے ترک افضل کیا ترک واجب نہیں۔ چنانچہ مقدمات سابقہ سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ افضل کو خلیفہ بنانا افضل ہے واجب نہیں لیکن ترک اولیٰ کو ایسا گناہ نہیں کہا جا سکتا کہ امیر معاویہؓ کو اس پر سب وشتم کرنے لگیں اور ان کو اکابر صحابہ میں شمار نہ کریں (مکتوبات قاسمی) تو معلوم ہوا حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو خلیفہ بنا کر کسی شرعی قانون کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی انکے خلاف بھونکنے والوں نے شرعی اصولوں کو پامال کیا ہے قلم خلاف چلاتے وقت ان کی صحابیت کا بھی لحاظ نہ کیا، اپنی جیسی گھٹیا سوچ ان میں سوچی۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

اعتراض نمبر ۴:۔ مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے شراب پی تھی اس اعتراض کی بنیاد مندرجہ ذیل روایت ہے حدثنا زید بن الحباب حدثنی حسین حدثنا عبداللہ بن بریدۃ قال دخلت انا وابی علی معاویہ فاجلسنا علی الفراش ثم اتینا بالطعام فاکلنا ثم اتینا بالشراب فشرب معاویہ ثم ناول ابی ثم قال ماشربتہ منذ حرمہ

رسول اللہ ﷺ ثم قال معاویہ کنت اجمل شباب قریش واجودہ ثغرا وماشی کنت اجدلہ لذۃ کما کنت اجدہ وانا شاب غیر اللبن اوانسان حسن الحدیث یحدثنی۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ میرا باپ اور میں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس داخل ہوئے انہوں نے ہمیں فرش یا فراش پر بٹھایا پھر ہمارے لیے طعام لایا گیا پس ہم نے کھانا کھایا پھر مشروب لایا گیا حضرت معاویہؓ نے نوش کیا پھر انہوں نے میرے باپ کو پکڑایا پھر انہوں نے کہا جب سے نبی کریم ﷺ نے اسے حرام کیا ہے میں نے اسے نہیں پیا پھر امیر معاویہؓ نے کہا کہ میں قریش کے جوانوں میں اجمل تھا اور میرے سامنے کے دانت تھے یعنی میں خوبرو تھا میں جوانی کے دور میں اس سے زیادہ لذت والی چیز نہیں پاتا تھا ایک تو دودھ اور دوسرا ایسا انسان جو مجھے عمدہ گفتگو بیان کرے تو اس روایت میں فشرب معاویہ کے الفاظ آتے ہیں جس سے مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ شراب پیا کرتے تھے۔

جواب:۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی "حسین بن واقد المروزی" ہے امام احمدؒ کے پاس حسین بن واقد کی مرویات کا ذکر آیا تو فرمایا اس کی مرویات کیا چیز ہیں؟ کچھ بھی نہیں اور اس کی مرویات کی بے وزنی بیان کرتے ہوئے ہاتھ جھاڑ دیا (الضعفاء الکبیر للعقیلی صفحہ ۲۵۱ ج ۱) اور علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں واستنکر احمد حدیثہ ۔۔۔ الخ (میزان الاعتدال صفحہ ۵۴۹ ج ۱) راوی میں اس طرح نقد پائے جانے کے بعد روایت کا وزن جس درجہ کا رہ جاتا ہے وہ اہل علم واہل فن پر واضح ہے۔

اور اس روایت میں متن کے اعتبار سے تدافع پایا جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ لفظ "ثم ناول ابی" کے بعد قال مذکور ہے اس "قال" کا فاعل لفظ "ابی" کو بنایا جائے تو "ثم قال" کی بجائے نحوی لحاظ سے "فقال" ہونا چاہیے اور اگر "ثم قال" کا فاعل امیر معاویہؓ کو بنایا جائے تو روایت کا مفہوم باہم متعارض بن جاتا ہے اس وجہ سے کہ ماقبل میں شرب معاویہؓ موجود ہے پھر یہ کہنا کہ ماشربتہ منذ حرمہ رسول ﷺ اس سے متعارض مفہوم تیار ہوتا ہے۔ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں بعض دیگر الفاظ کے ساتھ اس طرح مذکور ہے اور واقعہ ایک ہی ہے حدثنا عبداللہ بن بریدہ قال دخلت انا وابی علی معاویہ فاجلس ابی علی السریر واتی بالطعام واطعمنا واتی بشراب فشرب فقال معاویہ ماشیئ کنت استلذہ وانا شاب فآخذہ الیوم الا اللبن فانی اخذہ کما کنت اخذہ قبل الیوم (مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۹۴، ۹۵ ج ۱۱) مذکورہ روایت کے متن اور ابن ابی شیبہ و دیگر محدثین کے متن میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ثم قال ماشربتہ منذ حرمہ رسول اللہ ﷺ کے کلمات رواۃ کی طرف سے مدرج اور الحاق ہیں ان کلمات کو روایت سے الگ کر دیا جائے تو متن روایت میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اور مفہوم واضح ہو جاتا ہے

خلاصہ یہ ہوا کہ اس روایت میں سند اور متن کے اعتبار سے سقم ہے یہ سقم والی روایت صحابی رسول کے خلاف

کیسے پیش کی جا سکتی ہے؟ یہ وہی پیش کر سکتا ہے جس کو صحابی رسول سے عداوت ہوگی۔ نیز درایت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو صحابی رسول سے اس فعل کا سرزد ہونا بعید از عقل ہے کیونکہ یہ شریعت کے حکم کی صریح خلاف ورزی کرنا کسی صحابی سے کیسے ہو سکتا ہے اور حضرت معاویہ تو مشاہیر صحابہ میں سے ہیں اور پھر خود حضرت معاویہؓ نے شرب خمر کی حرمت کی روایات حضور ﷺ سے روایت کی ہیں: دیکھیے مسند احمد ص ۹۷ ج ۴، ابن ماجہ ص ۲۵۱، سنن کبریٰ بیہقی ص ۳۱۳ ج ۸۔

نیز یہ چیز قابل توجہ ہے کہ اکابر صحابہؓ اور اکابر ہاشمی حضرات مثلاً حسنین شریفینؓ، عبداللہ ابن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ وغیرہم حضرت معاویہؓ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے اور ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے تھے اور ان کے ہدایا اور وظائف قبول اور وصول کرتے تھے (مسئلہ اقربا نوازی) اگر حضرت معاویہ شراب خوری کے مرتکب ہوتے تو ان حضرات نے کیوں نہیں منع کیا؟ اور ان کے ساتھ دینی، دنیاوی تعلقات کیوں استوار رکھے؟ کیا یہ حضرات ایک گناہ اور ظلم پر تعاون کرتے رہے؟ اور رکون الی الظلم کے مرتکب ہوئے؟ کیا یہ آیات ان کے پیش نظر نہ تھیں وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار! آپ ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے حق میں "ھادی، مھدی" ہونے کی دعائیں دیں اور آنحضرت ﷺ کی دعائیں یقیناً قبول ہوئیں اگر حضرت امیر معاویہؓ پر شراب خوری کا اعتراض درست ہے تو وہ قوم کے لیے ھادی اور مھدی کیسے ہوئے؟

بالفرض قابل اعتراض روایت مذکورہ کو کسی درجہ میں تسلیم کر لیا جائے تو اس کا محمل اور مفہوم یہ ہوگا کہ وہ چیز جو ان حضرات نے نوش فرمائی وہ خمر نہیں تھا جو شرعاً حرام اور ناجائز ہے بلکہ وہ اس دور میں ایک قسم کا مشروب تیار کیا جاتا تھا اور وہ مسکر نہیں ہوتا تھا اور بطور مقوی غذا کے بعض اوقات اس کو استعمال میں لاتے تھے اور راوی کی تعبیر نے اس چیز کو ایسے الفاظ میں نقل کیا کہ جس سے اس کے حرام ہونے کا شبہ پیدا کر لیا گیا۔ اور وہ مشروب مقوی غذا "نبیذ" تھی جو اس دور میں تمر سے اور بعض اوقات منقی اور شہد سے بھی بنائی جاتی تھی اور یہ شرعاً حلال تھی اس دور کے اکابر حضرات اس کی حلت کی بناء پر ہی استعمال فرماتے تھے۔ حضرت علیؓ نے نبیذ نوش فرمایا جو سبز رنگ کے مٹکے سے لیا گیا تھا (طبقات ابن سعد صفحہ ۱۷۱ ج ۶) اور فقہاء نے نبیذ کو حلال لکھا ہے۔ لہٰذا جب اس روایت کا محمل اور ہے تو پھر اس کو "خمر" پر محمول کرنا انتہائی درجہ کی بیوقوفی ہے، خمر نوشی صحابہ کرام میں سے کوئی بھی نہیں کرتا تھا اور حضرت امیر معاویہؓ کو مورد صرف عناد کی بناء پر قرار دیا گیا ہے۔

اعتراض نمبر ۵:۔ یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے منبر نبوی ﷺ کے متعلق حکم دیا کہ اس کو مدینہ منورہ سے اٹھا کر ملک شام لے جایا جائے لیکن جب منبر نبوی کو اپنی جگہ سے ہلایا گیا تو فوراً آفتاب بے نور ہو گیا حتیٰ کہ آسمان میں ستارے نظر آنے لگے اور لوگوں نے اس معاملہ کو بڑا اہم خیال کیا جب یہ صورت حال پیدا ہوئی

تو حضرت معاویہؓ نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا اور کہنے لگے میں منبر نبوی کو اپنی جگہ سے اٹھا لے جانا نہیں چاہتا تھا بلکہ مجھے خوف تھا کہیں اس کو نیچے سے دیمک نہ لگ گئی ہو اس لیے اس کو میں نے اپنی جگہ سے اٹھایا ہے پھر وہیں نصب کر دیا مخالفین صحابہؓ نے اس کو خوب اچھالا ہے روایت بھی ان کی ہے پھر اعتراض بھی ان کی طرف سے کیا جا رہا ہے۔ (فیا للعجب)

جواب:۔ اس واقعہ کو روایت کرنے والا "محمد بن عمرو الواقدی" ہے اس نے جہاں دیگر بہت سی بے اصل اور متروک روایات نقل کی ہیں وہاں یہ روایت بھی اس کی مرہون منت ہے۔ علامہ ابن حجرؒ اس کے متعلق لکھتے ہیں قال احمد بن حنبل الواقدی کذاب ...... قال الشافعی کتب الواقدی کلھا کذب (تہذیب التہذیب صفحہ نمبر ۳۶۴ جلد ۹) اور علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں قال احمد بن حنبل ھو کذاب یقلب الاحادیث ... قال البخاری و ابو حاتم متروک واستقر الاجماع علی وھن الواقدی (میزان الاعتدال صفحہ ۱۱۰ ج ۳) یعنی امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بغداد کا رہنے والا تھا اور متروک الحدیث ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں الواقدی کذاب ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ الواقدی کی تمام کتب محض جھوٹ ہیں نیز امام احمدؒ نے فرمایا کہ یہ واقدی جھوٹے ہونے کے ساتھ ساتھ احادیث میں کئی قسم کی تبدیلیاں کرتا تھا اور الواقدی کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔ تو اتنے بڑے جھوٹے کی جھوٹی روایات کو جھوٹے لوگ ہی پیش کر سکتے ہیں سچوں کو سچی بات ہی پسند آتی ہے۔ اور پھر یہ مسلکی لحاظ سے شیعہ تھا مشہور شیعہ ابن ندیم الشیعی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ محمد بن عمرو الوقدی اچھے مذہب والا شیعہ بزرگ تھا اور تقیہ کو لازم کیے ہوئے تھا یہ وہ شخص ہے جس نے روایت کیا ہے

کہ حضرت علی علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے عصا اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے لیے مُردوں کو زندہ کرنا معجزہ تھا (الفہرست ص ۱۵۰) تو ابن ندیم الشیعی کے قول کی روشنی میں الواقدی عمدہ تقیہ باز شیعہ بزرگ تھا شیعہ یا شیعہ کا حامی ہی واقدی شیعہ کی روایت کو کاتب وحی سیدنا امیر معاویہؓ کے خلاف پیش کر سکتا ہے بعض لوگ یہ شبہ پیدا کر سکتے ہیں اگر واقدی شیعہ ہے تو پھر اس کی اس روایت کے علاوہ دوسری روایات کا کیوں اعتبار کیا گیا ہے؟ تو پھر اس دو رخی پالیسی کا کیا مطلب؟

تو اس کے ازالہ میں یہ عرض ہے کہ واقدی بزرگ ہو یا کوئی دوسرا شخص ان کی روایات کے مقبول ہونے کے لیے عند العلماء قاعدہ یہ ہے کہ دیگر اکابر محدثین اور با اعتماد مؤرخین کی جانب سے ان چیزوں کی توثیق اور موافقت پائی جائے اور کسی ضابطہ شرعی اور آئین اسلامی کے خلاف بھی نہ ہو تو ان کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں اور جہاں الواقدی وغیرہ ان اشیاء میں متفرد ہو اور ان کا کوئی متابع بھی نہ پایا جائے تو وہ چیزیں قابل اعتماد اور لائق قبول نہیں ہوتیں اس قاعدہ کو معلوم کرنے کے بعد مذکورہ بالا شبہ زائل ہو جائے گا اور اہل علم کے طریق کار پر اعتراض وارد نہ ہوگا۔

سیدنا امیر معاویہؓ پر اعتراضات کرنے والوں کی خدمت میں ایک عرض

بندہ ناچیز ان لوگوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے جو حضرت امیر معاویہؓ کو برا بھلا کہتے ہیں اور ان کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں کہ جس طرح حضرت امیر معاویہؓ کو حضرات خلفاء راشدینؓ سے کوئی نسبت نہیں اسی طرح بعد کے لوگوں کو (خواہ وہ کتنے ہی بلند و بالا ہوں) حضرت امیر معاویہؓ سے کوئی نسبت نہیں، اگر امیر معاویہؓ خلفائے راشدینؓ کے مقابلہ میں فروتر نظر آتے ہیں تو بعد کے لوگ حضرت معاویہؓ کے مقابلہ میں صفر نظر آتے ہیں، اگر وہاں زمین و آسمان کا فاصلہ ہے تو یہاں عرش سے تحت الثریٰ تک کا فاصلہ ہے۔ الغرض جس طرح حضرت امیر معاویہؓ کا مقابلہ خلفائے راشدین سے کرنا بوالعجبی ہے اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف بولنے اور لکھنے والوں کا ان کو اپنے اوپر قیاس کرنا بھی کچھ کم بوالعجبی و ستم ظریفی نہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف بولنے والوں میں آخر کون ہے جس کو آنحضرت ﷺ کا "کاتب وحی" اور "برادر نسبتی" ہونے کا فخر حاصل ہوا؟ ایسا کون ہے جس کے حق میں "ہادی و مہدی" ہونے کی دعا ہو؟ حضرت امیر معاویہؓ کے لیے زبان نبوت سے جنت واجب ہو چکی ہے صحیح بخاری صفحہ نمبر ۴۱۰ جلد نمبر ا پر ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا انہوں نے (اپنے لیے جنت کو) واجب کر لیا: بالاجماع "پہلے لشکر" کے امیر حضرت امیر معاویہؓ تھے اس لیے ان کا جنتی ہونا تو آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہے۔ کیا ان کے خلاف بھونکنے والوں میں سے بھی کسی کو جنت کی سند حاصل ہے؟ کہیں ان کے خلاف بھونک کر جہنم کی سند تو حاصل نہیں کر رہے؟ سوچئے اور مذکورہ بالا تحریر کا تعصب چھوڑ کر مطالعہ کریں انشاء اللہ اب بھی راہ راست نکل سکتی ہے، توبہ اور ہدایت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔

یزید کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

یزید کے بارے میں وہ ہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا، یزید کے بارے میں وہ ہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کا تھا انہوں نے رفض اور تشیع سے جو جنگ لڑی ہے اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، یزید کے بارے میں وہ ہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو حضرت شاہ ولی اللہؒ کا تھا آپ نے اپنے دور میں رفض و تشیع کے چھکے چھڑا دیئے، یزید کے بارے میں وہ ہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا تھا، یزید کے بارے میں وہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ تھانوی کا تھا، یزید کے بارے میں وہ ہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کا تھا انہوں نے رفض کو وہ ناک چنے چبوائے کہ روز قیامت تک روافض ان کے جواب سے عاجز ہیں، یزید کے بارے میں وہ ہی عقیدہ رکھنا

چاہیے جو شیخ الاسلام والمسلمین شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا تھا، یزید کے بارے میں وہ ہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب کا تھا، یزید کے بارے میں وہ ہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا تھا، یزید کے بارے میں وہ ہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ کا تھا، یزید کے بارے میں وہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو محدث جلیل مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ کا تھا۔ اگر خدانخواستہ کسی کا عقیدہ ان اکابرین کے عقیدے کے خلاف ہے تو وہ ان اکابرین کے خلاف کوئی فتویٰ صادر فرمائے اور اپنی حیثیت واضح کرے کہ وہ کس مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ ذیل میں انہیں مذکورہ اکابرینؒ کے ارشادات یزید کے متعلق تحریر کیے جاتے ہیں ان ارشادات سے اپنے عقیدے کا موازنہ کیجئے گا۔

(۱)۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں "اور بد قسمت یزید صحابہؓ میں سے نہیں ہے اس کی بدبختی میں کسے کلام ہو سکتا ہے اس نے جو کام کیا وہ کوئی کافر فرنگی بھی نہیں کر سکتا بعض علما نے اس پر لعنت کرنے سے توقف کیا ہے اس پر راضی ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ رجوع اور توبہ کے احتمال کے باعث کیا ہے" (مکتوب دفتر اول ۵۴)

(۲)۔ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں "کہ اور گمراہی و ضلالت کے داعی شام میں یزید اور عراق میں مختار تھے" (حجۃ اللہ البالغہ مبحث فتن)

(۳)۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں "جب اشقیاء شام عراق نے موافق کہنے یزید پلید اور تحریص رئیس اہل بغض و فساد ابن زیاد کے امام ہمامؓ کو کربلا میں شہید کیا (تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۱) ایک آدمی نے حضرت شاہؒ صاحب سے سوال کیا کہ جب حضرت امام حسینؓ اور یزید کا مقابلہ ہوا تو حق تعالیٰ کس طرف تھے؟ حضرتؒ نے فرمایا میزان عدل پر تھے کہ صبر حضرت امام حسینؓ کا اس مردود کے ظلم پر غالب آیا" (کمالات عزیزی ص ۱۱)۔

(۴)۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں "اور یہ سچ ہے کہ سنی اصحاب اربعہ یعنی چار یار کو بترتیب معلوم جانشین حضرت سید المرسلین ﷺ اور خلیفہ راشد سمجھتے ہیں امیر معاویہؓ یزید پلید اور عبدالملک وغیرہ کو سنیوں میں سے کوئی ایک بھی خلیفہ راشد نہیں سمجھتا" (اجوبہ اربعین ص ۸۵)۔

(۵)۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں "اب حقیقت خلفائے خمسہ کی اور تغلب یزید پلید کا مثل آفتاب کے روشن ہو گیا اگر کور باطن نہ سمجھے تو کسی کا کیا قصور؟" (ہدایۃ الشیعہ ۹۵)۔

(۶)۔ مولانا اشرف علیؒ تھانوی فرماتے ہیں "یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے" (امداد الفتاوی ص ۵۴۴ ص ۵)۔

(۷)۔ مولانا سید حسین احمدؒ مدنی فرماتے ہیں "تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کار

ہائے نمایاں انجام دیئے تھے اس کے فسق و فجور کا علانیہ ظہور ان (حضرت معاویہؓ) کے سامنے نہ ہوا تھا اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا تھا اس کی اطلاع ان کو نہ تھی" (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۷۱/ ج ا مکتوب نمبر ۷۸)۔

(۸)۔ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ صاحب فرماتے ہیں "حضرت علیؓ کے فرزند حضرت حسینؓ کا واقعہ کربلا سبق لینے کے لیے کافی ہے کہ ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کو کٹوا دیا اور خود بھی جان دے دی" (ابوالائمہ حضرت علیؓ کی مقدس تعلیمات ص ۲۴)۔

(۹)۔ مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں "بہر حال یزید کے فسق و فجور پر جب کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب متفق ہیں خواہ مبائعین یا مخالفین پھر ائمہ مجتہدینؒ بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علمائے راسخین، محدثین اور فقہاء مثل علامہ قسطلانیؒ، علامہ بدرالدین عینیؒ، علامہ ہیثمیؒ، علامہ ابن جوزیؒ، علامہ سعدالدین تفتازانیؒ، محقق ابن ہمامؒ، حافظ ابن کثیرؒ، علامہ الکیا الہراسیؒ جیسے محققین یزید کے فسق پر علمائے سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اس کے قائل ہیں۔۔۔ تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟" (شہید کربلا اور یزید ص ۱۵۲)۔

(۱۰)۔ مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ "یزید کے فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں" (معارف السنن ص ۸/ ج ۶)۔

(۱۱)۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں "شہادت حسینؓ کے بعد یزید کو ایک دن بھی چین نصیب نہ ہوا تمام اسلامی ممالک میں خون شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہو گئیں اسکی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ یا ایک روایت میں تین سال آٹھ سال سے زائد نہیں رہی دنیا میں بھی اللہ نے اس کو ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا" (شہید کربلا ص ۱۰۳)۔

(۱۲)۔ فقیہ دوران حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ اور محدث جلیل حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ فرماتے ہیں "جو لوگ یزید کو خلیفہ عادل اور راشد قرار دے کر حضرت حسینؓ کو باغی قرار دینے کی سعی میں مصروف ہیں ان کا یہ نظریہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل ہے یہ نظریہ خوارج کا تو ہو سکتا ہے اہل سنت والجماعت کے مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں" (تائید رسالہ دفاع صحابہ ص (۳)

فیصلہ قارئین کے ذمہ ہے۔

حدیث "مغفور لھم" اور یزید

جو لوگ یزید کو خلیفہ برحق، امام عادل صالح سمجھتے ہیں انکی دلیل (جو ان کے ہاں مضبوط ترین ہے) یہ ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے جو لشکر جہاد قسطنطنیہ (جس کا موجودہ نام استنبول ہے) میں جہاد کرے گا ان کو بخش دیا گیا ہے تو لشکر کا امیر یزید تھا اس کی معیت میں جہاد کرنے کے لیے قسطنطنیہ میں گیا تو حدیث کے مطابق یزید کو تو بخش دیا گیا پھر وہ فاسق کیسے ہوا؟

تو اس کے جواب میں پہلی بات یہ ہے کہ یزید حکومت سنبھالنے سے پہلے جیسا کچھ ہو مگر حکومت سنبھالنے کے بعد عام قانون کے مطابق بدل گیا جیسے عموماً ہر دور میں ہوتا ہے اور مشاہدہ کرنا ہو تو اس دور میں دیکھ لیا جائے کہ عامۃ سیاسی لیڈر عوام کی خیر خواہی کے وعدوں اور ملک کی فلاح و بہبود کے منشور بنا بنا کر الیکشن جیتتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت مخلص بھی ہوں۔۔۔ لیکن کامیابی کے بعد جب وہ کرسی پر پہنچتے ہیں تو اکثر یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ ان کے حالات تبدیل ہو جاتے ہیں اور اب انہیں اپنے "پرسٹیج" اور وقار کا تھامنا مقدم ہو جاتا ہے اور وعدے سب مؤخر۔ یہ انسانی جبلت جیسے دنیا کی اکثریت کی آج ہے ایسے ہی پہلے بھی رہی ہے کچھ معدودے چند ہی قدح خوار نکلتے ہیں جو اس اقتدار کے نشہ میں اپنی عقل و خرد نہیں کھو بیٹھے

کامل اسی فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی ۔۔۔ کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

اس لیے یزید کی یہ تبدیلی دنیا کے عام حالات کے لحاظ سے کوئی اچنبھے کی بات نہیں پس جبکہ ایک طرف سنہ ۶۰ھ والی روایتیں (وہ یہ ہیں حضرت عبیدہ بن الجراحؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا میری امت انصاف پر قائم رہے گی یہاں تک کہ بنی امیہ میں سے یزید نامی ایک شخص اس میں شگاف ڈالے گا (مجمع الزوائد ۲۴۱ ج ۵) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری امت کی تباہی قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی (بخاری ص ۱۰۴۶ ج ۲) بخاری کے حاشیہ پر کرمانی شرح بخاری کے حوالہ سے درج ہے ان لونڈوں میں پہلا لونڈا یزید تھا جس نے شہروں میں معمر لوگوں کو عہدوں سے ہٹا کر نوعمروں کو مسلط کیا (حاشیہ نمبر ۳) اور حضرت ابو ہریرہؓ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے ۶۰ ہجری اور لونڈوں کی حکومت سے بچانا ان کا اشارہ یزید بن معاویہؓ کی طرف تھا کیونکہ وہی ۶۰ ہجری میں بادشاہ بنا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی دعا قبول فرمائی اور ان کا وصال ۵۹ ہجری میں ہو گیا (بخاری ص ۲۳ ج ا حاشیہ پر فتح الباری شرح البخاری کے حوالے سے) اور ان کی روشنی میں صحابہؓ اور رجال مابعد کی تصریحات اس کے شاہد عدل ہیں کہ یزید کے حالات آخر کار بدل گئے تو ظاہر ہے کہ حکم

سابق بخشش والا کیسے برقرار رہ سکتا ہے وہ بھی بدل گیا کیونکہ کوئی بھی اچھا، برا حکم آدمی کی ذات پر نہیں لگتا بلکہ اس کے احوال وافعال اور اوصاف پر لگتا ہے اس لئے جو روایات یزید کے منقبت کے بارے میں ملتی ہیں ان کی تکذیب کئے بغیر ہم انہیں اس کے سابقہ احوال کا ثمرہ کہیں گے اور جو احکام اس کی مذمت اور تفسیق سے متعلق ہیں ہم انہیں اس کے بعد کے احوال کا نتیجہ کہیں گے جس سے سلف کے بیانات میں کسی تعارض کے خطرہ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں جیسے کہ قسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ قول مغفور لھم (جہاد قسطنطنیہ کے سب شرکاء بخش دیئے گئے) اس شرط سے مشروط ہے کہ یہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ کے بعد ان میں سے مرتد ہو گیا وہ بالاتفاق اس بشارت میں داخل نہیں (قسطلانی ص ۱۰۴ ج ۵) اور حضرت استاذ محترمؒ مثال دے کر یہی بات یوں سمجھایا کرتے تھے کہ حدیث میں آتا ہے جب حاجی حج کر کے واپس لوٹتا ہے تو وہ ایسے پاک صاف گناہوں سے ہو کے لوٹتا ہے جیسے بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا (بخاری و مسلم و مشکوۃ ص ۲۲۱ کتاب المناسک) تو اس حدیث سے کوئی یہ مطلب نہیں نکالتا کہ اس کے بعد حاجی زنا کرے، چوری کرے، ڈاکہ ڈالے، ظلم کرے، قتل کرے اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا اسی طرح حدیث مغفور لھم ہے جب یزید شریک ہوا اس جہاد میں تو اس کا اہل ہوگا بعد میں وہ تبدیل ہو گیا تو حدیث والا حکم کیسے برقرار رہ سکتا ہے؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ علامہ عینیؒ اور دیگر حضرات تو اس غزوہ میں شریک مجاہدین کا امیر یزید کو ماننے کے لیے تیار نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس غزوہ میں مجاہدین کا امیر سفیان بن عوف ہیں (عمدۃ القاری ص ۲۲۴ ج ۲) بلکہ علامہ عینیؒ کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ یزید کی شرکت تو اس غزوہ میں ہوئی مگر قیادت نہیں ہوئی کہ یہ اکابر صحابہؓ اس کی ماتحتی میں دیے گئے ہوں، پھر یہ شرکت کس نوعیت کی تھی اس پر علامہ ابن کثیرؒ نے روشنی ڈالی ہے کہ یزید اس جہاد میں خود اپنے داعیہ سے شریک نہیں ہوا بلکہ اپنے والد بزرگوار کے حکم سے اور انہوں نے یہ بھی حکم اسے اگر دیا تو تعزیراً دیا تاکہ اس کی عیش پرستی پر کوئی زد پڑے اور اسے تعیش پسندی اور غفلت پروری کی سزا مل جائے۔

چنانچہ ابن الاثیر لکھتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ ۵۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے ایک لشکر جرار روم کے علاقوں میں بھیجا اور اس پر امیر لشکر سفیان بن عوف کو بنایا اور آپ نے یزید کو حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ غزوہ میں شامل ہو تو یزید بیٹھ رہا اور حیلے بہانے شروع کر دیے تو امیر معاویہؓ اس کے بھیجنے سے رک گئے اسی لشکر میں لوگوں پر بھوک اور بیماری کی وبا پھوٹ پڑی تو یزید نے خوش ہو کر چند اشعار کہے جو ابن الاثیر اور دیگر مؤرخین نے بھی لکھے ہیں جس سے اس کی خود غرضی اور خود مطلبی اور عیش پرستی واضح ہوتی ہے (ابن الاثیر ص ۱۹۷ ج ۳)۔

ظاہر ہے کہ جس کے عیش پرستانہ مشاغل ہوں اور مجاہدین ملت سے بے پرواہی کے جذبات ہوں

اس میں قلبی داعیہ سے جہاد کی آرزو اور جان سپاری کی تمنائیں کہاں سے آسکتی ہیں؟ اس لیے وہ اس غزوہ میں بطور سزا کے بھیجا گیا، اس کے قدم اٹھوائے گئے، اٹھے نہیں جن کو حضرت معاویہؓ نے قسم دے کر اٹھوائے اور اسے اٹھانے پڑے، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بشارت مغفرت کے عموم سے انجام کار باہر ہو جانے کے مقدمات ابتداء ہی سے نمایاں ہونے شروع ہو گئے تھے جس سے مغفور لھم کے عموم میں داخل ہونے کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

ایک یزیدی نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے یزید کی عدالت ثابت کرنے اور اس کے فسق کے انکار کرنے کی کوشش کی تو حضرت استاذ محترمؒ نے حسب عادت مسکرا کر فرمایا کہ میں نے تو اکابر کی تحقیقات کے حوالے سے فسق یزید کے تین ہی اسباب پڑھے تھے۔۔۔ پہلا سبب اس کا کردار کہ وہ نماز ترک کرنے، موسیقی سننے اور گانے والی لونڈیاں رکھنے کا عادی تھا وغیرہ۔۔۔ دوسرا سبب یہ کہ وہ واقعہ کربلا کا ذمہ دار تھا کیونکہ اس نے کسی ذمہ دار کو سزا نہیں دی۔۔۔ اور تیسرا سبب واقعات حرہ یعنی مکہ اور مدینہ کی حرمت کو پامال کرنے میں ملوث تھا چنانچہ ۶۴ ہجری میں انہی واقعات کی بناء پر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے اس کے لیے اجتماعی بددعا کی اور وہ اسی رات مر گیا وہ یزیدی اس جواب سے بڑا پریشان ہوا اور تعجب سے کہنے لگا کہ اس حدیث سے تو یزید کی مغفرت ثابت ہوتی ہے فسق کیسے ثابت ہوا؟ حضرت استاذ محترمؒ نے فرمایا اس حدیث سے صرف یزید کی مغفرت ثابت ہوتی ہے یا لشکر کے تمام شرکاء کی؟ اس نے کہا سب کی حضرت استاذ محترمؒ نے فرمایا پھر یزید صرف اس حدیث کی مخالفت کر کے تین بار فسق کا مرتکب ہوا نمبر ۱: کیونکہ سیدنا امام حسینؓ اس غزوہ میں شریک ہوئے اور مغفور لھم کے وعدہ میں شامل تھے یزید نے ان کو بے دردی سے شہید کروایا وہ ڈھکی چھپی بات نہیں اگر مغفور لھم کو فاسق کہنا اس حدیث کی مخالفت ہے تو اس لشکر میں شامل ہونے والے کو شہید کروانا اس پر ایمان ہے؟ نمبر ۲ نواسہ صدیقؓ عبداللہ ابن زبیرؓ بھی اس لشکر میں شامل تھے اور مغفور لھم کے وعدہ میں شامل تھے لیکن یزید ان کو معاف نہیں کرتا ان کے لیے حرم پاک گراتا ہے اور جلاتا ہے، نمبر ۳ مدینہ منورہ پر جب اس نے حملہ کیا تو وہاں کئی صحابہؓ اور تابعینؒ موجود تھے جو اس لشکر میں شریک تھے اور مغفور لھم کے وعدہ کے مصداق تھے مگر یزید نے مدینہ منورہ میں بھی ان کو معاف نہیں کیا ان کی جانوں اور مالوں کو مباح قرار دیا، اس جہاد میں تو عبداللہ ابن عباسؓ بھی شریک تھے جنہوں نے یزید کو خط لکھا کہ "تو نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں اور عبداللہ ابن زبیرؓ سے ان کو نفرت دلاؤں اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے پر آمادہ کروں سو ایسا بالکل نہیں ہو سکتا نہ تمہاری خوشی ہمیں منظور ہے اور نہ تمہارا اعزاز اور یہ ہو بھی کس طرح سکتا ہے حالانکہ تم نے حسینؓ اور جوانان عبدالمطلب کو قتل کیا جو ہدایت کے چراغ تھے اور ناموروں میں ستارے تھے"۔۔۔ الخ حضرت ابن عباسؓ کا یہ خط الکامل فی التاریخ ص ۲۰ ج ۲

پر موجود ہے، جس میں انہوں نے یزید کو کھلے الفاظ میں انتہائی دردناک لہجہ میں جھنجوڑا ہے۔

آگے چل کر حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "تو میری دوستی کا طالب ہے حالانکہ تو میرے دادا کے خاندان کو قتل کر چکا ہے۔ اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے اب تو تو میرے انتقام کا ہدف ہے اور اس خیال میں نہ رہنا کہ آج تو نے ہم پر فتح پالی ہے ہم بھی کسی نہ کسی دن تجھ پر فتح پا کر رہیں گے"

اگر یزید صالح، عادل برحق خلیفہ تھا تو سات سو مہاجرین وانصار اور دس ہزار دیگر اہل مدینہ نے جو اس کی بیعت توڑ کر جانیں تک قربان کر دیں اور سینکڑوں صحابہؓ وتابعین روپوش رہے کیا ان جلیل القدر صحابہؓ کو فسق کے فتوی سے بچایا جا سکتا ہے؟ ان سب کو فاسق کہنا عظمت صحابہؓ کے موافق ہے یا عظمت صحابہؓ کے تحفظ کے لیے ایک یزید کو فاسق کہہ دینا بڑا جرم ہے؟ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ اور تمام اہل مکہ نے صالح اور عادل کی بیعت توڑ کر نیکی کی یا گناہ؟ پھر وہ یزیدی لاجواب ہو کر اٹھ کر چلا گیا۔

یزیدی لوگ کہتے ہیں کہ بعض صحابہؓ وتابعینؒ نے یزید کی بیعت کی تھی۔ تو کیا انہوں نے جو بیعت کی تھی یزید کو برحق خلیفہ، عادل وصالح سمجھ کر کی تھی؟ ہرگز نہیں

یزیدی لوگ کہتے ہیں کہ یزید امام حسینؓ کے سر کو دیکھ کر رو دیا جس سے اس کو ندامت ہوئی۔ اولاً تو یہ روایت ہی صحیح نہیں پھر برادران یوسف کی طرح رونے سے کیا فائدہ؟

آئے تربت پہ مری رو دیئے، کیا یاد مجھے ... خاک اڑانے لگے جب کر چکے برباد مجھے

نوٹ: یہ یاد رہے کہ برصغیر کے اندر حضرت مجدد الف ثانیؒ سے لے کر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری تک تمام اکابرین اہل سنت (جن میں سے چند کے نام ذکر کیے گئے ہیں) فسق یزید پر متفق ہیں اور کسی کو بھی اس سے اختلاف وانکار نہیں اس کی تفصیلات قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "خارجی فتنہ" جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں:۔

فقہ جعفریہ کی ابتداء کب ہوئی؟

خاندان بویہ کے شیعہ وزراء اعظم کے زمانہ میں ہوئی جو بغداد کے خلیفہ پر زبردستی مسلط تھے اور جنہوں نے بغداد میں سنیوں کا قتل عام کیا انہیں کے دور میں شیعہ عقائد کی پہلی کتاب "اصول کافی" کے نام سے شیعہ فقہ کی پہلی کتاب "فروع کافی" کے نام سے شیعہ ائمہ کی تاریخ اور ان کے مواعظ پر "روضۃ الکافی" کے نام سے کتاب لکھی گئی۔

دس محرم کی چھٹی کی ابتداء:

۳۳۴ھ سے لیکر ۴۴۶ھ تک بغداد میں غالی شیعوں کا طوطی بولتا رہا جن کا حکمران بنی بویہ کا معز الدولہ بویہ تھا اسی کے حکم سے ۳۵۲ء میں ماتم حسینؓ کا آغاز ہوا اور دس محرم کی چھٹی ہونی شروع ہوئی جبراً تمام دکانیں بند کرادی جاتی تھیں اور شیعوں کے مسلح ماتمی جلوس بغداد کی شاہراہوں پر تبرا کرتے ہوئے دندناتے پھرتے تھے (تاریخ ابن خلدون ص ۳۲۵ ج ۳، شیعہ مورخ سید امیر علی کی اسپرٹ آف اسلام ص ۴۶۱)

ملت جعفریہ کس نے شروع کی؟

یہ تحریک مسلمانوں کو مختلف مذہبی پارٹیوں (فرقوں) میں تقسیم کرنے کے لیے یہودیوں نے اپنے ایجنٹ "ابن سبا" کے ذریعے شروع کی مشہور شیعہ عالم کشی اپنی کتاب "معرفۃ الرجال" مطبوعہ کربلا ص ۱۰۱ میں اعتراف کرتے ہیں کہ شیعہ عقائد کا اظہار سب سے پہلے "عبداللہ بن سبا" نے کیا تھا۔

یہ تحریک کب شروع ہوئی؟

یوں تو اسلام کے خلاف یہودیوں کی یہ تحریک عہد نبوی ﷺ سے ہی جاری تھی خلیفہ دوئم حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت میں بھی اس تحریک کے افراد کا ہاتھ تھا لیکن اس وقت تک یہ تحریک زیر زمین تھی حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں اس تحریک نے اپنے بال و پر نکالنا شروع کیے اور ابن سبا یہودی کی قیادت میں ابھر کر اور نمایاں ہو کر سامنے آگئی بالآخر اسی تحریک کے ہاتھوں حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور ان کے بعد حضرت طلحہؓ، زبیرؓ اور حضرت علیؓ وحسینؓ نے بھی اس تحریک کی سازشوں کے نتیجہ میں جام شہادت نوش کیا۔

غیر مقلدیت، رافضیت، پرویزیت، قادیانیت:

غیر مقلدیت کا آغاز انیسویں صدی عیسوی میں براعظم پاک و ہند میں ہوا رافضیت نے اس کی آبیاری کی اور انگریزی حکمرانوں کی سرپرستی نے اسے پروان چڑھایا کیونکہ انگریزوں نے ہندوستان کی حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اور اس وقت عدالتوں میں فقہ حنفی رائج تھی انگریزوں کے سازشی ذہن نے اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے اسی سلسلہ میں تین ضروری کام سمجھے (1)۔ یہ کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں اسلام کے نام پر رافضیوں اور ان کی رسوم و رواج و خرافات کو فروغ دیا جائے چنانچہ انہوں نے فروغ دیا اور آج زیادہ تر اثر

رافضیوں کی رسومات کا ہے عوام میں (2)۔ یہ کہ حنفیت اور فقہ حنفی کو رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے مسلمانوں میں مشکوک بنادیا جائے اور یہ مقصد صرف اور صرف غیر مقلدین کی سرپرستی ہی سے حاصل ہوسکتا تھا(3)۔ یہ کہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد کے خاتمے کے لیے بذریعہ وحی جہاد کی منسوخیت کا تصور عام کیا جائے اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے غلام احمد قادیانی کی شیطانی نبوت کو تراش لیا۔

غیر مقلدیت کے پانچ بانیوں میں سے پہلا بانی عبدالحق بنارسی ہے اس نے راجہ بنارس کے شیعہ دیوان گلشن علی کے سامنے اپنا یہ ایک خاص کارنامہ پیش کر کے خود کو ماہانہ تیس روپے وظیفے کا حق دار بنایا تھا کہ مسلمانوں میں صحابہ کرامؓ کا تقدس واحترام ختم کرنے کا جو مقصد شیعہ صدیوں میں حاصل نہیں کر سکے میں نے اسکا وصول آسان بنانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کے نام پر "قول صحابی حجت نیست" (صحابیؓ کی بات حجت نہیں) کا نظریہ پیش کر کے مسلمانوں میں صحابہ کرامؓ پر عدمِ اعتماد کی بنیاد رکھ دی ہے۔

غیر مقلدیت کے رافضیت اور انگریزیت سے تعلق کا اندازہ دیگر شواہد کے علاوہ اس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے بارے میں غیر مقلدین کے جملہ مطاعن واعتراضات شیعوں سے ماخوذ ہیں غیر مقلدین کے باقی بانی یعنی سر سید احمد خان، نواب صدیق حسن خان، سید نذیر حسین دہلوی اور محمد حسین بٹالوی کا انگریز گورنمنٹ کا وفادار اور مراعات یافتہ ہونا کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔

پرویزیت کی بنیاد سر سید احمد خان کے افکار ہیں جنہیں مولوی چراغ علی غیر مقلد نے مستقل موضوعات کی شکل دی (سر سید صرف فروعی مسائل میں ہی تقلید کی بندش سے آزاد نہ تھے بلکہ انہوں نے اہل سنت والجماعت کے اصولی واجماعی عقائد ونظریات سے بھی مکمل آزادی حاصل کر لی مثلاً وہ نزول وحی، ملائکہ، جنات، جنت ودوزخ اور معجزات وغیرہ تمام اجماعی وعقائد کے منکر تھے) غیر مقلد پروفیسر اسلم جیراج پوری اور غیر مقلد عالم عبداللہ چکڑالوی نے اس کی علمی آبیاری کی (اسلم جیراج پوری بھی نظریاتی ومسلکی طور پر غیر مقلد تھے ان کی کتاب "نوادرات" دیکھیے فقہی مسائل میں تقلید کی بندش توڑ کر وہ حجیت حدیث، معراج جسمانی، اور معجزات وغیرہ جیسے اجماعی واصولی عقائد سے بھی منحرف ہو گئے اور مولوی عبداللہ چکڑالوی بھی نظریاتی اور مسلکی طور پر غیر مقلد تھے اور تقلید کی زنجیریں توڑ کر انکارِ حدیث کی منزلیں طے کر گئے (موج کوثر ص ۱۷ تحریک آزادی فکر ص ۱۸۸، فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۲۸۰) چنانچہ انہوں نے فروعی مسائل میں تقلید سے آزادی حاصل کرنے کے بعد حدیث پر ایمان کو شرک شفاعت کے عقیدے کو خباثت، نماز تراویح کو ضلالت، تعدد ازواج کو زنا اور معراج کو خواب قرار دے دیا، حتیٰ کہ عذاب قبر اور سوال نکیرین سے بھی انکار کر دیا۔ اور ایک مقلد علمی خانوادے کا فرد غلام

احمد رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے قاتل اور آپ ﷺ کے گرامی نامہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والے بددعا یافتہ کسریٰ پرویز کے نام کو اپنے نام میں شامل کر کے غیر مقلد ہو گیا اور اس نے انکارِ حدیث اور اتباع نفس کی تحریک کو جماعتی شکل دی اور مسلمانوں کو دھوکہ میں رکھنے کے لیے اپنے لیے بحیثیت گروہ اہل قرآن کا گمراہ کن نام اختیار کیا مگر عام طور پر اس گروہ کے عقائد پرویزیت اور افراد کو پرویزی کہا جاتا ہے۔ یہ چوہدری غلام احمد پرویز بھی تقلید کی بندشوں سے آزاد تھا نہ حجیت حدیث کا قائل تھا، اور نہ اجماع امت کا حتیٰ کہ اس کی قرآن فہمی کا نتیجہ تھا کہ رسول ﷺ کو لوگوں پر حکم چلانے کا کوئی حق نہیں (سلیم کے نام) قرآنی احکامات عبوری دور کیلئے تھے (نظام ربوبیت) شریعت محمدی ﷺ منسوخ ہے مستقل جنت وجہنم سے مراد انسانی کیفیات اور ملائکہ سے مراد نفسیاتی محرکات ہیں (سلیم کے نام، لغات القرآن، ابلیس، آدم) پرویز کے انہی گمراہ کن نظریات کی بناء پر ہی پاک وہند اور عرب وعجم کے تقریباً گیارہ سو کے قریب علما نے فتویٰ کفر جاری کیا جو متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

قادیانیت کا بانی غلام احمد قادیانی ہے یہ اور اس کا پہلا خلیفہ حکیم نورالدین دونوں اس سے پہلے غیر مقلد تھے اور خود کو اہل حدیث کہتے تھے۔

شیعہ کے اصول اربعہ:

جس طرح اہل السنّت والجماعت کے ہاں قرآن کریم کے بعد چھ کتابیں (بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) صحاح ستہ کہلاتی ہیں اور بیشتر دینی مسائل کا مدار ان پر ہے اسی طرح شیعہ کے نزدیک چار کتابیں ہیں جن کو وہ اصول اربعہ کہتے ہیں۔

(1)۔ الجامع الکافی، مؤلفہ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی (المتوفی ۳۲۸ ھج) شیعہ کا عقیدہ ہے کہ یہ کتاب غار میں امام غائب کے پاس پیش کی گئی تھی تو انہوں نے اس کتاب کو پسند فرما کر فرمایا تھا ہذا کاف لشیعتنا یہ کتاب ایران سے آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی ہے پہلی دو جلدوں کو اصولِ کافی کہتے ہیں جن میں شیعہ عقائد واصول کا بیان ہے پھر پانچ جلدوں کو فروع کافی کہتے ہیں جن میں مسائل فقہیہ اور اعمال کا بیان ہے اور ایک جلد کو روضۃ الکافی کہتے ہیں جن میں انبیاء وائمہ کے حالات وغیرہ کا بیان ہے۔

(2)۔ من لا یحضرہ الفقیہ، مؤلفہ، الشیخ الصدوق محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی المتوفی ۳۸۱ ھج) یہ ۲۱۹ کتابوں کا مصنف ہے یہ کتاب ایران سے چار جلدوں میں چھپی ہے اور اس کا موضوع مسائل فقہیہ ہیں۔

(3)۔ الاستبصار مؤلفہ، شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی (المتوفی ۴۶۰ ھج) اس کتاب میں ہر مسئلہ کے متعلق

ائمہ کے اقوالِ مختلفہ میں فیصلہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور تقریباً ہر مسئلہ میں اپنی مخالف روایت کا یہی جواب دیا
گیا ہے کہ یہ بات امام نے تقیۃً فرمائی تھی یہ کتاب چار جلدوں میں ہے۔

(4)۔تہذیب الاحکام شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی (المتوفی ۴۶۰ ھجری) یہ کتاب ایران سے ۱۰ جلدوں میں چھپی ہے اس کا مصنف مذہب شیعہ کا بہت بڑا مصنف تھا جس کی تصانیف میں سے ۱۹۴ کتابوں کے نام تہذیب الاحکام کے ترجمۃ المصنف میں شامل ہیں اس کتاب میں تقریباً ہر مسئلہ کے متعلق ائمہ کے مختلف اقوال مذکور ہیں۔

کربلا کی کعبہ پر فضیلت:

اہل حق کے ہاں تمام روئے زمین کے خطوں میں کعبۃ اللہ افضل ہے سوائے ایک خطہ کے جس میں آنحضرت ﷺ مدفون ہیں کیونکہ وہ کعبہ، کرسی اور عرش سے بھی افضل ہے لیکن شیعہ اور امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ کربلا کو کعبہ پر فضیلت حاصل ہے چنانچہ انہوں نے حضرت امام جعفرؒ کے ذمے یہ روایت لگائی کہ انہوں نے فرمایا کہ بلاشبہ زمین کے مختلف خطوں نے ایک دوسرے پر فضیلت اور برتری کا دعویٰ کیا سو کعبۃ اللہ نے بھی کربلا پر اپنے فخر اور برتری کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو وحی بھیجی کہ خاموش ہو جاؤ کربلا پر فخر و برتری کا دعویٰ مت کرو (حق الیقین ص ۱۴۵) اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ شیعہ و امامیہ کے نزدیک کربلائے معلیٰ کا درجہ کعبہ سے بھی زیادہ ہے

بیوی سے لواطت جائز ہے شیعہ مذہب میں:

لواطت کی قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی میں بڑی سخت تردید آئی ہے اور اس پر شدید قسم کی وعیدیں وارد ہیں اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اف اف کیا کوئی مومن یا مسلمان بھی اس کاروائی کا ارتکاب کرتا ہے؟ مگر شیعہ اور امامیہ کا دستور ہی نرالا ہے خمینی صاحب لکھتے ہیں کہ مشہور اور قوی مذہب یہی ہے کہ اپنی بیوی سے لواطت جائز ہے۔ (تحریر الوسیلہ ص ۲۴۱)

اہل مکہ کافر اور اہل مدینہ ستر گنا زیادہ پلید ہیں (نعوذ باللہ)

امام صادقؒ نے فرمایا ہے کہ شامی مسلمان رومی عیسائیوں سے برے ہیں اور اہل مدینہ مکہ والوں سے برے ہیں اور مکے والے کھلے کافر منکر خدا ہیں (معاذ اللہ) ایک امام نے فرمایا ہے مکہ والے کھلا خدا کا انکار کرتے ہیں اور مدینہ والے اہل مکہ سے زیادہ پلید ہیں ستر گنا زیادہ پلید ہیں (اصول کافی ۴۰۹ ج ۳) مراکز اہل

اسلام کی خدمت میں فقہ جعفریہ کے یہ تکفیری ہدایا جات بہت قیمتی سامان ہیں مسلمان اس کا عوض ادا نہیں کر سکتے مگر یہی ہے کہ یہ تکفیری ہدیے خود ان پاکبازوں کو واپس کر دیئے جائیں ارشاد نبوی ہے جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کا فر کہا کفر اسی پر لوٹا (کافی)

قائد اعظم محمد علی جناح کا طرزِ عمل:

پاکستان کو شیعہ اسٹیٹ بنانے کے مطالبہ پر مہاراجہ محمود آباد کو قائد اعظم نے سختی سے ڈانٹ دیا تھا اور آخر وقت تک راجہ صاحب سے ناراض رہے اس لئے راجہ صاحب نے پاکستان کو وطن بنانے کی جرات نہیں کی لندن میں رہے اور وہیں وفات پائی قائد اعظم نے بطور گورنر ہونے کے صرف عید میلاد النبی پر پیغام جاری کیا محرم میں دس محرم کی شیعہ تعطیل پر کوئی پیغام جاری نہیں کیا قائد اعظم جمہوریت کے علمبردار تھے اس لئے ملک کی عظیم سنی اکثریت سے ان کی ہم خیالی کا یہ عالم تھا کہ باوجود خاندانی طور پر آغا خان ہونے کے جناب شریف الدین پیرزادہ سے علامہ شبلی کی الفاروق کے دوسرے حصہ کا جس میں فاروق اعظم کے طرز حکومت کی تفصیل دی گئی ہے انگریزی ترجمہ کرایا تھا اور کہا تھا کہ میں پاکستان میں حضرت فاروق اعظمؓ کا نظام لانا چاہتا ہوں (ملاحظہ ہو سردار شوکت حیات کا بیان روزنامہ جنگ کراچی ص ۹، ۲۰ اگست ۱۹۸۵)

افسوس: پاکستان میں قائد اعظم کی اسی آرزو کی تکمیل تو کیا ہوتی اس ملک کی عظیم سنی اکثریت کے مطالبوں کے باوجود فاروق اعظمؓ کے یوم شہادت یکم محرم الحرام کو نہ سرکاری تعطیل ہوتی ہے نہ سربراہ ملک کو کوئی پیغام دینے کی توفیق ہوتی ہے حالانکہ یکم محرم یوم شہادت فاروق اعظمؓ ہونے کے علاوہ ہجری سال کا پہلا دن بھی ہے جس کے بانی فاروق اعظمؓ تھے اس کے برعکس یہاں شیعہ نظریات کے متعلق سنجیدہ گفتگو کرنے کو بھی فرقہ وارانہ بات قرار دیا جاتا ہے حالانکہ ایسا کہنے والے یا تو دشمن کے ایجنٹ ہیں جو اس طرح حقائق کو سامنے نہیں آنے دینا چاہتے یا پھر جنت الحمقا میں رہنے والے بیوقوف ہیں جو اپنے گردوپیش کے متعلق مستند حقائق جاننے کی بجائے جہالت کے اندھیرے میں رہنا چاہتے ہیں ایسے لوگ بالآخر دوست دشمن کی تمیز کھو کر خود کو لٹوا بیٹھتے ہیں اور دشمن کی چراگاہ بن جاتے ہیں۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ملک کی منظم، فعال اور متحرک شیعہ اقلیت کے عقائد و نظریات کے متعلق تیسرے درجہ کے پروپیگنڈہ لٹریچر یا زبانی افواہوں کی بجائے ان کی اہم ترین بنیادی کتابوں سے ضروری معلومات حاصل کی جائیں یا اس قسم کی مستند معلومات مہیا کرنے والوں کے حوالوں کو چیک کیا جاتا اور حقائق کی روشنی میں ذاتی غور و فکر کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچتے لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس سلسلہ کی تمام معلومات سے کورا ہونے کے باوجود مظلوم سنیوں

سے یہ یکطرفہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ و حضرت امام حسینؓ سے محبت میں اشتراک کی بناء پر سنی شیعہ ایک ہیں لہٰذا متحد ہو جائیں سوال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے محبت کے اشتراک کی بناء پر مسلمان اور یہودی ایک ہیں یا متحد ہو سکتے ہیں؟ کیا حضرت مسیح علیہ السلام سے محبت کے اشتراک کی بنا پر مسلمان اور مسیحی ایک ہیں یا متحد ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے نہیں، اسی طرح اتحاد کی راہ میں رکاوٹوں کو دور کئے بغیر صرف حضرت علیؓ و حضرت حسینؓ سے محبت کی آڑ میں اتحاد کی راگنی گانا مگر باقی خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ پر تبرا کرتے رہنا موجودہ قرآن کو اصلی ماننے کی بجائے اصلی قرآن اپنے بارہویں امام کے پاس بتانا، نظریہ امامت تسلیم کر کے عملاً ختم نبوت کا انکار کرتے رہنا کیا تقیہ پر مبنی منافقت اور دھوکہ بازی نہیں ہے؟ اور کیا اس طرح صرف یک طرفہ شرائط منوا کر اتحاد کرانا ممکن ہے؟

صحیح بنیادوں پر اتحاد کی پہلی شرط آنحضرت ﷺ کے قائم کردہ صحابی معاشرے کا احترام کرنا، امامت کو برتر از نبوت ماننے سے انکار کرنا اور موجودہ قرآن مجید کے اصلی ہونے کا اعتراف کرنا ہے ان تینوں باتوں پر اشتراک کئے بغیر نام نہاد اتحاد کی ڈفلی بجانا اصول تقیہ پر مبنی چال بازی اور عیاری کے سوا اور کچھ نہیں یہودی مسیحی اور مسلمان تینوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محترم سمجھتے ہیں لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کو صرف مسیحی اور مسلمان محترم سمجھتے ہیں اور یہودی ان پر تبرا کر کے مسیحیوں اور مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہیں مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ دونوں کو محترم سمجھتے ہیں لیکن یہودی اور مسیحی (عیسائی) پیغمبر اسلام کی توہین کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہیں بالکل یہی صورت سنی مسلمانوں اور شیعوں کی ہے کہ سنی مسلمان حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمان غنیؓ اور دیگر صحابہ کرام کو بھی محترم تصور کرتے ہیں لہٰذا ان کی طرف سے تو شیعوں کی دل آزادی کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ شیعہ حضرات ان خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی توہین کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے اور تفرقہ پھیلاتے ہیں اس کا علاج ہر منصف مزاج خود سوچ سکتا ہے۔

لا دريت ولا تليت ثم يضرب بمطرقة من حديد ضربة بين اذنيه فيصيح صيحة يسمعها من يليه الا الثقلين (الحديث)

(فرشتے کہیں گے) تو نے سمجھ بوجھ پیدا نہ کی (اجتہاد نہ کیا) اور نہ تو کسی کے پیچھے چلا (تقلید نہ کی) پھر لوہے کا گرز اس کے کانوں کے درمیان مارا جائے گا۔ پھر وہ مردہ (جو نہ تقلید کرتا تھا اور نہ مجتہد تھا) ایسی چیخ مارے گا جس کو آس پاس کے ساری مخلوق سنے گی مگر جن وانس (نہیں سن سکیں گے)

﴿چوتھا باب﴾

غیر مقلدیت کے بیان میں

افادات

وکیل احناف رئیس المناظرین

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

نور اللہ مرقدہ

مرتب:

مولانا عبدالرزاق صفدر

ناشر:

مکتبۃ الامین نزد قباء مسجد بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور

0300-2515899

﴿حضرت استاذ محترمؒ نے فرمایا﴾

ہدایت کے دو اصول ہیں (۱) اجتہاد (۲) تقلید یا تو خود دین سے پوری واقفیت ہو یا پھر جن کو واقفیت ہے ان سے پوچھ کر عمل کر لیا جائے..... اسی طرح گمراہی جتنی بھی پھیل جائے اس کے دو ہی اصول ہوتے ہیں (۱) الحاد (۲) بدعت، الحاد کہتے ہیں دین کے ثابت شدہ مسائل کا انکار کرنا اور بدعت کہتے ہیں غیر دین کو دین سمجھ لینا..... طائفہ منصورہ کی تین نشانیاں ہیں (۱) ہمیشہ رہنا (۲) فقہ کو نافذ کرنا (۳) جہاد کرنا یہ نشانیاں غیر مقلدین میں نہیں پائی جاتیں..... فقہ حنفی کے ہیں چار اساس (۱) کتاب اللہ (قرآن پاک) (۲) سنتِ رسول اللہ ﷺ (۳) اجماعِ امت (۴) قیاس۔

عنداللہ دین اسلام ہے:

اسلام ہی دین حق ہے اس میں شک نہیں کہ ہر دین والا اپنے دین کو حق کہتا ہے لیکن سب دین یقیناً حق نہیں۔ دلائل کی روشنی میں صرف دین اسلام ہی حق ہے۔

جب روس میں خدا تعالیٰ کا انکار کرنیوالے پیدا ہوئے تو ملکِ مصر میں میٹنگ ہوئی کہ اس میں سب دینوں والے اکٹھے ہوں جو کسی نہ کسی نام سے خدا تعالیٰ کو مانتے ہوں خواہ ''پرمشیر'' کہہ کر مانتے ہوں خواہ ''گارڈ'' کہہ کر مانتے ہوں خواہ ''پرماتما'' کہہ کر مانتے ہوں خواہ ''اللہ'' کہہ کر مانتے ہوں۔

ایک انوکھا واقعہ:

چنانچہ تمام دینوں کے نمائندے وہاں جمع ہوئے۔ مقصد یہ تھا کہ سب دینوں والے منکر خدا کے منکرین کا مقابلہ کریں ایک آدمی نے کہا پہلے ایک آدمی کو صدر مقرر کر لیا جائے تا کہ اس کی اجازت سے بات شروع ہو اور ایک شخص کی سب بات سنیں چنانچہ ایک شخص کو صدر بنا لیا گیا صدر مجلس نے کہا میں چند باتیں صاف طور پر تم سے کہنا چاہتا ہوں آپ سب دین والے روس کے دہریوں کے خلاف اکٹھے ہوئے ہیں لیکن تم سب کے دین ہی الگ الگ ہیں تو تمہارا یہ اتحاد کب تک رہے گا؟ آج نہیں تو کل ٹوٹ جائیگا اس لئے پہلے آپس میں کیوں نہ سوچ لیں ہمارے دینوں میں سے کونسا دین حق ہے اور سچ ہے اس سلسلہ میں میرے چار سوال ہیں ان چار سوالوں پر سب حضرات غور فکر کریں۔ (i)۔ آپ سب مانتے ہیں کہ ساری دنیا کا خدا ایک ہی ہے اور ساری دنیا والے اس کے بندے ہیں پہلے زمانہ میں جب وسائل موجود نہ تھے تو ایک نبی کی تعلیمات کا ساری دنیا میں پہنچ جانا مشکل تھا اس لیے ان زمانوں میں عقل یہی مانتی ہے کہ مشرق میں ایک نبی اور مغرب میں دوسرا نبی ہوتا کہ سب بندوں کو خدا کے احکام پہنچ سکیں لیکن پریس، ریڈیو، ہوائی جہاز نے ساری دنیا کو ایک شہر کی صورت دے دی ہے اب خبر چند سیکنڈوں میں پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے اس لئے اب الگ الگ نبیوں کی ضرورت نہیں اب تو چاہیے کہ ساری دنیا کے لوگ ایک ہی شریعت کے مطابق ایک ہی خدا کی بندگی کریں اب اگر یہ امتیوں پر چھوڑ دی جائے تو ہر امتی یہی کہے گا کہ میرے نبی کی شریعت ساری دنیا میں پھیلے اس کے لئے بحث ہی لمبی ہو

گی اور شاید کوئی نتیجہ بھی نہ نکلے اس لئے آسان طریقہ یہی ہے کہ پتہ چلایا جائے کہ کونسا نبی ایسا ہے جس نے یہ اعلان کیا ہو کہ "میں ساری دنیا کا نبی ہوں" اس سے سارے یہودی عاجز آ گئے کیونکہ توراۃ میں صرف اتنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبی ہیں تو صدر مجلس نے کہا کہ جب خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میں ساری دنیا کا نبی ہوں اب اگر یہودی یہ چاہیں کہ ساری دنیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرے تو یہ "مدعی سست اور گواہ چست" والی بات ہوگی۔

اس کے بعد صدر مجلس عیسائیوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا کہ تم چار انجیلوں میں سے ایک فقرہ ایسا نکال دو کہ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعویٰ فرمایا ہو کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کا نبی بنا کر بھیجا ہے تو عیسائی بھی یہ نہ دکھا سکے بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ انجیل متی باب ۱۵ فقرہ ۲۴،۲۱ میں تو یہ ہے کہ ایک عورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا "اے داؤد کے فرزند میں بیمار ہوں دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے صحت عطا فرمائیں" لیکن وہ عورت بنی اسرائیل میں سے نہیں تھی اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اے عورت دور ہٹ جا میں بچوں کی روٹی کتوں کو ڈالنے نہیں آیا اور میں اپنی پاک تعلیم کے موتی خنزیروں کے آگے پھینکنے نہیں آیا میں تو صرف اور صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بھیجا گیا ہوں"

اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کے علاوہ جتنے لوگ عیسائی ہیں سب کے سب کتے اور خنزیر ہیں تو اب صدر مجلس نے فرمایا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں ساری دنیا کا نبی ہوں تو عیسائیوں کا یہ چاہنا کہ ساری دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم پھیلے تو اس کی مثال بھی "مدعی سست اور گواہ چست" والی ہوگی۔ الغرض کوئی بھی دین والا یہ ثابت نہ کر سکا کہ انکا نبی ساری دنیا کا نبی ہے آخر میں صدر مجلس نے مسلمان عالم سے پوچھا کہ کیا آپ کے نبی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں ساری دنیا کا نبی ہوں تو اس پر مسلمان عالم نے قرآن ہاتھ میں لیا اور کہا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے آپ کو "رب العالمین" فرمایا ہے اسی طرح ہمارے نبی محمد ﷺ کو "رحمۃ للعالمین" تو جس طرح اللہ پاک تمام کائنات کے رب ہیں ایسے ہی حضرت محمد ﷺ کل کائنات کے نبی ہیں اور جس طرح قرآن نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں "رب الناس" فرمایا ہے کہ ساری نسل انسانی کا خدا صرف ایک

ہے وہ ہے رب العالمین اسی طرح رسول اقدس ﷺ کے بارے میں فرمایا وَمَا ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرًا ونذیرًا (سورۃ سبا: اور تجھ کو، جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو) دوسری جگہ ارشاد فرمایا قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (سورۃ اعراف: تو کہہ اے لوگو میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف) پھر صدر مجلس نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ کوئی دین والا کھڑا ہو اور اپنے نبی کے بارے میں اپنی الہامی کتاب سے یہ دکھا دے کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہو کہ "میں ساری دنیا کا نبی ہوں" لیکن بار بار اعلان کرنے کے باوجود ہر طرف موت کی سی خاموشی تھی آخر میں صدر مجلس نے کھڑے ہو کر کہا کہ معلوم ہوا کہ سارے نبیوں میں صرف اور صرف ایک ہی نبی ہے جنہوں نے عالمگیر ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے۔ اگر ایسے دو نبی مل جاتے تو سلیکشن یا الیکشن کی ضرورت پڑتی لیکن اب سیٹ ہی ایک ہے اور کینڈیڈیٹ بھی ایک ہی ہے تو اب فیصلہ ہو گیا کہ عالمگیر نبی صرف اور صرف ایک ہی ہے اور وہ محمد ﷺ کی ذات گرامی ہیں۔

(ii)۔صدر مجلس نے کہا اب اسلام کے خلاف کسی دین والے کو بولنے کا حق نہیں رہا لیکن میں بات کو مکمل کرنا چاہتا ہوں آج کل کے لوگ اپنے آپ کو بڑے دانشور اور ایڈووکیٹ کہتے ہیں اور بغیر دلیل کے بات نہیں مانتے۔

نبیوں کو ماننے والے اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کے ہاتھ پر معجزات ظاہر فرماتے ہیں اور یہی معجزات ان کی دلیل نبوت ہوا کرتے ہیں اب اگر میں یہ کہوں کہ سب لوگ اپنے اپنے نبیوں کے معجزات سنائیں تو وقت ہی بہت خرچ ہوگا اور فیصلہ بھی مشکل ہوگا کہ ان معجزات میں سے کس کا معجزہ زیادہ شان والا ہے اس لیے میں یوں نہیں کرتا بلکہ میرا سوال یہ ہے کہ کوئی امتی اپنے نبی کا ایسا معجزہ پیش کرے جو آج بھی دنیا کو دکھایا جا سکتا ہو اور آج بھی ساری دنیا اس کے سامنے عاجز ہو تو......

یہودیوں سے پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوئی معجزہ ایسا دکھاؤ کہ آج بھی دنیا اس کے سامنے عاجز ہو تو کوئی بھی بول نہ سکا پھر عیسائیوں سے یہی پوچھا گیا لیکن سب کے سب ایسے بیٹھے تھے جیسے صُمٌّ بُکْمٌ والی آیت انہیں کے لیے نازل ہوئی ہے۔ آخر ہر طرف خاموشی دیکھ کر مسلمان عالم کھڑا ہوا اور اس کے ہاتھ میں قرآن پاک تھا اس نے کہا میرے نبی کا معجزہ آج بھی موجود ہے اور صرف

آج تک ہی نہیں بلکہ قیامت تک اس کے مقابلہ سے دنیا عاجز رہے گی مسلمان عالم نے فرمایا کہ ساری دنیا کا اتفاق ہے کہ خدا کا کام وہ کام ہوتا ہے کہ ساری دنیا مل کر وہ کام نہ کر سکے جیسے آنکھ کا بنانا اب ساری دنیا مل کر اس آنکھ جیسی آنکھ نہیں بنا سکتی بالکل یہی پہچان خداوند قدوس کے کلام پاک کی ہے ساری دنیا بلکہ ساری مخلوق ملکر اس کی مثال لانے سے عاجز ہے تو یہاں بھی حضورﷺ کے مقابلے میں کوئی کھڑا نہ ہو سکا اور یہ بات سب پر واضح ہو گئی کہ پہلے وہ نبی جن کے ہاتھ پر معجزات ظاہر ہوئے برحق تھے لیکن آج دنیا میں انکا کوئی معجزہ موجود نہیں جس سے پتہ چلا کہ ان کی نبوت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے آج اس نبی کی نبوت کا زمانہ ہے جس کی نبوت کا معجزہ یعنی قرآن پاک سورج کی طرح ہر جگہ سامنے موجود ہے لیکن جس طرح ساری دنیا خدا کے سورج کی طرح سورج بنانے سے عاجز ہے اسی طرح ساری دنیا خدا کے قرآن کی ایک سورت لانے سے عاجز ہے یہاں بھی نہ الیکشن کی ضرورت ہے نہ سلیکشن کی ضرورت ہے۔

(iii)۔صدرِ مجلس نے کہا ہم نے وہ پیغمبر تلاش کر لیا جس کا یہ دعویٰ تھا کہ میں عالمگیر نبی ہوں اور اس دعویٰ میں ان کا کوئی شریک نہیں اور وہ ہی ایک نبی ایسا ہے جس کی دلیل نبوت آج بھی دنیا میں موجود ہے اب تیسرا سوال یہ ہے کہ پیغمبر کو اس لئے مانا کہ اس کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو کون کونسے نبی ہیں جن کی مکمل تعلیمات آج بھی دنیا میں موجود ہوں اور محفوظ ہوں؟

صدرِ مجلس نے پوچھا یہودی تورات کھول کر بتائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں کونسی تسبیح پڑھا کرتے تھے لیکن یہ کہیں مذکور نہیں کہ سجدہ میں کونسی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ عیسائیوں سے کہا گیا کہ آپ اپنی انجیل کھول کر دکھائیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے تو کونسی تسبیح پڑھا کرتے تھے لیکن وہ بھی نہ بتا سکے بلکہ ہم تو پوری ذمہ داری سے کہتے ہیں آج اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام محفوظ ہے تو قرآن ہی کی برکت سے محفوظ ہے ورنہ کتنے نبی گزرے جن کا نام قرآن میں نہیں آیا دنیا ان کا نام تک بھول چکی ہے ان انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی فقرہ اصلی زبان سے تواتر اور شہرت سے تو کجا خبر واحد سے بھی ثابت نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان زبانوں کو دنیا میں مردہ کر دیا جن زبانوں میں تورات انجیل نازل ہوئیں تھیں ان میں سے کوئی زبان بھی آج بطور زندہ زبان کے کسی ملک میں نہیں بولی جارہی اب خدا کے مارے

ہوؤں کو ساری دنیا ملکر زندہ نہیں کر سکتی جب مسلمان عالم سے پوچھا گیا کہ آپ کے نبی کی تعلیمات محفوظ ہیں تو اس نے فرمایا آپ عبادت کی بات کر رہے ہیں ہمارے نبی کی تو آج تک عادات بھی محفوظ ہیں کہ ... پہننے کے وقت پہلے اور کونسا بعد میں پہنا کرتے تھے، کھانا کیسے تناول فرمایا کرتے تھے وغیرہ۔

مسلمان عالم نے کہا الحمد للہ ہمارے نبی کی تعلیمات کا ایک نکتہ بھی ہم سے اوجھل نہیں ہوا آپ کی ہر بات بلکہ ہر ہر عادت بھی محفوظ ہے پھر مسلمان عالم نے نماز کی شرائط، ارکان، واجبات، ایک ایک تفصیل سے بتائی سارے دینوں والے اپنے نبی کی تعلیمات بتانے سے عاجز رہے۔

صدر مجلس نے کہا اس سے ثابت ہوا اس ایک نبی کی تابع داری ممکن ہے جن کی تعلیمات محفوظ ہیں اور جن کی تعلیمات محفوظ نہیں ان کی تابع داری ہو ہی نہیں سکتی۔

پھر مسلمان عالم سے پوچھا گیا کہ آپ کے نبی کی تعلیمات کی تشریح اور تفصیل کس کتاب میں موجود ہے کیا آپ کے نبی نے کوئی مکمل کتاب لکھی ہے؟ تو مسلمان عالم نے جواب دیا کہ ہمارے نبی امی (ان پڑھ) تھے وہ لکھ نہیں سکتے تھے پھر پوچھا کہ آپ کے نبی کے صحابہؓ میں سے کسی نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں نبی کی تعلیم کی تشریح محفوظ کی؟ تو مسلمان عالم نے جواب دیا کہ صحابہؓ کی زندگیاں تو تبلیغ اور جہاد میں گزریں اس لئے ان کو تو کوئی موقعہ نہیں ملا کہ وہ کوئی کتاب لکھ دیتے تو انہوں نے پوچھا کہ وہ کون بزرگ ہیں جنہوں نے نبی کی سنت کو مکمل طریقہ سے محفوظ کیا اور مدون کیا جس کی وجہ سے آج مسلمانوں کا سر تمام دینوں کے مقابلہ میں بلند ہے تو مسلمان عالم نے کہا وہ سیدنا الامام الاعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جنہوں نے نبی کی سنت کو مکمل طور پر محفوظ کیا ہے اس بات کو سن کر ایک یہودی رونے لگا اور اس نے روتے روتے کہا اے اللہ کاش تو ایک ابوحنیفہؒ موسیٰ علیہ السلام کی امت میں بھی پیدا کر دیتا تو ہمیں یہ ذلت اور رسوائی نہ دیکھنا پڑتی یہی بات ایک عیسائی پادری نے بھی کہدی صدر مجلس نے کہا کہ رونے اور دھونے سے کچھ نہیں ہوتا امام ابوحنیفہؒ کی ضرورت صرف اور صرف محمد رسول اللہﷺ کی امت میں تھی کیونکہ اس شریعت کو اللہ نے قیامت تک باقی رکھنا تھا پہلی شریعتیں چونکہ ہمیشہ کے لیے آئی ہی نہیں تھیں اس لئے ان میں ابوحنیفہؒ کی ضرورت نہ تھی۔

اب صدر مجلس نے کہا کہ مسئلہ تو ان تینوں سوالوں سے حل ہو گیا اور واضح ہو گیا لیکن تھوڑا

ساخدشہ باقی ہے وہ یہ ہے کہ جب لوگ ایک نبی پر ایمان لے آتے ہیں جب تک اس نبی کا زمانہ باقی رہتا ہے وہ مومن اور خدا کے فرمانبردار کہلاتے ہیں لیکن بعد میں جب دوسرا نبی آجائے تو اگر یہ اس پر ایمان نہ لائیں تو کافر قرار دیے جاتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم جس نبی پر ایمان لائے ہیں ان کے بعد دوسرا نبی آجائے ہم اس کو پہچان نہ سکیں اور اسی طرح کافر قرار پائے جائیں جیسے عیسائی، یہودی یہ خدشہ ظاہر کرتے ہیں۔

(iv)۔ تو میرا چوتھا سوال ہے کہ ایسے نبی پر ایمان لایا جائے جس نے یہ اعلان کیا ہو کہ میں خدا کا آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو سب دینوں والے اپنے نبی کا یہ اعلان دکھائیں کہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ''میں آخری نبی ہوں'' یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ''میں آخری نبی ہوں'' آخر میں حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں مبعوث ہوئے لیکن یہ اعلان صرف اور صرف ایک نبی نے کیا **انا خاتم النبیین لا نبی بعدی** (الحدیث) اور کسی نے یہ اعلان نہیں کیا صدر مجلس نے کہا اب اس کے بارے میں کوئی خدشہ باقی نہیں رہا کہ دین حق صرف اور صرف اسلام ہے اور نجات اس میں بند اور منحصر ہے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں بھیجا ان کو خاتم النبیین نہیں فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کے بارے میں فرمایا **ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین** (سورۃ احزاب: محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر)

حضور ﷺ کی شادیاں بھی ہوئیں اور اولاد بھی ہوئی، لڑکے، لڑکیاں ہوئیں، آپ کی صاحبزادیاں جوان بھی ہوئیں، شادیاں بھی ہوئیں لیکن آپ کا کوئی صاحبزادہ اس عمر کو نہیں پہنچا کہ اس کو رجل یعنی مرد کہا جاسکے تو یہاں تمام مردوں سے جسمانی ابوت کی نفی کی گئی ہے پھر حرف ''لکن'' جو حرف استدراک ہے لاکر لفظ ''**رسول اللہ**'' سے ابوتِ روحانی کا اثبات کردیا اب اس بات کو واضح کیا گیا کہ جب آپ روحانی باپ ہیں تو آپ کی روحانی اولاد یعنی آپ کی امت رسالت اور نبوت میں آپ کی وارث ہوگی یا نہیں تو ''**خاتم النبیین**'' کے لفظ سے یہ بتادیا کہ آپ کی روحانی اولاد میں سے کسی کو نبوت کا درجہ نہیں ملے گا اسی طرح آپ کا یوں فرمانا **لو کان بعدی نبی لکان عمر** (ترمذی: اگر

میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو وہ عمر ہوتے) اگر حضرت عمرؓ نبی بنتے تو یقیناً امتی نبی بنتے یعنی نبوت کی ...کی نفی کی اور حضرت علیؓ سے یہ فرمایا **انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی** (بخاری: تیرا میرے ہاں ایسا مرتبہ ہے جیسے ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ہاں) حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت نبی تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام ان کے تابع تھے تو دو طرح سے نبی امتی کی نفی کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کو جو ہارون علیہ السلام کے ساتھ تھی ذکر فرمایا **اَفَعَصَیْتَ امری** (سورۃ طٰہٰ: کیا پھر تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی) اس آیت میں جو لفظ ''**امر**'' ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے تابعدار تھے پھر آپ ﷺ نے یوں فرمایا **سیکون فی امتی ثلاثون کذابون** (ترمذی باب خاتم النبیین باب ماجاء لا تقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون: عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے ہونگے) اس حدیث میں بھی آپ نے نبی کہلانے والوں کو کذاب اور دجال فرمایا۔

عقیدہ ختم نبوت:

عقیدہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے اور اس بارے مسلمانوں میں کبھی اختلاف نہیں ہوا حضرت امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص مثلاً زید نے دعویٰ نبوت کیا بکر نے اس کو نبی تو نہیں مانا مگر یہ کہا کہ اگر تو نبی ہے تو معجزہ دکھاؤ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہ دونوں کافر ہیں سائل نے کہا کہ شائد آپ نے بات غور سے نہیں سنی بکر نے تو اس کو بالکل نہیں مانا تو وہ کیسے کافر ہوگیا امام صاحبؒ نے فرمایا میں نے پوری بات کو غور سے سن کر جواب دیا ہے اس کا معجزہ مانگنا دلیل ہے کہ وہ ختم نبوت کا قائل نہیں اور جو ختم نبوت کا قائل نہیں وہ کافر ہے (مصر سے انگلش میں چھپنے والا ایک رسالہ)

اختلاف کی اقسام:

اختلاف کی تین اقسام ہیں (i)۔ کفر اور اسلام کا اختلاف (ii)۔ سنت اور بدعت کا اختلاف (iii)۔ اعتقادی اختلاف۔

کفر اور اسلام کا اختلاف:

ہمارا سب سے پہلا اختلاف کافروں کے ساتھ ہے یہ ایمان اور کفر کا اختلاف ہے۔

ایمان کی تعریف: ایمان یہ ہے کہ تمام ضروریات دین کو ماننا۔

ضروریاتِ دین: ضروریات دین ان عقائد کو کہا جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے اتنے تواتر کے ساتھ ثابت ہوں کہ علماء تو علماء مسلمان بھی ان کو جانتے ہوں بلکہ مسلمانوں میں بسنے والے کافر بھی جانتے ہوں کہ مسلمان اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اللہ کی قدرت کو مانتے ہیں، قرآن پاک کو آخری کتاب مانتے ہیں، حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں وغیرہ ایسے عقائد کو ضروریات دین کہا جاتا ہے ان سب کو ماننا ایمان ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا کفر ہے یا اس کی باطل تاویل کرنا بھی کفر ہے۔

ضروریاتِ دین کی وضاحت دلائل سے:

اس تعریف کے صحیح ہونے کی نقلی دلیل یہ ہے کہ شیطان نے ساری زندگی اطاعت کی لیکن ایک حکم کا انکار کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا وکان من الکافرین (سورۃ بقرہ: اور ہو گیا وہ (شیطان) کافروں میں سے) ایسے ہی مسلیمہ کذاب نے صرف مسئلہ ختم نبوت کا انکار کیا جو ایک حکم تھا تو کافر ہو گیا اسی طرح منکرین زکوٰۃ نے قرآن پاک کی اس آیت خذ من اموالھم صدقۃ (سورۃ توبہ: آپ لیجئے گا ان کے مالوں سے زکوٰۃ) میں باطل تاویل کی کہ یہ حکم صرف نبی کے ساتھ تھا اور کسی کے ساتھ یہ حکم نہیں لہٰذا حضور ﷺ کے بعد ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے۔

رومال کے پاک ہونے کیلئے شرط ہے کہ اس پر کوئی نجاست نہ ہو لیکن ناپاک ہونے کے لیے کوئی ضروری نہیں کہ تمام نجاستیں لگی ہوئی ہوں تب ناپاک ہوگا بلکہ کسی ایک قسم کی نجاست سے بھی رومال ناپاک ہو جائیگا اسی طرح مسلمان ہونے کے لیے تمام احکام کو ماننا ضروری ہے لیکن کافر ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ کوئی آدمی تمام احکام کا انکار کرے بلکہ ایک حکم سے انکار بھی کفر کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح صراطِ مستقیم صرف ایک ہی ہے اور خطِ مستقیم بھی ایک ہوتا ہے یعنی سیدھی حالت

ایک ہی ہے اس کے علاوہ تھوڑی سی بھی ٹیڑھی حالت کو مستقیم نہیں کہتے اسی طرح صراطِ مستقیم میں تمام احکام کو ماننا ضروری ہے اور اس سے تھوڑا سا ہٹنا (انکار کرنا) کفر ہے یعنی اسلام ایک ہی ہے جس طرح خطِ مستقیم کی سیدھی حالت صرف ایک ہی ہوتی ہے۔

جو چیز عام ہو اس کی تعریف ضروری نہیں:

جب قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی تو سب لوگ مرزائی کافر، کافر کا نعرہ لگاتے تھے ایک جج تھا جس کا نام "منیر" تھا وہ جس کو پکڑتا اس سے پوچھتا کہ تم قادیانیوں کو کافر کیوں کہتے ہو؟ اس کی کیا وجہ ہے وہ کہتا وہ ختم نبوت کے منکر ہیں پھر وہ جج پوچھتا "کفر" کی تعریف کرو تو وہ خاموش ہو جاتا اسی طرح کئی لوگوں کے ساتھ ایسا ہوا اس کے بعد منیر جج نے اخبار میں بیان دیا کہ ان علماء کو کفر کی تعریف تک نہیں آتی اور کفر کا فتویٰ دے رہے ہیں۔

چنانچہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ صاحب نے جج سے کہا کہ آپ مجھے عدالت میں طلب کریں میں آپ کو کفر کی تعریف بتاؤں گا جب ان کو بلایا گیا تو انہوں نے یہی تعریف کی کہ تمام ضروریاتِ دین کو ماننا دین ہے اور تمام ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا باطل تاویل کرنا کفر ہے تو جج نے کہا دوسرے علماء اسکی تعریف کیوں نہیں کر سکتے تو حضرتؒ نے جواب دیا کہ جو چیز جتنی عام ہو جاتی ہے اتنی ہی اس کی تعریف مشکل ہو جاتی ہے تو جج نے کہا وہ کیسے؟ حضرت نے فرمایا آپ کو گلاس کی تعریف آتی ہے اس نے کہا ہاں حضرتؒ نے فرمایا بتلاؤ گلاس کسے کہتے ہیں اس نے کہا جس میں پانی پیا جاتا ہے تو حضرتؒ نے چلّو کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ پانی تو اس میں بھی پیا جاتا ہے پھر اس نے کہا وہ لمبا ہوتا ہے تو حضرتؒ نے فرمایا بوتل بھی تو لمبی ہوتی ہے پھر وہ بھی گلاس ہے اس نے کہا نہیں بہر حال وہ گلاس کی تعریف نہ کر سکا حضرتؒ نے فرمایا میں اخبار میں شائع کروں گا کہ ایسے آدمی کو جج بنا دیا ہے کہ جس کو گلاس کا پتہ نہیں گلاس کو نہیں جانتا تو اس نے کہا میں گلاس کو جانتا تو ہوں مگر تعریف نہیں کر سکتا ایسے ہی ایک دو مثالیں اور دیں اس موقعہ پر حضرتؒ نے ارشاد فرمایا ہمارے علماء بھی کفر کو جانتے ہیں لیکن تعریف نہیں کر سکتے کیونکہ جو چیز عام ہو جاتی ہے اس کی تعریف کرنا مشکل ہو جاتی ہے اور اس کی تعریف بھی ضروری نہیں۔

فائدہ: تاویل باطل یہ ہے کہ الفاظ کا ایسا معنیٰ بیان کرنا جو پوری امت کے خلاف ہو۔

مثال نمبر 1: قادیانی ختم نبوت کی آیت کا انکار تو نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی دیواروں پر لکھتے ہیں کہ پاک محمد ﷺ نبیوں کے سردار ہیں اور خاتم النبیین ہیں مگر خاتم کا معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ خاتم " مہر " کو کہتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک جتنے نبی آئے وہ اللہ نے بنائے اب اللہ نے وہ مہر حضور ﷺ کو دے دی ہے جس پر چاہیں مہر لگا دیں یعنی نبی بنا دیں۔

مرزا قادیانی (علیہ اللعنۃ) اپنی کتاب "حقیقۃ الوحی" میں لکھتا ہے

کہ میرا ایمان ہے کہ حضور خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش تھی۔

استاذِ محترم کا خواب:

میں (حضرت اقدس استاذیم مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے خواب دیکھا کہ ایک چوک میں ایک کنواں ہے جس کے چاروں طرف سے گندا پانی نکل رہا تھا لوگ گندے پانی کیوجہ سے راستہ پر چل نہیں سکتے تھے میں اس کنواں میں اترا پانی کالا ہونے کی وجہ سے سوراخ معلوم ہو رہے تھے اوپر دیکھا تو حضور ﷺ اور صدیق اکبرؓ کھڑے ہیں آپ ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ "امین" کا ہاتھ پکڑ کر سوراخ پر رکھ دو چنانچہ صدیق اکبرؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر سوراخ والی جگہ پر رکھ دیا تو وہ پانی فوراً بند ہو گیا پھر میں نے حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے ایک خلیفہ کو یہ خواب سنایا تو انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ فتنہ مرزائیت کی گندگی کو بند فرمائیں گے۔

چنانچہ میرا تبادلہ ایک ایسے علاقے میں ہوا جہاں چار قادیانی درس دیتے تھے ان سے مناظرہ ہوا تو وہ چاروں مان گئے اور حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے خلیفہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔

مثال نمبر 2: نماز پڑھنا فرض ہے اور ضروریات دین میں سے اگر کوئی نماز کا انکار نہ کرے لیکن اس کی تاویل باطل کرے اس طرح کہ صلوٰۃ کا معنیٰ "تحریک الصلوین" کرے (چوتڑ ہلانا) یعنی لغوی معنیٰ مراد لے جو پوری امت کے خلاف ہے تو یہ آدمی بھی کافر ہے

قطعیات: بعض وہ عقائد ہیں جو ضروریات دین کی طرح اتنے متواتر تو نہیں کہ عوام تک

کو اس میں شریک سمجھا جائے لیکن علماء کو وہ قطعی طور پر پہنچ چکے ہیں انہی باتوں کو "قطعیات" کہا جاتا ہے اس میں لزوم کفر ہوتا ہے ان باتوں میں سے اگر کوئی کسی بات کا انکار کر دے تو پہلے اسے سمجھا جائیگا کہ یہ قطعی بات ہے اس کا انکار کفر ہے اگر پھر بھی وہ اس بات کا التزام کرے تو اسے کافر کہا جائیگا اس بارے میں علماء لکھتے ہیں لزوم کفر کفر نہیں التزام کفر کفر ہے یعنی سمجھانے سے پہلے اس بات پر جمنا کفر نہیں لیکن سمجھانے کے بعد اس بات کو پکڑے رکھنا کفر ہے۔

من وجہ قطعیت: بعض فرائض ایسے ہیں کہ ایک مجتہد کے ہاں اس کی قطعیت ثابت ہو گئی ہے اور دوسرے مجتہد کے ہاں اس کی قطعیت ثابت نہیں ہوئی تو اس کا کفر کے ساتھ کوئی تعلق نہیں مثلاً! چوتھائی سر کا مسح کرنا احناف کے ہاں فرض ہے لیکن شوافع اس کو نہیں مانتے تو اس طرح کی فرضیت کے انکار کو کفر نہیں کہتے کیونکہ یہ فرضیت بالوجہ ہے نہ کہ من کل الوجوہ فرضیت ہے۔

سنت اور بدعت کا اختلاف

دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد بعض عقائد میں اختلاف ہوا ہے جس کی پیشین گوئی حضور اقدس ﷺ نے خود فرمائی تھی کہ میری امت میں تہتر فرقے بنیں گے ان میں سے ایک ناجی (نجات پانے والا) فرقہ ہوگا بہتر ۷۲ دوزخی ہونگے نجات پانے والے کے بارے میں فرمایا ما انا علیہ واصحابی (ترمذی یعنی جو طریقہ میرا اور میرے صحابہ کا ہے اس پر جو چلے وہ نجات پانیوالا فرقہ ہو گا۔۱۲صفدر) اور

فرمایا ھی الجماعۃ (ابوداؤد) اور فرمایا ھم اھل السنۃ والجماعۃ (کتاب الملل والنحل صفحہ ج ۱) یعنی نجات پانے والا گروہ وہ اہل سنت والجماعت ہے۔۱۲صفدر) ان اختلافات میں ہم اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں اور مخالف فرقوں کو اہل بدعت کہتے ہیں البتہ ان کی تکفیر نہیں کرتے ہیں کیونکہ یہ عقائد اہلسنت میں سے ہیں نہ کہ ضروریات دین میں سے مثلاً حیاۃ النبی ﷺ کا عقیدہ:

تمام ضروریات اہل السنت والجماعت کو ماننا اس سے انسان فرقہ ناجیہ (نجات پانے والے فرقے) میں داخل ہو جاتا ہے اور ضروریات اہل سنت میں سے کسی ایک کا انکار کرنا یا اس کی باطل تاویل کرنا انسان کو اہل سنت سے خارج کر دیتا ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ میں معراج کا قائل ہوں لیکن ساتھ یہ بھی

کہے کہ معراج صرف روحانی مکاشفہ تھا آپ کا جسد اطہر معراج پر نہیں گیا یا کوئی یوں کہے کہ میں قبر کے
عذاب وثواب کا قائل ہوں لیکن اس قبر میں ثواب عذاب نہیں ہوتا اسی طرح کرامات کا انکار کرنا وغیرہ۔

اجتہادی اختلاف:

یہ بنیادی اختلاف نہیں ہوتا اس لئے اس کو فروعی اختلاف کہا جاتا ہے مثلاً ایک شخص قرآن
پاک کی تلاوت کر رہا ہے اور دوسرا تورات پڑھ رہا ہے تو یہ بنیادی اختلاف ہے کیونکہ دونوں کتابیں الگ
الگ ہیں لیکن اگر دو آدمی الگ الگ قراءتوں میں قرآن پاک تلاوت کر رہے ہیں تو یہ دونوں قرآن ہی
کے قاری ہیں اسی طرح اجتہادی اختلاف والے دونوں اہل السنّت والجماعت ہی ہوتے ہیں جس طرح
ایک شخص بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے تو یہ
بنیادی اختلاف ہے لیکن چار آدمی بیت اللہ کی چاروں طرف میں نماز پڑھ رہے ہیں تو یہ جہت کا اختلاف
ہے نماز ہو جائیگی۔(ولکل وجھۃ ھو مولیھا) اسکو اختلاف جہت کہتے ہیں۔جیسے قرآن کی سات
قراءتیں متواتر ہیں اسی طرح نبی پاک ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کے متواتر طریقے بھی چار ہیں جن کو
''مذاہب'' کہا جاتا ہے یہ اختلاف صحابہؓ میں بھی تھا اور ائمہ میں بھی رہا ہے اس کو اجتہادی اختلاف کہتے
ہیں۔اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ عمل چاروں کا مقبول ہے اور حدیثِ پاک کی رو سے ایک اجر کا تو
چاروں کو یقین ہے اور دوسرے اجر کے چاروں امیدوار ہیں۔

ضروری تنبیہ: قرآن پاک میں بہت سی آیات آئی ہیں جن میں تفریق (فرقے بننے یا بنانے)
کی برائی کا ذکر ہے مثلاً واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا (سورۃ اٰل عمران) ان الذین
فرقوا دینھم وکانوا شیعاً (سورۃ انعام) وغیرہ آج کل ان آیات کا غلط استعمال ہو رہا ہے ان ساری
آیتوں کو لکھ کر نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ تفریق اور اختلاف بری چیز ہے۔

جو آدمی یا جو فرقہ صحابہ کرامؓ کا منکر ہے وہ صحابہؓ کے اختلاف کو بیان کر کے یہ نتیجہ یہ نکالتا ہے
کہ صحابہ کرام غلط ہیں اور جو حدیث کا منکر ہے وہ حدیث کے اختلاف کو بیان کر کے حدیث کو غلط کہہ
دیتا ہے اور جو ائمہ اربعہ کا منکر ہے وہ ان کے اختلافات کو بیان کر کے ان کو غلط کہہ دیتا ہے اور جو تصوف کا

منکر ہے وہ صوفیاء کرام کے اختلافات کو بیان کر کے ان کو غلط کہہ دیتا ہے یہ سب لوگ قرآن کا نام لیکر
لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں بلکہ یحرفون الکلم عن مواضعہ (وہ کلمات کو ان کے محل سے تبدیل کرتے
ہیں یعنی
بے موقعہ استعمال کرتے ہیں یہ یہودیوں کی عادت تھی وہ ہی بری عادت یہودیوں کی باطل فرقے اپناتے
ہیں ۱۲صفدرؒ) کا مصداق بنتے ہیں قرآن پاک میں جہاں بھی تفرق کی برائی کا ذکر ہے وہاں ساتھ ''دین''
کا لفظ بھی ہوگا یا ''بینہ'' کا لفظ ہوگا تو معلوم ہوا ان آیات کا تعلق ضروریاتِ اہل سنت کے ساتھ ہے
اجتہادی اختلافات کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں مثلاً ملتان میں قبلہ کے بارے میں پوری وضاحت ہے
کہ قبلہ مغرب کی طرف ہے سینکڑوں مساجد سے یہی نظر آرہا ہے لاکھوں لوگ محراب بنا رہے ہیں اس
کے باوجود اگر کوئی شخص مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو یہ مردود ہے۔لیکن اگر کوئی شخص اندھیرے
میں نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی بتانے والا نہیں ہے وہ تحری (سوچ، بچار) کر کے مشرق کی طرف منہ کر کے
نماز پڑھ لے تو اس کی نماز قبول ہے۔صحابہ کرام،صوفیاء عظام، ائمہ محدثین اور ائمہ مجتہدین کے
اختلاف اس نوعیت کے ہیں اس لئے یہاں ان آیات کو منطبق نہیں کیا جاسکتا۔

اہل السنّت والجماعت:

جس طرح تمام دینوں میں صرف اور صرف دین اسلام سچا مذہب ہے اسی طرح تمام مسلمان
کہلانیوالے فرقوں میں صرف اور صرف اہل سنت والجماعت ہی سچا فرقہ ہے اور فرقہ ناجیہ ہے حدیث
شریف میں آتا ہے کہ پہلی امت بہتر فرقوں میں بٹ گئی اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی ان میں
ایک فرقہ ناجی (نجات پانیوالا) ہوگا جو ما انا علیہ واصحابی پر عمل کرے گا۔تفسیر قرطبی میں زیر آیت
وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۝ (سورۃ انعام: اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اس کی
اتباع کرو) لکھا ہے کہ پہلی امتیں بہتر فرقوں میں بٹ گئیں تھیں لیکن اس امت میں ان سے ایک فرقہ
زائد ہوگا کیونکہ وہاں جب بھی ضرورت ہوتی ایک نبی بھیجا جاتا لیکن حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے
گا اس لئے مسائل کی تفصیل اور تشریح کے لیے بعض امتیوں کو ''قوۃ اجتھادیہ'' عطا کی گئی ہے اس لئے

اس امت میں ایک گمراہ فرقے کا اضافہ بھی ہوگا جو مجتہدین کا منکر ہوگا

ہمارا مکمل تعارف:

اہل سنت والجماعت کے چار ہی مذہب ہیں نمبر ۱ حنفی، نمبر ۲ شافعی، نمبر ۳ حنبلی، نمبر ۴ مالکی۔ ہمارا مکمل تعارف اہل سنت والجماعت حنفی ہے، اہل سنت میں نسبت نبی اقدس ﷺ کی طرف ہے جن سے دین کی تکمیل نصیب ہوئی دیکھیئے، آیت الیوم اکملت لکم دینکم (سورۃ مائدہ۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ (اس کے بعد کوئی دین نہیں آئے گا۔ ۱۲ صفدرؔ) والجماعت میں ہماری نسبت صحابہؓ کی طرف ہے جن کے ذریعے دین کو تمکین اور مضبوطی حاصل ہوئی جو کہتا ہے کہ صحابہؓ نے نبی کا دین بدلا ہے وہ بڑا رافضی (شیعہ) ہے اور جو کہتا ہے کہ ائمہ نے نبی کے دین کو بدلا ہے وہ چھوٹا رافضی ہے۔

حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی میں اپنے امام کی طرف نسبت ہے جن کے ذریعے دین کی تدوین حاصل ہوئی یہ ہمارا نام ہے اور مکمل تعارف ہے کیونکہ اہل سنت چار دلائل کو مانتے ہیں لفظ "سنت" میں دو چیزیں آ گئیں (i) علم قرآن (ii) نمونہ رسول اور "والجماعت" میں اجماع آ گیا حنبلی، حنفی، شافعی، مالکی میں قیاس آ گیا ہمارا یہ نام ہے اور ہماری متصل سند بھی ہے کیونکہ صحابہؓ نے نبی کی سنت کا مشاہدہ کیا اور مشاہدہ سے سنت لی اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ کی زیارت کی۔ غیر مقلدین کی مثال منسوخ نوٹ کی ہے، بریلویوں کی مثال جعلی نوٹ کی ہے اور اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی کی مثال رائج اور چالو نوٹ کی ہے۔

(استاذِ محترم مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حنفی، شافعی نسبت کی مثال لوکل روڈ کی سی ہے اور والجماعت کی مثال جی ٹی روڈ کی سی ہے اور منزلِ مقصود (سنت محمدی) ایک ہی ہے ساروں کا شہر ایک ہی ہے آگے اپنے اپنے علاقہ اور بستی کو جانے کے لیے لوکل روڈ ہیں پھر وہ لوکل روڈ جی ٹی روڈ پر مل جاتے ہیں اور پھر جی ٹی روڈ سیدھا منزلِ مقصود ایک شہر (سنت محمدی) تک پہنچ جاتا ہے: ۱۲ صفدرؔ)

دائرہ اجتہاد و تقلید:

تقلید چونکہ اجتہادی مسائل میں ہوتی ہے اس اجتہاد کے دائرہ کا پتہ چلنے سے تقلید کی ضرورت بھی واضح ہو جاتی ہے رسولِ اقدس ﷺ نے ۹ ہجری میں حضرت معاذ بنؓ جبل کو یمن روانہ

فرمایا تو پوچھا اے معاذ تم فیصلہ کس طرح کرو گے انہوں نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم فیصلہ اس کتاب میں نہ پاؤ تم پھر...... تو انہوں نے عرض کیا رسول اللہ کی سنت سے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو پھر...... تو انہوں نے عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا تو آپ ﷺ نے اس موقعہ پر اللہ پاک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا الحمد للہ الذی وفق رسولَ رسول اللہ بما یرضی بہ رسول اللہ (ابوداؤد، ترمذی) اس سے معلوم ہوا کہ جو مسئلہ اور حکم کتاب وسنت میں صراحۃً نہ ملے وہاں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے اس کی وضاحت یوں ہے کہ مسائل فرعیہ کی دو قسمیں ہیں۔

(i)۔ منصوصہ (جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے صراحۃً ثابت ہوں: ۱۲ صفدرؔ) (ii)۔ غیر منصوصہ (جو منصوصہ کے خلاف ہوں: ۱۲ صفدرؔ) پھر منصوصہ کی دو قسمیں (1) متعارضہ (2) غیر متعارضہ پھر غیر متعارضہ کی دو قسمیں ہیں (۱) محکمہ (۲) محتملہ۔

مسائلِ منصوصہ غیر متعارضہ محکمہ میں نہ اجتہاد کی ضرورت ہے اور نہ ہی تقلید کی ضرورت ہے مثلاً پانچوں نمازوں کی فرضیت، نصاب زکوٰۃ وغیرہ۔ مسائل منصوصہ متعارضہ میں رفع تعارض (تعارض ختم) کر کے مجتہد راجح نص پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی اس کی راہنمائی میں راجح نص پر عمل کرتا ہے مثلاً امام کے پیچھے قراۃ چھوڑنا، رفع یدین کرنا وغیرہ: مسائل منصوصہ محتملہ میں مجتہد اپنے اجتہاد سے راجح احتمال کی تلاش کرتا ہے اور اس نص کے راجح احتمال پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی اس کی راہنمائی میں اس نص کے راجح احتمال پر عمل کرتا ہے مثلاً احکام فرض، سنت واجب وغیرہ۔ مسائل غیر منصوصہ میں مجتہد منصوص مسائل میں کوئی علت تلاش کرتا ہے وہ ہی علت جن غیر منصوص مسائل میں پائی جائے وہ ہی حکم اس میں جاری کر دیتا ہے اور مقلد مجتہد کی راہنمائی میں اسی حکم پر عمل کرتا ہے جس کی بنیاد کتاب وسنت کی علت پر رکھی گئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اپنے اجتہاد کی بصیرت سے کتاب وسنت کے منصوص اور علت سے ثابت شدہ مسائل پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی اس کی راہنمائی میں کتاب وسنت کے مسائل پر عمل کرتا ہے اس لئے ان اجتہادی مسائل میں مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور جو اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتا اس پر تقلید واجب ہے اور جو نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھے اور نہ مجتہد کی تقلید کرے اس پر تعزیر واجب ہے اور اس کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

سوالات مع جوابات:

(۱) تقلید کن مسائل میں ہے؟ ج: مسائلِ اجتہادیہ میں

(۲) تقلید کون کرے؟ ج: غیر مجتہد (جو اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتا)

(۳) تقلید کس کی کرے؟ ج: مجتہد کی

نوٹ: ایسے مجتہد کی تقلید کرے جس کے اصول اور فروع مکمل مدون ہوں اور متواتر ہوں۔

تقلید کی تعریف:

اتباع الرجل غیرہ فیما سمعه بقول او فی فعله علیٰ زعم انه محقق بلا نظرٍ فی الدلیل فکان المقلد جعل قول الغیرا و فعله قلا دةفی عنقه (کذافی شرح مختصر المنار . نورا لانوار صفحہ ۲۲۰ حاشیہ نمبر ۱۸) آدمی کا اپنے غیر کی اتباع کرنا ان چیزوں میں جن کو وہ سن رہا ہے اس (غیر) سے قول کے ساتھ یا اس کی اتباع کرنا اس (غیر) کے فعل میں اس گمان پر کہ وہ (غیر) محقق ہے بغیر غور وفکر کرنے دلیل میں پس مقلد اپنے غیر کے قول یا اس کے فعل کو اپنی گردن میں پٹہ (ہار) بناتا ہے (خلاصہ یہ ہوا کہ محقق کی بات یا فعل کی اتباع کرنا دلیل کا مطالبہ کئے بغیر اس کو تقلید کہتے ہیں: ۱۲ صفدر)

نوٹ: غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ اتباع کہتے ہیں با دلیل بات ماننے کو اور تقلید کہتے ہیں بے دلیل بات ماننے کو جبکہ ان کی یہ بات قرآن کے خلاف ہے دیکھے فاتبعوا امر فرعون (سورۃ ھود: انہوں نے اتباع کی فرعون کے حکم کی) یتبعون الشھوات (سورۃ النساء: وہ اتباع کرتے ہیں خواہشات کی) بل نتبعُ ما الفینا علیه اباء نا (سورۃ بقرہ: بلکہ ہم اتباع کریں گے اس کی جس پر ہم نے آباؤ اجداد کو پایا ہے) تو بتلایا جائے فرعونی جو فرعونؔ کے حکم کی اتباع کرتے تھے اور خواہش پرست جو خواہشات کی اتباع کرتے ہیں اور مشرکین مکہ جو اپنے آباؤ اجداد کی اتباع کرتے تھے ان کے پاس کونسی دلیل شرعی تھی؟ تو معلوم ہوا لغت میں تقلید، اتباع، پیروی سب ہم معنی ہیں تبھی تو تقلید کی تعریف لفظ ''اتباع'' سے ہی شروع کی گئی ہے جیسا کہ اوپر نور الانوار کے حوالہ سے مذکور ہوئی۔

ضرورت تقلید: سب سے پہلے اس کی ضرورت ہے کہ مخاطب کو احساس دلایا جائے کہ تقلید کتنی ضروری ہے اس کے بغیر نہ تو نماز پڑھ سکتا ہے نہ کسی حدیث کو مان سکتا ہے کیونکہ حدیث کو ماننے میں تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے (۱) راویوں کا ثقہ اور ضعیف ہونا معلوم ہو اس میں بالکل ہم امتیوں کے محتاج ہیں کیونکہ کسی ایک راوی کو بھی اللہ یا رسول نے ثقہ یا ضعیف نہیں کہا ہے۔ (۲) مرادِ حدیث کہ اس حدیث میں جو قول یا فعل ذکر ہے وہ فرض ہے یا واجب یا سنت ہے ان احکام میں بھی مجتہدین (امتیوں) کے محتاج ہیں (۳) اگر احادیث میں تعارض آجائے تو اس تعارض کو رفع کرنے کے لیے ہم مجتہد کے مقلد ہیں

یہ ایک مغالطہ ہے کہ کتاب وسنت میں تمام احکام موجود ہیں اتنی بات تو صحیح ہے کہ تمام مسائل موجود ہیں لیکن بعض مسائل تنصیصاً (جو قرآن وسنت میں صراحۃً معلوم ہوں مجتہد وغیرہ مجتہد دونوں کو معلوم ہوں: ۱۲ صفدر) اور اکثر تعلیلاً (قرآن وسنت میں جو احکام مذکور ہیں ان سے علت نکالنا پھر وہ علت جہاں جہاں پائی جائے وہاں بھی وہی حکم ثابت کرنا تو وہ احکام تعلیلاً قرآن وسنت سے ثابت ہوں گے: ۱۲ صفدر)

مثلاً کتے کا جھوٹا ناپاک ہے یہ حدیث پاک میں صراحۃً مذکور ہے (دیکھئے مسلم کی حدیث قال رسول اللہ ﷺ طهور اناء احد کم اذا و لغ فیه الکلب ان یغسله سبع مراتٍ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی پاکی یہ ہے کہ اس برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے اور اسی کے ہم معنی حدیث بخاری میں بھی ہے تو معلوم ہوا کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے تبھی تو اس برتن کو جس میں کتا منہ ڈال دے دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور کتے کے جھوٹے کا ناپاک ہونا صراحۃً حدیث پاک سے معلوم ہوا: ۱۲ صفدر) لیکن گیدڑ، چیتا، لومڑی، شیر وغیرہ کے بارے میں کوئی نص نہیں البتہ اس حدیث (جو اوپر مذکور ہوئی) سے ایک علت تلاش کر لی گئی ہے وہ علت "سبعیت" ہے یعنی درندگی اب تمام درندوں کا حکم اس علت سے ثابت ہو گیا کہ ان کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔

مثلاً مکھی اگر پینے کی چیز میں گر جائے تو اس کا حکم صریح نص میں موجود ہے (دیکھئے قوله علیه السلام اذا وقع الذباب فی طعام احد کم فامقلوہ ثم انقلوہ فان فی احدیٰ جناحیه داءً و فی الاخرای دواءً : اصول شاشی صفحہ ۲۷ آپ ﷺ نے فرمایا جب مکھی گر جائے تم میں

سے کسی کے کھانے میں تو تم اس کو ڈبو کر نکال دو اس لئے کہ اس کے دو پروں میں سے ایک میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے پر میں دوا ہوتی ہے تو معلوم ہوا مکھی گرنے سے کھانا پاک ہی رہتا ہے: ۱۲ صفدر) لیکن مجتھد نے اس حدیث سے ایک علت تلاش کی کہ ہر وہ جانور جس کی رگوں میں دم مسفوح (دوڑنے والا خون) نہیں ہوگا اس کا حکم مکھی جیسا ہوگا اس علت سے چیونٹی، جگنو، مچھر، وغیرہ کا حکم معلوم ہوگیا کہ ان کے بھی کھانے کی چیز میں گرنے سے کھانا ناپاک نہیں ہوتا بلکہ پاک ہی رہتا ہے۔

علت کا استخراج (نکالنا) ہر آدمی کے بس کی بات نہیں جو علت کا استنباط (کھوج لگا کر نکالنا) کر سکتا ہے اس کو مجتھد کہتے ہیں اور جو خود اجتھاد نہیں کر سکتا وہ اس مجتھد کی راہنمائی میں کتاب وسنت کے اس حکم پر عمل کرتا ہے جو مجتھد نے علت کے ذریعہ تلاش کیا (آج کل اکثر مسلمان ایسے ہی ہیں کہ ان سے اگر کوئی کافر اسلام کی صداقت کے دلائل پوچھے تو وہ نہیں بتا سکتے وہ محض تقلیدی طور پر مسلمان ہیں اکثر نام نہاد اہل حدیث بھی ایسے ہیں تو اگر تقلید شرک ہے تو وہ اہل حدیث ہو کر بھی مشرک رہے: ۱۲ صفدر)

تاریخ تقلید:

تقلید اسلام میں پہلے دن سے جاری ہے۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں فروعی مسائل کے حل کے لیے تین طریقے ہوتے تھے (۱) ذاتِ اقدس ﷺ کہ جو لوگ آپکی خدمت میں حاضر ہوتے وہ براہِ راست آپ سے مسئلہ پوچھ لیتے (۲) اجتھاد جو لوگ آپ سے دور رہتے ان کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ پیش آتا تو اگر وہ مجتھد ہوتے تو اجتھاد کرتے جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل نے یمن میں اجتھاد کیا (۳) اگر وہ غیر مجتھد ہوتے تو وہ اپنے علاقہ کے مجتھد کی تقلید شخصی کرتے تھے جیسے اہل یمن حضرت معاذ بن جبل کی تقلید شخصی کرتے رہے۔ اور حضرت نبی پاک ﷺ کی وفات کے بعد پہلا طریقہ ختم ہوگیا اب دو ہی طریقے رہے مجتھدین اجتھاد کرتے تھے اور غیر مجتھدین اپنے علاقہ کے مجتھد کی تقلید شخصی کرتے تھے جب خیر القرون میں چاروں مذاہب مدون ہوگئے تو خیر القرون کے ختم ہونے پر علماء نے اجتھاد کے خاتمہ کا اعلان کردیا کیونکہ حدیث پاک کے مطابق اب جھوٹ کا غلبہ ہونے لگا تو یہ خطرہ ہونے لگا کہ جھوٹے مجتھد پیدا ہونا شروع ہو جائیں گے اور ہر ایک علاقہ میں مستقل فتنہ برپا ہو جائیگا اس لئے علماء

نے اتفاق کیا کہ اب اگر اجتھاد کی اجازت رہی تو نااہل لوگوں کے اجتھادات امت کے لیے دردِ سر بن جائیں گے کیونکہ مذاہب مکمل طور پر مدون موجود ہیں اس لئے اب انہی میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائیگی اب صرف تقلید ہی باقی رہ گئی۔ غیر مقلدین کا ہر مولوی جھوٹ بولتا ہے کہ تقلید خیر القرون کیبعد شروع ہوئی ہے اس لئے بدعت ہے حالانکہ یہ شروع نہیں ہوئی بلکہ باقی رہی ہے۔

اس کی مثال ایسے ہے جیسے دورِ نبوی میں جب سات لغات پر قرآن کی تلاوت ہوتی تھی اس وقت بھی لغتِ قریش پر تلاوت ہوتی تھی اس طرح حضرت صدیقؓ اکبر اور حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان کے ابتدائی دور میں سات لغات پر تلاوت رہی ان میں لغتِ قریش یقیناً شامل تھی، دورِ عثمانی میں سب کا اس پر اجماع ہوا کہ سات لغات (زبانوں) پر اب تلاوت کا باقی رہنا امت میں باعث فتنہ بن رہا ہے اور فتنہ کو شریعت بالکل پسند نہیں کرتی اس لئے اب لغتِ قریش پر تلاوت باقی رہے گی اس بات کو یوں بیان کرنا کہ لغتِ قریش پر تلاوت دورِ نبوی اور شیخین کے دور میں نہیں ہوتی تھی بلکہ دورِ عثمانی میں شروع ہوئی جیسے یہ ایک جھوٹ ہے اس طرح یہ کہنا کہ خیر القرون میں تقلید نہیں تھی خیر القرون کے بعد شروع ہوئی اس لئے بدعت ہے یہ بھی جھوٹ ہے اتنا بڑا جھوٹ شاید شیطان نے بھی نہ بولا ہو۔

تقلید کے متعلق غیر مقلدین سے سوالات:

(۱) کیا ائمہ اربعہ رحمھم اللہ کو تم منیب الی اللہ (اللہ پاک کی طرف رجوع کرنیوالا) مانتے ہو یا بے علم، بے عقل، بے ہدایت؟

(۲)۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ مشرکین اپنے آباء کی تقلید شخصی کرتے تھے ہرگز نہیں بلکہ غیر مقلدین کی طرح تقلید غیر شخصی کرتے تھے اگر وہ تقلید شخصی کرتے تھے تو ان کی نسبتیں کیا ہیں؟ قرآن وحدیث سے ثابت کریں۔

(۳) آپ بھی ایک آیت یا حدیث پیش کریں کہ اجماع کو ماننے والا دوزخی ہے اور اجماع کا منکر پکا اہل حدیث ہے؟

(۴) کیا آپ مشرکین کے آباء کو مجتھدین مانتے ہیں اگر مانتے ہیں تو ان کی فقہ اور اصول فقہ کا نام بتائیں؟

(۵) مشرکین عقائد کفریہ میں اپنے آباء کی تقلید کرتے تھے یا مسائلِ اجتہادیہ میں؟ کیا آپ مانتے ہیں کہ مشرکین کے آباء کو بھی خطاء پر ایک اجر ملتا تھا؟

(۶) غیر مقلدین قرآن وحدیث سے جواب دیں کہ اجماع کی کیا تعریف ہے؟ اجماع کن لوگوں کا معتبر ہے؟ اور بخاری کے اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونے پر اجماع کب ہوا؟ اور کہاں اور کن کا ہوا؟

(۷) صحاح ستہ والوں نے اپنی کتابیں وحی سے مرتب کیں یا استاذوں سے سن کر ان کے استاذان سے افضل تھے یا نہیں؟ پھر ان کے استاذوں کی کتابوں کو صحاح ستہ سے کیوں خارج کر دیا گیا؟

(۸) صحاح ستہ والے افضل تھے یا خلفائے راشدین؟ خلفاء راشدین کی کتابوں کو کس لیے صحاح ستہ میں شامل نہ کیا گیا؟

(۹) سات قاری افضل تھے یا خلفائے راشدین؟ کیا آپ کے خیال میں خلفائے راشدین کی قراءتوں کو سات قراءتوں سے خارج کر دیا گیا ہے تو کیوں؟

ضروری نوٹ:۔ یاد رہے کہ ہم ائمہ مجتہدین کو نہ خدا مانتے ہیں نہ رسول البتہ وہ واسطہ فی البیان یا واسطہ فی التفہیم ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کی بات ہم کو سمجھاتے ہیں ہم ان کو شارع نہیں مانتے بلکہ ان کو شارح مانتے ہیں جیسے **فاقرء وا ماتیسر من القرآن** (سورۃ مزمل: پڑھو قرآن سے جو تمہیں آسان ہو) میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے تو ہم اسی قراءت پر تلاوت کریں گے جس کی تلاوت یہاں متواتر ہوگی اسی طرح (مجتہد) کی اتباع کا حکم ہے، جس مجتہد کی فقہ یہاں متواتر ہوگی اور ہم اسی کی تقلید کریں گے۔

ہدایت کے اصول:۔

ہدایت کے دو ہی اصول ہیں۔ ۱۔اجتہاد ۲۔تقلید

یا تو خود دین سے پوری واقفیت ہو یا پھر جن کو واقفیت ہے ان سے پوچھ کر دین پر عمل کر لیا جائے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں **ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید** (سورۃ ق: اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے اندر دل ہے یا لگائے کان دل لگا کر) یعنی قرآن پاک سے وہ ہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں یا تو خود وہ صاحبِ دل، صاحبِ بصیرت ہوں یا

صاحبِ بصیرت کی بات پوری توجہ سے سننے والے ہوں۔ قبر میں پٹائی قیامت تک مسئلہ تقلید پر ہوگی (صحیح بخاری ۱۷۸/ج۱) اور حدیث پاک ہے **لا دریت ولا تلیت** کہ فرشتے منافق، یا کافر کو کہیں گے کہ نہ تو کسی کی تقلید کی اور نہ ہی تو نے سمجھ بوجھ پیدا کی۔ اور قبروں سے اٹھ کر روتے ہوئے دوزخ کو جا رہے ہوں گے اور پکار رہے ہوں گے **لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحب السعیر** (سورۃ الملک اگر ہم سنتے (تقلید کرتے) یا سمجھ بوجھ رکھتے تو آج جہنم والوں میں نہ ہوتے) انبیاء علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صفات سے نوازا ہے لیکن ان کے بنیادی اوصاف دو ہی ہیں۔

۱۔نذیر (ڈرانے والا) ہونا ۲۔بشیر (ایمان والوں کو جنت کی خوش خبری سنانے والا) ہونا۔

صفتِ نذیر میں ان کے وارث فقہاء ہیں چنانچہ سورۃ التوبہ کے آخر میں ہے **لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون.** (چاہیے کہ وہ سمجھ بوجھ حاصل کریں دین میں اور چاہیے کہ وہ ڈرائیں اپنی قوم کو جب وہ لوٹیں ان کی طرف تاکہ وہ ڈر جائیں)۔

اسی لئے امام سرخسی رحمۃ اللہ اپنی کتاب "مبسوط" کے خطبہ میں ہی فرماتے ہیں **الحمد للہ الذی جعل ولایۃ الانذار للفقہاء بعد الانبیاء** یعنی سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ڈرانے کی ذمہ داری کو فقہاء کے لیے بنایا ہے انبیاء کے بعد:

صفت بشیر میں ان کے وارث اولیاء کرام ہیں سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ اولیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں **لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ** یعنی ان کے لیے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور احادیث میں ہے **لم یبق من النبوۃ الا المبشرات** (مسند ابی یعلی بحوالہ فتح الباری ص ۳۸۳ جز ۲۸ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا نبوت سے نہیں باقی رہی کوئی چیز مگر مبشرات یعنی نیک خواب) صراط مستقیم پر چلنے کے لیے بنیادی طور پر دو ہی چیزوں کی ضرورت ہے ۱۔علم صحیح ہو ۲ ہمت اور ارادہ مضبوط ہو، علم صحیح فقہاء سے ملتا ہے۔ ہمت اور ارادہ اللہ والوں کی خدمت سے نصیب ہوتا ہے۔ (اسی لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ والوں کی جوتیاں سیدھا کریں ان کا نام اور فقہاء کرام کا نام انتہائی ادب سے لیں اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی ہے: ۱۲صفدر)

گمراہی کے اصول:

جس طرح ہدایت کے دو اصول ہیں (جن کا اوپر تذکرہ ہوا: ۱۲ صفدرؔ) اسی طرح گمراہی جتنی پھیل جائے اس کے دو ہی اصول ہوتے ہیں ا۔ الحاد، ۲۔ بدعت:

الحاد: کہتے ہیں دین کے ثابت شدہ مسائل کا انکار کرنا:

بدعت: کہتے ہیں غیر دین کو دین سمجھ لینا اسی لئے صراطِ مستقیم کے بعد مغضوبین اور ضالین کا ذکر ہے۔

جس طرح راہِ حق پر رہنے کے لیے منعم علیہم یعنی رہبروں کی تقلید ضروری ہے اسی طرح راہزنوں سے بچنا بھی ضروری ہے۔

ہدایت منعم علیہم (جن کے اوپر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے وہ چار قسم کے لوگ ہیں ا۔ انبیاء، ۲۔ صدیقین، ۳۔ شہداء، ۴۔ صالحین: ۱۲ صفدرؔ) کی تقلید میں ہے۔

گمراہ ہونے والا آیا تو ان چار قسم کے لوگوں کا گستاخ ہو جائے گا جیسے یہودی انبیاء اور اولیاء کے گستاخ تھے ان کو مغضوبین (جن پر اللہ پاک کا غصہ نازل ہوا) کہتے ہیں یا منعم علیہم کے بارے میں غلو کرے گا جیسے عیسائیوں نے اپنے نبی کو خدا ہی بنالیا یا اپنے پیروں، پادریوں کو ارباباً من دون اللہ قرار دے دیا ان کو ضالین (گمراہ ٹولہ) کہتے ہیں۔ ملحدین کا سارا سرمایہ چند شبہات ہوتے ہیں جن کو وہ تحقیق کے نام پر پھیلاتے ہیں، کوئی انبیاء علیہم السلام کے خلاف شبہات پھیلاتا ہے، کوئی احادیث کیخلاف، کوئی صحابہؓ کیخلاف، کوئی اہلِ بیتؓ کیخلاف، کوئی فقہاءؒ اور مجتہدینؒ کیخلاف، کوئی صوفیاءؒ کرام کے خلاف۔

اہل بدعت کا سارا سرمایہ چند شہوات ہیں وہ ان شہوات کو پورا کرنے کیلئے دین میں نئے، نئے عقائد و اعمال نکالتے رہتے ہیں۔

قرآن پاک میں پہلے مغضوبین کا ذکر فرمایا پھر ضالین کا اگر چہ یہ دونوں فرقے گمراہ ہیں لیکن مغضوبین کی گمراہی سخت تر ہے اس لئے سورۃ بقرہ رکھی گئی جو یہود کے رد میں ہے اور دوسرے نمبر پر آل عمران جو عیسائیوں کے رد میں ہے حدیث پاک میں اہلِ بدعت کو کتے فرمایا (الصواعق المحرقہ)۔ اور ملحدین کو باؤلے کتے فرمایا۔

علماء نے لکھا ہے کہ مغضوبین کی گمراہی ضالین کی گمراہی سے سخت تر ہے کیونکہ مغضوبین کی گمراہی کا مدار اللہ والوں یعنی منعم علیہم کی شان کی گستاخی پر ہے اور اللہ والوں کی شان میں ادنیٰ گستاخی بھی جائز نہیں۔ اور اہل بدعت کا مدار اللہ والوں کی محبت کے غلو پر ہے جبکہ اللہ والوں کی اصل محبت نہ صرف جائز بلکہ واجبات میں سے ہے حدیث پاک میں آتا ہے **من احب للہ و ابغض للہ واعطی للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان** (ابوداؤد: جو محبت کرے اللہ کی رضا کے لیے اور بغض رکھے اللہ کی رضا کے لیے اور دے اللہ کی رضا کے لیے اور روکے اللہ کی رضا کے لیے پس تحقیق اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا) عین ممکن ہے کہ ان کی محبت نقطہ اعتدال پر آجائے اور ان کو ہدایت نصیب ہو جائے۔ مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بہت سے بدعتی تبلیغی جماعت سے جُڑ کر یا کسی طریقہ سے قریب ہو کر ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ لیکن غیر مقلدین آگے ہی بڑھتے ہیں یا منکرین حدیث ہو جاتے ہیں یا قادیانی وغیرہ اس لیے مغضوبین کی مثال علماء نے جلی ہوئی روٹی سے دی ہے آپ اس پر سو مرتبہ گھی لگائیں، شہد لگائیں، مربے ساتھ رکھیں لیکن اس کی اصلاح نہیں ہوسکتی اہلِ بدعت کی مثال کچی روٹی سے دی ہے اس کو اگر دوبارہ آگ پر رکھا جائے تو اس کی اصلاح ممکن ہے ویسے الحاد، بدعت دونوں گناہ ایسے ہیں کہ ان کے بعد عادۃً ہدایت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ گار گناہ سمجھے تو امکان ہے کہ وہ کسی وقت اس سے توبہ کرلے جیسے بیمار جس بیماری کو بیماری سمجھے گا تو وہ کسی وقت بھی اس کا علاج شروع کرسکتا ہے لیکن اگر بیمار بیماری ہی کو صحت سمجھے اور تندرستوں کو بیمار سمجھنے لگے تو اس سے علاج کی توقع نہیں رہتی۔

بدعت ایسا گناہ ہے جو نیکی کا لبادہ اوڑھ کر آگئی ہے بدعتی کے تصور میں بھی یہ بات نہیں ہوتی کہ وہ کوئی گناہ کررہا ہے بلکہ اس نے اس کا نام "حبِ اولیاء اللہ" اور "عشقِ رسول اللہ" رکھا ہے تکمیل ایمان کے لئے نہایت ضروری ہے تو جب بدعتی اس گناہ کو بہت بڑی نیکی بلکہ ایمان کی بنیاد سمجھتا ہے تو وہ کب توبہ کی طرف آئے گا؟ اسی طرح ملحد...... جب فقہ کا انکار کرتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ فقہاء معصوم نہیں تھے اس لئے ان سے کتاب وسنت کے فہم میں غلطیاں ہوئیں لیکن وہ ملحد (فقہ کا انکار کرنیوالا) اپنی سوچ کو عین نبی کی سوچ اور **معصوم عن الخطاء** سمجھتا ہے اس لئے وہ اس پر

کبھی نظرِ ثانی کرنے کو تیار نہیں ہوتا اور جب وہ حدیث کا انکار کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو "اہلِ قرآن" کہتا
ہے قرآن سے جو اس نے سمجھا وہ یہ نہیں کہتا ہے کہ یہ میری سمجھ ہے بلکہ اس کو "اللہ کی سمجھ" سمجھتا ہے اس
لئے وہ کبھی غور ہی نہیں کرتا کہ کہیں میری ہی سمجھ میں غلطی نہ ہو اس لئے اس پر ہدایت کا دروازہ بند ہو
جاتا ہے اس لئے حدیث میں آتا ہے بل ائتمروا بالمعروف و تناھوا عن المنکر حتی
اذا رئیتَ شحاً مُطاعاً و ھوًی مُتّبعاً و دنیا مُؤثَرَۃً و اعجاب کل ذی رای برایہ و رایت
امرًا لا بد لک منہ فعلیک نفسک و دَع امر العوام (ترمذی، ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ شریف
صفحہ۴۳۷ باب الامر بالمعروف: آپ ﷺ نے اپنے ایک صحابی ابو ثعلبہؓ سے فرمایا تم نیکی کا حکم کرتے رہو
اور برائی سے منع کرتے رہو یہاں تک کہ جب تو دیکھے کہ بخل کی تابع داری کی جارہی ہے اور خواہشات
کی اتباع کی جارہی ہے اور دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے کو اچھا سمجھ رہا ہے اور تو
دیکھے ایسا کام جس سے تیرے لئے کوئی چارہ کار نہ ہو تو تجھ پر اپنی ذات کو پکڑنا لازم ہے اور تو چھوڑ دے
عوام کے معاملہ کو۔ تو اپنی ہی خود رائی پر اعجاب یعنی اس کو اچھا سمجھنا غیر مقلدیت اور الحاد ہے اللہ تعالیٰ
اس سے ہماری حفاظت فرمائیں: ۱۲صفدر)

اہم فائدہ: غیر مقلدین اور منکرین حدیث وغیرہ اکثر یہ کہا کرتے ہیں کہ میں فلاں مفتی
صاحب کے پاس گیا وہ مجھے مطمئن نہیں کر سکے، مجھے تسلی بخش جواب نہیں دے سکے اس کا یہ مطلب نہیں
کہ اہل سنت کے دلائل کمزور ہیں اگر وہ مطمئن نہیں ہوتے تو اس کی اصل وجہ اور ہے وہ یہ ہے کہ جب
ایک آدمی غیر مقلد ہوتا ہے تو فوراً ائمہ مجتہدین اور صحابہ کرامؓ اور ان احادیث کے بارے میں جو ان کے
خلاف ہوں گستاخیاں کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور حدیث قدسی میں ہے من عادلی ولیاً فقد اذنتہ
بالحرب (بخاری۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو آدمی میرے ولی کے ساتھ دشمنی رکھے گا تو میرا اس کے
ساتھ اعلانِ جنگ ہے) اللہ کے ولی سے دشمنی رکھنے سے اللہ پاک کو کتنا غصہ آتا ہے حتی کہ اللہ پاک لڑائی
کے لیے اعلان کرتے ہیں تو جب ایک غیر مقلد ائمہ مجتہدین (جو کہ اولیا کرام ہیں) کے بارے میں
بکواس کرتا ہوگا اور گستاخی کرتا ہوگا تو اس وقت اللہ پاک کو اس پر کتنا غصہ آتا ہوگا اس غیر مقلد سے بھی

زیادہ بد بخت دنیا میں کوئی اور ہوگا جس سے خدا تعالیٰ لڑائی کے لیے تیار ہوں؟ اللہ ائمہ مجتہدین کی
گستاخیوں سے محفوظ فرمائے آمین ثم آمین: ۱۲صفدر) تو جب اس نے گستاخیاں کر کے خدا سے جنگ
مول لی ہے اب مفتی صاحب اس عذاب سے کیسے بچا سکتے ہیں؟ اور اس کو کیسے مطمئن کر سکتے ہیں؟ اللہ
تعالیٰ سے جنگ کی وجہ سے وہ کبھی بھی مطمئن نہیں ہوگا۔

بدعت کی مثال:

بدعت کی مثال خود رو جڑی بوٹیوں کی سی ہے۔ جیسے گندم تو زمین دار گھر سے لے گیا اور کھیت
میں بُو آیا لیکن کھیت میں صرف گندم ہی نہیں اُگی بلکہ اس میں خود رَو جڑی بوٹیاں اُگ آئیں۔ یہ بھی یاد
رہے کہ گندم تو ساری دنیا میں ایک ہی قسم کی ہوا کرتی ہے۔ لیکن خود رَو جڑی بوٹیاں ہر علاقہ کی الگ الگ
ہوتی ہیں۔ جو جڑی بوٹیاں سرحد میں ہیں پنجاب والے ان کا نام تک نہیں جانتے اسی طرح سنت تو پوری
دنیا میں ایک ہی ہوتی ہے لیکن بدعات، رسومات ہر علاقہ کی الگ الگ ہوتی ہیں بلکہ بعض اوقات ایک
ہی علاقہ میں ہر خاندان کی بدعات الگ الگ ہوتی ہیں۔ بعض جڑی بوٹیاں تو زہریلی ہوتی ہیں بعض
جڑی بوٹیاں اگرچہ بذات خود بے ضرر معلوم ہوں لیکن زمین کی قوت کھینچ کر فصل کو کمزور کرتی ہیں اس
لیے زمیندار خود رو جڑی بوٹیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں تا کہ فصل کمزور نہ ہو اسی طرح بدعات
کی مثالیں ہیں۔ فقہاء کے ہاں بدعت کلی مشکک ہے اس کا ادنیٰ درجہ کراہت کا ہے جیسے التزام
مالایلزم الشارع (جس کو شارع علیہ السلام نے ضروری اور لازمی قرار نہیں دیا بلکہ اس کے کرنے میں
اختیار ہے اس کو ضروری اور لازمی سمجھنا: ۱۲صفدر) اور تخصیص مطلق (یعنی ایک مطلق حکم ہے اس کو خاص
کر دینا: ۱۲صفدر) اور بعض بدعات حد کفر تک پہنچ جاتی ہیں جیسے آپ ﷺ کی بشریت کا انکار وغیرہ:۔

ایصالِ ثواب کے لیے کوئی دن مقرر نہیں:

قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وربک یخلق مایشاء ویختار (سورۃ قصص:
اور تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے پسند کرتا (چنتا) ہے) اس آیت میں جس طرح
یہ ہے کہ خلق (پیدا کرنا) اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اسی طرح اس آیت میں یہ بھی ہے کہ ایک کو

دوسرے پر ترجیح دینا یہ بھی خدا کے ساتھ خاص ہے جیسے ساری زمینوں کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں اسی طرح خانہ کعبہ کو ساری زمینوں سے زیادہ شان دینا یہ بھی خدا کے اختیار میں ہے، جس طرح بارہ مہینوں کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں مگر رمضان شریف کو ان مہینوں سے خاص امتیاز عطا فرمادیا یہ بھی اس کے اختیار میں ہے اب ساری دنیا مل کر کسی اور مہینے کو یہ امتیاز نہیں دے سکتی ہفتہ کے ساتوں دن اللہ تعالیٰ ہی نے بنائے ہیں لیکن ان میں سے جمعہ کے دن کو چن لیا۔ سال کی سب راتیں اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمائی ہیں لیکن لیلۃ القدر کو خاص شرف عطا فرمایا: معلوم ہوا کہ کسی دن کو دوسرے دنوں پر ترجیح دینا یا کسی خاص مہینے کو دوسرے مہینہ پر ترجیح دینا یہ شریعت کے اختیار میں ہے نہ کہ طبیعت کے اختیار میں اسی لیے ایصال ثواب کے لیے دنوں وغیرہ کا مقرر کرنا یہ شریعت سازی اور بدعت ہے یہ کسی بندے کے اختیار میں نہیں اس طریقہ سے احکام شرعیہ کی درجہ بندی کا حق شریعت کو ہے نہ کہ کسی اور کو

الحاد کی مثال:

الحاد کی مثال کیڑوں کی ہے جو فصلوں کو برباد کرتے ہیں بعض کیڑے پھول، پھل وغیرہ کو برباد کرتے ہیں جیسے ایصال ثواب کا انکار کرنے والے۔ اور بعض کیڑے شاخوں کو کاٹتے ہیں اور بعض جڑوں کو کاٹتے ہیں کسی کیڑے کا نام مودودی ہے، کسی کا نام طاہر القادری ہے، کسی کا نام احمد سعید چتروڑگڑی، کسی کا نام ابو الخیر اسدی ہے، کسی کا عثمانی، کسی کا مرزا قادیانی، کسی کا عبدالحق بنارسی، نذیر حسین دھلوی، کسی مرزا قادیانی ہے، کسی کیڑے کا نام خمینی ہے وغیرہ وغیرہ۔

جس طرح بدعت کلی مشکک ہے اسی طرح الحاد بھی کلی مشکک ہے کچھ لوگ ضروریات حنفیت کا انکار کرتے ہین وہ حنفیت سے خارج ہو گئے، کچھ لوگ ضروریات اہل سنت کا انکار کرتے ہیں وہ اہل سنت سے خارج ہو گئے جیسے مودودی، غیر مقلدین وغیرہ کچھ لوگ ضروریات دین کا انکار کرتے ہیں وہ دین ہی سے خارج ہو گئے جیسے قادیانی، پرویزی وغیرہ:۔

تمام گمراہیوں کا علاج:

ان سب گمراہیوں کا علاج فقہ اسلامی ہے کیونکہ فقہ کی بنیاد چار دلائل پر ہے 1۔ کتاب اللہ

یعنی قرآن پاک 2۔ سنت رسول اللہ ﷺ 3۔ اجماع امت 4۔ قیاس:۔ فقہ کی کتب میں ان چاروں دلیلوں سے کئی مسائل ثابت ہیں ان کو نہایت آسان اور عام فہم تربیت میں بیان کر دیا گیا ہے اس لئے جو مسئلہ کتب فقہ میں مذکور نہیں وہ دینی مسئلہ نہیں ہو سکتا اگر کوئی شخص ایسے مسئلہ کو دین بنا رہا ہے تو وہ بدعت ہے اگر وہ قرآن کا نام لے کر اس بدعت کو ثابت کرنا چاہتا ہے تو وہ قرآن پاک پر جھوٹ بول رہا ہے اور اگر وہ حدیث کا نام لے کر اس بدعت کو ثابت کرنا چاہتا ہے تو وہ حدیث پر جھوٹ بولتا ہے۔ اس لیے بدعت سے بچنے کے لیے فقہاء کی تقلید ایک محفوظ اور مضبوط قلعہ ہے۔

مثال کے طور پر نماز کے آخری التحیات میں درود پڑھنا ہے بیٹھ کر۔ اس کا سنت ہونا کتب فقہ میں مصرح ہے۔ اور نمازِ جنازہ میں درود پڑھنے کا حکم بھی ہے کھڑے ہو کر پڑھنا سنت ہے یہ بھی صراحۃً فقہ میں موجود ہے لیکن اذان سے پہلے درود پڑھنے کا حکم فقہ میں مذکور نہیں۔

سوال: کیا در مختار صفحہ نمبر ۲۶۴ ج ۱ میں مذکور ہے کہ بعد از اذان سلام بدعت حسنہ ہے؟

جواب: بعد از اذان سلام صلاح الدین ایوبیؒ نے شروع کرا دیا تھا کیونکہ ان کی حکومت سے قبل شیعہ فاطمی کی حکومت تھی اور وہ بعد از اذان صحابہ کرامؓ پر تبرا کرتے تھے تو اس کے رد میں صلاح الدین ایوبیؒ نے تسلیم (سلام پڑھنے) کا حکم دیا تھا تاکہ خلفاء پر تبرا ختم ہو جائے۔

فقہ اور خیر (بھلائی) لازم وملزوم:

فقہ خیر (بھلائی) کے ساتھ لازم ہے یعنی یہ دونوں لازم وملزوم ہیں کیونکہ فقہ کے چار دلائل ماخذ ہیں۔ 1۔ قرآن پاک:۔ اس کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا خیر کم من تعلم القرآن و علمه (بخاری: تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے) اس حدیث میں قرآن کے سیکھنے اور سکھانے کو خیر (بھلائی) کہا گیا ہے۔ 2۔ سنت رسول اللہ ﷺ:۔ سنت کے بارے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا خیر الهدی هدی محمد صلی الله علیه وسلم (مسلم شریف۔ بحوالہ مشکوٰۃ ص نمبر ۲۷: بہترین طریقہ (سنت) حضور ﷺ کا ہے) اس حدیث میں سنت کو خیر کہا گیا۔ 3۔ اجماع امت: اس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا ید الله علی الجماعة

(ترمذی: اللہ کا ہاتھ (مدد) جماعت پر ہوتی ہے) اجماع میں بھی صلحاء اتقیا کی جماعت ہوتی ہے اس لیے ان پر بھی مدد آئے گی جو ان کے خیر ہونے کی دلیل ہے۔ ۴۔ قیاس واجتہاد:۔ حضرت معاذ بن جبل والا واقعہ ذہن میں ہو جن کو حضور ﷺ نے یمن کی طرف روانہ فرمایا تھا (ابوداؤد، ترمذی) حضرت معاذؓ کے جواب پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا الحمد للہ تو خلاصہ یہ ہوا کہ فقہ خیر ہی خیر ہے کیونکہ اس کا ماٰخذ خیر ہیں تو یہ بھی خیر ہوئی (اور جو فقہ کا انکار کرتا ہے درحقیقت وہ ان چاروں دلائل کا انکار کرتا ہے اور ان چاروں دلائل کے انکار کرنے والے کے لیے خیر کہاں مقدر ہو سکتی ہے وہ شر ہی ہو سکتا ہے اور اس کے لیے شر (برائی) ہی مقدر ہوگا اور عقلمند خود ہی سوچ لے اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ ۱۲ صفدر)

غیر مقلدین کے چھ نمبر:

(جس طرح تبلیغی جماعت کے چھ نمبر ہیں ان کی ساری تبلیغ کا دارومدار وہ ہی چھ نمبر ہوتے یں ان کے امیر کی ہدایات بھی چھ نمبروں کے اندر رہنے کی ہوتی ہے اسی طرح غیر مقلدین کے بھی چھ نمبر ہیں جو ان کے ورغلانے کے طریقے ہیں ان چھ نمبروں کو بغور پڑھ کر ذرا سوچیں کہ کیا اللہ یا رسول کا طریقہ یہی ہوتا تھا؟ کیا اسی کا نام دین ہے اور اللہ و رسول کی تابع داری ہے؟ اللہ تعالیٰ دین کو صحیح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے ذیل میں غیر مقلدین کے چھ نمبر لکھے جاتے ہیں جو استاذؒ محترم نے بتائے ہیں: ۱۲ صفدر)۔

۱۔ عام چیزوں کے بارے میں حدیث کا سوال مثلاً جو دیکھو اور پوچھو یہ کس حدیث میں آیا ہے؟

۲۔ اگر حنفی ایسے کاموں کی احادیث کا تم سے مطالبہ کریں تو فوراً کہیں کہ منع والی حدیث دکھاؤ؟

۳۔ اگر حنفی منع والی حدیث دکھا دیں تو تم ان سے کہو کہ ہم صرف صحاح ستہ کو مانتے ہیں اور صحاح ستہ کے علاوہ کسی اور کتاب کی حدیث کو نہیں مانتے (جس طرح شیعے چند صحابہؓ کے علاوہ کسی کو نہیں مانتے نعوذ باللہ باقیوں کو مرتد کہتے ہیں: ۱۲ صفدر)

۴۔ اگر حنفی تمہیں انہیں چھ کتب سے حدیث دکھا دیں تو فوراً شرط لگاؤ مثلاً "لفظِ منسوخ" دکھاؤ؟ ایک آدمی نے مجھ (استاذِ محترمؒ) سے کہا کہ رفع یدین کا نسخ دکھاؤ میں نے عرض کیا کہ اٹھارہ جگہ کا تم دکھا دو باقی کا ہم دکھا دیں گے آج تک وہ نہیں آیا کیونکہ حدیث میں اٹھائیس جگہ رفع یدین آیا ہے اور یہ غیر

مقلدین دس جگہ رفع یدین کرتے ہیں۔

۵۔ اگر حنفی وہ خاص لفظ دکھا دیں تو پھر پورے زور سے تین دفعہ کہو یہ ضعیف ہے، ضعیف ہے، ضعیف ہے۔

۶۔ جو دین کا کام نہیں کر رہا اس کو کچھ نہیں کہنا مثلاً بے نماز کو نمازی نہیں بنانا اور جو پڑھتا ہوا سے کہنا ہیکہ تیری نماز نہیں ہوئی، نہیں ہوئی، نہیں ہوئی۔

سوالات مع جوابات:

سوال:۔ غیر مقلدیت کیا ہے؟

جواب: سلف صالحین (گزرے ہوئے بزرگوں) سے بدگمانی اور سلف پر بدزبانی۔

سوال:۔ غیر مقلدین کا حدود اربعہ کیا ہیں؟

جواب: سر ابن حجر والا اور زبان ابن حزم والی۔

سوال:۔ ان کی حیثیت کیا ہے؟

جواب: بانسری کی مثال باد مخالف سے۔

مسئلہ قراءۃ خلف الامام اور ابوداؤد:

غیر مقلدین کے دلائل دو قسم کے ہیں ۱۔ صحیح غیر صریح یعنی مقتدی کی صراحت نہیں ہے۔ ۲۔ صریح غیر صحیح

پہلی قسم صحیح غیر صریح:

حضرت ابوسعید خدریؓ (دیکھیے ابوداؤد ص۱۲۵ ج۱ پر باب من ترک القراءۃ فی صلوتہ کی پہلی حدیث)، حضرت ابو ہریرہؓ (دیکھیے مذکورہ باب کی دوسری، تیسری، چوتھی حدیث) اور حضرت عبادہ بن صامت سے حدیث آئی ہے کہ جس نماز میں فاتحہ اور کچھ قرآن نہ پڑھا جائے وہ نماز نہیں ہوتی یعنی وہ ناقص ہے (دیکھیے مذکورہ باب کی پانچویں حدیث) غیر مقلد یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے پاس حدیث ہے اور حنفی خلاف حدیث قیاس کرتے ہیں پہلے یہی بات ان سے لکھوالیں کہ کس حنفی نے یہ کہا کہ اس مسئلہ میں ہم نے حدیث کے خلاف قیاس کیا ہے اس کا حوالہ دو ورنہ لکھ دو کہ ہم نے بات ہی جھوٹ سے شروع کی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہم پوری حدیث مانتے ہیں اور یہ (غیر مقلدین) ادھوری حدیث مانتے ہیں

نمازی سورۃ فاتحہ کے بعد بھی کچھ قرآن پڑھتے ہیں اس کے بارے میں حدیث میں ہے کہ جو فاتحہ کے علاوہ کچھ قرآن نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی جبکہ غیر مقلدین اس حدیث کے خلاف کہتے ہیں کہ اس کی نماز ہو جاتی ہے ان سے ہمارا مطالبہ یہی ہے کہ وہ ایک صحیح حدیث دکھادیں جس میں حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہو کہ جو نماز میں فاتحہ کے علاوہ کچھ قرآن نہ پڑھے اس کی نماز ہو جاتی ہے یہ لوگ قیامت کی صبح تک ایسی حدیث نہیں دکھا سکتے (پہلے یہ تحریر ہوجائے کہ مخالف حدیث حنفی ہیں یا غیر مقلد؟ ۱۲ صفدر)۔

نماز نہ ہونے کے دو مطلب ہیں:

۱۔ نماز بالکل نہیں ہوتی ۲۔ ناقص ہوتی ہے، یعنی اس میں کمی آجاتی ہے۔

غیر مقلد کہتے ہیں کہ جس نماز میں فاتحہ نہ پڑھی جائے اس کے نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی نماز باطل ہے حنفی کہتے ہیں کہ نماز ناقص ہے یہ عین فرمانِ رسول ہے۔ آپ ﷺ نے تاکیداً فرمایا کہ وہ نماز ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے، چوتھی مرتبہ ارشاد فرمایا نا تمام ہے لیکن غیر مقلدین اس کو نہیں مانتے۔ حدیثِ پاک میں نماز نہ ہونے کا ذکر دو چیزوں کے بارے میں کیا گیا ہے فاتحہ اور مَــا زَادَ۔ ہم دو جگہ ایک ہی مطلب بیان کرتے ہیں کہ فاتحہ بھی واجب ہے اور کچھ مَازَاد بھی غیر مقلد کہتے ہیں فاتحہ فرض ہے مَازَاد فرض نہیں ان سے یہ پوچھنا چاہیے کہ فاتحہ آپ کے ہاں ہر نماز میں فرض ہے یا ہر رکعت میں فرض ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر رکعت میں فرض ہے تو پھر ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ پھر آپ ایسی حدیث دکھائیں لا رکعة الا بفاتحة الکتاب غیر مقلدین سے یہ بھی پوچھا جائے گا کہ آپ لوگ جو فاتحہ کے لیے حکم فرض اور مــا زاد کے لیے حکم مستحب مانتے ہیں یہ کس آیت یا کس حدیث میں ہے؟ یا کسی امتی کی تقلید میں کہتے ہیں؟

قرآن پاک کی کل سورتیں ایک سو چودہ ہیں اللہ پاک کے نبی مکمل دین بتانے آئے تھے اس لیے آپ نے مکمل دین کا مسئلہ سمجھایا یا فاتحہ کا بھی؟ اور باقی قرآن کا بھی؟ لیکن غیر مقلد ایک سو چودہ سورتوں میں سے صرف ایک سورۃ کا حکم بتاتے ہیں اور ایک سو تیرہ کا حکم چھپاتے ہیں اتنا بڑا اکتمان (چھپانا) تو یہود سے بھی ثابت نہیں۔ غیر مقلدین یہ کہا کرتے ہیں کہ جو شخص یہ بات کہے یہ حدیث "لا صلوٰۃ" اکیلے نمازی کے لیے ہے وہ حدیث کا منکر ہے لیکن حدیث کے راوی سفیان بن عیینہ تبع تابعین

میں سے ہیں اس نے خود کہا کہ یہ حدیث اکیلے نمازی کے لیے ہے: اب ہمارا غیر مقلدین سے سوال یہ ہے کہ جس حدیث کی سند کا راوی منکر حدیث ہو کیا وہ صحیح حدیث ہو سکتی ہے؟

دوسری قسم صریح غیر صحیح:

اس حدیث کو "عن" سے روایت کر رہا ہے اور غیر مقلدین کے ہاں ایسی حدیث ضعیف ہے مکحول کے ابوداؤد میں پانچ شاگرد ہیں (۱)۔ محمد ابن اسحاق (۲)۔ زید ابن واقد (۳)۔ ابن جابر (۴)۔ سعید ابن عبدالعزیز (۵)۔ عبداللہ ابن العلاء آخری تین شاگرد سندیوں بیان کرتے ہیں مکحول عن عبادہ اور مکحول کی حدیث عبادہؓ سے مرسل ہے (میزان الاعتدال ۱۷۷ ج ۴) چوتھا شاگرد زید بن واقد سندیوں بیان کرتا ہے مکحول عن نافع بن محمود: یہ نافع بن محمود مستور الحال ہے (تقریب التہذیب ۳۵۵ میزان الاعتدال ۲۴۲ ج ۴) اور یہ چاروں شاگرد حدیث کے آخر میں جملہ تعلیلیہ "فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بھا" بھی بیان نہیں کرتے بلکہ جملہ استثنائیہ پر حدیث کو ختم کر دیتے ہیں۔

ان چاروں کی ضعیف روایت سے بھی زیادہ سے زیادہ فاتحہ کی اباحت نکلتی ہے جیسے آپ ﷺ نے بچی کو اٹھا کر نماز پڑھی، نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھول لینا۔ اور نافعؒ طبقہ ثالثہ کا راوی ہے جو کبار تابعین کا طبقہ ہے اکثر صحابہؓ کی زیارت کی ہے انہوں نے عبادہ بنؓ صامت پر امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے پر اعتراض کیا: اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ اور کبار تابعین کے دور میں کوئی یہ جانتا بھی نہ تھا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہیے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ حضرت عبادہؓ نے بھی دوبارہ نافعؒ کو نماز پڑھنے کا نہیں فرمایا اور حضور ﷺ کے سامنے بھی صرف بعض نے قراءۃ کا اقرار کیا اور وہ بھی "اِنَّا نَصْنَعُ" کے لفظ سے باقی جنہوں نے نہیں پڑھی تھی ان کو نماز دھرانے کا حضور ﷺ نے حکم نہیں فرمایا تھا

اور یہ بھی ایک مسلمہ قانون ہے کہ نہی کے بعد استثناء مقید اباحت ہوتا ہے کیونکہ نہی وضع حرمت کے لیے ہے اور استثناء کے بعد اسکا ادنیٰ درجہ تو یقیناً ثابت ہو جائیگا لیکن استحباب وسنیت اور فرضیت کے لیے زائد قرینوں کی ضرورت پڑے گی قرآن پاک میں ہے ولکن لا تواعدوھن سرًا الا ان تقولوا قولا معروفا (سورۃ بقرہ: لیکن ان سے نکاح کا وعدہ نہ کرو چھپ کر مگر یہی کہ کہہ دو کو

ئی بات رواج شریعت کے موافق) یہاں "لا تواعدوھنّ" میں نہی ہے اور "قولاً معروفاً" کا
استثناء ہے تو عدت والی عورت کو قول معروف کہنے کی صرف اباحت ہے نہ مستحب ہے، نہ سنت، نہ فرض:
یہ بات عام بچے بھی سمجھتے ہیں مثلاً ایک بچہ سکول جاتا ہے اور سکول کی چھٹی کے بعد اپنے دوستوں کے
ساتھ ان کے گھروں میں چلا جاتا ہے والدین اس کی تلاش میں پریشان رہتے ہیں اب والد اسے کہتا ہے
کہ خبردار سکول کی چھٹی کے بعد کسی کے گھر نہیں جانا ہاں مگر خالہ کے گھر تو بیوقوف بچہ بھی یہ نہیں سمجھے گا کہ
جس طرح ہر روز سکول جانا ضروری ہے اسی طرح خالہ کے گھر بھی جانا ضروری ہے بلکہ وہ صرف یہ سمجھے گا
کہ خالہ کے گھر جانے کی اجازت ہے کہ اگر چلا گیا تو پٹائی نہ ہوگی اسی طرح اس حدیث سے زیادہ سے
زیادہ فاتحہ خلف الامام کی اجازت نکلتی ہے نہ کہ استحباب ووجوب وغیرہ۔

محمد ابن اسحاق اور اس کی سند کے بارے میں وضاحت:

(مکحول کے پانچ شاگرد تھے ان میں سے پہلا شاگرد محمد ابن اسحاق ہے باقی چار کا تذکرہ گزر
چکا ہے اب اسکی اور اس کی سند کے بارے میں وضاحت سنئے: ۱۲ صفدر) محمد ابن اسحاق نے سند یوں
بیان کی ہے۔ **مکحول عن محمود ابن ربیع عن عبادۃؓ ابن صامت قال کنا خلف
رسول ﷺ فی صلوٰۃ الفجر فقرء رسول اللہ ﷺ فثقلت علیه القراء فلما فرغ
قال لعلکم تقرئون خلف امامکم قلنا نعم هذا یا رسول اللہ ﷺ قال لا تفعلوا الا بفا
تحة الکتاب فانه لا صلوٰۃ لمن لم یقراء بها** (ابوداؤد ۱۲۶/ج ۱) محمد ابن اسحاق نے سند سے
نافع بن محمود کو نکال دیا اور جو گفتگو نافع کے ساتھ عبادہؓ کی ہوئی تھی اس کو بھی رخصت کر دیا اور سند میں محمود
بن ربیع لگا دیا جو اصل حدیث "لا صلوٰۃ" کا راوی ہے تو جب سند میں محمود بن ربیع کو لایا تو اس کی
حدیث بھی یعنی لا صلوٰۃ ساتھ لایا (جو محمد ابن اسحاق کی روایت کے اوپر والی روایت ہے وہ یہ ہے **عن
محمود بن ربیع عن عبادہ بنؓ الصامت یبلغ به النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لا
صلوٰۃ لمن لم یقراء بفاتحة الکتاب فصاعدًا قال سفیان لمن یصلی وحدهٗ**: ۱۲ صفدر)
لیکن اس کا آخری لفظ فصاعداً (جس میں ایک سو تیرہ سورتوں کا حکم تھا: ۱۲ صفدر) کاٹ ڈالا اور اپنی

طرف سے فاء تعلیلیه لگا کر اس کو حدیث کے آخر میں ویلڈنگ کر دیا اور مکہ کے محدث سفیانؒ بن عینیہ کی
ایک ثانی جو واضح طور پر اعلان کر رہے تھے کہ حدیث **لا صلوٰۃ لمن یقرء بفاتحة الکتاب** اکیلے
نمازی کے لیے ہے یعنی مقتدی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں:۔
محمد بن اسحاق کے بارے میں محدثین میں خاصا اختلاف ہے یہ فن مغازی میں امام تھا لیکن احکام کی
احادیث میں یہ حجت نہیں، یہ مدینہ کا رہنے والا تھا لیکن مدینہ کے امام مالکؒ نے ایک بھی حدیث اس
سے موطا میں روایت نہیں کی اور یہ تدلیس کا بھی مریض تھا، تقدیر کا بھی منکر تھا اور اس میں شیعیت بھی پائی
جاتی تھی (تقریب التہذیب ۲۹۰) میزان الاعتدال کی تیسری جلد میں ۴۶۸ سے ۴۷۵ تک علامہ ذہبیؒ
نے اس کے حالات لکھے ہیں اور اس کی بے جا وکالت بھی کی ہے لیکن آخری فیصلہ یہی لکھا ہے **فالذی
یظهر لی ان ابن اسحاق حسن الحدیث صالح الحال صدوق و من تفرد به ففیه
نکارة فان فی حفظه شیئًا** (یعنی امام ذہبیؒ فرماتے ہیں جو میرے سامنے بات ظاہر ہوئی ہے وہ یہی
ہے کہ محمد ابن اسحاق اچھی حدیث والا ہے، اچھی حالت والا ہے، سچا ہے، جس حدیث میں یہ اکیلا ہو تو
اس میں نکارت (اوپرا پن) آجاتی ہے اس لئے کہ اس کے حافظہ میں کچھ خرابی تھی: ۱۲ صفدر) تو جب وہ
منفرد ہو تو سب کے نزدیک ضعیف ہے اور اس حدیث میں صرف یہ منفرد ہی نہیں بلکہ مکحول کے چار شاگرد
وں کا مخالف ہے تو یہ حدیث کیسے حجت ہو سکتی ہے؟

نوٹ:۔ بعض لوگوں نے اس کی تدلیس کا جواب یوں دیا ہے کہ مسند احمد میں "حدثنی" مکحول کا لفظ
موجود ہے جس سے تدلیس ختم ہو جائے گی لیکن یہ یاد رہے کہ محمد بن اسحاق کے بیس شاگردوں میں
سے "حدثنی" صرف ابراہیم بن سعد نے روایت کیا ہے اور یہ ایک بہت بڑا گویا (گانا گانے والا) تھا
اور گانے کو جائز سمجھتا تھا (میزان الاعتدال ۳۴/ج ۱) بلکہ ترمذی، بخاری، اور ابوداؤد نے حدثنی پر اعتماد
نہیں کیا بلکہ حدیث "عن، عن" ہی سے روایت کی اگر بالفرض ہم اس کو مان بھی لیں تو اس کو ابوداؤد نے
دوسری حدیث کی بنیاد پر منسوخ قرار دیا ہے چنانچہ **باب من کره القراءة بفاتحة الکتاب اذا
جهر الامام** (کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے) کی ذیل والی حدیث سے محمد بن اسحاق والی

روایت منسوخ ہو جائے گی۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ محدثین کے ہاں " مکروہ " حرام کے معنی میں ہوتا ہے۔

نوٹ:۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ اگرچہ مدنی صحابی ہیں لیکن آپ ایمان مکہ مکرمہ میں ہجرت سے تین سال پہلے بیعت عقبہ اولیٰ میں لائے تھے ظاہر ہے وہاں جو آپ نے نماز پڑھی اس حدیث میں اس کا تذکرہ ہے۔

اور بعد والی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جو حضرت عبادہؓ سے تقریباً دس سال بعد ایمان لائے اور واقعہ یقیناً مدینہ منورہ کا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا **هل قرء معی احد منکم انفا** (کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءۃ کی ہے) تو بھری مسجد میں صرف ایک آدمی پڑھا ہوا نکلا اور وہ بھی غیر معروف آدمی تھا اس لئے "رجل" نکرہ استعمال ہوا ہے (حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں **فقال رجلٌ نعم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** : ۱۲ صفدرؒ) معلوم ہوا کہ صحابہؓ میں سے کوئی بھی نہ پڑھتا تھا اور جب آپ ﷺ نے ڈانٹا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا امام کا حق چھیننا ہے تو سب صحابہؓ آپ کے پیچھے فاتحہ پڑھنے سے رک گئے (ابوداؤد ص۱۲۷ ج۱ **باب من کرہ القراءۃ بفاتحۃ الکتاب اذا جھر الامام**)۔

قال ابوداؤد: امام ابوداؤدؒ نے یہ فرمایا ہے کہ مالک کی طرح معمر، یونس، اسامہ ابن زید نے بھی اس حدیث کو زہریؒ سے اسی طرح مکمل روایت کیا ہے۔ ہاں عبدالرحمٰن ابن اسحاق کی روایت میں "**مالی انازع القرآن**" تک ہے آگے "**فانتھی الناس**" نہیں ہے لیکن عبدالرحمٰن ابن اسحاق کو میزان الاعتدال ص۵۴۹ ج۲ پر ضعیف کہا ہے اور اوزاعی سے یوں روایت کی ہے **قال الزھری فاتعظ الناس بذالک فلم یکونو ایقرء ون معہ فیما یجھر بہ صلی اللہ علیہ وسلم** اور نتیجہ یہ نکلا کہ یہ کلام زہری کا ہے حالانکہ اوزاعی خود زہری کی روایت میں ضعیف ہے جیسا کہ میزان الاعتدال ص۵۸۰ ج۲ پر ہے اور معمر جو **اثبت الناس فی الزھری** ہیں ان سے خود ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے کہ یہ قول حضرت ابو ہریرہ کا ہے (الفاظ ملاحظہ ہوں **قال ابوداؤد قال مسدد فی حدیثہ قال معمر فانتھی الناس عن القراۃ فیما جھر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قال ابن**

السرح فی حدیثہ قال معمر عن الزھری قال ابوھریرۃ فانتھی الناس ابوداؤد ص۱۲۷ ج۱ ۱۲ صفدرؒ) جس سے معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے پر صحابہؓ کا اتفاق تھا:۔ پہلے باب میں امام کے پیچھے ایک سو تیرہ سورتیں پڑھنے کو حرام قرار دیا اور صرف فاتحہ کی اباحت تھی اگر اس کے بعد والی حدیث میں بھی ان ہی ایک سو تیرہ سورتوں سے روکا گیا ہے تو پھر ایک نئے باب باندھنے اور پھر اس حدیث کے لانے کی کیا ضرورت تھی؟ بات بالکل صاف ہے کہ پہلی حدیث میں صرف فاتحہ کی اباحت تھی باقی سورتوں سے تو پہلے ہی حدیث میں منع کر دیا تھا اب یہی ایک سورۃ تھی جس سے منع کرنا باقی تھا اس لئے اس حدیث میں فاتحہ ہی سے منع کیا گیا ہے لیکن مسئلہ پورا بیان کرنے کے لیے لفظِ قرآن بیان فرمایا (دیکھئے الفاظِ حدیث **قال انی اقول مالی انازع القرآن :الحدیث** ۔۱۲ صفدرؒ) اگرچہ پہلے قرآن پاک میں سے ایک سورۃ پڑھنے کی اجازت تھی اب وہ بھی باقی نہ رہی:۔

فاتحہ قرآن میں شامل ہے:

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ فاتحہ قرآن میں شامل نہیں ہے حالانکہ حدیثِ عبادہؓ میں صراحت ہے کہ میرے پیچھے قرآن میں سے کچھ نہ پڑھو مگر فاتحہ (الفاظِ حدیث ملاحظہ ہوں: **لا تفعلوا الابفاتحۃ الکتاب فلا تقرء وا بشیءٍ من القرآن اذا جھرت الامام القرآن** . ۱۲ صفدرؒ) اس سے معلوم ہوا کہ فاتحہ قرآن میں شامل ہے اور یہ کہنا کہ دوسری حدیث میں جہر پڑھنے سے منع ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر کسی کا جہر آپ نے سنا ہوتا تو آپ "**ھل قرء معی**" نہ فرماتے بلکہ جہر فرماتے اور حدیث پاک کا آخری جملہ بھی یہی ہے کہ **فانتھی الناس عن القراءۃ** یہ نہیں ہے **فانتھی الناس عن الجھر** کیونکہ اس حدیث میں صرف جہری نمازوں کا ذکر تھا اس لئے امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ نے سری نمازوں کا باب باندھا **باب من رای القراءۃ اذا لم یجھر** اور اس میں حضرت عمران ابن حصینؓ کی حدیث لائے (الفاظِ حدیث ملاحظہ ہوں: **عن عمران ابن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلّی الظھر فجاء رجلٌ فقرء خلفہٗ بسبح اسم ربک الاعلیٰ فلما فرغ قال ایکم قرء قالو ا رجل قال قد عرفت ان بعضکم خالجنیھا** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک آدمی آیا اس نے آپ کے پیچھے **سبح اسم ربک الاعلیٰ** پڑھی پس جب

آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا تم میں سے کس نے پڑھا ہے صحابہؓ نے عرض کیا ایک آدمی نے تو
آپ ﷺ نے فرمایا تحقیق میں نے پہچان لیا کہ تم میں سے بعض میرے ساتھ اس کے ذریعہ سے جھگڑا
کر رہا ہے: ۱۲صفدر) اور سری نمازوں میں بھی قراءۃ خلف الامام کو مخالفت قرار دیا ہے۔

فائدہ: حضرت ابوہریرۃ کی حدیث میں ہے جس آدمی نے نماز پڑھی جس میں اس نے سورۃ فاتحہ نہ
پڑھی تو وہ نماز خداج (ناقص) ہے، خداج (ناقص)، خداج (ناقص) ہے (ابوداؤد ص۱۳۵ ج۱) تو "
خداج" کا معنی یہ ہے کہ اونٹنی قبل از وقت بچہ پھینک دے تو وہ اونٹنی بیمار ہوتی ہے مردار نہیں ہوتی اسی
طرح آپ ﷺ نے نماز کو اونٹنی سے اور فاتحہ کو بچے سے تشبیہ دی ہے کہ جس نماز سے فاتحہ گر جاتی ہے وہ
ناقص ہوتی ہے۔ ہاں یہ یاد رہے کہ جس طرح امام کی سورت مقتدیوں کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے اور
کوئی یہ نہیں کہتا کہ مقتدی کی نماز سے سورت گر گئی ہے یا سامعین جمعہ سے خطبہ گر گیا ہے اسی طرح امام
کی فاتحہ مقتدیوں کی طرف سے ادا ہو گئی تو مقتدی کی نماز فاتحہ والی ہوتی ہے نہ کہ بغیر فاتحہ کے۔

غیر مقلدین سے سوال:۔

غیر مقلدین جو سری رکعتوں میں امام کے پیچھے فاتحہ کو فرض کہتے ہیں اس کے لیے ان کے پاس
قطعاً کوئی دلیل نہیں ہے اور سری رکعتیں زیادہ ہیں اس لیے پہلے زیادہ رکعتوں کا مسئلہ حل ہونا چاہیے اور ان
سے سوال یوں کرنا چاہیے کہ جن رکعتوں میں امام آہستہ قرآن پڑھتا ہے ان میں مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا
فرض ہے اور باقی ایک سو تیرہ سورتیں پڑھنا حرام ہیں اس کی صریح، غیر معارض حدیث پیش کریں؟

حدیثِ عبادہ بنؓ الصامت منسوخ ہے:

امام نسائیؒ نے ص۱۴۶ ج۱ پر باب قائم کیا ہے تاویل قولہ عزوجل و اذا قریء
القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون تو مذکورہ باب والی آیت (واذا قری القرآن
) کی تفسیر حدیثِ ابی ہریرہؓ سے کی ہے یعنی واذا قراء فانصتوا (جب امام پڑھے تم خاموش رہو)
کے ساتھ۔ حدیثِ ابی ہریرہؓ حدیثِ عبادہؓ کے بعد ہے۔ جس سے حدیثِ عبادہؓ کی تنسیخ (منسوخ ہونا)
ثابت ہوتی ہے اور ایک سو تیرہ سورتوں کے منع کے بارے میں فرش والے نے حکم دیا اور ایک سورۃ فاتحہ

کے بارے میں عرش والے کا حکم آ گیا پھر فرش والے نے بھی کہہ دیا و اذا قرء فانصتوا۔

محمد ابن اسحاق اور اس کی سند کے بارے میں مزید وضاحت:

ابوداؤد میں عبادہؓ بن صامت والی حدیث کی پانچ سندیں ہیں مرکزی راوی مکحول ہے جو خود
مدلس اور لیس بالمتین ہے اور "عن" سے روایت کر رہا ہے جیسا کہ پہلے آچکا۔ مکحول کے پانچ شاگرد تھے
ان میں محمد ابن اسحاق ہے یہ خود متکلم فیہ ہے یہ مدینہ کا رہنے والا ہے اور مدینہ کے سب محدث امام مالک
امام ہشام بن عروہ، سلیمان تیمی اس کو کذاب (بہت بڑا جھوٹا) اور دجال (فراڈیا) کہتے ہیں مدینہ کے کسی
محدث نے اس کی توثیق بیان نہیں کی نہ امام مالک نے مؤطا میں اس سے حدیث لی نہ امام ابوحنیفہؒ اور امام
محمدؒ نے احکام میں حدیث لی قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں صرف کچھ تاریخی باتیں اس سے نقل
کی ہیں اس لیے اگر یہ راوی ضعیف ہے تو اس کی روایت وحدیث منکر اور اگر بالفرض یہ ثقہ بھی ہے تو اس
کی روایت شاذ ہے اس کی سند میں ارسال، تدلیس، جہالت، ستارت، شذوذ، نکارت گویا ہر وہ عیب
موجود ہے کہ ان میں سے اگر ایک بھی سند میں موجود ہو تو وہ قابلِ استدلال نہیں رہتی اب ارشاد الحق
اثری نے لاجواب ہو کر شافعی اصولوں سے باغی ہو کر یوں دھوکا دیا ہے کہ احناف کے ہاں خیر القرون
کی تدلیس اور جہالت کوئی جرح نہیں ہے لیکن جب دوسرے اسباب جرح موجود ہیں کہ خبر واحد کے
مقبول ہونے کی چار شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی اس میں نہیں پائی جا رہی جس کی وجہ سے یہ
متروک العمل ہے وہ چار شرطیں یہ ہیں (۱) وہ کتاب اللہ (قرآن) کے مخالف نہ ہو (۲) وہ سنتِ مشہور
کے خلاف نہ ہو (۳) اس کا تعلق عموم بلوی سے نہ ہو (۴) وہ خیر القرون میں متروک الاحتجاج نہ ہو۔

(۱)۔ یہ قرآن پاک کے مخالف ہے آیت واذا قری القرآن کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ
فرماتے ہیں کہ یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی اور اس پر اجماع ہے آگے یہ اختلاف ہوا ہے کہ اس
آیت کا تعلق صرف جہری نمازوں سے ہے یا سری نمازوں سے بھی جہری نمازیں بالاجماع اس میں شامل
ہیں اور یہ حدیث بھی جہری نماز کے متعلق ہے اس لئے یہ کتاب اللہ کے خلاف ہے۔

(۲)۔ یہ سنتِ مشہورہ کے بھی خلاف ہے صحیح بخاری ۶۸۶ ج۲ اور صحیح مسلم، ترمذی، نسائی میں آیت ولا
تجہر بصلوتک کا شان نزول مذکور ہے اس میں صاف مذکور ہے کہ صحابہ کرامؓ جہری نماز میں آپ کے

پیچھے قراءۃ سننے کے لیے کھڑے ہوتے تھے نہ کہ پڑھنے کے لیے اسی طرح اس بات پر بھی چاروں اماموں کا اتفاق ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے (یعنی جو رکوع میں آکر شامل ہوا اس کو گویا رکعت مل گئی اگر چہ اس نے فاتحہ نہیں پڑھی: ۱۲صفدرؒ) اور بقول غیر مقلدین یہ حدیث اس اجماعی مسئلہ سے بھی ٹکراتی ہے۔

(۳)۔ عموم بلوی سے متعلق بھی نہ ہو ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ روزانہ کم از کم سترہ دفعہ پیش آتا ہے اور ہر مقتدی کو پیش آتا ہے لیکن نافعؒ کی گفتگو سے پتہ چلا کہ دور صحابہؓ میں نمازیوں کو اس کی اباحت کا بھی علم نہیں تھا۔ اس لئے یہ حدیث عموم بلوی کے متعلق ہے۔

(۴)۔ وہ خیر القرون میں متروک الاحتجاج نہ ہو یہ: یہ حدیث خیر القرون میں متروک الاحتجاج رہی ہے ملاحظہ ہو مغنی ابن قدامہ ۶۵۶/ج ا کی عبارت: **قال احمد بن حنبل ماسمعنا احداً من اهل الاسلام يقول ان الامام اذا جهر بالقراءة لا يجزى صلوٰة من صلى خلفه اذا لم يقرء وقال هذا النبى صلى الله عليه وسلم و اصحابه و التابعون و هذا مالک فى اهل الحجاز و هذا الثورى فى اهل العراق و هذا الاوزاعى فى اهل الشام و هذا الشافعى فى اهل مصر ماقالوالرجل صلىٰ وقرء امامه ولم يقرء هو صلوته باطلةٌ .**

قراۃ خلف الامام اور ترمذی شریف ۴۱/ج ا:

امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث عبادہ بن الصامتؓ ذکر فرمانے کے بعد فرماتے ہیں **وهذا اصح والعمل على هذا الحديث فى القراءة خلف الامام عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم والتابعين** اور **وفى الباب** پانچ صحابہ کرامؓ کا نام نقل فرماتے ہیں (۱) حضرت ابوہریرہؓ (۲) حضرت عائشہؓ (۳) حضرت انسؓ (۴) حضرت ابوقتادہؓ (۵) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ: حالانکہ ان پانچ صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے ان الفاظ میں یہ حدیث مروی نہیں ہے کہ جہری نماز میں جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور اسی طرح یہ کسی تابعی کا قول بھی نہیں اور اسکے بعد ائمہ کا ذکر کرتے ہوئے امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہی مذہب امام مالکؒ، ابن مبارکؒ، امام شافعی، اما احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا ہے حالانکہ امام مالکؒ نے اپنی موطا ص ۶۲ میں باب باندھا ہے **باب ترک القراءة خلف الامام فيما يجهر به** یعنی امام کے پیچھے قراءت

نہیں کرنی چاہیے ان نمازوں میں جن میں زور سے قراءت کی جاتی ہے اور ابن مبارکؒ کا مذہب خود امام ترمذیؒ نے اگلے صفحہ پر نقل فرمایا ہے کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز جائز ہے (الفاظ ترمذی ملاحظہ ہوں: **وروى عن عبدالله ابن المبارک انه قال انا اقراء خلف الامام والناس يقرء ون الاقومٌ من الكوفيين وارای ان من لم يقراء صلوته جائزة** (یعنی ابن مبارکؒ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہوں اور لوگ بھی مگر کوفہ کی رہنے والی ایک قوم اور میں سمجھتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قراءۃ نہیں کرتا کہ اس کی نماز جائز ہے: ۱۲صفدرؒ) اور امام احمدؒ بن حنبل تو فرماتے ہیں میں نے یہ کسی مسلمان سے نہیں سنا کہ جو شخص جہری نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور خود امام ترمذیؒ نے ان کا قول نقل کیا ہے کہ حدیث عبادہ اکیلے نمازی کے لیے ہے جیسا کہ " **اذا كان وحده** " کی تصریح ہے، اسی طرح امام شافعیؒ بھی اپنی کتاب کتاب الام میں یہی فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے جہری نماز میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہو جاتی ہے اور امام ترمذیؒ نے **اکثر اهل العلم** کہہ کر بیان کیا ہے اور آگے خود ارشاد فرماتے ہیں **شدد قوم من اهل العلم فى ترک قراءة فاتحة الكتاب و انكان خلف الامام** حالانکہ اس کے بعد باب باندھتے ہیں **باب ماجاء فى ترک قراءة خلف الامام** اب یہ باب اس حکم کے لیے ناسخ ہے جو حکم پہلے باب میں بیان ہوا ہے پہلے باب میں امام کے پیچھے ایک سو تیرہ سورتوں سے منع کیا گیا تھا اور صرف ایک سورۃ فاتحہ کی اجازت دی گئی اور وہ بھی آہستہ اب اس باب میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے آہستہ پڑھنے کو بھی منع کر دیا گیا ورنہ تو نئے باب کا مطلب ہی سمجھ نہیں آتا اور آخر میں امام ترمذیؒ نے حضرت جابرؓ کی حدیث کو قول فیصل بنایا ہے۔ اس میں بھی ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھو اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح بھی فرمایا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کے اس قول **اقرا بها فى نفسک** (تو اس کو اکیلے پڑھ یا اس کو اپنے دل میں پڑھ) کو ملا کر خواہ مخواہ روایت اور قول میں تعارض پیش کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ "**فى نفسک**" کا مطلب ہے کہ جب اکیلے پڑھو جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے **و قل لهم فى انفسهم قولاً بليغاً** (سورۃ النساء یعنی ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ کر کے بات صحیح طریقہ سے پہنچاؤ) اور جیسا کہ نحو کی کتابوں میں آتا ہے الا

سم مَا دَلَّ علی معنیً فی نفسها (شرح جامی، ہدایۃ النحو وغیرہ) اس کا معنی ہے اسم وہ ہے جو اکیلا اپنے معنی پر دلالت کرے اور یا اس کا معنی ہے کہ دل میں پڑھو کیونکہ قرآن وحدیث میں انصات (خاموش رہنے) کا حکم ہے اور انصات کہتے ہیں زبان اور ہونٹوں کے بند کرنے کو جیسا کہ صحیح بخاری کے ص ۳ پر لا تحرک بہ لسانک (سورۃ قیامہ) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں فاستمع لہ وانصت اب فی نفسک کا وہ معنی لیا جائے گا جو قرآن وحدیث کے حکم انصات کے معارض نہ ہو اور وہ یہی ہے کہ دل میں خیال کرے:۔

قراءۃ اور نمازی کی اقسام:۔

نمازیوں کی تین قسمیں ہیں (۱) منفرد (۲) مقتدی (۳) امام: ان تینوں کے بارے میں کتاب وسنت میں قراءۃ کا مسئلہ نہایت واضح ہے:۔

منفرد کی نماز کا طریقہ:۔

قرآن پاک میں سب سے پہلے آیت کریمہ جو قراءۃ کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ ہے فاقرء و ما تیسر من القرآن (سورۃ مزمل:۔ پڑھو جو آسان ہو قرآن سے) تفسیر الاتقان میں ہے کہ سورۃ مزمل تیسرے نمبر پر نازل ہوئی اور سورۃ فاتحہ ساتویں نمبر پر نازل ہوئی گویا جب سورۃ مزمل نازل ہوئی اس وقت فاتحہ دنیا میں تھی ہی نہیں آنحضرت ﷺ نے جب اکیلے نمازی کو نماز کا طریقہ سکھایا تو اسے جس طرح تکبیر کہنے، رکوع، سجدہ کرنے کا حکم فرمایا اسی طرح یہ بھی حکم دیا کہ ثم اقراء ما تیسر معک من القرآن (بخاری ۱۰۵/ج۱، ۱۰۹/ج۱، ۹۲۴/ج۲ پھر پڑھ وہ جو آسان ہو تیرے ساتھ قرآن سے) گویا اس آیت کا حکم آنحضرت ﷺ نے اکیلے نمازی کو دیا۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں اس کی وضاحت یوں ہے تو فاتحہ اور کچھ قرآن پڑھا کر اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اکیلا نمازی خود قراءۃ ادا کرے: قراءۃ سورۃ فاتحہ اور فاتحہ کے علاوہ سورۃ دونوں کا نام ہے: حدیث مسیئ الصلوٰۃ میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ حدیث مسیئ الصلوٰۃ بخاری ۱۰۵/ج۱، ۱۰۹/ج۱، ۹۲۴/ج۲، مسلم ۱۷۰/ج۱، /ج۲، ابوداؤد ۱۳۱/ج۱، ترمذی ۴۰/ج۱، نسائی ۱۴۱/ج۱، ۱۶۱/ج۱، ۱۷۰/ج۱، ۱۹۴/ج۱، ابن ماجہ ۷۴/ج۱ پر

موجود ہے جس سے اکیلے نمازی کی نماز کا طریقہ ثابت ہوتا ہے۔

امام کی نماز کا طریقہ:۔

امام کے لیے قرآن پاک میں مستقل آیت نازل ہوئی ولا تجهر بصلوتک ولا تخافت بها وابتغ بین ذالک سبیلاً (سورۃ بنی اسرائیل: اور پکار کر مت پڑھ اپنی نماز اور نہ چپکے پڑھ اور ڈھونڈ لے اس کے بیچ میں راہ) بخاری ۶۸۶/ج۲، مسلم ۱۸۳/ج۱، ترمذی ۱۴۲/ج۲، نسائی ۱۵۷/ج۱، ان چاروں کتابوں میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اقدس ﷺ مکہ مکرمہ میں چھپ کر جماعت کرایا کرتے تھے جب آپ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تو آپ خوب بلند آواز سے تلاوت فرماتے کافر جو باہر بیٹھے ہوئے ہوتے تو وہ سن کر اللہ کو اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اور آپ ﷺ کو گالیاں بکتے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت (ولا تجهر بصلوتک) نازل فرمائی کہ آپ باجماعت نماز میں اتنی اونچی تلاوت نہ فرمائیں تاکہ کافر سن کر گالیاں نہ بکیں اور اتنا آہستہ بھی تلاوت نہ فرمائیں کہ آپ کے مقتدی صحابہ بھی نہ سن سکیں: اس آیت اور حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ مکہ میں نماز باجماعت ہوتی تھی:

غیر مقلدین کا انکار:

آج کل غیر مقلدین شد ومد سے انکار کرتے ہیں کہ مکہ میں جماعت فرض ہی نہیں ہوئی تھی جبکہ ماقبل والی تفصیل سے ثابت ہوا کہ مکہ میں باجماعت نماز فرض تھی تبھی آپ چھپ کر باجماعت نماز ادا فرماتے تھے کیونکہ اگر سامنے لوگوں کے نماز باجماعت ادا کرتے تو کافر تکلیف اور ایذا رسانی کرتے۔ اور اس تفصیل سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ صحابہؓ آپ کے پیچھے قرآن سننے کے لیے کھڑے ہوتے تھے نہ کہ پڑھنے کے لیے اور احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے اور امت کے متواتر عمل یہی ہے کہ امام سورۃ فاتحہ سے قراءۃ کرتا ہے اور پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد بھی کچھ قرآن تلاوت کرتا ہے یہاں بھی ہم نے قرآن وسنت دونوں کو پیش کیا:۔

مقتدی کی نماز کا طریقہ:

مقتدی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مستقل آیت کریمہ نازل فرمائی واذا قرئ القرآن

فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون (سورۃ اعراف:۔اور جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس کو توجہ سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے) آنحضرت ﷺ نے نماز باجماعت کا طریقہ سکھادیا تو فرمایا **واذا قرء فانصتوا** (نسائی: کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو) اور یہ امت کے متواتر عمل سے ثابت ہے کہ امام اپنی قراءت سورۃ فاتحہ سے شروع کرتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ امام جن رکعتوں میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھتا ہے تو مقتدی دونوں کی قرائت کے وقت خاموش رہے گا اور جن رکعتوں میں امام صرف سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے تو مقتدی فاتحہ کی قراءت کے وقت خاموش رہے گا

امام بخاریؒ کے استاذ ابوبکر ابن ابی شیبہؒ اپنی مصنف جلد دوم میں باب باندھتے ہیں "**واذا قرئ القرآن**" اور امام بخاری نے خود اپنے رسالہ **جزء القراءۃ** میں حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ اور حضرت عطاؒ سے نقل کیا ہے کہ آیت **واذا قرئ القرآن** فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی اسی طرح امام نسائی نے باب **تاویل قولہ عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون** باندھا ہے اور امام بیہقی نے بھی کتاب القراءت میں اسی آیت پر مستقل باب باندھا ہے:۔

غیر مقلدین کا فریب:

غیر مقلدین یہاں دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور مکہ مکرمہ میں کبھی جماعت سے نماز نہیں پڑھی گئی اس لیے اس آیت کا نماز کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے حالانکہ ان دونوں باتوں کا ثبوت ان کے پاس نہیں ہے۔

فریب کا جواب:

مکہ مکرمہ میں جماعت ہوتی تھی جیسا کہ پہلے لکھوایا جا چکا ہے اسی طرح بخاری شریف میں ۷۳۲/ج۲ پر سورۃ جن کے شانِ نزول میں بھی یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ طائف سے واپسی پر جماعت کرا رہے تھے کہ جنوں نے نماز میں آپ کی قراءت سنی اور اسلام قبول کیا۔اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ طائف کا سفر آپ ﷺ نے مکی زندگی میں فرمایا تھا نہ کہ مدنی زندگی میں اسی طرح مجاہدؒ، زہریؒ سے روایات ہیں کہ ایک انصاری نوجوان نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے قراءت کی تو یہ آیت کریمہ

نازل ہوئی ظاہر ہے کہ جب رسول اقدس ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ کی اور آپ کے مہاجرین صحابہؓ کی مدد کی وہ "انصار" کہلائے۔ہجرت سے پہلے مکی زندگی میں انصار کا وجود ہی نہ تھا اس لیے ان (غیر مقلدین) سے ہمارا مطالبہ ہے کہ یہ تینوں باتیں حدیث سے دکھائیں (۱) کہ مکہ مکرمہ میں جماعت نہ ہوتی تھی؟ (۲) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز کے سلسلہ میں اس حکم (**واذا قرء فانصتوا** جب امام پڑھے تو خاموش رہو) کو ذکر کیوں فرمایا؟ (۳) یہ آیت **واذا قرئ القرآن** مکہ میں نازل ہوئی؟

ایک مغالطہ: یہاں غیر مقلدین عوام کو مغالطہ دے سکتے ہیں کہ آیت **واذا قرئ القران** سورۃ الاعراف میں ہے اور سورۃ اعراف پر لکھا ہوا ہے کہ یہ مکی ہے لہٰذا اس آیت کا مکی ہونا لازم آتا ہے؟

ازالہ مغالطہ: تفسیر الاتقان میں علامہ جلال الدینؒ سیوطی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ جس سورت کی ابتدائی آیتیں مکہ میں نازل ہوئیں ان سورتوں کو مکی کہا جاتا ہے اور جن سورتوں کی ابتدائی آیتیں مکہ، مدینہ میں نازل ہوئیں ان سورتوں کو مدنی کہا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ سورۃ اعراف کی ابتدائی آیات مکی ہیں کیونکہ ان میں مشرکین مکہ کو ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے روکا گیا ہے۔(ملاحظہ ہو آیت قرآنی **یابنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد و کلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لایحب المسرفین** کا شانِ نزول آیت نمبر۳۱ تفسیر عثمانی ف نمبر۱۲:۸۹ صفدرؒ) اور یہ واقعہ مکہ مکرمہ سے متعلق ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ سورۃ کے آخری حصہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یہود کا ذکر ہے اور یہ دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہے کہ یہودی قبائل مدینہ کے اردگرد میں رہتے تھے مکہ یا اس کے گردونواح میں کوئی یہودی قبیلہ آباد نہیں تھا تو معلوم ہوا اس سورت کا آخری حصہ یقیناً مدنی ہے اور آیت **واذا قرئ القرآن** آخری حصہ میں ہی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے کہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ آیت **واذا قرئ القرآن** نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔

آیت واذا قرئ القرآن اور سری وجہری نمازیں:

اب یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس حکم (**فاستمعوا له وانصتوا**) میں سری اور جہری نمازیں

دونوں قسم کی شامل ہیں جیسا کہ احناف کا کہنا ہے یا صرف جہری نمازیں شامل ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کا کہنا ہے:۔حافظ ابن حجر نے اس آیت پر پورا زور لگایا ہے کہ ''انصات'' کا مطلب ہوتا ہے کہ دوسرا بلند آواز سے کچھ پڑھے تو اسکے سامنے کچھ خاموش رہا جائے حافظؒ صاحب نے اس پر جو محاورے پیش کیے ہیں ان سے ان کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا مثلاً انصت لہ یا انصت لہ محاورہ ہے لیکن اس سے حافظ صاحب کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جب "انصت" کے بعد "لہ" "صلہ آجائے تو ہم کہتے ہیں اس کا مطلب یہی ہے کہ ایک جہر کرے اور دوسرا خاموش رہے لیکن قرآن پاک میں "فاستمعوا" کے بعد "لہ" ہے لیکن "انصتوا" کے بعد "لہ" کا صلہ نہیں اس لیے شیخ ابنؒ الھمام۔ نے فرمایا ہے کہ فاستمعوا میں جہری نمازوں کا ذکر ہے کہ جب امام جہراً (زور سے) قراءت کرے تو مقتدی اس کی طرف توجہ رکھیں اور انصتوا میں سری نمازوں کا ذکر ہے کہ جب امام سراً (آہستہ سے) قراءت کرے تو مقتدی خاموش رہے

قاعدہ اور فائدہ: ائمہ لغت نے ایک قاعدہ لکھا ہے کہ اگر کسی کلام میں دو الفاظ ایسے ہوں کہ پچھلے لفظ کے دو معنی بن سکتے ہیں ایک معنی پہلے کے مطابق ہو اور دوسرا معنی اس سے زائد بتاتا ہو تو دوسرے لفظ سے دوسرا معنی مراد لیا جائے گا کیونکہ پہلا معنی مراد لینے سے وہ لفظ بے کار ہو جائے گا اور کسی عاقل کے لفظ کو بے کار کرنا یہ بالکل غیر معقول ہے فاستمعو اکا معنی یہی ہے کہ ایک پڑھے دوسرا خاموش رہے اور خاموشی سے توجہ کرے اگر انصتوا کا بھی یہی معنی مراد لیا جائے کہ ایک جہر کرے دوسرا توجہ کرے تو یہ مقصد فاستمعو ا سے بھی پورا ہو جائے گا اب انصتوا کا کوئی فائدہ باقی نہ رہا اگر فاستمعو الہ سے جہری قرائت کے وقت خاموش رہنا اور انصتوا سے امام کی سری قرائت کے وقت خاموش رہنا مراد لیا جائے تو دونوں الفاظ سے الگ الگ مقصد واضح ہو جائے گا اور مسئلہ بھی مکمل ہو جائے گا

اگر اس آیت میں سری نمازیں شامل نہ کی جائیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری نا مکمل رہنمائی فرمائی ہے اور اگر سری اور جہری دونوں قسم کی نمازیں شامل ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مکمل رہنمائی فرمائی ہے اسی طرح جب یہ مطلب لیا جائے کہ جہری نمازوں میں بھی امام کی مکمل

قرأت فاتحہ اور سورت دونوں کے وقت خاموش رہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مکمل مسئلہ سمجھا دیا اور اللہ تعالیٰ نے روزانہ پیش آنے والا مسئلہ پورا بتا دیا:۔

غیر مقلدین کا شور: اس پر آج کل غیر مقلدین شور مچاتے ہیں کہ انصات کے حکم میں سری نمازوں کو شامل کرنا یہ شیخ ابن ہمامؒ کا تفرد ہے پہلے کسی نے ایسا نہیں کیا:۔

شور کا جواب سنجیدگی سے: تو یہ بات بالکل غلط ہے خود آنحضرت ﷺ نے ظہر کی نماز جو سری ہے اس کے لیے "انصات" کا لفظ استعمال فرمایا جیسا کہ کتاب القراءۃ بیہقی میں ہے۔اور اسی طرح حضرت علیؓ نے بھی سری نمازوں کے لیے "انصات" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت امام محمدؒ جو بلا شبہ لغت عربی کے مسلم امام ہیں انہوں نے اس مسئلہ میں امام مالکؒ کے رد میں انصات سے استدلال کیا ہے (مؤطا امام محمد میں الفاظ حدیث ملاحظہ ہوں: عن ابی وائل قال سئل عبداللہ ابن مسعود عن القراءۃ خلف الامام قال انصت و عن عبداللہ ابن مسعود قال انصت للقراءۃ ص ۱۰۰ : ۱۲ صفدرؒ) اور یہ آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہے کہ امام مالکؒ صرف سری نمازوں میں قرات کے قائل ہیں ان کا رد یہی ہوگا کہ انصات کا لفظ سری نمازوں کو شامل ہو ویسے بھی آیت کریمہ میں واذا قریء القرآن ہے واذا جھر القرآن نہیں ہے اور دوسری حدیث پاک میں بھی واذا قرء فانصتوا ہے کسی روایت میں اذا جھر فانصتوا نہیں ہے دوسری حدیث میں بھی قراءۃ الامام لہ قراءۃ فرمایا قراءۃ امام کو مقتدی کی ترک قرائۃ کے لیے علت بنایا ہے جھر الامام لہ قرائۃ نہیں فرمایا۔

مفسرین نے بعض دوسرے اقوال بھی ذکر کیے ہیں کہ آیت واذا قریء القران خطبہ کے لیے نازل ہوئی یا کلام سے روکنے کے لیے نازل ہوئی یا صرف جہر کے روکنے کے لیے نازل ہوئی تو اس آیت کا قرأت خلف الامام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں؟ حالانکہ یہ مفسرین کا قطعاً کوئی مقصد نہیں ہے۔

اس کی مثال یوں ہے کہ جب مکہ میں بت پرستی کے رد میں آیت نازل ہوئی اب اگر کسی علاقہ میں کسی درخت کی پوجا ہوتی تھی تو اس آیت کے نیچے لکھ دیا کہ اس آیت سے درخت کی پوجا بھی منع ہے اور اگر

کوئی گھوڑے وغیرہ کی پوجا شروع کر دے تو مفسرین اس کو بھی اس آیت میں شامل کرتے ہیں لیکن آج تک کسی جاہل نے اس قسم کی عبادت کا یہ مقصد نہیں لیا کہ جب اس آیت سے گھوڑے پرستی کی منع ثابت ہوئی تو اب اس آیت سے بت پرستی منع نہ رہی بلکہ یہی مراد لی کہ جس طرح مفسرین نے اس آیت پر بت پرستی سے منع فرمایا ہے اسی طرح دوسری چیزیں گھوڑا پرستی وغیرہ بھی منع ہیں اسی طرح مفسرین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس آیت میں قراءۃ امام کے وقت جس طرح مقتدیوں کو انصات کا حکم ہے اسی طرح کا حکم سامعین کو خطبہ کے وقت بھی دیا گیا ہے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ جس طرح اس آیت سے امام کے پیچھے قرأت کا منع ہونا ثابت ہے، کلام کا منع ہونا بھی ثابت ہے اب اس میں ہم ان کو دو باتیں کہتے ہیں

(۱) جب امام نماز میں قراءۃ کرتا ہے تو ہم خاموش رہتے ہیں لیکن جب باقی چیزیں پڑھتا ہے تو ہم ساتھ پڑھتے ہیں کیا تم بھی جب امام خطبہ میں قرآن پڑھے صرف اسی وقت خاموش رہتے ہو باقی سارا خطبہ ساتھ پڑھتے ہو کیونکہ آیت میں تو صرف قرأت کے وقت خاموشی کا حکم ہے نہ کہ غیر قرآن کے وقت: اسی طرح اگر تم آیت کا شان نزول قرآن کو مانتے ہو تو کیا صرف امام کی قراءۃ کے وقت کلام منع ہے اگر امام التحیات یا رکوع میں ہو قراءۃ جائز ہے حالانکہ بخاری و مسلم کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نماز میں کلام کی ممانعت آیت **قوموا لِلّٰہ قانتین** سے ثابت ہے (الفاظ صحیح مسلم ملاحظہ ہوں **عن زید ابن ارقم قال کنا نتکلم فی الصلوٰۃ یکلم الرجل صاحبہٗ وھو الیٰ جنبہ فی الصلوٰۃ حتٰی نزلت و قوموا للّٰہ قانتین** ۲۰۴/ج ۱ :۱۲صفدر) (۲) یہ کہ جب تم آیت کا شان نزول کلام بتاتے ہو تو پھر تم کہتے ہو کہ یہ آیت سری اور جہری نماز کے لیے نازل ہوئی نہ سری نمازوں میں کلام جائز اور نہ ہی

مسئلہ آمین بالجہر:

پوری تحقیق اور تجسس کے بعد کوئی حدیث قوی زور سے آمین کے بارے میں جس میں حضور ﷺ نے جہر کا حکم فرمایا ہو یا اس کی ترغیب دی ہو اور مزید ثواب کا وعدہ فرمایا ہو نہیں ملی۔ عجیب بات ہے مستحبات اور مباحات پر بھی ترغیبیں موجود ہیں مگر آمین بالجہر پر کوئی ترغیب نہیں ہے اور نہ ہی فعلی حدیث کوئی ایسی ہے جس سے دوام جہر بطور نص سمجھا جائے۔ نہ ایسی روایت ہے کہ آخرِ وقتِ نبوی میں جہر پر نص ہو اور

طرفہ یہ

کہ کسی صحیح حدیث سے یہ بات بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ صحابہ کرام نے بھی آنحضرت ﷺ کے پیچھے جہراً آمین کہی **ولو مرۃ فی عمرہ** بلکہ احیاناً جہر کا ذکر بعض روایات میں ہے جنکی صحت بھی متفق علیہ نہیں ہے حضرت پاک ﷺ کے پیچھے **حمداً کثیراً** کا جہر اور حضور ﷺ کا ظہر کی نماز میں احیاناً کسی آیت کا جہر، حضرت فاروق اعظمؓ سے ثناء کا جہر، حضرت ابو ہریرہؓ سے تعوذ کا جہر، حضرت ابن عمرؓ سے دعائے جنازہ کا جہر ثابت ہے لیکن اس قدر سے سنیت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ آمین پر چند سوالات:

(۱)۔ آمین کا کیا معنی ہے یہ دعا ہے یا کہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے؟

(۲)۔ آمین کا تلفظ مد کے ساتھ ہے یا بغیر مد کے؟

[illegible] قرآن و حدیث سے سنت مؤکدہ کی جامع، مانع تعریف لکھیں؟

(۹)۔ مقتدی کے لیے صرف چھ جہری رکعتوں میں آمین بالجہر سنت مؤکدہ ہے: مقتدی مسبوق جو غیر مقلد مقتدی اسوقت شامل نماز ہوتا ہے کہ امام فاتحہ کے آخر تک پہنچا ہوا تھا وہ ایک آمین تو اپنی فاتحہ سے پہلے یا درمیان میں بلند آواز کے ساتھ کہتا ہے اور دوسری آمین اپنی فاتحہ کے بعد آہستہ کہتا ہے ان دونوں کا ثبوت پیش کریں؟

(۱۰)۔ گیارہ رکعتوں میں غیر مقلد امام بھی آمین آہستہ کہتا ہے تو ایسی آیت یا حدیث پیش کی جائے جو گیارہ رکعتوں میں امام کے لیے آہستہ آواز سے آمین کہنا سنتِ مؤکدہ بتلاتی ہو؟

(۱۱)۔ امام ہمیشہ چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین کہے؟ کیونکہ آنحضرت ﷺ آخر عمر تک ان چھ رکعتوں میں کہتے رہے۔ اس فرق کو ملحوظ رکھا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام نبی تھے یا آخری نبی؟

تنبیہ:۔ ان سوالات کا جواب صرف اور صرف قرآن یا حدیث صریح غیر مجروح، غیر معارض سے دیں کسی امتی کا قول پیش کر کے ہرگز مشرک نہ بنیں لیکن قیامت کی صبح تک ان سوالات کا جواب اور دیگر ان سے کئے گئے سوالات کا جواب قرآن وحدیث سے پیش نہیں کر سکتے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

سینے پر ہاتھ باندھنا:

غیر مقلدین ہمیشہ دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھا کر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کہنی پر رکھ کر حالتِ قیام میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں لیکن حالتِ قومہ میں ان میں سخت اختلاف ہے اکثر ان کے لوگ حالتِ قومہ میں ہاتھ نہیں باندھتے لیکن ان کے کئی لوگ حالت قومہ میں بھی سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں۔ حالت قیام کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنا سنتِ مؤکدہ ہے اور آنحضرت ﷺ ساری عمر سینے پر ہاتھ باندھ کر ہی نماز پڑھتے رہے اگر کوئی ناف کے نیچے ہاتھ باندھے تو اس کی نماز نہیں ہوتی:

سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں چند سوالات:

(۱)۔ سنتِ مؤکدہ کی جامع، مانع تعریف صرف اور صرف قرآن وحدیث سے بیان کریں؟ (امتی کی تعریف پیش کر کے ہرگز مشرک نہ بنیں: ۱۲ صفدر)

(۲)۔ سنتِ مؤکدہ کا حکم قرآن یا حدیث سے دکھائیں اور واضح کریں کہ سنتِ مؤکدہ کے ترک سے نماز

باطل ہو جاتی ہے یا ناقص؟

(۳)۔ اس حدیث کو جس میں مکمل دعویٰ ہو دلیل شرعی سے صحیح ثابت کیا جائے؟ اور دلیل شرعی آپ کے نزدیک صرف اور صرف فرمان خدا اور فرمان رسول ہے:۔

(۴)۔ پہلا نمبر آپکے ہاں قرآن کا ہے۔ فتاوٰی علمائے حدیث ۱۹۵/ج ۲ پر لکھا ہے۔ سوال: قرآن سے ہاتھ سینے پر یا زیر ناف باندھنا کہیں ثابت۔ ہے یا نہیں؟ شیعہ لوگ ہم سے قرآن سے دلیل مانگتے ہیں۔ جواب حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ آیت **فصل لربک وانحر** (سورۃ الکوثر: پس آپ نماز پڑھیئے اپنے رب کے لیے اور قربانی کیجئے) کا معنیٰ کرتے ہیں کہ نماز پڑھو اور سینے پر ہاتھ باندھو: فتاوٰی ثنائیہ ۳۳۳/ج ۱ مولوی ثناء اللہ نے قرآن پاک کا معنیٰ بگاڑ دیا ہے جبکہ احادیث صحیحہ اور امت کا اجماع ہے کہ اس آیت (**وانحر**) سے مراد قربانی ہے اس لئے حضرت علیؓ پر جو بہتان باندھا اس کی صحیح سند پیش کی جائے؟

(۵)۔ قرآن پاک کے بعد آپ کے ہاں بخاری ومسلم کا درجہ ہے: فتاوٰی علمائے حدیث ۱۹۳/ج ۲ پر سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے حالانکہ یہ ایسا جھوٹ ہے جیسا کہ مرزا قادیانی نے شہادت القرآن میں لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ جب امام مہدی آئیں گے تو ان کے لیے آسمان سے آواز آئے گی **ھذا خلیفۃ اللہ المھدی** تو اس لئے صحیح بخاری سے ثابت کیا جائے کہاں وہ حدیث ہے جس میں سینے پر ہاتھ باندھنا لکھا ہوا ہے؟

(۶)۔ اسی طرح فتاوٰی علمائے حدیث ۱۹۱/ج ۲ پر لکھا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری، مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت موجود ہیں: بخاری، مسلم میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث نہیں آئی یہ محض بخاری ومسلم پر جھوٹ ہے اگر ہمت ہے تو ثابت کیا جائے؟

(۷)۔ فتاوٰی علمائے حدیث میں لکھا ہے کہ صحیح ابن خزیمہ میں ہمیشہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث اس سند سے آئی ہے **عن عفان عن ھمام عن محمد بن جحادہ عن عبدالجبار بن وائل عن علقمہ بن وائل و مولیٰ لھم عن ابیہ** حالانکہ اس سند سے کوئی روایت سینے پر ہاتھ باندھنے کی ابن خزیمہ میں نہیں۔ اگر کوئی حلالی بیٹا ہے غیر مقلدین کا تو ثابت کرے؟

نوٹ: ابن خزیمہ کی سند یوں ہے اخبر نا ابوبکر نا موسیٰ نا مؤمل نا سفیان عن عاصم ابن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر (ابن خزیمہ ۲۴۳/ج ۱)

ابن خزیمہ میں عاصم بن کلیب کے شاگرد ہیں (۱) ابن ادریس (۲) ابن علی (۳) سفیان (۴) زائدہ۔ علی صدرہ (اپنے سینے پر) کے الفاظ صرف سفیان کی روایت میں ہیں حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ، مسلم، ابوداؤد، بیہقی، طیالسی میں ہے مگر کسی میں "علی صدرہ" نہیں ہے۔

(۸)۔ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث صحیح ہے بلوغ المرام ۴۶، فتاویٰ علمائے حدیث ۱۹۵/ج ۲ حالانکہ یہ بھی بالکل جھوٹ ہے بلوغ المرام والے نے بالکل نہیں لکھا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اگر ہے تو ثابت کیا جائے؟

(۹)۔ فتاویٰ علمائے حدیث ۱۹۳/ج ۲ پر ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنا نماز میں صحیح احادیث سے آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے چنانچہ مسند احمد میں حدیث ہے ویضع یده علیٰ صدره (اور رکھا اپنے ہاتھوں کو اپنے سینے پر) اس جواب پر غیر مقلدوں کے شیخ الکل نذیر حسین دھلوی کے دستخط ہیں اور غیر مقلدوں کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے بھی فتاویٰ ثنائیہ میں لفظ یده علی صدره لکھا ہے جبکہ مسند احمد میں "یده" کا لفظ نہیں ہے بلکہ "ہذا" کا لفظ ہے اگر یده کا لفظ مسند احمد میں ہے تو دکھایا جائے؟ (اتنا بڑا جھوٹ اور پھر دین میں فیا للعجب: ۱۲ صفدر)۔

(۱۰)۔ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق محدثین ہدایہ ۳۵۰/ج ۱ اور شرح وقایہ ص ۹۳ پر موجود ہے حالانکہ ہدایہ اور شرح وقایہ میں اس کا نام ونشان تک نہیں ہے: ہدایہ اور شرح وقایہ کے متن کی اصل عبارت پیش کی جائے؟

(۱۱)۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے (ہدایہ ۳۵۰/ج ۱) حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے ہدایہ میں یہ قطعاً موجود نہیں ہے اصل عربی عبارت پیش کی جائے؟

(۱۲)۔ غیر مقلد محمد یوسف جے پوری لکھتا ہے حضرت مرزا مظہر جانؒ جاناں مجددی، حنفی سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتا ہے اور خود سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے (ہدایہ ۳۵۱/ج ۱) جبکہ صاحب ہدایہ کی وفات ۵۹۳ ھج میں ہوئی اور مرزا مظہر جانِ جاناں شہید ۱۱۱۱ ھج میں پیدا ہوئے ان کا عمل ان کے پیدا ہونے سے تقریباً چھ سو سال پہلے کتاب میں کیسے لکھا گیا؟ ثبوت پیش کیا جائے؟

امام ترمذیؒ کی عادت مذاہب نقل فرمانے میں

امام ترمذیؒ کی عادت ہے کہ وہ حدیث نقل فرمانے کے بعد فقہاء کے مذاہب بھی نقل فرماتے ہیں انہوں نے ہاتھ باندھنے کے بارے میں دو مذہب نقل فرمائے ہیں (۱) ہاتھ فوق السرة (ناف کے اوپر) باندھے جائیں (۲) ہاتھ تحت السرة (ناف کے نیچے) باندھے جائیں (الفاظ ترمذی ملاحظہ ہوں ورأى بعضهم ان يضعهما فوق السرة ورأى بعضهم ان يضعهما تحت السرة وكل ذالك واسعٌ عندهم ۳۴/ج ۱ : ۱۲ صفدر) اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذیؒ کے زمانہ تک سینے پر ہاتھ باندھنا کسی فقیہہ کا مذہب نہیں تھا۔ پوری تلاش وجستجو سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ ایک صحابیؓ یا ایک تابعی یا ایک تبع تابعی سے بھی سینے پر ہاتھ باندھنا منقول ہو اسی طرح امام نوویؒ نے بھی اپنی مسلم کی شرح ۱۷۳/ج ۱ پر ائمہؒ اربعہ کے مذاہب نقل فرمائے ہیں کسی ایک کا بھی مذہب علی صدرہ نقل نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ پورے خیر القرون کی طرح ائمہؒ اربعہ کے نزدیک بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث اگر کوئی ہے تو وہ متروک العمل تھی۔

مسئلہ رفع یدین اور ابوداؤد (صفحہ ۱۱۱)

تمہید: جب بھی رفع یدین پر بات کریں تو پہلے اس سے سنت کی تعریف اور اس کا حکم لکھوا لیں۔ ہمارے ہاں سنت کی تعریف یہ ہے السنة الطريقة المسلوكة المرضية فی باب الدين سواءٌ كانت عن النبی ﷺ او عن اصحابه الكرام (سنت ایسا راستہ ہے جس کے اوپر چلا جائے اور جو پسندیدہ ہو دین کے باب میں برابر ہے کہ وہ آپ ﷺ سے ثابت ہو یا صحابہ کرام سے: ۱۲ صفدر) یہاں "الطريقة" کے ساتھ "المسلوكة" کی قید ہے گویا آپ کی عادت مبارکہ ہو اور عمل اس پر جاری ہو یہ قید اس حدیث سے لی گئی ہے العلم ثلثة اية محكمة او سنة قائمة او فريضة عادلة (ابوداؤد، ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۵ کتاب العلم) اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، آپ ﷺ کا جوتے پہن کر نماز پڑھنا، وضو کے بعد بوسہ لینا، روزے کی حالت میں مباشرت کرنا یہ سنت نہیں ہیں کیونکہ اس پر مواظبت اور دوام ثابت نہیں ہے جیسا کہ تکبیر تحریمہ کی رفع

یدین کے بعد رفع یدین، آمین بالجہر، آٹھ تراویح وغیرہ کسی پر مواظبت اور ہمیشگی ثابت نہیں ہے لیکن آپ ﷺ فرض، واجب پر مواظبت فرماتے تھے لیکن ان پر آپ کو کوئی دخل نہیں تھا اس لئے وہ (فرض، واجب)"المرضیة " کی قید سے نکل گئے۔ امور دنیا و یہ جو آپ سے پہلے بھی رائج تھے وہ "الدین " کی قید سے نکل گئے: سواءً کانت یہ حدیث" علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین" سے ماخذ ہے کہ خلفائے راشدین کے طریقہ کو سنت کہا گیا ہے اور ما انا علیہ و اصحابی سے بھی ماخذ ہے باقی صحابہؓ کے طریقہ کو بھی نجات فرمایا گیا ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ جس قول یا فعل پر رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرامؓ کی مواظبت ثابت ہو جائے شریعت میں وہ سنتِ موکدہ کہلاتی ہے تراویح کی جماعت اول شب میں، تراویح کی جماعت میں ایک ختم قرآن یہ سب چیزیں سنتِ موکدہ ہیں کیونکہ ان پر صحابہؓ کی مواظبت ثابت ہے:۔ مواظبت کی چار قسمیں ہیں (۱) قولی (۲) فعلی (۳) تقریری (۴) تشریعی:۔ سنت کا حکم یہ ہے کہ ترکِ فرض سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ ترکِ واجب مکروہ تحریمی ہے سجدہ سہو سے نقصان پورا ہو جاتا ہے اگر سجدہ سہو بھی نہ کرے تو نماز واجب الاعادہ (دوبارہ لوٹانا ضروری) ہے ترکِ سنت مکروہ تنزیہی ہے البتہ ترکِ سنت پر اصرار بہت بُرا ہے:۔

اصل مسئلہ کی طرف عود:

ابوداؤد ص ۱۱۱ پر ایک قاعدہ مذکورہ ہے قال ابوداؤد اذا تنازع الخبران عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظر الیٰ ما عمل بہ اصحابہ من بعدہٖ (امام ابوداؤدؒ نے فرمایا جب آپ ﷺ کی دو احادیث متعارض ہوں تو پھر آپ کے بعد آپ کے صحابہؓ کے عمل کو دیکھا جائے گا انہوں نے کس حدیث پر عمل کیا اور کس کو چھوڑا: ۱۲صفدرؒ) اس سے پتہ چلا کہ اختلافی احادیث میں جس حدیث پر صحابہؓ کا عمل جاری رہا ہو اس کو تو سنت کہا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا اور جس حدیث پر عمل جاری نہ رہا اسے حدیث تو کہا جائے گا لیکن سنت نہیں کہا جائے گا اور اس حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس پر عمل کرنے سے سنت مٹتی ہے اور ہمیں "علیکم بسنتی "فرما کر سنت پر عمل کی تاکید کی گئی ہے: علیکم بحدیثی فرما کر سنتوں کو مٹانے کی اجازت نہیں دی گئی:۔

باب رفع الیدین:

رفع یدین کا معنیٰ دونوں ہاتھوں کو اٹھانا ہے اگر اس کے ساتھ تکبیر شامل ہو تو اقم الصلوٰة لذکری (نماز قائم کر میری یاد کے لیے: سورة طہٰ) کے تحت رفع یدین عبادت کہلائے گی اور اگر اس کے ساتھ ذکر شامل نہ ہو تو یہ کوئی عبادت نہیں ابتدائے اسلام میں نماز کی عبادت میں کچھ عادات بھی شامل تھیں جیسے نماز میں باتیں کرنا وغیرہ لیکن جب نماز کو خالص عبادت کہا گیا تو اب اس میں عادات کی گنجائش نہیں کلام تو اب مطلق مفسدِ صلوٰة ہے۔

رفع یدین کی احادیث کا جائزہ:

حدیث ابن عمرؓ:۔ یہ سفیان عن الزہری کے طریق سے ہے (الفاظ حدیث بمع سند ملاحظہ ہوں حدثنا احمدبن حنبل ثنا سفیان عن الزھری عن سالم عن ابیہ قال رایت رسول ﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیہ حی یحاذی منکبیہ و اذا ارادان یرکع و بعد مایرفع راسہ من الرکوع. الحدیث ۱۲صفدرؒ)

سفیانؒ بن عیینہ مکی ہیں زہریؒ، سالمؒ، ابن عمرؓ مدنی ہیں اس میں ہے کہ آپ نے پہلی تکبیر کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اس کے بعد ہے واذاارادان یرکع و بعد مایرفع راسہ من الرکوع یہ شرط ہے یعنی اذاارادالخ اس کی جزا مذکور نہیں ہے البتہ امام ابوداؤد کے دادا استاذ امام حمیدیؒ نے مسند حمیدی میں سفیان ہی کی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے اس میں جزا فلایرفع مذکور ہے (مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ رکوع فرمانے کا ارادہ کرتے اور بعد اس کے کہ آپ اپنے سر کو اٹھاتے رکوع سے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ۱۲صفدرؒ) اور اس حدیث میں اذاقام من الرکعتین (جب آپ دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تیسری رکعت کے لیے۔ ۱۲صفدرؒ) کی رفع یدین مذکور نہیں اس لئے غیر مقلدین کے نزدیک بھی اس حدیث کے مطابق نماز پڑھنا خلاف سنت ہے اور جیسا کہ عرض کیا اس کی سند مکی اور مدنی ہے خیر القرون میں نہ ہی اس حدیث پر عمل ہوتا تھا اور نہ ہی مدینہ میں۔ عمل نہ ہونے کا ذکر ابوداؤد صفحہ ۱۱۵ پر آرہا ہے اور اہل مدینہ کا عمل نہ کرنا امام اہل مدینہ امام مالکؒ کے قول میں مذکور ہے جو

المدونۃ الکبریٰ میں ہے اور امام ابوحنیفہؒ کوفہ میں ہوئے ہیں اور کوفہ میں کوئی بھی رفع یدین نہ کرتا تھا نیز شافعی اور غیر مقلدین کے اصول پر سنداً بھی یہ حدیث نہیں کیونکہ اس میں زہری مدلس ہے اور "عن" سے روایت کر رہا ہے چنانچہ مبارک پوری لکھتا ہے و فی اسنادہ زھری وھو مدلس ورواہ عن سالم بالعنعن فکیف یکون صحیحاً (ابکار المنن صفحہ ۶۴۔ اور اس کی سند میں زہری ہے اور وہ مدلس ہے اور اس حدیث کو زہری نے سالم سے عن عن سے روایت کیا ہے پس یہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے :۱۲صفدر) نیز اس میں نہ ہی سنتِ موکدہ کا حکم لفظاً موجود ہے اور نہ ہی اس میں مواظبت کا صیغہ ہے جو ثبوتِ سنیت کے لیے شرط ہے اس لیے اس حدیث کی بناء پر رفع یدین کو سنت کہنا حکم بالرائے ہے نہ کہ بالنص گویا اس کو سنت کہنا اہل رائے ہونا ہے نہ کہ اہلِ حدیث ہونا ہے۔

(۲) دوسری حدیث بھی عبداللہؓ بن عمر سے ہے (الفاظِ حدیث بمع سند ملاحظہ ہوں حدثنا محمد بن المصفی الحمصی ثنا بقیة ثنا الزبیدی عن الزھری عن سالم عن عبداللہ بن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتیٰ تکونا حذو منکبیہ ثم قال سمع اللہ لمن حمدہ ولا یرفع یدیہ فی السجود ویرفعھما فی کل تکبیرۃ یکبرھا قبل الرکوع حتیٰ تنقضی صلوته : ۱۲صفدر) اسمیں بھی زہری مدلس ہے اور اسکے آخر میں ایک جملہ ویرفعھما فی کل تکبیرۃ یکبیرھا الخ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر رکوع سے پہلے تکبیر ثابت ہو جائے تو اس میں رفع یدین ہونی چاہیے نماز وتر میں قنوت کی تکبیر اور نماز عیدین کی زائد تکبیریں رکوع سے پہلے ہی ہیں اس لئے اس جملے سے عیدین اور قنوت کی رفع یدین کا ثبوت ہو سکتا ہے:۔

(۳) حدیث وائل بن حجر:۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ نے وائل بن حجر کی حدیث نقل فرمائی ہے اور اس کے کئی طریق ذکر کیے ہیں (۱) محمد بن جحادہ کا طریق یہ صحیح مسلم ۱۷۳ج ا پر بھی ہے البتہ ابوداؤد ۱۱۲ج ا پر اس میں سجدوں کی رفع یدین کا اثبات بھی ہے اور اس کے بیان کرنے والے عبدالوارث بن سعید ہیں جو صحاح ستہ والوں کے اجماعی شیخ ہیں اور ثقہ، ثبت ہیں (تقریب التھذیب صفحہ ۲۲۲) اور ثقہ کی زیادتی بالاتفاق مقبول ہے۔

(۲) عبدالجبار بن وائل سے روایت کیا ہے اس میں نہ رکوع کی رفع یدین کا ذکر ہے نہ سجود کی رفع یدین کا ذکر ہے (۳) عاصم بن کلیب کا ہے یہ کوفی سند ہے اس میں رکوع کی رفع یدین کا ذکر ہے سجدوں

کی رفع یدین کا نہ اثبات ہے نہ ہی نفی اس طریق میں حضرت وائلؓ کے دوبارہ آنے کا ذکر ہے جس میں سوائے تکبیر تحریمہ کے اور کسی جگہ کی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

نوٹ: یہ یاد رہے کہ جس روایت میں عاصم بن کلیب منفرد ہو وہ حجت نہیں ادھر غیر مقلدین حضرت وائل بن حجرؓ کی دوبارہ آمد کا شور مچاتے ہیں حالانکہ اس روایت میں عاصم بن کلیب منفرد ہے۔ وائل بن حجرؓ کی یہ حدیث ابن عمرؓ کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور اس میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اس میں سجدوں کی رفع یدین کی نفی ہے اور اس میں سجدوں کی رفع یدین کا اثبات ہے اگر عبدالرحمٰن شاہین (یہ غیر مقلدین کے مشہور مناظر ہیں یہ ملتان شہر میں رہتے ہیں بندہ کی بھی ایک دو دفعہ اس سے ملاقات ہوئی ہے اس نے کئی پمفلٹ بھی شائع کیے ہیں ان میں اکثر جھوٹ بولا ہے اللہ تعالیٰ اس کے شر سے اور دیگر ایسے شریروں سے تمام انسانوں کی حفاظت فرمائے آمین ثم آمین: ۱۲عبدالرزاق صفدر) کی طرح المثبت اولیٰ من النافی کہا جائے تو سجدوں کی رفع یدین ماننا پڑے گی۔

یہ بھی یاد رہے کہ وائل بن حجرؓ کی حدیث کے کسی ایک طریق میں اذا قام من الرکعتین کے الفاظ مذکور نہیں اس لئے غیر مقلدین کے نزدیک یہ روایت بھی قابل قبول نہیں۔

(۴)۔ وائل بن حجر کی حدیث کا چوتھا طریق جو ابراہیم نخعیؒ والا طریق ہے موطا امام محمد اور دار قطنی میں ہے کہ امام ابراہیم نخعیؒ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت پاک ﷺ کو ایک دفعہ رفع یدین کرتے دیکھا گیا ہے لیکن اس پر مواظبت کو تواتر اسناد اور تواتر عملی کے خلاف قرار دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں ما سمعته من احد منھم انما کانو ا یرفعون ایدیھم الخ (موطا امام محمد صفحہ ۹۳) کہ میں نے یہ رفع یدین کسی سے سنی تک نہیں اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین جو رفع یدین کی حدیث کو متواتر کہتے ہیں یہ امام سیوطیؒ کا قول ہے (المتوفی ۹۱۱ھ) جب کہ خیر القرون میں ایسا سنا ہی نہیں گیا اور تعامل کے بارے میں فرماتے ہیں فی بدا الصلوۃ حین یکبرون (حوالہ مذکورہ بالا) اس سے معلوم ہوا کہ عملی تواتر بھی خیر القرون میں ترک رفع یدین کو حاصل تھا۔

یہاں ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ اگرچہ یمن کے رہنے والے تھے لیکن جب حضرت عمرؓ نے کوفہ شہر آباد فرمایا تو یہ بھی مستقل طور پر کوفہ میں آباد ہوئے اور کوفی ہی بن گئے اور کوفہ میں کوئی بھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تھا اس لئے کوئی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ خود حضرت وائل بن حجرؓ نے اپنی آخری اور کوفی زندگی میں کبھی رفع یدین کی ہو، مولانا عبدالحئیؒ لکھنوی لکھتے ہیں **ووافقه (ای ابا حنيفةؒ) في عدم الرفع الامَرَّةً الثوری والحسن بن حی وسائر فقهاء الكوفة قديماً وحديثاً وهو قول ابن مسعود و اصحابه قال ابو عبدالله محمد بن نصر المروزی لا نعلم مصرّامن الامصار تركو ا باجماعهم رفع اليدين عند ا لخفض والرفع الااهل الكوفة** (موطاامام محمد صفحہ۹۱ حاشیہ نمبر۳) یعنی اہل کوفہ میں ترک رفع یدین ہمیشہ اجماعی رہا جبکہ کوفہ کے علاوہ رفع یدین پر اجماع نہیں تھا شاذ ونادر کوئی رفع یدین کرنے والا بھی مل جاتا تھا جیسے مکہ میں ایک آدھ دفعہ عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن طاؤسؒ نے کی جیسا کہ ابوداؤد صفحہ ۱۱۵ ج ا پر ہے۔

اب اگر حدیث وائل ہی کو دیکھا جائے رکوع اور سجدہ دونوں کی رفع یدین کا ذکر ہے درمیان میں صرف رکوع کی رفع یدین، آخر میں صرف تحریمہ کی رفع یدین کی گویا اس ترتیب سے امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ نے سمجھا دیا کہ پہلے رکوع اور سجود سب جگہ رفع یدین ہوتی تھی پھر رکوع اور تحریمہ کی ہونے لگی اور آخر میں صرف تحریمہ کی رہ گئی۔

اگر کوئی کہے کہ ہم اس کو الٹا پڑھیں گے کہ پہلے صرف تحریمہ کی رفع یدین ہوتی تھی پھر رکوع کی شروع ہوئی پھر سجدہ کی شروع ہوئی تو شیعہ بننا پڑے گا غیر مقلدین کو کچھ نہ ملا۔ چاروں اماموں کے خلاف غیر مقلدین کی امتیازی رفع یدین تیسری رکعت کے شروع والی رفع یدین ہے اور حدیث وائل بن حجرؓ کے کسی طریق میں بھی اس امتیازی رفع یدین کا ذکر نہیں غیر مقلدوں کو چاہیے کہ وہ لکھ دیں کہ وائل بن حجرؓ نے جب بھی رفع یدین بتائی تو خلاف سنت ہی بتائی۔

یہ بھی یاد رہے کہ محمد بن جحادہ کو میزان الاعتدال میں شیعہ لکھا ہے **باب رفع اليدين** میں ابو داؤدؒ نے دو ہی صحابہ کی حدیثیں لی ہیں اس کے بعد **باب افتتاح الصلوٰة** باندھا ہے یہ شور مچایا کرتے ہیں کہ حدیث سے پہلے باب دیکھنا چاہیے ابوداؤد سے صرف ان کو رفع یدین کی حدیث پیش کرنی چاہیے

باب افتتاح الصلوٰة کی طرف نہیں جانا چاہیے۔

امام ابوداؤدؒ **باب افتتاح الصلوٰة** میں پہلی حدیث ابوحمید الساعدیؓ کی لائے ہیں جس میں دس صحابہؓ کا تذکرہ ہے امام ابوداؤدؒ نے یہ حدیث امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کی ہے اور اس میں **اذاقام من الركعتين** کا بھی ذکر ہے جبکہ مسند امام احمد میں یہ روایت صفحہ ۴۲۴ ج ۵ پر ہے اور وہاں **اذاقام من السجدتين** کا ذکر ہے امام ترمذیؒ نے بھی اس حدیث میں **اذاقام من السجدتين** کا ذکر کیا ہے اور دو سجدوں میں نمازی دوسری اور چوتھی رکعت میں ہوتا ہے جہاں غیر مقلدین رفع یدین نہیں کرتے۔ حدیث ابوحمید الساعدیؓ بخاری صفحہ ۱۱۴ ج ا پر بھی ہے وہاں صرف تکبیر تحریمہ کی رفع یدین مذکور ہے اور کوئی رفع یدین مذکور نہیں ہے۔

غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ حدیث وائل بن حجرؓ میں سجدوں کی رفع یدین مسلم میں مذکور نہیں اور ابوداؤدؒ میں مذکور ہے اس لئے ہم ابوداؤدؒ کو نہیں مانتے اس لئے یہاں بھی ان کو یہی کہنا چاہیے کہ بخاری میں تحریمہ کی رفع یدین کے بعد کوئی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے اس لئے ہم کسی رفع یدین کو نہیں مانیں گے۔ امام طحاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے بعد والی رفع یدین ذکر کرنے میں عبدالحمید بن جعفر ہے اس لئے اس کی زیادت مقبول نہیں نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ دوسری سندوں سے پتہ چلتا ہے کہ محمد بن عمرو بن عطا اور ابوحمیدؓ الساعدی کے درمیان کوئی اور واسطہ بھی ہے محمد بن عمرو بن عطا نے براہ راست ابوحمید الساعدیؓ سے یہ حدیث نہیں سنی:۔ یہ بھی یاد رہے کہ عبدالحمید بن جعفر کے علاہ کسی طریق میں نہ **اذاقام من الركعتين** کی رفع یدین ہے اور نہ ہی **اذاقام من السجدتين** کی:۔

امام طحاویؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان دس صحابہؓ میں ابوقتادہ کا نام بھی ہے جیسا کہ ابوقتادہ کی نماز جنازہ ایک قول کے مطابق حضرت علیؓ نے پڑھائی اور حضرت علیؓ کی شہادت سنہ ۴۰ھ میں ہوئی اور محمد بن عمرو بن عطا کی پیدائش چالیس سے چند سال قبل کی ہے اس لئے وہ ابوقتادہ کو اس مجلس میں کیسے دیکھ سکتے ہیں اگر کوئی کہے کہ ابوقتادہ کی وفات کے بارے میں دوسرا قول بھی ہے کہ آپ کی وفات سنہ ۵۴ھ میں ہوئی تو بھی **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** (جب احتمال پیدا ہو گیا کسی دلیل کے متعلق تو اس سے استدلال کرنا بھی باطل ہو جاتا ہے پھر کسی اور دلیل سے استدلال کرنا چاہیے: ۱۲صفدر) کے تحت

انکا استدلال ختم ہو جاتا ہے:۔ حضرت ابوحمیدؓ الساعدی کا وصال ۶۰ھ میں ہے (تقریب ۴۰۳) اور یہ مجلس یقیناً پچاس اور ساٹھ کے درمیاں ہوئی ہوگی اور ساٹھ میں مدینہ منورہ میں بہت سے صحابہؓ حیات تھے حضرت ابوحمید الساعدی کا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر یہ چیلنج دینا کہ **انا اعلمکم بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** کہ مجھے نبی پاک ﷺ کی نماز کا ایک ایسا مسئلہ معلوم ہے جو اگرچہ کسی کے عمل میں نہیں تمہارے کسی کے علم میں بھی نہیں تو انہوں نے پوچھا وہ کونسا مسئلہ ہے جو عمل میں تو کسی کے نہیں اور آپ کے سوا کسی اور کے علم میں بھی نہیں تو انہوں نے رفع یدین کا مسئلہ بتا دیا تو معلوم ہوا کہ ۴۰ھ اور ۶۰ھ میں رفع یدین کسی کے علم میں تو کیا ہوتی کسی کے عمل میں بھی نہیں تھی اس سے یہ واضح طور پر معلوم ہوا کہ دورِ صحابہؓ میں بھی مدینہ منورہ میں بھی ترک رفع یدین متواتر تھا اور امام ابوداؤدؒ نے بھی **باب رفع الیدین** کی بجائے اس حدیث پر **باب افتتاح الصلوٰۃ** باندھا ہے تا کہ پتہ چلے کہ افتتاح الصلوٰۃ کے علاوہ رفع یدین عملی تواتر کے خلاف تھی:۔

نوٹ:۔ امام طحاویؒ نے صراحۃً فرمایا ہے کہ " **صدقت** " کا جملہ بالکل شاذ ہے کیونکہ یہ جملہ ابوعاصم ضحاک بن مخلد کے سوا کسی نے بیان نہیں کیا امام طحاویؒ کا یہ قرض آج تک کوئی نہیں چکا سکا کہ ابوعاصم کے سوا کسی اور سند سے اس کو ثابت کر کے اس کے شذوذ کو رفع کرے۔ اس کا دوسرا طریق ابن لہیعہ والا ہے۔ غیر مقلدین کے نزدیک تو یہ صحیح ہی نہیں ہے کیونکہ اس میں یزید بن حبیب ہے اور اس میں رکوع کی رفع یدین کا بھی ذکر نہیں۔ تیسری سند بھی اس طرح ہے اسمیں یزید بن حبیب ہے اور وہ مدلس ہے اس میں بھی رکوع کی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے چوتھی سند میں عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک ہے جو کہ ضعیف ہے جو محمد بن عمرو عطاء اور ابوحمید الساعدیؓ کے درمیان " عیاس " کا واسطہ بیان کرتا ہے اس میں حضرت ابوہریرہؓ اور ابواسیدؓ کا بھی ذکر ہے اس کی وفات میں بھی اختلاف ہے بعض نے ابواسید کی وفات ۳۰ھ لکھی ہے اور بعض نے ۵۰ھ لکھی ہے (تقریب التہذیب ۳۲۴) اس کا نام مالک بن ربیع ہے حضرت ابوہریرہ کا وصال ۵۹ھ میں ہوا اور اس میں جلسۂ استراحت کی نفی ہے اس میں **اذا اقام من الرکعتین** کی رفع یدین کا بھی ذکر نہیں۔ پانچویں سند فلیح بن سلیمان کی ہے۔ فلیح بن سلیمان

کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے اس مجلس میں سہل بن سعد کا بھی ذکر کیا ہے (تقریب التہذیب ۲۸۰) ان کی وفات ۸۸ھ ہے (تقریب ۱۳۸) اور محمد بن مسلم کا بھی ذکر کیا ہے جو چالیس ہجری کے بعد فوت ہوئے (تقریب ۳۱۹) اس میں بھی رفع یدین کی کوئی تفصیل موجود نہیں:۔

نوٹ: ابوحمید الساعدیؓ کی حدیث جو بخاری میں ہے وہاں "**انا احفظکم** " کے الفاظ ہیں جس سے معلوم ہوا کہ تحریمہ کی رفع یدین بھی محفوظ رہی تھی:۔ اس کے بعد ص ۱۱۵ پر امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث لائے ہیں جس میں چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے یہی حدیث بخاری ۱۱۰/ ج ۱ پر بھی ہے لیکن وہاں رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے صرف تکبیرات انتقال کا ذکر ہے اور اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں **والذی نفسی بیدہ انی لا قربکم شبہاً بصلوٰۃ رسول اللہ ﷺ ان کانت ھذہ الصلوٰۃ حتی فارق الدنیا** (اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے آپ ﷺ کی نماز کی مشابہت کے میں تم سے زیادہ قریب ہوں کہ یہی آپ ﷺ کی نماز تھی یہاں تک کہ آپ دنیا سے جدا ہو گئے یعنی وفات پا گئے: ۱۲صفدر) ابوداؤد کی سند کا راوی یحییٰ بن ایوب ہے جس کے متعلق لکھا ہے **صدوق ربما اخطاء** (میزان الاعتدال ۳۶۲/ ج ۴ یعنی یہ ہے تو سچا مگر بسا اوقات غلطی بھی کر جاتا ہے: ۱۲صفدر) اور ابن جریج راوی ہے جو کہ مدلس ہے (میزان الاعتدال ۶۵۹/ ج ۲) اور لکھا ہے کہ ابن جریج نے ایک رات میں ۹۰ عورتوں سے متعہ کیا تھا (تذکرۃ الحفاظ) اور محمد بن شہابؒ زہری ہے اور یہ مدلس ہے اور " عن " سے روایت کر رہا ہے لہٰذا یہ روایت غیر مقلدین کے اصول پر بالکل درست نہیں ہے اس سے استدلال نہیں پکڑا جا سکتا اس کے بعد امام ابوداؤدؒ نے میمون مکی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک دن عبداللہؓ ابن زبیر کو مکہ میں رفع یدین کرتے دیکھا تو میں ابن عباسؓ کے پاس گیا تو میں نے کہا **انی رایت ابن الزبیر صلیٰ صلوٰۃ لم ار احداً یصلیھا فوصفت لہ ھذہ الاشارۃ فقال ان احببت ان تنظر الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقتد بصلوٰۃ عبداللہ ابن الزبیر.** یہ میمون مکی مکہ ہی میں پیدا ہوا، وہی پلا، وہی پڑھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسی نماز پڑھتے کسی کو نہیں دیکھا ہے پہلے تو " **صلوٰۃً** " نکرہ استعمال کیا کہ یہ بالکل اوپری نماز تھی پھر "لم

ادا" سے اس کی مزید تاکید فرمادی یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مکہ مکرمہ میں کوئی رفع یدین کی حدیث جانتا تک نہیں تھا یہ مکہ مکرمہ جہاں پوری اسلامی دنیا کے لوگ حج وعمرہ کے لیے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس وقت پوری اسلامی دنیا سے کوئی آدمی آکر رفع یدین نہیں کرتا تھا مکہ میں متواتر اور مشہور ترکِ رفع یدین ہی رہا اور رفع یدین ایک منکر اور متروک چیز تھی اس سے اگلی روایت میں ہے کہ عبداللہؒ ابن طاؤس یمن سے حج کے لیے آئے اور مسجد خیف میں رفع یدین کر کے نماز پڑھی نضر بن کثیر کہتے ہیں فانکرت ذالک (میں نے اس کو بالکل اوپری چیز پایا) میں نے مکہ کے محدث وہیب بن خالد سے عرض کیا تو وہیب بن خالد نے عبداللہ بن طاؤس سے کہا تصنع شیئًا لم ارَ احدًا یصنعہ (کہ آپ ایسی چیز یعنی ایسا کام کرتے ہیں جو کسی کو میں نے کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے) اس سے معلوم ہو کہ دورِ تابعین اور تبع تابعین میں بھی مکہ مکرمہ میں بھی رفع یدین ایک امرِ منکر سمجھا جاتا تھا آج کل نجدی وہاں رفع یدین کرتے ہیں وہ عبداللہ بن طاؤس کی طرح باہر سے آئے ہیں۔ جو غیر مقلدین آج مکہ کے نام سے دھوکہ دیتے ہیں ان کو خیر القرون کا مکہ یاد کرنا چاہیے اور وہ زمانہ یاد کرنا چاہیے جب اسلام کی اپنی قوت اور شوکت تھی آج کی برائے نام سعودی حکومت تو امریکہ کی ایک چھاؤنی ہے۔ اس کے بعد امام ابوداؤدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی نافع کے طریق والی روایت ذکر کی ہے جس میں اذا قام من الرکعتین کی رفع یدین ہے اور پوری تفصیل سے ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے بلکہ موقوف ہے اور اس میں اذا قام من الرکعتین کا بھی ثبوت نہیں اس کے بعد حضرت علیؓ کی روایت پیش کی ہے جس کی سند میں عبدالرحمٰن ابن ابی زناد مدنی ہے امام مالکؒ کا ہم عصر ہے لیکن امام مالکؒ نے مؤطا میں اس سے ایک روایت بھی نہیں لی امام ترمذیؒ نے باب المسح علی الخفین میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ اور امام بخاری اس کے ضعف کے طرف اشارہ کرتے تھے (الفاظِ ترمذی ملاحظہ ہوں: قال محمد و کان مالک یشیر بعبد الرحمن بن ابی زناد ترمذی ۱۵ا ج ۱: ۱۲ صفدر) لیکن عجیب بات ہے کہ امام مالکؒ تو اپنی بات پر قائم رہے لیکن بخاریؒ اور ترمذیؒ اپنی بات پر قائم نہ رہے، امام بخاریؒ نے جزء رفع یدین رسالہ کی بسم اللہ ہی اس کی سند سے کی ہے اور امام ترمذیؒ اس کی رفع یدین والی حدیث کو حسن صحیح فرماتے ہیں حالانکہ یہ بات تحقیق کے بالکل خلاف ہے یہ پہلے مدینہ منورہ میں رہتا تھا

امام مالکؒ اس وقت اس کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن جب بغداد آگیا تو اس کا حافظہ بھی خراب ہو چکا تھا (تقریب التہذیب ۵۶۸) اور اس رفع یدین کی حدیث میں اس کا شاگرد سلیمان بن داؤد ہاشمی ہے جس کو تقریب التہذیب میں بغدادی لکھا ہے:۔ معلوم ہوا جب تک اس کا حافظہ صحیح تھا اس نے رفع یدین کی روایت نہیں کی جب اس کا حافظہ خراب ہوگیا تب اس کو روایت کیا۔ نیز اس حدیث میں اذا قام من السجدتین کی رفع یدین بھی ہے جو غیر مقلدین نہیں کرتے۔ اس کے بعد امام ابوداؤدؒ نے مالکؓ بن الحویرث کی روایت نقل کی ہے جو نصر بن عاصم والا طریق ہے نسائی ۱۴۵ا ج ا پر اس سند سے سجدوں کی رفع یدین بھی مذکور ہے۔ (الفاظِ نسائی ملاحظہ ہوں: اخبرنا محمد بن المثنیٰ حدثنا ابن ابی عدی عن شعبہ عن قتادہ عن نصر بن عاصم عن مالک بن الحویرث انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ فی صلوتہ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع واذا سجد واذا رفع راسہ من السجود حتی یحاذی بھما فروع اذنیہ : ۱۲ صفدر) اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کو اس بات پر ختم کیا ہے کہ حضرت پاک ﷺ نے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین فرمائی اگر کوئی چاہتا تو آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ سکتا:۔ امام ابوداؤدؒ نے اس باب کے آخر میں تطبیق والی حدیث نقل کی ہے اور اس کے بعد باب باندھا ہے من لم یذکر الرفع عندالرکوع :

(فائدہ: تطبیق کہتے ہیں اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان کر دینا رکوع اور تشہد کی حالت میں لیکن اب یہ تطبیق منسوخ ہو چکی ہے۔ حاشیہ ابوداؤد نمبر ۳: ۱۲ صفدر)

رفع یدین کے باب کا خلاصہ:

رفع یدین کے باب کا خلاصہ یہ نکلا کہ اگر یہ ساری حدیثیں بھی صحیح مان لی جائیں تو چونکہ کسی ایک حدیث میں بھی قضیہ کلیہ کا سور نہیں ہے بلکہ قضیہ مہملہ ہے اور مہملہ قوت میں قضیہ جزئیہ کے برابر ہوتا ہے تو یہی ثابت ہوا کہ حضرت پاک ﷺ نے جو ایک آدھ دفعہ رفع یدین کی اس کو مثلاً دس صحابہؓ نے روایت کر دیا اس سے رفع یدین کا دس مرتبہ کرنا بھی ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ایک دفعہ چاند دو ٹکڑے ہوا اس کو پینتیس صحابہؓ نے روایت کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ چاند پینتیس مرتبہ دو ٹکڑے ہوا۔ الغرض اگر رفع یدین کی

حدیثیں صحیح بھی ہوں تو اس سے رفع یدین کا ثبوت ہوتا ہے البتہ رفع یدین باقی رہا یا نہ اس سے یہ حدیثیں خاموش ہیں البتہ قیاس کی گھٹیا قسم جس کو استصحاب حال کہتے ہی اس کے مطابق کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے رفع یدین کی تو کرتے رہے ہوں گے اس استصحاب کے علاوہ بقائے رفع یدین پر کوئی دلیل نہیں؛ ترکِ رفع یدین کی احادیث اثباتِ رفع یدین کے خلاف نہیں بلکہ اس (استصحاب حال) قیاس کے خلاف ہیں ہمارا اصول ہے کہ جب حدیث مل جائے تو قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں اس لیے ہم نے اس قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کر لیا اور غیر مقلدین اس قیاس پر جمے رہے اور حدیث پر عمل کرنے سے انکار کر دیا (لیکن یہ الٹی بات ہے کہ قیاس پر عمل کرنے والوں کو اہل حدیث اور حدیث پر عمل کرنے والوں کو اہل قیاس کہا جاتا ہے تلك اذاً قسمة ضيزىٰ الاية : ۱۲ صفدر)

مثال سے وضاحت: زید نے عمرو سے 10,000 (دس ہزار) روپے قرض لیا اور گواہوں کے سامنے لیا چند ماہ بعد ان میں جھگڑا ہو گیا عمرو نے دس ہزار گواہ زید کے خلاف پیش کر دیے زید نے صرف دو گواہ پیش کر دیئے ان گواہوں نے کہا کہ ہمارے سامنے وہ دس ہزار روپے زید نے عمرو کو واپس کر دیئے تھے اب ظاہر ہے کہ فیصلہ زید کے حق میں ہو گا کوئی یہ نہیں کہے گا ادھر دس ہزار گواہ ہیں ادھر دو گواہ ہیں کیونکہ ان دس ہزار اور دو میں حقیقی کوئی تعارض نہیں وہ دس ہزار گواہ ثبوتِ قرض کے تھے نہ کہ بقائے قرض کے البتہ بقائے قرض کا تعلق استصحابِ حال سے تھا ان دو گواہوں نے ثبوتِ قرض کی نفی نہیں کی بلکہ بقائے قرض کی نفی کی ہے اسی طرح غیر مقلدین یہ جھوٹ بولا کرتے ہیں کہ ترک کی احادیث اثبات کی احادیث کے خلاف ہیں حالانکہ خلاف جب ہوتیں جب اس طرف موجبہ کلیہ ہوتا اہلِ منطق کا اتفاق ہے کہ مہملات کی نقیض ہوتی نہیں۔

ترکِ رفع یدین اور ابوداؤد شریف:

اس کے بعد امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ عبداللہؓ بن مسعود کی حدیث لائے ہیں (الفاظِ ابوداؤد ملاحظہ ہوں۔ عن علقمه قال عبدالله بن مسعود الا اصلى بكم صلوٰة رسول الله ﷺ قال فصلى فلم يرفع يديه الا مرةً یعنی حضرت علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا

کیا میں آپ ﷺ کی نماز پڑھ کر تمہیں نہ دکھاؤں تو وہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے نماز پڑھی لیکن اپنے ہاتھوں کو صرف ایک مرتبہ ہی اٹھایا یعنی تکبیرِ تحریمہ کے وقت: ۱۲ صفدر) حاشیہ پر یہ عبارت ہے و هذا حديث مختصر من حديث طويل وليس هو بصحيح على هذا اللفظ على هذا المعنى (یہ حدیث لمبی حدیث سے مختصر ہے اور یہ حدیث اس لفظ پر اور اس معنی کے لحاظ سے صحیح نہیں: ۱۲ صفدر) حاشیہ میں جو عبارت ہے یہ دوسرے نسخہ کی طرف اشارہ ہے امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ نے ان مذکورہ الفاظ پر کوئی دلیل بیان نہیں کی اور کسی امتی کی بے دلیل بات سے نبی پاک ﷺ کی صحیح السند روایت کو رد کر دینا غیر مقلدین کے ہاں شرک ہے یہ عبارت ابوداؤد کے نسخہ ابن الاعرابی میں ہے۔ ابوداؤد کا آخری نسخہ لؤلوی ہے اس میں یہ عبارت نہیں جس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ ابوداؤدؒ نے یہ پہلے ایک بے دلیل بات لکھ دی تھی پھر اس کو نکال دیا گویا ان کا رجوع ہے پھر اس میں صحت کی نفی ہے حسن کی نفی نہیں ہے۔ غیر مقلدین اسے اپنے رسالوں میں لکھ کر جھوٹ بولتے ہیں کہ ابوداؤدؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دورِ حاضر کا متعصب غیر مقلد مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ پر لکھتا ہے والحق انه حديث صحيح و اسناده صحيح على شرط مسلم الى اخره ---۱/۲۵۴ج۱) اس کے بعد براء بنؓ عازب کی روایت نقل کی ہے (الفاظ ملاحظہ ہوں عن عبدالرحمن ابن ليلىٰ ان رسول الله ﷺ كان اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر دوبارہ نہ اٹھاتے تھے یعنی تحریمہ کے علاوہ اور کسی جگہ رفع یدین نہ کرتے تھے: ۱۲ صفدر) شریک عن یزید ابن ابی زیاد کی سند نقل کر کے اس پر اعتراض کیا ہے کہ ہشیم اور خالد اور ابن ادریس نے یزید سے اس کو روایت کیا ہے "ثم لا يعود" ذکر نہیں کیا حالانکہ یہ ابوداؤدؒ کے مطالعہ کی کمی ہے ہشیم اور ابن ادریس نے بھی "لا يعود" یا اس کے ہم معنی الفاظ روایت کئے ہیں یہ سندیں "حدیث اور اہل حدیث" نامی کتاب کے ۹۷ پر ہیں اس لئے اس کی سند میں کوئی شک نہیں:

دوسری سند ابن ابی لیلیٰ والی نقل کی ہے اس میں ایک راوی "الحكم" نقل کیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے اصل "عيسىٰ والحكم" ہے اور امام ابوداؤدؒ نے عیسیٰ عن الحکم ذکر کیا ہے۔ ابوداؤد نے کہا ہے کہ هذا الحديث ليس بصحيح (یعنی براء بنؓ عازب والی حدیث صحیح نہیں ہے جس سے ترکِ رفع

یدین ثابت ہو رہی ہے: ۱۲ صفدر) امام ابوداؤدؒ کی یہ جرح بھی بے دلیل ہے اور کسی بے دلیل بات
نبی کی صحیح سند والی حدیث کو رد کرنا غیر مقلدین کے ہاں شرک ہے پھر یہاں بھی صحت کی نفی ہے اور
کی نفی ضعیف کو مستلزم نہیں بلکہ حسن کا درجہ بھی ہے اور امام ابوداؤدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کو بھی
ترک رفع یدین کے دلائل میں شمار کیا ہے گویا ان کے ہاں عدمِ ذکر عدم وجود کو مستلزم ہے، یزید ابن ابی
زیاد بخاری ۱۵ ج ۲ ص ۸۶۸ مسلم ۵ ج ۲ پر بھی موجود ہے: ۔ محمد بن عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ کو صاحب السعایہ
نے جائز الحدیث لکھا ہے دونوں سندیں یعنی یزید ابن ابی زیاد والی سند اور عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ والی
سند مل کر صحت یقینی ہو جاتی ہے لہٰذا ترک رفع یدین والی حدیث صحیح ہوئی: ۔

مسئلہ رفع یدین اور ترمذی ص ۳۵:

امام ترمذیؒ باب رفع الیدین عند الرکوع میں سفیان بن عیینہ کا طریق لائے ہیں یعنی
حدیث ابن عمرؓ۔ (الفاظ ملاحظہ ہوں ثنا سفیان بن عیینہ عن الزہری عن سالم عن ابیہ قال
رأیت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلوٰۃ یرفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ و اذا رکع و
اذا رفع رأسہ من الرکوع یعنی عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا جب آپ
نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے
سر مبارک اٹھاتے: ۱۲ صفدر) عبداللہؓ بن عمر کی حدیث کے راوی زہریؒ کے مرکزی دو شاگرد ہیں (۱)۔
امام مالکؒ مدنی (۲)۔ سفیانؒ بن عیینہ مکی، آگے امام مالکؒ کے بھی شاگرد ہیں اور سفیانؒ بن عیینہ کے ۲۲
شاگرد ہیں؛ سفیانؒ بن عیینہ کی روایت مسلم، نسائی، ابوداؤد وغیرہ ساری کتابوں میں ہے لیکن ساری
کتابوں میں "رفع یدیہ" بیان کیا گیا ہے اور امام ترمذیؒ نے سب کے خلاف کہا ہے یرفع یدیہ اس کا
مرکزی راوی زہریؒ ہے اور اس کو "عن" سے روایت کر رہا ہے اس لیے شافعیوں کے اصولوں پر یہ
حدیث قطعاً صحیح نہیں۔ سفیان بن عیینہ کے طریق میں اکثر کتابوں میں واذا رکع واذا رفع رأسہ من
الرکوع کے بعد جزا مذکور نہیں البتہ امام ترمذیؒ کے دادا استاذ حمیدیؒ نے جزا فلا یرفع بیان کی ہے اور
ابوعوانہ میں بھی اس کی جزا ولا یرفعهما ہے (یعنی جب آپ ﷺ رکوع فرماتے اور رکوع سے سر

مبارک اٹھاتے تو دونوں ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے: ۱۲ صفدر) ترمذی میں چونکہ جزا مذکور نہیں اس لئے یہ
بخلاف "یرفع" نکالتے ہیں سنداً تو یہ حدیث صحیح نہیں: ۔ کیا اس پر عمل ہوا تو اس کے بارے میں امام
مالک فرماتے ہیں میں نے کسی کو تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا (   ) اس سے معلوم
ہوا کہ اس سند کا کوئی راوی رفع یدین نہیں کرتا تھا اور نہ بطور سالبہ کلیہ کے امام مالکؒ نفی نہ فرماتے اور
ابوداؤد سے پتہ چلا کہ مکہ مکرمہ میں عملی تواتر ترک رفع یدین کو حاصل تھا پس یہ حدیث سنداً تو ضعیف تھی،
عملی تواتر کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ بلکہ منکر ہوئی۔

اس کے بعد امام ترمذیؒ نے وفی الباب چودہ صحابہ کرام کا نام ذکر کیا ہے لیکن ان چودہ میں سے کسی
ایک صحابی سے بھی ان الفاظ میں حدیث مروی نہیں بلکہ اس معنی میں بھی مروی نہیں۔

اس حدیث میں اذا قام من الرکعتین (یعنی دوسری رکعت سے تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہوتے
وقت: ۱۲ صفدر) رفع یدین کا ذکر نہیں ایک سنت بھی رہ جائے تو نماز خلاف سنت کہلاتی ہے: ۔ غیر
مقلدوں سے لکھوانا ضروری کہ ہم نے جو حدیث پیش کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اقدس
ﷺ خلاف سنت نماز پڑھا کرتے تھے: ۔

وفی الباب چودہ صحابہ کرام کا نام ذکر کیا گیا ہے:

ان میں سے پہلا نام حضرت عمرؓ کا ہے یہ روایت بیہقی ۷۴ ج ۲ پر ہے اس میں لفظ ابن عمرؓ
عن عمرؓ ہے جبکہ مسند احمد اور ابن حبان میں "عمر" کا لفظ نہیں ہے پھر اس کا مدار ایک رجل مجہول پر ہے
وفیہ غرابة الرفع اور خود حضرت عمرؓ کا عمل ترک رفع یدین تھا جیسا کہ طحاوی، ابن ابی شیبہ میں ہے۔

دوسرا نام حضرت علیؓ کا ہے۔ حضرت علیؓ سے رفع یدین کی روایت کا ضعف ابوداؤد کی بحث
میں گزر چکا ان سے ترک رفع یدین کی روایت علل دار قطنی ۱۰۶ ج ۴ پر ہے جو "حدیث اور اہل حدیث
" نامی کتاب میں درج کر دی گئی ہے۔ حضرت علیؓ کا عمل ہمیشہ ترک رفع یدین رہا جیسا کہ مؤطا امام
محمد ص ۸۸ پر ہے۔ اور ان کے تمام اصحاب بھی ترک رفع یدین پر عامل تھے جیسے کہ مصنف ابن ابی شیبہ
میں ہے پورے ذخیرہ حدیث میں کسی ضعیف سند سے بھی حضرت علیؓ یا ان کے کسی ساتھی کا تکبیر تحریمہ کے

بعد رفع یدین کرنا ثابت نہیں۔ تیسرا نام حضرت وائلؓ کا ہے۔ اس کی بحث بھی ابوداؤد اور مسئلہ رفع یدین عنوان میں گزر چکی ہے۔ محمد بن جحادہ کے طریق سے سجدوں کی رفع یدین بھی ہے اور عاصم بن کلیب کے طریق سے دوسری آمد میں صرف تکبیر تحریمہ والی رفع یدین ہے اور مؤطا امام محمد ص ۹۰ پر جو امام نخعی کا طریق ہے اس میں رفع یدین کو عملی، اسنادی تواتر کے خلاف بتایا گیا ہے خود وائل بن حجر آخری عمر میں کوفہ میں رہے کسی ضعیف ترین سند سے بھی کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ کوفہ مین رہائش کے بعد حضرت وائل بن حجر کے خاندان کے کسی فرد نے تحریمہ کے بعد رفع یدین کیا ہو۔

چوتھا نام مالک بنؓ الحویرث کا ہے ان کی حدیث نسائی ۱۶۵/ج ۲ پر سجدوں کی رفع یدین بھی ہے اور بخاری ۱۱۳/ج ا پر ہے کہ انہوں نے اپنے قبیلہ جا کر جو نماز سکھائی ہے اس میں کسی رفع یدین کا نام ونشان تک نہیں اور کوئی شخص کسی ضعیف ترین سند سے بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ان کے خاندان کا ایک شخص بھی تحریمہ کے بعد رفع یدین کرتا ہو۔

پانچواں نام حضرت انسؓ کا ہے۔ ان کی حدیث جو ابن ابی شیبہ اور ابو عوانہ میں ہے سجدوں کی رفع یدین کا ذکر ہے بلکہ ابن ابی شیبہ اور جزء بخاری میں ہے کہ یہ بین السجدتین رفع یدین کرتے تھے جو کہ حدیث پاک کے خلاف ہے۔ چھٹا نام حضرت ابو ہریرہؓ کا ہے ان سے دار قطنی میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہے لیکن دار قطنی نے کہا ہے کہ یہاں رفع یدین وھم ہے اصل میں صرف تکبیر ہے۔ امام ابوداؤد نے بھی ابو ہریرہؓ کی حدیث کو ترک کے دلائل میں ذکر کیا ہے اور مؤطا امام محمد میں نہایت عالی سند سے ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ صرف تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے ان کے بعد ساتواں نام ابو حمید، اور آٹھواں نام سہل بن سعد اور نواں نام محمد بن مسلمہؓ اور دسواں نام ابو قتادہ اور گیارھواں ابو اسید کا نام لیا ہے ان سب کا ذکر حدیث ابو حمیدؓ الساعدی میں ہے جس کی مفصل بحث مسئلہ رفع یدین اور ابوداؤد عنوان میں گزر چکی ہے ابو حمید الساعدیؓ کی صحیح حدیث وہ ہے جو بخاری ص ۱۱۴ ج ا پر ہے اس میں صرف تحریمہ کی رفع یدین کا ذکر ہے:۔ بارھواں نام ابو موسیؓ اشعری کا ہے۔ اس کی حدیث دار قطنی میں ہے جو سخت ضعیف ہے اور "حدیث اہل حدیث" میں مسند احمد کے حوالہ سے حضرت ابو مالکؓ اشعری کے حوالہ سے نقل کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اشعری قبیلہ میں تحریمہ کے بعد رفع یدین کرنا ثابت نہیں۔ تیرھواں نام

حضرت جابرؓ کا ہے۔ ان کی حدیث مسند احمد میں ہے۔ جس میں ہر تکبیر کی رفع یدین کا ذکر ہے اس کی سند کا راوی نصر بن باب ہے جو کہ ضعیف ہے۔ چودھواں نام عمیرؓ اللیثی کا ہے ان کی حدیث ابن ماجہ میں ہے جس مین ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہے غیر مقلد اس کو ضعیف کہتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ امام ترمذیؒ بیان فرماتے ہیں کہ رفع یدین کی حدیث کو چودہ صحابہؓ نے روایت کیا ہے لیکن جب یہ بتاتے ہیں کہ اس پر عمل کتنے صحابہ کا ہے تو صرف چھے کا نام لے سکتے ہیں۔ (ا)۔ ابن عمرؓ۔ حالانکہ ان سے ترک رفع یدین صحیح سند سے ثابت ہے (۲) جابر بن عبد اللہؓ۔ ان سے بھی ترک رفع یدین ثابت ہے (مؤطا امام محمد) (۳) ابو ہریرہؓ۔ ان سے بھی مؤطا امام محمد میں ترک رفع یدین ثابت ہے (۴)۔ انسؓ بن مالک۔ ان سے ابن شیبہ میں رکوع وسجدہ دونوں کی رفع یدین ثابت ہے (۵) ابن عباسؓ ان کا فتویٰ ابن ابی شیبہ میں ہے کہ رفع یدین صرف تحریمہ کے وقت ہونی چاہیے (۶) ابنؓ زبیر۔ ان سے ایک آدھ دفعہ کرنا ثابت ہے۔ جس کو میمون مکی نے بالکل اوپری نماز قرار دیا جیسا کہ ابوداؤد میں ہے۔

اس کے بعد امام ترمذیؒ صرف سات تابعین کا نام پیش کر سکے ہیں۔ حسنؒ بصری، عطاؒ، سالمؒ، نافعؒ، سعیدؒ بن جبیر، مجاہد، طاؤس، امام ترمذی کے ذکر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تابعین رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے سجدوں کے وقت نہیں کرتے تھے لیکن امام ترمذیؒ کے استاذ امام بخاریؒ نے جزء رفع الیدین نامی رسالہ میں لکھا ہے کہ یہ سب رکوع کے ساتھ سجدوں کی بھی رفع یدین کرتے تھے تو گویا ایک تابعی بھی اس پر عمل کرنے والا نہ ملا۔ اس کے بعد عبد اللہؓ ابن مبارک، امام شافعیؒ، امام احمدؒ بن حنبل، اسحٰقؒ بن راہویہ اور بعض نسخوں میں امام مالکؒ، معمر اوزاعی کا بھی ذکر ہے لیکن عبد اللہؒ ابن مبارک سے کسی صحیح سند سے رفع یدین کرنا ثابت نہیں امام مالکؒ سے مدونۃ الکبریٰ میں ہے کہ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کی حدیثیں ضعیف ہیں اور عمل بھی میں نے کسی کو کرتے نہیں دیکھا اور امام اوزاعیؒ سے امام ترمذیؒ کے استاذ امام بخاریؒ نے رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت کیا ہے۔

غیر مقلدین کا دھوکہ وفریب:

غیر مقلدین عوام کو دھوکہ اور فریب دیا کرتے ہیں کہ فی الباب چودہ صحابہؓ کا نام ہے اس

لئے یہ حدیث یعنی رفع یدین والی حدیث قوی ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیے مگر یہ انکا اپنا قیاس ہے۔

دھوکے کا جواب:

امام ترمذیؒ ص ۹۱ پر باب ماجاء فی الصلوۃ فی النعال کا باب باندھتے ہیں اور یصلی فی نعلیہ (یعنی آپ ﷺ جوتی پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے) کی حدیث نقل کر کے آٹھ صحابہؓ کا نام لیا ہے یعنی فی الباب آٹھ صحابہؓ کا نام ذکر کرتے ہیں اس کے بعد جوتا اتار کر نماز پڑھنے کی حدیث کسی ایک صحابی سے بھی نقل نہیں کی تو گویا ترمذی میں رفع یدین کا مسئلہ الصلوۃ فی النعال سے بھی زیادہ گھٹیا ہے اسی طرح ۷۹/ ج ۱ پر امام ترمذیؒ باب ماجاء فی الصلوۃ فی الثوب الواحد باب باندھتے ہیں کہ آپ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور فی الباب تیرہ صحابہؓ کا نام ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد ایک سے زائد کپڑوں میں نماز پڑھنے کی ایک حدیث بھی ذکر نہیں کی اور ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی حدیث کو امام ترمذیؒ نے متواتر قرار دیا ہے تو گویا امام ترمذیؒ کے نزدیک رفع یدین کا ثبوت ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے بھی گھٹیا ہے کہ رفع یدین کے بعد ترک کی روایت بیان کی ہے اور ثوب واحد کی حدیث کے بعد کوئی ایک روایت بھی زائد کپڑوں میں نماز پڑھنے کی نہیں ہے ان دونوں حدیثوں سے پتہ چلا کہ جوتا پہن کر نماز پڑھنا یا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا حضرت پاک ﷺ کی عادت نہیں تھی روایت ہمیشہ اس عمل کی ہوتی ہے جو خلاف عادت ہو اس لئے اگر رفع یدین کو زیادہ لوگوں نے روایت کیا ہے تو اس لئے کہ وہ ایک غیر معروف اور خلاف عادۃ تھی:۔

مثال سے وضاحت: عوام کو سمجھانے کے لیے مثال یوں دی جاتی ہے کہ حنفی مساجد میں سب لوگ زیر ناف ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں یہ چونکہ معروف ہے اس لیے روایت کی ضرورت نہیں اگر کوئی سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے تو لوگ بیان کرتے ہیں کہ فلاں آدمی سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہے تو کثرت روایت کثرت عمل پر دلالت نہیں کرتی بلکہ بعض اوقات غرابت پر دلالت کرتی ہے اس لیے رفع یدین کی حدیث کے بعد ترک رفع کی حدیث لائے ہیں اس سے پہلے ابن مبارکؒ کا قول ذکر کیا ہے کہ ابن مبارکؒ کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ کی روایت ثابت نہیں ہے امام ترمذیؒ کے پاس نسائی

شریف نہیں تھی جس میں خود ابن مبارکؒ نے ابن مسعودؓ کی حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس لئے امام ترمذیؒ نے اس قول کو نقل کر دیا ترمذیؒ کے بعد بیہقیؒ نے بھی اس کو روایت کر دیا اس کے پاس بھی نسائی نہیں تھی اس لیے امام ترمذیؒ نے ابن مبارکؒ کے قول کو نقل فرما کر بعد میں حسن کہہ کر تردید کر دی ہے ابن مبارکؒ کے قول کی۔ اور یہ بھی امام ترمذیؒ کا تعصب ہے کہ ابن مسعودؓ کی روایت کو حسن کہا ہے جبکہ دوسری جگہ پر عاصم بن کلیب کی حدیث کو حسن صحیح کہا ہے (دیکھئے ترمذی جلد اول کا آخری صفحہ آخری باب سے پہلا باب۔ الفاظ ملاحظہ ہوں: باب حدثنا ابن ابی عمر ثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابی موسیٰ قال سمعت علیاً یقول نھانی رسول اللہ ﷺ عن القسی .... الحدیث ...... ھذا حدیث حسن صحیح ۲۱۰/ ج ۱۔ ۱۲ صفدر)۔

اس کے بعد امام ترمذیؒ نے وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم الی آخرھی الفاظ فرمائے ہیں (مطلب اس کا یہ ہے کہ ترک رفع یدین کے اہل علم میں سے ایک سے زیادہ قائل ہیں آپ ﷺ کے اصحاب میں سے اور تابعین میں سے اور یہی قول (مذہب) سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا ہے۔ ۱۲ صفدر) اس میں امام ترمذیؒ نے اپنے استاذ امام بخاری کی تردید کر دی ہے کہ کسی صحابیؓ سے ترک رفع یدین ثابت نہیں چونکہ اس حدیث کی سند کوفی ہے اس لیے امام ترمذیؒ نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ تمام اہل کوفہ کا عمل اس حدیث کے مطابق تھا جبکہ رفع یدین کی حدیث کی سند مکی اور مدنی تھی لیکن امام ترمذیؒ نے بالکل نہیں لکھا وھو قول اھل مکہ و اھل مدینہ کیونکہ اس حدیث کو تعامل کی کوئی تائید حاصل نہیں تھی:۔

کوفہ تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہؓ کا مسکن رہا اور ہزار ہا تابعین کا:

چونکہ ترک رفع یدین پر اہل کوفہ کا تعامل ذکر کیا اور کوفہ میں تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہؓ اور ہزار ہا تابعین رہتے تھے اس لئے یہاں ترمذی میں اگر امام ترمذیؒ ان کا نام لکھنا شروع کرتے تو کتاب ان ناموں سے بھر جاتی۔ طبقات ابن سعد میں صحابہؓ کا ذکر ہے کہ کن کن شہروں میں آباد ہوئے لیکن صرف کوفہ ایک ایسا شہر ہے جس میں آباد ہونے والے صحابہؓ کو ایک مکمل جلد میں ذکر کیا گیا ہے لہٰذا ان لوگوں کو غور کرنا چاہیے

حدیث براءؓ بن عازب پر اعتراضات کے جوابات:

حدثنا محمد بن الصباح البزار نا شریک عن یزید ابن ابی زیاد عن عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ عن البراء ان رسول ﷺ کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لا یعود (ابوداود ۱۱۶/ج۱) یعنی جب رسول اقدس ﷺ نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے:۔ یہ احناف کی اہم دلیل ہے جس سے ترک رفع یدین ثابت ہوتا ہے اس لئے استاذ محترمؒ نے اس پر چند اعتراضات نقل کروا کران کے جوابات لکھوائے ہیں جو درج ذیل ہیں ۱۲۔صفدر)۔

اعتراض: اس روایت کی سند میں یزید ابن ابی زیاد راوی کوفی ہے جو ضعیف ہے آخر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

جواب: یزید ابن ابی زیاد کوفی پر اگر چہ بعض نے کلام کیا ہے مگر وہ ثقہ ہے امام مسلم نے کہا ہے کہ وہ سچا ہے اور اس سے روایت کی جاسکتی ہے (مقدمہ صحیح مسلم) امام ترمذیؒ اس کی حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں دیکھئے ۲۱۸/ج۲، ۱۶/ج۱، ۱۹۶/ج۱، ۱۷/ج۲ پر نصب الرایہ ص ۴۰۲ پر اس کی توثیق ہے نیز علامہ سیوطیؒ فرض الوعا فی احادیث رفع الیدین فی الدعا میں ایک حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں قال الهيثمي رجاله ثقاة اس میں یزید ابن ابی زیاد بھی ہے اور ابن حجر تہذیب ۳۶۶/ج۸، ۳۳۰/ج۱۱ پر لکھتے ہیں کہ محدث جریرؒ نے فرمایا کہ عطا ابن السائب سے یزید ابن ابی زیاد زیادہ حافظہ والا تھا اور مضبوط تھا اور ابن حجرؒ نے تہذیب ۳۳۰/ج۱۰ پر امام عجلیؒ کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یزید جائز الحدیث ہے آخر میں تلقین قبول کر لیتا تھا اور علامہ شوکانی فوائد المجموعہ ص ۱۱۷ پر لکھتے ہیں کہ یزید کی روایت امام مسلمؒ نے لی ہے اور بخاریؒ نے تعلیقاً روایت لی ہے اور اہل السنن الاربع والے نے بھی روایت لی ہے اور علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں قد اخرج له مسلم فی الخلاصة عن الذهبی انه صدوق (نیل الاوطار ۵/ج۷ نواب صدیق حسن خاں نزل الابرار ص ۲۴۸ پر مجمع الزوائد کے حوالے سے لکھتے ہیں وهو حسن الحدیث: (یہ یاد رہے کہ نزل الابرار من فقه النبی المختار یہ علامہ

وحید الزمان کی ہے اور نزل الابرار جس کا اوپر حوالہ آیا یہ تزکیہ نفوس کے متعلق ہے یہ نواب صدیق حسن خان کی ہے۔) علامہ احمد محمد شاکر شرح ترمذی میں یزید کی توثیق کے بعد فرماتے ہیں والحق انه ثقة اور بھی بہت سے لوگوں نے توثیق کی ہے۔

اعتراض: قال ابوداؤد روی هذا الحدیث هشیم و خالد بن ادریس عن یزید لم یذکر ثم لا یعود یعنی اس حدیث کو ہشیم اور خالد بن ادریس روایت کرتے ہیں لیکن وہ "ثم لا یعود" کے الفاظ نقل نہیں کرتے۔

جواب نمبر 1: ثم لا یعود کے الفاظ سفیان ثوری نقل کرتے ہیں طحاوی ص ۱۵۴ پر، اور ابوداؤد ۱۰۹/ج۱ پر ثم لا یعود کے الفاظ شریک نقل کرتے ہیں۔ اور عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ، اسماعیل بن زکریا، سفیان بن عیینہ بھی ثم لا یعود کی زیادتی نقل کرتے ہیں (مصنف عبدالرزاق) ماردینی جوہر النقی میں لکھتے ہیں کہ میں (ماردینی) کہتا ہوں کہ امام ابوداؤد کا یہ قول ابن عدی کے اس قول کے معارض ہے جو انہوں نے "کامل" میں ذکر کیا ہے ہشیم اور شریک کے ساتھ ایک جماعت نے ثم لا یعود کی زیادتی روایت کی ہے۔

جواب نمبر۲: یزید ابن ابی زیاد بھی اس میں متفرد نہیں بلکہ عیسیٰ بن عبدالرحمٰن اور حکم اس کے تابع ہیں (ابوداؤد ۱۰۹ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵۹/ج۱، بیہقی ۷۷/ج۲) لیکن یہ بات یاد رہے کہ ابوداؤد شریف میں واؤ نہیں ہے اصل میں واؤ ہے یعنی عیسیٰ والحکم ہے نہ کہ عیسیٰ عن الحکم، واؤ کاتب کی غلطی سے یا کسی اور وجہ سے رہ گئی ہے۔

مسلک اہل حرم (مکہ مدینہ)	مسلک غیر مقلدین
اجماع کے قائل ہیں	اجماع کے منکر ہیں
قیاس شرعی کے قائل ہیں	قیاس شرعی کو کار (کام) ابلیس کہتے ہیں
اجتہاد ائمہ کو مظہر کتاب وسنت کہتے ہیں	یہ اس کو شریعت سازی کہتے ہیں
وہ ہر عربی دان کو بھی اجتہاد کا حق نہیں دیتے	ہر ان پڑھ پنجابی بھی اجتہاد کر سکتا ہے
غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے	تقلید شرک ہے

اہل نجد حنبلی مقلد ہیں	یہ ان کو قرن شیطان کہتے ہیں
فقہ کے قائل وفاعل ہیں	فقہ کو کوک شائستر ، خنزیر، مردار کہتے ہیں
ان کے باقاعدہ اصول فقہ ہیں	مرزائیوں کی طرح ان کا کوئی اصول فقہ نہیں
البتہ ترجیح فقہ حنبلی کو دیتے ہیں	چار متوازی دین کہتے ہیں
وہ چاروں فقہ کے متون معتبرہ کو ائمہ سے متواتر مانتے ہیں	یہ کہتے ہیں یہ سب فقہ جعفریہ کی طرح جھوٹی نسبتیں ہیں
چاروں مذاہب ناجی (نجات دینے والے) ہیں	مشرک اور جہنمی ہیں
چاروں اہل سنت وجماعت ہیں	کوئی بھی اہل سنت نہیں
وہ صحابہؓ کو معیار حق مانتے ہیں	ان میں سب کا اپنا نفس معیار حق ہے
سنت خلفائے راشدین کو شریعت کا حصہ مانتے ہیں	خلفائے راشدین کے طریقوں کو بدعت کہتے ہیں
ان میں اہل حدیث نامی کوئی فرقہ نہیں	یہ سب اہل حدیث کہلاتے ہیں
اہل حدیث طبقہ علمی کا لقب ہے	ہر جاہل اہل حدیث ہے
حیات النبی فی القبر کے قائل ہیں	یہ اسے کفر وشرک کہتے ہیں
روضہ پاک پر پڑھا درود حضورؐ سنتے ہیں	یہ عقیدہ کفر وشرک ہے
روضہ پاک کی زیارت وحفاظت ضروری ہے	روضہ پاک کو گرانا واجب ہے (عرف الجادی)
ان کے ہاں ترک رفع یدین بھی سنت ہے	ان کے ہاں نماز باطل ہے
ان ہاں آہستہ آمین بھی سنت ہے	ان کے ہاں نماز فاسد ہے

جہری نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے والا گدھا ہے (فتاویٰ تیمیہ)

	ان کے ہاں نہ پڑھنے والا بے نماز ہے
مدرک رکوع مدرک رکعت ہے	رکعت دوبارہ پڑھنا فرض ہے
ان کے ہاں جلسہ استراحت نہیں	یہ ان کی نماز کو خلاف سنت کہتے ہیں
مسنون تراویح بیس رکعت ہیں	بیس رکعت تراویح بدعت ہے
وہ ہمیشہ تین وتر پڑھتے ہیں	یہ ایک پڑھتے ہیں دو کھا جاتے ہیں

جنازہ میں فاتحہ واجب نہیں	اس کے بغیر ان کی نماز جنازہ صحیح نہیں
وہ جنازہ پست آواز سے پڑھتے ہیں	یہ اس جنازہ کو غلط سمجھتے ہیں
ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں	یہ یہود کی طرح ایک مانتے ہیں
وہ حلالہ شرعی کے قائل ہیں	یہ ساری عمر حرام کاری کراتے ہیں
وہ عذاب قبر کے قائل ہیں	یہ عذاب قبر کے منکر ہیں
ایصال ثواب کے قائل ہیں	ایصال ثواب کے منکر ہیں
عدالتوں میں فقہی نظام رائج ہے	ان کے ہاں فقہ کفر کے مترادف ہے

ائمہ اربعہ کے سن ولادت ووفات:

(۱) امام اعظم ابوحنیفہ کوفی ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ بغداد میں وفات پائی۔

(۲)۔امام مالکؒ بن انس صحیح مشہور روایت کے مطابق ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور وفات صحیح روایت کے مطابق ۱۷۹ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔

(۳) امام محمدؒ بن ادریس الشافعی القرشی ۱۵۰ھ غزہ شہر میں پیدا ہوئے اور وفات مصر میں ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

(۴)۔امام احمدؒ بن حنبل شیبانی ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں ۲۴۱ھ میں وفات پائی

آسان قانون:

قانون کی بہت اہمیت ہوتی ہے قانونی اصولی لوگ قانون کی پاس داری کرتے ہیں لیکن قانون وہ ہی چل سکتا ہے جو آسان ہو مشکل قانون پر قانونی لوگوں کو بھی چلنا مشکل ہو جاتا ہے آسان قانون وہ ہی ہوتا ہے۔جس کو ہر علاقے ملک والے قبول کریں ہر قسم کا آدمی اس کو پسند کرے شہری ہو یا دیہاتی فقہ حنفی ایک ایسا قانون ہے جس کے سبب تمام کو زندگی نصیب ہو رہی ہے اس کو دیگر مذاہب والے بھی اپنائے ہوئے ہیں اپنے اور پرائے یکساں طور پر اس سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ذیل میں فقہ حنفی کی چند خصوصیات ذکر کی جاتی ہیں جس سے اندازہ ہو جائیگا کہ فقہ حنفی کتنا آسان قانون ہے دیگر مذاہب والے بھی اپنے ملک میں اس کو رائج کئے ہوئے ہیں۔

فقہ حنفی کی خصوصیات:

(۱)۔ قاضی (فیصلہ کرنے والا) کا امام شافعیؒ کے نزدیک عادل ہونا ضروری ہے محض فسق کے ظاہر ہونے سے قاضی معزول ہو جائیگا تو جب قاضی معزول ہو گیا تو اس کے فیصلے اور اس کے تصرفات بھی نافذ نہیں ہونگے تو قاضی کے ذمے اپنے فسق کا اظہار ضروری ہے جبکہ فقہ حنفی میں قاضی کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے قاضی محض فسق سے معزول نہیں ہوگا آج عدالتوں میں قاضی دیکھ لئے جائیں چاہے وہ عدالتیں پاکستان کی ہوں یا سعودی عرب، مصر، انڈونیشیا وغیرہ دیگر ملکوں کی ہوں کیا کوئی قاضی عادل ہے؟ کیا وہ فاسق نہیں؟ کیا اپنے اور پرائے اس کے فیصلے کو تسلیم نہیں کر رہے؟ یہ سب فقہ حنفی کی رو سے ہے کہ وہ قاضی بھی ہیں اور ان کے فیصلے تسلیم بھی کیے جا رہے ہیں جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا قاضی بننا ہی درست نہیں تو اس کے فیصلے کا کیا اعتبار ہوگا آج جو ظالم کو ظلم کا بدلہ مل رہا ہے حق والے کو حق مل رہا ہے یہ فقہ حنفی کی رو سے ہے (اس لیے) غیر مقلد مظلوم، حق والے کو امام ابوحنیفہؒ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے نہ کہ ان کے خلاف بدزبان ہونا چاہیے، محسن کا شکریہ ادا کر کے انعامات خداوندی کا مستحق بننا چاہیے نہ کہ ناشکری کر کے عذاب الٰہی کو دعوت دینی چاہیے۔)

(۲)۔ دیگر مذاہب میں گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے جبکہ فقہ حنفی میں گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے آج جتنے نکاح بھی ہو رہے ہیں چاہے وہ پاکستان میں ہوں، سعودی عرب، مصر میں ہوں سب فقہ حنفی کے مطابق ہو رہے ہیں اس لئے کہ نکاح میں عادل گواہ کہاں سے تلاش کر کے لائے جائیں اس لئے مصر میں قانون بنایا گیا ہے کہ یہاں نکاح فقہ حنفی کے مطابق ہوگا اگر گواہوں کے عادل ہونے والے قانون پر عمل کیا جائے تو شاید کسی کا نکاح بھی نہیں ہوگا اس لئے کہ عادل گواہ ملیں گے نہیں نکاح ہوگا نہیں اس لئے اپنے اور پرائیوں کو امام ابوحنیفہؒ کا مشکور ہونا چاہیے کہ وہ ان کے نکاح کو جائز قرار دے رہے ہیں بصورت دیگر زنا ہوگا۔

(۳)۔ دیگر مذاہب میں تارکِ صلوۃ (نماز چھوڑنے والا) قتل کیا جائیگا یا تو حد کے طور پر یا کفر کے طور پر تو دیگر مذاہب میں اکثر لوگوں کو قتل کرنا ضروری ہوگا کیونکہ نمازوں پر ہمیشگی کرنے والے ہر وقت

بہت کم لوگ ہوتے ہیں خصوصا عورتیں وہ تو بہت کم نماز پڑھتی ہیں تو بتلاؤ آج غیر مقلد اور دیگر جو بے نماز ہیں ان کو زندگی جو مل رہی ہے وہ فقہ حنفی کے مطابق مل رہی ہے کیونکہ فقہ حنفی میں تارک نماز کو قتل کرنا نہیں اور جس قول میں ہے کہ تارک نماز کو قتل کیا جائے گا کفر کے طور پر یعنی وہ کافر ہو گیا ہے تو اس قول کے مطابق بے نماز مرد کا نماز پڑھنے والی عورت کے ساتھ تو نکاح بھی نہیں ہوگا اسی طرح اس کے برعکس تو اس لحاظ سے وہ مفاسد لازم آئیں گے جن کا آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

(۴)۔ دیگر مذاہب میں ہے کہ خرید و فروخت اور دیگر معاملات کے لیے بچوں اور غلاموں کو نہیں بھیجنا چاہیے کہ وہ ان کو طے کریں بلکہ ان ضروریات کے لیے عقلاء اور بالغوں کو بھیجنا چاہیے تا کہ وہ یہ کام سرانجام دیں اور پھر دیگر مذاہب میں یہ بھی ہے کہ خرید و فروخت ایجاب و قبول کے ساتھ منعقد ہوگی بیع بالتعاطی ان کے ہاں جائز نہیں ہے جبکہ آج کل خرید و فروخت جیسے معاملات بچے بھی کر رہے ہیں کئی دکانوں پر بچے ہر کام سرانجام دے رہے ہوتے ہیں بچوں کی اگر خرید و فروخت صحیح ہو رہی ہے تو فقہ حنفی کے مطابق ہو رہی ہے کیونکہ فقہ حنفی میں بچے کے معاملات اور تصرفات کا اعتبار کیا گیا ہے اس طرح فقہ حنفی میں بیع بالتعاطی کا اعتبار ہے کہ ایک آدمی دکان پر کوئی چیز خریدنے جاتا ہے تو وہ دکاندار کو پیسے دے دیتا ہے اور دکاندار اس کے بدلے میں اسے چیز دے دیتا ہے لیکن گاہک یہ نہیں کہتا کہ تو اس چیز کو بیچ اور دکاندار کہے میں نے اس کو بیچا پھر معاملہ طے ہو یعنی ایجاب و قبول نہیں ہوتا اس کے بغیر بیع ہو جاتی ہے اس کو بیع بالتعاطی کہتے ہیں تو آج بیع اور دیگر معاملات فقہ حنفی کی رو سے ہو رہے ہیں اللہ پاک کا کتنا بڑا انعام اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں فقہ حنفی جیسا آسان قانون مرحمت فرمایا۔

(۵)۔ دیگر مذاہب میں یہ شرط قرار دیا گیا ہے کہ نیت نماز وغیرہ کی دل اور زبان کے ساتھ مقترن ہو یعنی جب دل میں نیت کرے تو اسی وقت زبان کے ساتھ بھی اس نیت کو ادا کرے یہ تو جنید بغدادیؒ اور بایزید بسطامیؒ جیسے بزرگوں کو بھی نصیب نہیں ہوگا زندگی بھر مگر بہت کم جبکہ فقہ حنفی میں ایسے نہیں تو جب نیت ہی صحیح نہیں ہوئی تو نماز جیسی اہم عبادت کیسے درست ہوگی اس لئے فقہ حنفی کو تھامنا ہوگا کیونکہ فقہ حنفی میں ہے کہ نیت دل سے کرے زبان سے ضروری نہیں آج نماز جیسی اہم عبادت اگر ادا صحیح ہو رہی ہے اپنے اور پرائے کی تو فقہ حنفی کی بدولت ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ کو جزائے خیر عطا فرمائیں

جنہوں نے مشکل مسائل کو آسان کر دیا۔

(۶)۔ دیگر مذاہب میں مسئلہ یہ ہے کہ باقلا، ہری بھری سبزیاں، اخروٹ، کیلا اگر اپنے چھلکوں کے اندر ہوں تو ان کی بیع جائز نہیں ہے ان کو چھلکوں سے باہر نکال کر پھر فروخت کیا جا سکتا ہے جب کہ پاکستان، سعودی عرب، مصر، سوڈان وغیرہ ممالک میں چھلکوں کے اندر ہوتے ہوئے ان کی خرید و فروخت ہو رہی ہے یہ بیع فقہ حنفی کے مطابق ہو رہی ہے دیگر مذاہب میں ان کی بیع اس انداز سے ناجائز ہے باوجود اس کے وہ خود بھی اسی طرح چھلکوں کے اندر ہی بیع کر رہے ہیں۔ حنبلی، شافعی، مالکی، غیر مقلد ہوتے ہوئے بھی فقہ حنفی پر عمل کر رہے ہیں غیر مقلدو! ذرا سوچ سمجھ کر فقیہ اعظم امام اعظمؒ ابوحنیفہ کے خلاف بدزبانی کیا کرو ان کے بغیر تو تم ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔

(۷)۔ دیگر مذاہب میں گوبر اور چڑے کی بیع جائز نہیں ہے جب کہ ان دونوں کی بیع ان کے ہاں ہو رہی ہے یہ بھی فقہ حنفی ہی کی بدولت ہے کیا دیہاتوں میں بلکہ شہروں میں بھی گوبر خرید کر کے دودھ وغیرہ کو گرم نہیں کیا جاتا؟ کیا چڑے کی بیع عام نہیں؟ اللہ پاک حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور فقہ حنفی کی محبت نصیب فرمائے۔

(۸)۔ دیگر مذاہب میں مردوں کو ایصال ثواب کرنا جیسے قرآن پاک پڑھ کر ثواب پہنچانا جائز نہیں یعنی ان کے ہاں اس قسم کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچے گا تو پھر مردوں کے لیے سزاؤں سے چھٹکارا اور بلند درجات کی طرف پہنچنا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے جبکہ فقہ حنفی میں ہے کہ ایصالِ ثواب درست ہے مردے کو قرآن پاک وغیرہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے جو مردے کی ترقی درجات کا سبب ہو سکتا ہے تو مردوں کو بھی اگر سزا میں تخفیف یا سزا بالکل ہی ختم ہو رہی ہے تو وہ فقہ حنفی کی بدولت اور مردے بھی اگر ترقی کی راہوں پر گامزن ہونگے تو وہ فقہ حنفی کی بدولت۔ امام ابوحنیفہؒ کا کس زبان سے شکریہ ادا کیا جائے جس نے زندوں پر بھی احسانِ عظیم فرمایا اور مردوں پر بھی احسان عظیم فرمایا اللہ پاک ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔

(۹)۔ امام شافعی کے ہاں زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ ہے کہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں جو آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں ان آٹھ مصارف میں سے ہر ایک مصرف کے تین تین فرد کو زکوٰۃ دینا ہوگی اگر ایسے نہ کیا گیا تو صاحب نصاب آدمی زکوٰۃ ادا کرنے کی ذمہ داری سے نہیں نکلے گا تو دیکھئے صاحبِ نصاب کے لیے کتنا مشکل ہوگا کہ وہ ہر ایک مصرف کے تین فرد تلاش کرے پھر ان کو زکوٰۃ دے تب بری الذمہ ہوگا اگر تین

فرد نہ ملیں یا دو یا ایک فرد ملے تو پھر تو وہ زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتا تو صاحب نصاب کے لیے کتنی مشکل ہوگی آیئے فقہ حنفی کی طرف جس نے اس عقدہ کو بھی حل فرما دیا کہ مصارف میں سے جس کو چاہو دو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ایک فقیر کو دو یا دو کو یا تین کو کوئی قید نہیں صاحب نصاب شافعی اور غیر مقلد کی پریشانی کو بھی فقہ حنفی نے حل کیا وگرنہ زکوٰۃ اٹھائے پھرتے لیکن ان کو کوئی مصرف نہ ملتا۔ (خاتمہ الغرة المنيفة (از علامہ زاہد الکوثری)

نام نہاد اہل حدیث یا مرزائی؟ ایک لمحہ فکریہ:

(استاد محترم نے نام نہاد اہلحدیثوں کی چند عبارتیں لکھوائی ہیں۔ جنکو پڑھ کر عقلمند باشعور آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایسے عقیدے رکھنے والے اہل حدیث ہیں یا کچھ اور..........؟

فیصلہ قارئین کے ذمہ ہے۔ لہذا ذیل میں وہ عبارات لکھی جاتی ہیں انکو پڑھیئے بھی اور سوچیئے بھی اور فیصلہ بھی کریں: ۱۲ صفدر)

(۱) میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی ہو (اہل حدیث امرتسر ص ۶، ۱۲ اپریل ۱۹۱۵)

(۲) اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا ہی اختلاف ہو مگر آخر کار نقطہ محمدیت پر جو درجہ ہے والذين معه کا سب شریک ہیں گو ان میں سخت باہمی شقاق ہے مگر اس نقطہ محمدیت کے لحاظ سے انکو باہمی رحماء بينهم ہونا چاہیے میں مرزائیوں کا سب سے بڑا مخالف ہوں مگر نقطہ محمدیت کی وجہ سے ان کو بھی اس میں شامل سمجھتا ہوں (اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء)۔

(۳) سوال: عورت مرزائی کی بیٹی ہے باپ بیٹی دونوں مرزائی ہیں غیر مرزائی سے نکاح پر راضی ہے کیا نکاح جائز ہے: الجواب: مرد و عورت جب محمدی مسلمان ہیں تو نکاح بلاشبہ جائز ہے اگر عورت مرزائن ہے تو اور علماء کی رائے ممکن ہے مخالف ہو میرے علم ناقص میں نکاح جائز ہے کیونکہ مذکورہ عورت رسالت محمدیہ کی قائل ہے (اخبار اہل حدیث امرتسر ص ۲ نومبر ۱۹۳۴ء، (۴) مولوی عبدالواحد غزنوی کے بیٹے محمد اسماعیل غزنوی (داؤد غزنوی کے چچازاد بھائی) نے کہا احمدی پکے مسلمان ہیں اور ہمارے بھائی ہیں (اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۰ دسمبر صفحہ ۳ ۱۹۲۶ء)۔

فوائد متفرقہ:

طائفہ منصورہ: آپ ﷺ نے فرمایا میری امت سے ایک جماعت اللہ کے حکم کے ساتھ قائم رہے گی

(یعنی کتاب اللہ (قرآن) اور سنت رسول اللہ کی حفاظت کرے گی اور قرآن وسنت سے احکامات کا استنباط بھی کرے گی اور ان پر عمل بھی کرے گی) جو آدمی ان کی مدد کرنا چھوڑ دے تو وہ ان کو نقصان بھی نہ پہنچا سکے گا اور نہ وہ آدمی ان کو نقصان پہنچا سکتا ہے جو ان کی مخالفت کرے (اس لئے کہ ان کی اللہ پاک کی طرف سے مدد کی جائے گی وہ مخلوق کی مدد کی طرف دیکھنے والے نہیں ہونگے :۱۲صفدر) یہاں تک کہ اللہ کا امر آجائے (موت کا وقت) اور وہ اسی پر ہونگے (بخاری ومسلم) اس طائفہ منصورہ کی تین نشانیاں ہیں (۱) ہمیشہ رہنا (۲) فقہ کو نافذ کرنا (۳) جہاد کرنا۔ یہ نشانیاں غیر مقلدوں میں مفقود ہیں۔ اہل سنت وجماعت میں بدرجہ اتم موجود ہیں

فقہ حنفی کے اساس: فقہ حنفی کے چار اساس۔ یعنی بنیاد ہیں

کتاب (قرآن)، سنت، اجماع، قیاس چار اساسوں پر فقہ حنفی کا دارومدار ہے۔

تقلید شخصی: بخاری صفحہ ۲۳۷ ج ۱ پر حدیث مروی ہے کہ حضرت عکرمہؓ سے کہ مدینہ کے لوگوں نے ابن عباسؓ (جو کہ مکہ میں تھے) ایسی عورت کے متعلق سوال کیا جس نے طواف کیا اور پھر حائضہ ہوگئی تو ابن عباسؓ نے ان سے فرمایا کہ وہ جاسکتی ہے لیکن مدینہ کے لوگوں نے کہا ہم آپ کے فتوی پر عمل نہیں کریں گے اور ہم مدینہ کے مفتی حضرت زید بن ثابتؓ کے فتوی کو چھوڑ دیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کے دور میں سختی سے تقلید شخصی کا رواج تھا اور اس پر عمل درآمد ہوتا تھا تبھی تو مدینہ کے لوگ مکہ کے مفتی کے مسئلہ پر عمل نہیں کر رہے (غیر مقلدو ہوش کے ناخن لیکر ذرا سوچو تو سہی تعصب چھوڑ دو آخر مرنا ہے :۱۲صفدر)۔

قراءۃ خلف الامام:

(۱)۔ بے شک رسول ﷺ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ امام کے پیچھے پڑھنے سے روکتے تھے (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۱۳۹ ج ۲) (۲)۔ عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرے اس کے منہ کو مٹی سے بھر دیا جائے (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۱۳۸ ج ۲) (۳)۔ حضرت عطا بنؒ یسار نے زید ابن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قراءۃ کرنے کے متعلق پوچھا تو آپنے فرمایا امام کے ساتھ کوئی قراءۃ نہیں (مسلم صفحہ ۲۱۵ ج ۱) (۴)۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت معاویہؓ کی طرف آرڈر بھیجا جس کا حاصل یہ ہے کہ جب امام نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہو تو صفیں سیدھی کرنے کا حکم بھی دے اور یہ بھی اعلان

کرے کہ امام کے پیچھے فاتحہ کوئی نہ پڑھے (کتاب القراءۃ للبیہقی صفحہ ۲۹۱) (۵)۔ حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں جو امام کے ساتھ قراءۃ کرے وہ فطرت پر نہیں (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۱۳۸ ج ۲) (۶)۔ حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ جو آدمی امام کے پیچھے قراءۃ کرے اس کے منہ میں پتھر ہوں (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۱۳۸ ج ۲) (۷)۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا بھی یہی فتوائی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۷۶ ج ۱) (۸)۔ حضرت زید بن ثابت کا فتوی ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءۃ کرے اس کی نماز ہی نہیں (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۷۶ ج ۱) (۹)۔ انہی کا فتوی ہے کہ امام خواہ بلند آواز سے قراءۃ کرے خواہ آہستہ سے تو امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرنی چاہیے (حوالہ بالا) (۱۰)۔ اسود بن یزید کا فتوی ہے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جو آدمی امام کے پیچھے قراءۃ کرے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے (کیونکہ پتھر لینے کے لیے دور جانا پڑے گا اور مٹی تو قریب ہی ہوتی ہے :۱۲صفدر) مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۷۷ ج ۱)

رفع یدین: (۱)۔ علامہ اتقانیؒ شارح ہدایہ (جو مصنف ہیں غایۃ البیان کے) کے زمانہ میں ایک امام نے بیت المقدس میں رفع یدین سے نماز پڑھائی تو آپ نے سب کو دوبارہ لوٹانے کا حکم دیا۔ (۲) علامہ محمد حیات سندھی نے مدینہ منورہ میں رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھی تو انہیں سات دن قید کی سزا دی گئی (۳) امام ابو حفصؒ کے سامنے ایک شخص پیش کیا گیا جو نماز میں رفع یدین کرتا تھا آپ نے اس کو کوڑے لگوائے (۴) امیر ابن تمیہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے اسے پیغام بھیجا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا ورنہ تجھے قتل کر دیا جائیگا۔

احناف وغیر مقلدین میں بنیادی فرق:

اہل سنت وجماعت حنفی اور لامذہب غیر مقلدین میں تین بنیادی فرق ہیں (۱) مذہب حنفی امام صاحبؒ تک متواتر ہے جو کسی سند کا محتاج نہیں اس کی حیثیت آفتاب کی سی ہے اور غیر مقلدین کا مسئلہ سند کا محتاج ہوتا ہے گویا ان کا مسلک سورج کے مقابلہ میں پہلی رات کے چاند سے بھی گیا گزرا ہے کیونکہ پہلی رات کے چاند میں بھی گواہوں کی ضرورت نہیں پڑتی کبھی کبھار بادل وغیرہ ہوں تو پھر گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے (۲) مذہب حنفی ایسے مجتہد کے اجتہادات ہیں جن کا مجتہد ہونا دلیل شرعی یعنی اجماع امت سے ثابت ہے ان

کے مقابلہ میں غیر مقلدین اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتے اب جو شخص تواتر کو چھوڑ کر شاذ کی طرف، کامل کر چھوڑ کر ناقص کی طرف، اہل کو چھوڑ کر نااہل کی طرف جائیگا وہ خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق ہوگا۔(۳) مذہب حنفی مکمل ہے اور غیر مقلدین کا طریقہ بالکل نامکمل ہے۔

امام الاولیاء شاہ ولی اللہؒ کا فرمان:

شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب "الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف" میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان (پاک وہند) میں چونکہ نہ شافعی ہیں اور نہ ہی حنبلی ہیں اور نہ ہی مالکی ہیں صرف حنفی ہی حنفی ہیں اس لئے یہاں کے لوگوں پر حنفی رہنا واجب ہے اور حنفیت سے نکلنا حرام ہے اس ملک میں جس نے امام ابوحنیفہؒ کی تقلید چھوڑ دی اس نے گویا شریعت محمدیہ کی رسی گلے سے اتار پھینکی۔

نام نہاد اہل حدیث:

نام نہاد اہل حدیث کے دو قدم ہیں پہلا قدم تو سلف صالحین (پہلے بزرگان دین) سے بدگمانی پیدا کرنا ہے تاکہ ان کی تشریحات سے اعتماد اٹھ جائے اور خود رائے اور اتباع ہوئی (خواہش پرستی) کا کیڑا پیدا ہو اور دوسرا قدم سلف صالحین پر بدزبانی ہے (یعنی پہلے بزرگان دین پر لعن طعن کرنا۔ ہر ایک نام نہاد اہل حدیث کے اندر یہ دو چیزیں بدرجہ اتم موجود ہیں الا ماشاء اللہ: ۱۲ صفدرؒ)

فقہ کے مسائل تین قسم کے ہیں:

(۱)۔ایک وہ جو امام صاحب سے متواتر ہیں ان کو متون معتبرہ کہتے ہیں (۲) وہ جو متواتر تو نہیں اخبار احاد کے طور پر مروی ہیں ان کو نوادرات کہتے ہیں ان میں جو مفتی بہ ہیں وہ مذہب حنفی میں شامل کئے گئے اور غیر مفتی بہ مذہب حنفی نہیں کہلاتے (۳) کچھ مسائل بعد میں پیش آئے ہیں جو بعد کے لوگوں نے امام صاحبؒ کے قواعد کے ذریعہ معلوم کئے جیسے حساب کے قاعدہ سے نکالا ہوا جواب حساب کا جواب ہی کہلاتا ہے اسی طرح امام صاحبؒ کے قواعد پر نکالے ہوئے مسائل مذہب حنفی ہی کہلائیں گے بشرطیکہ مفتی بہا ہوں فقہ حنفی کی بڑی کتابوں میں متواتر مسائل کو بطور مذہب حنفی لکھا جاتا ہے اور دوسری قسم کے مسائل کو ھی روایۃ عن ابی حنیفہ کے انداز سے بیان کیا جاتا ہے اور جو مسائل

ان کے اصول پر نکالے جاتے ہیں ان کو واقعات اور نوادر کہا جاتا ہے اس کو عندا ابی حنیفۃ اور عند ابی یوسف وغیرہ الفاظ سے لکھا جاتا ہے بہرحال ان تینوں قسموں سے جو مسائل مفتی بہا اور معمول بہا ہیں صرف ان کو مذہب حنفی کہا جاتا ہے۔

غیر مقلدین سے مکمل نماز پر شرائط:

غیر مقلدین رات دن یہ نعرہ لگاتے رہتے ہیں کہ اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا اور فرمان رسول اور یہ کہتے ہیں کہ ہم ہر مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہیں اور قیاس کو کار شیطان اور امتی کی بات کو شرک کہتے ہیں اس لئے ہمیں امید ہے کہ غیر مقلدین اپنے دعویٰ کی پابندی کریں گے اور سچے اہل حدیث بن کر دکھائیں گے۔ مکمل نماز کے مسائل بالترتیب تکبیر تحریمہ سے لیکر سلام تک صرف اور صرف قرآن وحدیث صحیح، صریح، غیر معارض سے ثابت کریں گے۔اور پھر اس حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا بھی صرف قرآن وحدیث سے ثابت کریں گے اور ہر مسئلہ کا حکم (کہ یہ سنت ہے فرض ہے واجب ہے وغیرہ) اور پھر اس کی جامع، مانع تعریف بھی قرآن وحدیث سے دکھائیں گے اگر وہ ان باتوں میں کہیں بھی قرآن وحدیث سے ہٹ کر قیاس یا کسی امتی کا قول پیش کریں گے تو اسے مناظرہ سے روک دیا جائے گا اور غیر مقلد مناظر اپنے دعویٰ میں جھوٹا ثابت ہوگا اور اس کی شکست ہوگی ہاں اگر تحقیقی دلائل سے عاجز آجائے گا تو پھر بطور الزام فقہ حنفی کے مفتی بہ اقوال پیش کر سکے گا پھر ہمیں بھی حق ہوگا کہ ہم غیر مقلدین کی عبارات بطور الزام پیش کریں اس کے مقابل اہل سنت مناظر اپنا دعوی، نماز کے مکمل مسائل اور ان کے احکام اور ان کی جامع، مانع تعریف قرآن وسنت، اجماع، قیاس ان چاروں اصولوں میں سے کسی سے پیش کرے گا اور ہر مناظر جو بھی حوالہ پیش کرے گا پہلے اسے چیک کرایا جائے گا پھر آگے چلنے دیا جائیگا۔ اجتہادی مسائل میں حنفی کے مدمقابل شافعی، مالکی، حنبلی ہیں ان مسائل میں چونکہ وہ فریق ہیں اس لئے ان کی تعدیل وتائید تو قابل قبول ہوگی کیونکہ مدمقابل کی تائید کی بہت اہمیت ہوتی ہے لیکن ان کی جروحات والزامات قطعاً قابل قبول نہ ہونگے کیونکہ ان مسائل میں وہ مدمقابل ہیں اور مدمقابل کے الزامات مردود ہوتے ہیں اس لئے احناف کے مقابلہ میں احناف کی جروحات پیش کریں کہ

فلاں راوی سے امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام طحاویؒ نے مثلاً حدیث نہیں لی بلکہ ضعیف کہا ہے شوافع کی کتابیں شوافع پر تو حجت ہوسکتی ہیں احناف پر حجت نہیں غیر مقلد مناظر سے کہا جائے گا کہ آپ اپنی دلیل اس کتاب سے دیں گے جس کا مولف نہ مجتہد ہو نہ مقلد بلکہ غیر مقلد ہو ان شرائط کے پیچھے سنی مناظر اور غیر مقلد مناظر سے دستخط کروائے جائیں گے۔

رفع یدین کے متعلق راہنما اصول:

غیر مقلدین چار رکعت والی نماز میں دس جگہ رفع یدین کرتے ہیں (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رکوع کو جاتے ہوئے (۳) رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے (۴) پھر اسی طرح دوسری رکعت میں رکوع کو جاتے ہوئے (۵) اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے (۶) دوسری رکعت کے بعد التحیات میں بیٹھتے ہیں پھر تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہیں (۷) تیسری رکعت میں رکوع کو جاتے ہوئے (۸) رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے (۹) چوتھی رکعت میں رکوع کو جاتے ہوئے (۱۰) اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے تو غیر مقلدین سے رفع یدین کے متعلق بات کرتے ہوئے چار باتیں پوچھیں (۱)۔ آپ جو دس جگہ (چار رکعت والی نماز میں) رفع یدین کرتے ہیں اس کا ثبوت دکھائیں؟ (۲) اٹھارہ جگہ رفع یدین کی نفی دکھائیں (اس میں سجدوں کی رفع یدین آجائیگی کیونکہ یہ سجدوں کی رفع یدین نہیں کرتے ۱۲: صفدر) (۳) آپ ﷺ رفع یدین آخر عمر تک کرتے رہے اس کا ثبوت صحیح، صریح، غیر معارض حدیث سے دیں (۴) جو رفع یدین نہ کرے اس کی نماز باطل ہے اس کا ثبوت دکھائیں اگر رفع یدین نہ کرنے سے نماز ہو جاتی ہے تو پھر جھگڑا کیوں؟ اور اگر عدم رفع یدین سے نماز باطل ہے تو اس قول پر کوئی ایک حدیث ضعیف ترین یا کسی ایک صحابی کا قول یا تابعی یا تبع تابعی کا قول پیش کریں لیکن یہ لوگ قیامت تک پیش نہیں کرسکتے

اسماء الرجال کی مختصر بحث:

صحابہ کرام روایت میں عادل تھے اس لئے اس زمانہ میں اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کے فن کی ضرورت نہ تھی تقریباً کبار تابعین بھی عادل تھے البتہ صغار تابعین میں کچھ اہل بدعت پیدا ہو گئے اب علماء سند کی تحقیق کرنے لگے امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت اہل سنت کی روایت قبول کی جاتی تھی

اور اہل بدعت کی رد کی جاتی تھی (مسلم صفحہ ۱۱ ج ۱) امام ابو معاویہ ضریرؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت سنی اور بدعتی کی پہچان یہ تھی کہ جو امام ابوحنیفہؒ سے محبت رکھتا تھا وہ سنی تھا اور جو امام ابوحنیفہؒ سے بغض رکھتا تھا وہ بدعتی تھا (جب اس وقت یہ پہچان تھی تو اب بھی یہی پہچان ہے جو امام اعظم ابوحنیفہؒ سے محبت کرے گا وہ سنی ہے اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ بدعتی ہے جیسا کہ لامذہب غیر مقلدین بغض رکھتے ہیں امام ابو معاویہ خزیمہؒ کے بقول لامذہب غیر مقلدین پکے بدعتی ہیں اللہ پاک ان کی بدعت سے سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائے آمین ۱۲ صفدر) چنانچہ خیر القرون میں یہی طرز رہا اس زمانہ کے جرح وتعدیل کے امام (۱) سلیمانؒ بن مہران الاعمش (المولود ۶۱ھ التوفی ۱۴۸ھ) (۲) امام اعظم ابوحنیفہؒ (التوفی ۱۵۰ھ) (۳) امام مالکؒ ابن انس (التوفی ۱۷۹ھ) (۴) عبد اللہ ابن مبارکؒ (المولود ۱۱۸ھ التوفی ۱۸۱ھ) (۵) یحییٰ بن سعیدؒ القطان (پیدائش ۱۲۰ھ وفات ۱۹۸ھ) (۶) شعبہ بن الحجاج (پیدائش ۸۵ھ وفات ۱۶۰ھ (۷) عبد الرحمٰنؒ ابن مہدی (پیدائش ۱۳۵ھ وفات ۱۹۸ھ) یہ حضرات صرف ثقہ راویوں سے روایت کرتے تھے لیکن انہوں نے اس فن میں کوئی کتاب مرتب نہیں فرمائی اس کے بعد کتابوں کی تدوین شروع ہوئی۔ سب سے پہلی تحریر یحییٰؒ بن معین حنفی (پیدائش ۱۵۸ھ وفات ۲۳۳ھ) نے تاریخ ابن معین کے نام سے کی۔ پھر محمد ابن سعد (وفات ۲۳۰ھ) نے طبقات ابن سعد لکھی اس کے بعد علی ابنؒ مدینی (پیدائش ۱۶۱ھ وفات ۲۳۴ھ) نے تاریخ کبیر لکھی یہی امام بخاریؒ کی تاریخ الکبیر کا ماخذ ہے پھر ابو حاتمؒ رازی (پیدائش ۱۹۵ھ وفات ۲۷۷ھ) نے کتاب الجرح والتعدیل لکھی اور ایک خطاء البخاری فی تاریخہ لکھی جس میں امام بخاریؒ کی تاریخ کبیر کی نو سو غلطیاں نکالیں پھر امام نسائیؒ (پیدائش ۲۱۵ھ وفات ۳۰۳ھ) نے کتاب الضعفاء والمترکین لکھی اور پھر الدولابی حنفی (پیدائش ۲۲۴ھ وفات ۳۱۰ھ) نے کتاب الاسماء والکنیٰ لکھی پھر علامہ عقیلیؒ (التوفی ۳۲۲ھ) نے الضعفاء الکبیر لکھی۔ ابن حبانؒ (التوفی ۳۵۴ھ) نے کتاب الضعفاء والمترکین لکھی ابن عدیؒ جرجانی (پیدائش ۲۷۷ھ وفات ۳۶۵ھ) نے الکامل للضعفاء لکھی یہ کتابیں اسماء الرجال کی ماخذ ہیں اس کے بعد حافظ عبد الغنی علامہ مقدسی حنبلی نے (التوفی ۶۰۰ھ) صرف صحاح ستہ کے راویوں کے حالات کے بارے میں الکمال فی اسماء الرجال لکھی یہ کتاب ابھی چھپی نہیں پھر علامہ جمال الدین شافعیؒ پیدائش ۶۵۴ھ وفات ۷۴۲ھ نے مقدسی حنبلی کی کتاب کا خلاصہ

تہذیب الکمال لکھا یہ کتاب تین سال پہلے پہلی مرتبہ چھپی پھر علامہ ذھبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) نے تہذیب الکمال کا خلاصہ تہذیب التہذیب لکھا پھر حافظ ابن حجرؒ عسقلانی (پیدائش ۷۷۳ھ وفات ۸۵۲ھ) نے مغلطائی حنفیؒ کی کتاب کی مدد سے تہذیب الکمال کا خلاصہ تہذیب التہذیب کے نام سے بارہ جلدوں میں لکھا پھر علامہ خزرجیؒ (پیدائش ۹۰۰ھ وفات ۹۲۳ھ) نے ذہبیؒ کی تہذیب کا خلاصہ لکھا اس کا نام ہی "خلاصہ "رکھا پھر خود حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب کا خلاصہ تقریب التہذیب کے نام سے لکھا۔ یہ کتابیں پہلے ماخذوں سے لکھی گئی ہیں لیکن ان کتابوں میں احناف کے خلاف بہت تعصب برتا گیا ہے اس لئے شوافع کے دلائل کو رد کرتے ہوئے تو ان کے مقابلہ میں ہم ان کی کتابوں کے حوالے دیں گے کیونکہ یہ ان کی مسلمہ کتابیں ہیں لیکن حنفیوں کے بارے میں ان کی تعدیل تو ان کتابوں سے لی جائے گی کیونکہ تعدیل بہت اہمیت رکھتی ہے لیکن ان کتابوں سے احناف پر کوئی جرح قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ مخالف کی جرح ہمیشہ مردود ہوتی ہے جن لوگوں نے ان کتابوں پر اعتماد کیا ہے وہ آخر منکرین حدیث بن گئے ہیں جس کی واضح مثال حبیب الرحمٰن کاندھلوی کی کتاب ''ہماری مذہبی داستانیں'' کے چار حصے ہیں اسی طرح نیاز فتحپوری کی کتاب "عمر عائشہ" تمنا عمادی کی کتابیں اور عباسی کی کتابیں انہی کتابوں پر اندھے اعتماد کا نتیجہ ہیں۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ مخالف کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں جبکہ جرح مبہم ہو اور مخالف کی توثیق و تعدیل قابلِ اعتبار ہوتی ہے کیونکہ اگر مخالف نے تعدیل کر دی تو پھر یہ مقولہ سچا آئے گا **الفضل ماشهدت به الاعداء** (کہ فضیلت وہ ہی ہوتی ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔ ۱۲ صفدرؒ)

سوال: کیا احناف نے بھی اس فن میں کوئی کتاب تصنیف کی؟

جواب: احناف بے چاروں نے اس فن میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا اصول یہ تھا کہ وہ ثقہ راویوں سے لیتے تھے اور ہماری فقہ کے مسائل خیر القرون میں مدون ہوئے اس وقت خیریت کا زمانہ تھا دوسرے مذاہب بعد میں ہوئے یعنی مستقل مذاہب قرار پائے تو اس وقت کذب وغیرہ پھیل چکا تھا اس لئے ان کو اسماء الرجال کی کتابوں کی تصنیف کی ضرورت پڑی اور احناف کو نہ پڑی

الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون (الحدیث)

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں

﴿پانچواں باب﴾

مماتیت کے بیان میں

افادات

وکیل احناف رئیس المناظرین

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

نور اللہ مرقدہ

مرتب

مولانا عبدالرزاق صفدر

ناشر:

مکتبۃ الامین نزد قبا مسجد بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور

0300-2515899

﴿حضرت استاذِ محترمؒ نے فرمایا﴾

منکرینِ قبر سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ اگر تم اس قبر کو قبر نہیں مانتے تو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ قبر نصیب نہ کرے تو پھر اس دعا کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے .... منکرین عذاب و ثواب قبر اہل سنت والجماعت سے تو یقیناً خارج ہیں البتہ ان کے کفر میں شک ہے .... عام طور پر عثمانی اور مماتی یہی سوال لئے بیٹھے ہوتے ہیں کہ مرنے کے بعد روح کہاں رہتی ہے؟ .... تو امام ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں اس پر ایک مستقل فصل باندھی ہے اور اس میں سولہ اقوال نقل کئے ہیں جن میں دو قولوں کو راجح قرار دیا ہے (۱) روح علیین یا سجین میں رہتی ہے مگر اس کا تعلق قبر والے جسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے (۲) روح قبر میں رہتی ہے مگر اس کا تعلق علیین اور سجین کے ساتھ بھی ہوتا ہے......... انک میت وانهم میتــــــون کا اس مسئلہ کیساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس میں وعدہ موت ہے وقوعِ موت کا کوئی ذکر نہیں .... آیت لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبی سے بھی اہل سنت نے حیات انبیا علیہم السلام پر استدلال فرمایا ہے۔

قبر کا بیان

قبر اور قرآن:

نمبر(۱) قتل الانسان ما اكفره ٥ من اىّ شئى خلقه من نطفة خلقه فقدره ٥ ثم السبيل يسره ٥ ثم اماته فاقبره ٥ ثم اذا شاء انشره ٥ (سورۃ نمبر ۸۰۔ آیت نمبر ۱۷ تا ۲۲۔ مارا جائیو آدمی کیسا ناشکرا ہے کس چیز سے بنایا اس کو ایک بوند سے بنایا اس کو پھر اندازہ پر رکھا اس کو پھر راہ آسان کردی اس کو پھر مردہ کیا پھر قبر میں رکھوا دیا اس کو پھر جب چاہا اٹھا نکالا اس کو)

استدلال : اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں قبر کے بارے میں وضاحت فرمادی ہے کہ قبر وہ جگہ ہے جہاں وہ جسم رکھا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی ناشکریاں کیا کرتا تھا جس کو اللہ نے ایک خون سے پیدا فرمایا جس کا ڈھانچہ ماں کے پیٹ میں تیار کیا اور جو ماں کے پیٹ سے ہوا جس پر موت آئی اور جس کو قبر سے اٹھایا جائے گا یہ دوپہر کے سورج کی طرح روشن ہے کہ یہ تمام صفات جسد عنصری کی ہیں نہ کہ جسد مثالی کی۔

نمبر(۲) ولا تصلّ على احد منهم مات ابدًا ولا تقم علىٰ قبره (سورۃ نمبر ۹۔ آیت نمبر ۸۴۔ اور نہ نماز پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر)

استدلال: آنحضرت ﷺ کو رئیس المنافقین کی قبر پر کھڑے ہونے سے روکا گیا ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی زمین والی قبر پر کھڑے ہو کر دعا فرمانا چاہتے تھے۔ نہ ہی اس کے جسم مثالی پر کھڑا ہونا چاہتے تھے اور نہ ہی ساتوں زمینوں سے نیچے سجین میں جا کر کھڑا ہونا چاہتے تھے۔

نمبر(۳) وان الساعة آتية لاريب فيها وان الله يبعث من فى القبور (سورۃ نمبر ۲۲۔ آیت نمبر ۷۔ اور یہ کہ قیامت آنی ہے اس میں دھوکا نہیں اور یہ کہ اللہ اٹھائے گا قبروں میں پڑے ہوؤں کو)

استدلال: اس آیت میں بروز قیامت لوگوں کو قبروں سے اٹھائے جانے کا ذکر ہے قبروں سے کن جسموں کو اٹھایا جائیگا ان ہی جسموں کو جن کے بارے میں کافر شک کرتے تھے ان کی ہڈیاں بھی سڑ گل گئیں تو یہ یقیناً اجساد عنصریہ ہیں نہ کہ اجساد مثالیہ اس سے بھی معلوم ہوا کہ قبر اسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں

سے قیامت کو اجسادِ عنصریہ کو اٹھایا جائے گا۔

نمبر(۴) واذاالقبوربعثرت. علمت نفس ماقدمت واخرت(سورۃ نمبر۸۲۔آیت نمبر۴،۵۔اور جب قبریں زیروزبر کردی جائیں جان لے ہرایک جی جوکچھ کہ آگے بھیجااور پیچھے چھوڑا)

استدلال: اس آیت کریمہ میں بھی قبراسی جگہ کو کہا گیا ہے جہاں سے وہ جسم اٹھے گا جو اعمال کر کے آگے بھیجتا تھا اور میدان قیامت میں اس جسم کا حساب ہوگا جسم مثالی نے کوئی اعمال آگے بھیجے اور نہ ہی اس کا کوئی حساب کتاب ہوگا۔

نمبر(۵) ان الانسان لربه لكنود وانه على ذالك لشهيد وانه لحب الخير لشديد افلايعلم اذا بعثر مافي القبور وحصّل مافي الصدور ان ربهم بهم يومئذلخبير (سورۃ نمبر۱۰۰۔آیت نمبر۶ تا۱۱۔بے شک آدمی اپنے رب کا ناشکرا ہے اور وہ آدمی اس کام کو سامنے دیکھتا ہے اور آدمی محبت پر مال کی بہت پکا ہے کیا نہیں جانتا وہ وقت کہ کریدا جائے جو کچھ قبروں میں ہے اور تحقیق ہووے جو کچھ جیوں میں ہے بے شک ان کے رب کو ان کی اس دن سے خبر ہے)

استدلال: اس آیت کریمہ میں قبر اس جگہ کو کہا گیا ہے جہاں انسان کا ناشکرہ جسم رکھا جاتا ہے وہ جسم جو مال کی محبت پر مرمٹتا تھا وہ جسم جس کے دلی عقائد کا قیامت کو حساب لیا جائے گا ظاہر ہے کہ یہی جسد عنصری ہے

نمبر(۶) الهٰكم التكاثر حتى زرتم المقابر (سورۃ نمبر۱۲۰۔آیت نمبر۱۔۲۔غفلت میں رکھا تم کو بہتائیت کی حرص نے یہاں تک کہ جا دیکھیں قبریں)

استدلال: اس آیت سے پتہ چلا کہ کافر یہی زمین والی قبر گننے گئے تھے جن میں اجسادِ عنصریہ کو رکھا جاتا ہے نہ کہ اجساد مثالی کو۔

نمبر(۷) يا ايها الذين امنوا لاتتولوا قومًا غضب الله عليهم قد يئسوا من الآخرة كما يئس الكفار من اصحٰب القبور ((سورۃ نمبر۶۰۔آیت نمبر۱۳۔اے ایمان والو مت دوستی کرو ان لوگوں سے کہ غصے ہوا ہے اللہ ان پر وہ آس توڑ چکے ہیں پچھلے گھر سے جیسے آس توڑ دی منکروں نے قبروالوں سے)

استدلال: یہ ظاہر ہے کہ کافر ان عنصری اجساد کے ہی قبروں سے اٹھنے کے ناامید تھے اجساد مثالیہ نہ تو قبر میں دفن ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ مرے ہوؤں کو بھی خواب میں آکر ملتے رہتے ہیں۔

نمبر(۸) منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى(سورۃ طٰہٰ آیت نمبر۵۵۔ اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا اور اسی میں پھر پہنچا دیتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تم کو دوسری بار)

نمبر(۹) الم نجعل الارض كفاتا احياء وامواتا وجعلنا فيها رواسي شامخات واسقيناكم ماء فراتًا (سورۃ نمبر۷۷۔آیت نمبر۲۵ تا ۲۷۔کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی زندوں کو اور مردوں کو اور رکھے ہم نے زمین میں بوجھ کے لیے پہاڑ اونچے اور پلایا ہم نے تم کو پانی میٹھا پیاس بجھانے والا)

استدلال: ان سب آیات میں قبر زمین والے گڑھے کو کہا گیا ہے جہاں جسم عنصری کو رکھا جاتا ہے

بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ

صحیح بخاری صفحہ نمبر ۴۹۵ ج-۱ ، صفحہ نمبر ۱۱۱۷ ج-۱ ، مسلم صفحہ نمبر ۳۵۶ ج-۲ پر حدیث ہے

حضرت پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ مرنے کے بعد میرے جسم کے ٹکڑے کر دینا اور پھر اس کو آگ میں جلا دینا اور اس راکھ کو کچھ پانیوں میں بہا دینا اور کچھ ہواؤں میں اڑا دینا کیونکہ میں بہت گناہ گار ہوں اور خدا کے عذاب سے بہت ڈرتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ پہلی شریعتوں والے بھی جانتے تھے کہ عذاب وثواب میں یہ جسم شریک ہے آنحضرت ﷺ نے بھی یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ وہ آدمی بیوقوف تھا اس جسم کو نہ عذاب ہے اور نہ ہی ثواب خوانخواہ اس کو کٹوا کر اور جلوا کر عذاب میں ڈالتا رہا آگے حضرت کا ارشاد ہے کہ اس کے بیٹوں نے باپ کی وصیت کو پورا کیا اللہ تعالیٰ نے ہواؤں اور دریاؤں کو حکم دیا کہ اس کے ذرات کو اکٹھا کریں پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ زندہ کر کے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تو اس نے جواب دیا یا اللہ تیرے خوف سے اللہ تعالیٰ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ اس جسم کو نہ میں عذاب دیتا ہوں اور نہ ہی ثواب اس حدیث پاک سے جس طرح یہ معلوم ہوا کہ یہ جسم عذاب وثواب میں شریک ہے اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ خواہ انسان جل کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور اس کی راکھ دور دور تک بکھر جائے تو بھی وہ عذاب وثواب میں شریک ہے۔

نمبر(۱) مما خطیئتھم اغرقوا فادخلوا نارا (سورۃ نوح آیت نمبر ۲۵۔ کچھ وہ اپنے گناہوں سے دبا دیئے گئے پھر ڈالے گئے آگ میں)

استدلال: تو یہاں غرق ہونے والوں کے عذاب کی صراحت ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کو ذبح کرنے کا ذکر ہے (دیکھئے آیت نمبر ۲۶۰ سورۃ بقرہ) اس آیت کے تحت مفسرین یہ واقعہ درج کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ ایک دن سمندر کی طرف نکلے وہاں دیکھا کہ سمندر کے کنارے ایک لاش پڑی ہے۔ جس کو جنگلی جانور بھی کھا رہے ہیں ہوا کے پرندے بھی نوچ رہے ہیں سمندری جانور بھی کھا رہے ہیں اور کچھ ذرات ادھر ادھر مٹی میں ملتے جا رہے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اس لاش کے حصے کہاں کہاں بکھر رہے ہیں قیامت کو یہ کیسے زندہ کریگا اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ مسئلہ سمجھانے کے لئے فرمایا کہ ایسا کرو کہ چار پرندے جنکو تم اپنے سے خوب مانوس کرلو پھر ان کو ذبح کر کے ایسا قیمہ کرو کہ ایک دوسرے سے مل جائیں پھر تھوڑے تھوڑے ذرات مختلف پہاڑوں پر رکھ دو پھر ان کو آواز دو وہ بھاگتے ہوئے تمہارے پاس آئیں گے اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اشکال ختم ہو گیا کہ جس طرح انکا گوشت ملا جلا کر دور دور رکھ دیا گیا اسی طرح اس لاش کو جو جانور کھا رہے ہیں وہ جنگلی درندے ہوں یا ہوا کے پرندے یا سمندری جانور ہوں جن کے پیٹوں میں یہ ذرات جا رہے ہیں وہ سب مر کر بھی آخر اس زمین میں آئیں گے اگر چہ دور دور جگہ پر ہوں جس طرح ان پرندوں کے گوشت کے ذرات اگر چہ دور دور رکھے گئے لیکن وہ خدا کی قدرت علم سے باہر نہیں گئے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک ہی آواز سے وہ دور دور سے اکٹھے ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ عذاب وثواب قبر کے بارے میں ایسے وساوس کا جواب قرآن و حدیث پہلے ہی دے چکا ہے البتہ اس اعتراض سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ ہر زمانہ میں یہی عقیدہ رہا ہے کہ یہ جسم عذاب وثواب میں شریک ہے کیونکہ پرندے درندے اسی کو کھاتے ہیں اس کے ذرات بکھرتے ہیں روح کے نہ ذرات بکھرتے ہیں اور نہ ہی وہ پرندوں اور درندوں کا نوالہ بنتی ہے۔ بہر حال

قبر کا مسئلہ قرآن پاک کی ان آیات سے بالکل واضح ہے منکرین عذاب وثواب قبر ان قرآنی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

قبر اور احادیث

جس طرح قرآن پاک میں اسی زمینی گڑھے کو قبر کہا گیا ہے اسی طرح احادیث میں قبر کا لفظ اسی قبر کے لیے آیا ہے

نمبر۱: آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا **اذا وضعتم موتاکم فی قبورھم فقولوا بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ** (مستدرک حاکم صفحہ نمبر ۳۶۶) **قال الحاکم والذھبی علی شرطھما** (جب رکھو تم اپنے مردوں کو ان کی قبروں میں پس کہو تم بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ۔ امام حاکم اور امام ذھبی نے فرمایا ہے کہ ان دونوں (بخاری و مسلم) کی شرط پر ہے)

نمبر۲: آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں **ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق نعالھم حین یولون مدبرین** (بے شک جب میت رکھی جائے اپنی قبر میں تو وہ سنتی ہے ان کے جوتوں کی آواز جب وہ واپس لوٹتے ہیں پیٹھ پھیر کر) (ابن حبان صفحہ ۱۹۷، بخاری صفحہ ۱۷۸ ج۔۱، مسلم صفحہ ۳۸۶ ج۔۲)

نمبر۳: آنحضرت ﷺ نے جوتیاں پہن کر ایک شخص کو قبروں کے درمیان چلتے دیکھا تو فرمایا اے جوتیوں والے جوتی اتار دے (مستدرک حاکم صفحہ ۳۷۳ ج۔۱، **قال الحاکم والذھبی صحیح**)

استدلال: ظاہر ہے کہ وہ شخص جوتیاں پہن کر علیین یا سجین میں نہیں چل رہا تھا۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے ہم معنی احادیث نقل فرما کر فرماتے ہیں **وھو قول ابی حنیفہ وابی یوسف و محمد** (طحاوی باب الصلوٰۃ فی النعال)

نمبر۴: غزوۂ احد میں کل ستر صحابہ کرام شہید ہو گئے آنحضرت ﷺ یوں کرتے **کان یجمع الثلاثۃ والاثنین فی قبر واحد** (حضور ﷺ تین اور دو شہدائے احد کو ایک کپڑے میں جمع فرماتے تھے یعنی دفن فرماتے تھے) (مستدرک حاکم صفحہ ۳۶۵ ج۔۱)

استدلال: ظاہر ہے کہ یہ قبریں بھی حسی تھیں جن میں شہداء کے اجسام کو رکھا گیا۔

نمبر۵: فاتح مصر حضرت عمروؓ بن العاص نے وفات کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا جب مجھے تم دفن کر چکو تو میری قبر کے اردگرد اتنا وقت کھڑا رہنا جتنے میں اونٹ ذبح کر کے اسکا گوشت تقسیم کیا جا سکتا ہے تا کہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے فرشتوں کو جواب دے سکوں (مسلم صفحہ۷۶ ج۔۱، ابوعوانہ صفحہ۵ ج۔۱، مشکوٰۃ صفحہ۱۴۹ ج۔۱)

استدلال: ظاہر ہے کہ انہوں نے اس حسی قبر کے اردگرد کھڑے ہونے کے لیے فرمایا تھا نہ کہ علیین اور سجین میں۔

نمبر۶: آنحضرت ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور آپ پر انکا عذاب منکشف ہوا آپ نے ایک تر ٹہنی ان پر رکھی اور فرمایا کہ جب تک یہ تر رہے گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی (بخاری صفحہ۳۵ ج۔۱، مسلم صفحہ۱۴۲ ج۲)

استدلال: ظاہر ہے کہ یہ عذاب انہی قبروں میں ہو رہا تھا جن پر آپ نے ٹہنی رکھی تھی شارحین لکھتے ہیں کہ شاخ جب تر ہو خدا کی تسبیح بیان کرتی ہے اسی تسبیح سے ان کو فائدہ پہنچ گیا حضرت ملا علیؒ قاری فرماتے ہیں اسی طرح جب میت کے لیے ایصال ثواب کیا جاتا ہے ان کو فائدہ پہنچتا ہے۔

نمبر۷: آنحضرت ﷺ خچر پر سوار تشریف لے جا رہے تھے آپ کا خچر مبارک بدکا قریب تھا کہ آپ کو گرا دیتا دیکھا وہاں پانچ چھے قبریں تھیں آپ نے فرمایا ان قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور فرمایا اس امت کے لوگوں کا قبروں میں امتحان ہوتا ہے اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن نہیں کرو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں جو عذاب قبر میں سنتا ہوں وہ تمہیں بھی سنا دے (مسلم صفحہ۳۸۶ ج۔۲)

فائدہ: جب خچر کو کشفِ قبور ہو سکتا ہے تو اللہ والوں کو کیوں نہیں ہو سکتا؟

نمبر۸: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منافق کو لوہوں کے ہتھوڑوں سے مارا جاتا ہے اس کی آواز انسانوں اور جنوں کے علاوہ قریب والی ساری مخلوق سنتی ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ۲۵ ج۔۱ متفق علیہ)

نوٹ: جو لوگ اس قبر کے قبر ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ بھی ایسی حدیثیں پیش کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا قبر پکی نہ بناؤ اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ آپ کو کبھی اطلاع ملی ہو کہ بجری اور سیمنٹ کے پندرہ بیس ٹرک علیین اور سجین پہنچ چکے ہیں اور ان کو پختہ کیا جا رہا ہے بلکہ اپنی قبروں کو پختہ کرنے سے منع کیا گیا۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ قبروں پر چراغ جلانا حرام ہے اور منع ہے اور اس وقت یہی قول مراد لیتے ہیں اسی طرح جب وہ یہ احادیث پیش کرتے ہیں کہ لعن اللہ الیھود و النصاریٰ اتخذ وا قبور انبیاء ھم مساجدا (نسائی صفحہ ۲۸۸ جلد۱۔ اللہ نے لعنت کی ہے یہودیوں اور عیسائیوں پر کہ بنایا انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کی جگہ) او کما قال اس وقت یہی کہتے ہیں کہ اسی قبر کو سجدہ منع ہے الغرض کتب حدیث میں اتنی احادیث لکھی ہیں کہ ان میں قبر سے مراد یہی قبریں ہیں محدثین نے ان احادیث پر جتنے ابواب باندھے ہیں وہ سب اسی قبر کے بارے میں ہیں اور سب انسانوں کا اسی بات پر اتفاق ہے کہ جب کوئی کہتا ہے کہ میں فلاں کی قبر پر گیا تھا اس سے کوئی نہیں سمجھتا کہ یہ علیین یا سجین سے ہو کر آیا ہے۔

منکرین قبر سے ایک بات!!

منکرین قبر سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ اگر تم اس قبر کو قبر نہیں مانتے تو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ قبر نصیب نہ کرے تو پھر اس دعا کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے قرآن پاک میں تو یہ فرمایا ہے کہ قبر کھودنے کا طریقہ سب سے پہلے کوے نے بتایا تھا اور اس ذکر میں قرآن پاک نے یبحث فی الارض (سورۃ المائدہ آیت نمبر۳۱۔ کریدتا تھا زمین کو) ذکر فرمایا ہے کہیں یبحث فی سجین نہیں آیا اس سے معلوم ہوا کہ جو اس قبر کے قبر ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ اولٰئک کالانعام بل ھم اضل (سورۃ اعراف آیت نمبر۱۷۹۔ وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ) کا مصداق ہیں۔

لفظ ''برزخ'' کا تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے!!

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں فرماتے ہیں برزخ کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے، ۱۔ زمان، ۲۔ مکان، ۳۔ کیفیت ۱۔ ''زمانہ'' کے اعتبار سے موت کے بعد قیامت کے زمانہ کو برزخ کہتے ہیں ۲۔ ''مکان'' کے اعتبار سے اصل تو قبر ہے جس کی

حیثیت بسترِ خواب جیسی ہے جس طرح انسان بسترِ خواب پر سویا ہوا ہو اس کی روح کا تعلق پورے عالم خواب سے ہوتا ہے اسی طرح بندہ قبر میں ہے مگر روح کا تعلق علیین یا سجین تک ہوتا ہے۔۳۔ کیفیت کے اعتبار سے اس زمان اور مکان میں مردہ دکھ میں ہوتا ہے یا سکھ میں ہوتا ہے یا عذاب میں ہوتا ہے یا ثواب میں ہوتا ہے۔

نوٹ: منکرین عذاب قبر اس قبر کے قبر ہونے کا انکار اس لئے کرتے ہیں کہ جسم کو عذاب وثواب میں شامل نہ کیا جائے لیکن اس انکار میں وہ قرآن پاک اور احادیث مشہورہ اور اجماع کا انکار کرتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ عوام کو یہ بھی دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم صرف کلام اللہ کو مانتے ہیں رحمت اللہ کو نہیں مانتے لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ کلام اللہ کو نہیں مانتے صرف غلام اللہ کو مانتے ہیں۔

عذاب وثوابِ قبر

نمبر۱: **يُثَبِّتُ اللّٰهُ الذين امنوا بالقول الثابت فى الحيوٰة الدنيا وفى الاخرة ويضل الله الظالمين ويفعل الله مايشاء** (سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۲۷۔ مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور بچلا دیتا ہے اللہ بے انصافوں کو اور کرتا ہے اللہ جو چاہے)

استدلال: بخاری صفحہ ۱۸۳ ج-۱ پر مرفوع حدیث ہے آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں عذابِ قبر کا ذکر ہے اس آیت کے تحت معارف القرآن صفحہ نمبر ۲۳۶ ج -۵ پر اچھی تفصیل ہے۔ عذاب وثواب قبر احادیث مشہورہ سے ثابت ہے علامہ سیوطیؒ نے الدر المنثور جلد نمبر ۴ میں اس آیت کے تحت صفحہ ۷۸ تا ۸۴ عذاب وثواب قبر پر اکثر احادیث کو جمع فرما دیا ہے اس آیت سے واضح ہو رہا ہے کہ جو جسم ایمان لایا تھا اور دنیا میں قولِ ثابت یعنی کلمہ توحید پر قائم رہا اسے ہی آخرت کی پہلی منزل قبر میں فرشتوں کے سوال و جواب کے وقت قول ثابت پر قائم رکھا جائے گا اس آیت کے تحت تفسیر قرطبی، ابن کثیر اور تفسیر کبیر میں بھی عذاب وثوابِ قبر کی اچھی تفصیلات ہیں۔

نمبر۲: **ومن اظلم ممن افترای على الله كذباً اوقال اوحى الى ولم يوحَ اليه شىء ومن قال سانزل مثل ما انزل الله ولوترٰى اذالظالمون فى غمرات الموت والملائكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون**

على الله غير الحق و كنتم عن آياته تستكبرون (سورۃ انعام آیت نمبر ۹۳۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون جا باندھے اللہ پر بہتان یا کہے مجھ پر وحی اتری اور اس پر وحی نہیں اتری کچھ بھی اور جو کہے کہ میں بھی اتارتا ہوں مثل اس کے جو اللہ نے اتارا اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ ظالم ہوں موت کی سختیوں میں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں آج تم کو بدلے میں لے گا ذلت کا عذاب اس سبب سے کہ تم کہتے تھے اللہ پر جھوٹی باتیں اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے)

استدلال: امام بخاری نے صفحہ ۱۸۳ ج-۱، پر اس آیت کو عذابِ قبر کی دلیل میں بیان فرمایا ہے ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۲۶۶ ج-۴، پر اور ابن قیمؒ نے کتاب الروح صفحہ ۱۰۵ پر اس آیت سے تفصیلی استدلال کیا ہے اس لئے فرشتے اسی جسم سے خطاب کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر افترا کیا کرتا تھا یا جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرتا تھا جس سے فرشتے روح کو نکال رہے ہیں اسی کو خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ آج ہی تمہیں رسوا کن عذاب دیا جائیگا اور خدا کے بارے میں ناحق باتیں کرنے اور آیات الٰہی کو نہ ماننے سے سزا آج ہی شروع ہو جائیگی ظاہر ہے کہ اس آیت میں صراحۃً ایک ایسے عذاب کا ذکر ہے جو موت کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے۔ اس عذاب کا نام کیا ہے؟ قرآن پاک نے جو اس عذاب کا ذکر فرمایا ہے لیکن اس کا نام ذکر نہیں فرمایا آنحضرت ﷺ نے اسی عذاب کا نام عذاب قبر رکھا (**عذاب القبر حق** بخاری صفحہ ۱۸۳ ج-۱) جس طرح پانچوں نمازوں کا ذکر قرآن میں آیا لیکن تفصیلی احکام آپ ﷺ نے بیان فرما دیئے ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عذاب وثواب فوراً شروع ہو جاتا ہے۔ اس کا نام عذاب اس لئے رکھا گیا کہ اس کا اکثر قبر ہی میں ہوتا ہے۔ **للاكثر حكم الكل** (یہ عربی کا ایک مقولہ ہے جس کا مطلب ہے کہ اکثریت پر سب کا حکم ہوتا ہے صفدر عفی عنہ)

نمبر۳: **وممن حولكم من الاعراب منافقون و من اهل المدينة مردوا على النفاق لاتعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم** (سورۃ نمبر ۹، آیت نمبر ۱۰۱ اور بعض تمہارے گرد کے گنوار منافق ہیں اور بعض مدینہ والے اڑ رہے ہیں نفاق پر تو ان کو نہیں جانتا ہم کو وہ معلوم ہیں ان کو ہم عذاب دیں گے دوبار پھر وہ لوٹائے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف)

استدلال: بخاری صفحہ نمبر ۱۸۳ ج-۱ پر اس آیت کو بھی عذابِ قبر کی دلیل میں بیان کیا ہے اس آیت

کریمہ میں تین عذابوں کا ذکر ہے ایک آخری عذاب دوزخ کا اس کو عذاب عظیم فرمایا گیا ہے اس عذاب سے پہلے بھی دو عذابوں کا ذکر ہے ایک ان پر دنیا میں آیا تعزیر یا قتل یا سب کے سامنے رسوا کر کے مسجد نبوی سے نکال دینا دوسرا عذاب قبر میں ہے جس طرح پہلا اور تیسرا عذاب بالاتفاق جسم اور روح کو ہے اسی طرح یہ دوسرا عذاب بھی یقیناً جسم اور روح دونوں کو ہے۔

نمبر۴: فوقه الله سيئات مامكروا وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار يعرضون عليها غدوًا وعشيًا ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب (سورۃ المؤمن آیت نمبر ۴۴،۴۵۔ پھر بچا لیا موسیٰ کو اللہ نے برے داؤ سے جو وہ کرتے تھے اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب وہ آگ ہے کہ رکھ دیتے ہیں ان کو صبح اور شام اور جس دن قائم ہوگی قیامت حاکم ہوگا داخل کرو فرعون والو کو سخت سے سخت عذاب میں)

استدلال: امام بخاری نے صفحہ ۱۸۳ ج ۱ ابن قیمؒ نے اور ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاوی صفحہ ۲۶۶ ج ۴ پر اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال فرمایا ہے اس آیت میں آل فرعون کے لیے دوزخ کے اشد العذاب سے پہلے ایک سوء العذاب کا ذکر ہے اسی سوء العذاب کا نام احادیث مشہورہ میں عذاب قبر ہے یہ فرق بھی واضح فرمادیا کہ اشد العذاب دوزخ کی آگ میں داخل کر کے دیا جائے گا جبکہ عذاب وثواب قبر میں آگ کو ان پر پیش کیا جاتا ہے۔ بخاری صفحہ ۱۸۳ ج ۱ پر، حدیث پاک ہے کہ مؤمن کو روزانہ صبح وشام جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ اور کافر کو صبح وشام دوزخ کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے ابن کثیر نے اس آیت کے تحت ایسی احادیث لکھی ہیں کہ آل فرعون کی روحیں صبح وشام سیاہ پرندوں کی شکل میں دوزخ میں جاتی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں شہداء کی ارواح کے بارے میں ہے کہ وہ سبز پرندوں کی شکل میں صبح وشام جنت میں جاتی ہیں۔ ان احادیث سے یہ سمجھنا کہ ارواح کا تعلق قبر والے جسم سے نہیں رہتا یہ بالکل غلط ہے بخاری شریف میں حضور اقدس ﷺ کا لمبا خواب مذکور ہے (صفحہ ۱۸۵ ج ۱ صفحہ ۱۰۴۳ ج ۲) جس میں ہے کہ آپ کا جسم اطہر مدینہ منورہ میں بستر پر آرام فرما تھا اور روح پاک نے جنت اور دوزخ کی سیر کی جب روح پاک جنت کی سیر میں تھی اس کا یقیناً مدینہ پاک میں جسم پاک کیساتھ تعلق تھا۔ سائنس

جاری تھی نبض اچھل رہی تھی کروٹیں بدلی جا رہی تھیں۔

نمبر۵: واذا علم من آياتنا شيئا اتخذها هزوًا اولئك لهم عذاب مهين من ورائهم جهنم ولا يغني عنهم ما كسبوا شيئا ولا ما اتخذوا من دون الله اولياء ولهم عذاب عظيم (سورۃ نمبر ۴۵ آیت نمبر ۱۰۔ اور جب خبر پائے ہماری باتوں میں سے کسی کی اس کو ٹھہرائے ٹھٹھہ ایسوں کو ذلت کا عذاب ہے پرے ان کے دوزخ ہے اور کام نہ آئے گا ان کے جو کمایا تھا ذرا بھی اور نہ وہ کہ جن کو پکڑا تھا اللہ کے سوائے رفیق اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہے)

استدلال: اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی آیات سے استہزاء کرنے والوں کے لیے دو عذابوں کا ذکر ہے ایک عذاب عظیم جو جہنم میں ہوگا ایک عذاب مہین جو پہلے ہوگا اسی کا نام احادیث مشہورہ میں عذاب وثواب قبر ہے۔

نمبر۶: مما خطيئتهم اغرقوا فادخلوا نارًا (الاية)

استدلال: علامہ خیالیؒ فرماتے ہیں فا تعقیب بلا مہلہ کے لیے آتی ہیں اس لئے قوم نوح کو غرق کے بعد فوراً آگ میں داخل کر دیا گیا اسی طرح غرق کا عذاب جسم اور روح دونوں کے لیے تھا اسی طرح بعد والا عذاب بھی دونوں کے لیے ہے۔ آل فرعون کے ذکر میں اس عذاب کو عرض نار کے عذاب سے ذکر کیا گیا لیکن یہاں دخول نار کا ذکر آیا تو اصل عذاب تو عرض نار ہی سے ہوتا ہے لیکن اس کو دخول نار مجازاً کہا گیا جیسے حوالات گھر کی نسبت جیل ہی کہلاتی ہے اگرچہ اس میں جیل والی سزائیں نہیں ہوتیں اس لیے آنحضرت ﷺ نے بھی قبر کے بارے میں فرمادیا کہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے (ترمذی صفحہ ۴۵۸) اسی طرح کے استعمالات ہر زبان میں ہوتے ہیں اس کے علاوہ احادیث مشہورہ میں بھی عذاب وثواب کا ذکر ہے امام مسلم نے کتاب الایمان میں باب عذاب القبر باندھا ہے گویا اس کو ایمانیات سے شریک کیا ہے۔

منکرین عذاب وثواب قبر اہل سنت سے خارج ہیں

اس لیے بعض فقہاء مثلاً شیخ ابن ہمامؒ عذاب قبر کے منکر کو کافر کہتے ہیں امام ابوداؤدؒ نے اپنی

سنن میں عذاب وثواب کا ذکر کتاب السنۃ میں فرمایا جس میں بدعت، شرک، قدریہ، جہمیہ وغیرہ کا رد ہے تو گویا امام ابوداؤدؒ نے عذاب وثواب قبر کے منکر کو اہل سنت وجماعت سے خارج اور اہل بدعت قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذاب وثواب قبر کے منکر اہل السنت والجماعت سے تو یقیناً خارج ہیں البتہ ان کے کفر میں شبہ ہے۔

روح کہاں رہتی ہے؟

عام طور پر عثمانی اور مماتی یہی سوال لئے بیٹھے ہوتے ہیں کہ مرنے کے بعد روح کہاں رہتی ہے اور پھر جلدی سے کہتے ہیں کہ روح علیین یا سجین میں رہتی ہے اور نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ عذاب علیین یا سجین میں روح کو ہوتا ہے قبر میں رکھے ہوئے جسم کے ساتھ عذاب وثواب کا کوئی تعلق نہیں۔

روح کے مسکن کے بارے میں دو قول راجح ہیں

امام ابن قیم نے کتاب الروح میں اس پر ایک مستقل فصل باندھی ہے اور اس میں سولہ اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے دو قولوں کو راجح قرار دیا ہے۔ (۱) روح علیین یا سجین میں رہتی ہے مگر اس کا تعلق قبر والے جسم کے ساتھ بھی ہوتا ہے (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ روح قبر میں رہتی ہے مگر اس کا تعلق علیین اور سجین کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔

عالم برزخ کی عالم خواب کے ساتھ مشابہت

اصل بات یہ ہے کہ عالم برزخ کو عالم خواب کے ساتھ بہت سی مشابہتیں ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

نمبر۱: **اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمّی ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون** (سورۃ الزمر آیت نمبر ۴۲۔ اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرر تک اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں)

نمبر۲: **وھو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ لیقضیٰ اجل مسمّی ثم الیہ مرجعکم ثم ینبئکم بما کنتم تعملون** (سورۃ انعام آیت نمبر ۶۰۔ اور وہی ہے کہ قبضے میں لے لیتا ہے تم کو رات میں اور جانتا ہے جو کچھ کہ تم کر چکے وہ دن میں پھر تم کو اٹھا دیتا ہے اس میں تا کہ پورا ہو وہ وعدہ جو مقرر ہو چکا ہے پھر اسی کی طرح تم لوٹائے جاؤ گے پھر خبر دے گا تم کو اس کی جو کچھ تم کرتے ہو۔)

نمبر۳: بلیلۃ التعریس میں جب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سوئے رہے اور سورج نکل آیا آنحضرت ﷺ نے یہی فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر رکھا تھا جب چاہا چھوڑا (صحیح بخاری ص ۸۳ ج۱، صحیح مسلم ص ۲۳۸ ج۱)

نمبر۴: بخاری ص ۳۲۵ ج۱ اور مسلم ص ۳۴۹ ج ۲ پر سونے کی دعا مذکور ہے جس میں روح کا امساک اور ارسال ذکر ہے

استدلال: ان آیات اور احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جس طرح موت کے وقت روح جسم سے نکل جاتی ہے اسی طرح نیند کے اندر بھی روح جسم سے نکل جاتی ہے اب وہ کہاں رہتی ہے اس بارے میں اتفاق ہے کہ وہ عالم خواب میں رہتی ہے اگرچہ عالم خواب عرش تک وسیع ہے لیکن روح جہاں بھی ہو جسم کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ کا لمبا خواب جو صحیح بخاری ص ۱۸۵ ج۱ اور ص ۱۰۴۵ ج ۲ پر ہے اس میں واضح ہے کہ روح پاک نے عالم برزخ اور عالم مثال کی سیر بھی کی ہے اور جنت اور دوزخ کی بھی سیر کی لیکن مدینہ منورہ میں جو جسم اطہر تھا اس سے باقاعدہ تعلق تھا علامہ سیوطیؒ نے شرح الصدور میں کچھ روایات نقل فرمائی ہیں کہ اگر مسلمان باوضو سوئے تو اس کی روح عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہے عرش یہاں سے کتنی دور ہے اور اس کا اندازہ بھی مشکل ہے پہلا آسمان اس زمین سے پانچ سو سال کا راستہ ہے یقیناً دوسرا آسمان اس کے بعد تیسرا آسمان اس سے زیادہ فاصلہ پر ہونگے کیونکہ ہر باہر والا دائرہ اندر والے دائرے سے بڑا ہوتا ہے لیکن اگر ہم یہ فاصلہ پانچ پانچ سو ہی کا مان لیں تو سات آسمان اور آٹھویں کرسی نواں عرش کم از کم ۴۵ سو سال کا راستہ بنتا ہے اور نیند میں جب جسم بستر خواب پر ہے اور وہ کم از کم ۴۵ سو سال کے راستہ پر سجدہ میں ہے لیکن یہاں تعلق قائم ہے نبض اچھل رہی ہے "سانس چل رہی ہے" کروٹیں بدلی جا رہی ہیں تو جو روح عرش کے نیچے سجدہ کر کے یہاں تعلق رکھ سکتی ہے اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ علیین یا سجین میں

ہے تو وہاں سے تعلق کیوں نہیں رکھ سکتی؟

نمبر۵: صاحب مشکوٰۃؒ نے مسند امام احمد کے حوالہ سے ایک لمبی حدیث نقل فرمائی ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ روح کو علیین یا سجین میں نہیں رہنے دیا جاتا بلکہ قبر میں لوٹایا جاتا ہے ص۱۴۲، میں ہے کہ جب ایک بندہ کی روح کو قبض کیا جاتا ہے تو فرشتے اس کی روح کو آسمان پر لے کر چڑھتے ہیں آسمان والے فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک مشاہدہ کرتے ہیں یہاں تک وہ ساتوں آسمانوں پر پہنچ جاتی ہے **فیقول اللہ عزوجل اکتبوا کتاب عبدی فی علیین و اعیدوہ الی الارض فانی منہا خلقتہم و فیہا اعیدہم و منہا اخرجہم تارۃ اخریٰ قال فتعاد روحہ فی جسدہ** (اللہ عزوجل فرماتے میرے بندے کا عمل نامہ علیین میں لکھ لو اور اس کو زمین میں لوٹا دو اور میں نے اس سے پیدا کیا اسی میں ان کو لاڈالوں گا اور اسی سے دوسری باران کو نکالوں گا فرمایا کہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے) اور گناہ گار کی روح کے بارے میں ہے کہ اس کو بدبودار کپڑے میں لپیٹ کر پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں لیکن اس کے لیے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا **ثم قرأ رسول اللہ ﷺ لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط فیقول اللہ عزوجل اکتبوا کتابہ فی سجین فی الارض السفلیٰ فتطرح روحہ طرحاً ثم قرأ و من یشرک باللہ فکانما خرّ من السماء فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق فتعاد روحہ فی جسدہ** (پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوں گے اللہ عزوجل فرماتے ہیں اس کا نامہ اعمال سجین میں لکھ دو جو کہ زمین کے نیچے ہیں اس کی روح پھینک دی جاتی ہے پھر آپ نے آیت پڑھی اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے پس گویا کہ وہ گر پڑا آسمان سے پس اچک لیتے ہیں اس کو پرندے یا پھینک دیتی ہے ہوا اس کے دور کے مکان میں پس اس کے جسم میں روح لوٹا دی جاتی ہے)

استدلال: اس حدیث سے تو پتہ چلا کہ روح علیین یا سجین میں نہیں ہوتی بلکہ قبر کی طرف بھیج دی جاتی ہیں البتہ دوسرے اقوال کی بناء پر اسکا تعلق علیین و سجین سے ہوتا ہے بلکہ پورے عالم برزخ سے ہوتا ہے

نوٹ: چونکہ یہ حدیث عثمانی اور چترواڑی کے سخت خلاف ہے اس لئے کبھی اس کی سند پر جرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی سند میں راوی زاذان ہے اور تقریب التہذیب میں لکھا ہے۔ فیہ شیعۃ حالانکہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہے اور سلف میں شیعہ کا لفظ ان لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جنھوں نے لڑائیوں میں حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور بعض اوقات ان کے لیے جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ سے افضل سمجھتے تھے اگرچہ یہ قول جمہور اہل سنت کے خلاف ہے لیکن بعض صحابہ و تابعین بھی اس کے قائل تھے مثلاً مقداد، اسود، ابوذر، عمار بن یاسر، وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور جو لوگ حضرت علیؓ کو شیخین سے افضل کہتے ہیں لیکن شیخینؓ اور صحابہؓ پر تبرا نہیں کرتے انکا کہنا تھا کہ اگر حضرت علیؓ سب صحابہؓ سے افضل ہیں تو خلافت انہیں کا حق تھا لیکن جب حضرت علیؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے خود اپنا حق چھوڑ دیا تو ہمیں صحابہؓ کو برا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں ایسے لوگوں کے لیے اسماء الرجال کی کتابوں میں شیعہ غالی، یا شیعہ محترق کے الفاظ آتے ہیں اور جو لوگ حضرت علیؓ کو سب صحابہ سے افضل مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب غاصب تھے انہوں نے حضرت علیؓ کا حق غصب کر لیا اور وہ صحابہؓ پر تبرا کرتے ہیں ان کو اسماء الرجال کی کتابوں میں رافضی یا رافضی خبیث لکھا جاتا ہے ان کی روایت قبول نہیں ہوتی اس لئے زاذان کی وجہ سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں اس سند کے چھ شواہد پیش کئے ہیں اور ابن قیمؒ اور ابن تیمیہؒ اور دیگر محدثین نے اس کو احادیث مشہورہ میں درج کیا ہے حدیث جب شہرت میں داخل ہو جائے تو سند کی بحث سے بے نیاز ہو جاتی ہے جیسے ہلال جب بدر بن جائے اب گواہوں یا انکی تعدیل و تجریح سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔

ایک مغالطہ

کیا یہ حدیث (مسند احمد صفحہ ۱۴۲ والی) قرآن کے خلاف ہے؟ منکرین عذاب قبر جو منکرین حدیث بھی ہیں اعادہ روح فی القبر والی مشہور حدیث کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ موت کے بعد قیامت سے پہلے روح جسم کی طرف نہیں لوٹائی جائیگی قرآن پاک میں ہے **فیمسک التی قضیٰ علیہ الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمّٰی** (سورۃ زمر آیت نمبر ۴۲۔ پھر رکھ چھوڑتا ہے جن

پر مرنا ٹھہرادی ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرر تک) اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نیند کے بعد تو روح لوٹادی جاتی ہے لیکن موت کے بعد روح کو روک لیا جاتا ہے اب قرآن سچا ہے کہ روح کو روک لیا جاتا ہے اب اس کے خلاف حدیث کہتی ہے کہ روح لوٹائی جاتی ہے۔

مغالطہ کا جواب

یہ ایک مغالطہ ہے اور یہ ایسا ہی مغالطہ ہے کہ جیسا کہ شیعہ کہا کرتے ہیں کہ قرآن پاک میں صاف آیات موجود ہیں کہ نبیوں کی وارثت ہوتی ہے وورث سلیمان داؤد (سورۃ نمل آیت نمبر ۱۶۔اور قائمقام ہوا سلیمان داؤد کا) یرثنی و یرث من آل یعقوب (سورۃ مریم آیت نمبر ۶۔ جو میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد کی).................لیکن ابوبکر صدیقؓ نے سیدہ فاطمہؓ کو وراثت سے محروم کردیا اور قرآن کی صاف اور صریح آیات کے خلاف حدیث سنادی کہ نبیوں کی وراثت نہیں ہوتی جس طرح شیعہ یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ کی بنائی ہوئی جھوٹی حدیث ہے جس کو یہ لوگ مانتے ہیں حالانکہ صدیق اکبرؓ اور تمام اہل سنت والجماعت قرآن کو بھی مانتے ہیں اور احادیث کو بھی مانتے ہیں۔

وراثت کی اقسام

اصل بات یہ ہے کہ وراثت کی دو قسمیں ہوتی ہیں ۱۔علمی ۲۔مالی ، انبیاء کی وراثت علمی وراثت ہوتی ہے اور مالی وراثت نہیں ہوتی قرآن پاک کی جن آیات میں وراثت کا اثبات ہے وہاں علمی وراثت مراد ہے کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بہت سی اولاد تھی لیکن آپ کے علمی وارث سلیمان علیہ السلام ہی تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت زکریا علیہ السلام اپنا وارث بنانا چاہتے تھے حالانکہ آلِ یعقوب ایک وسیع ترین خاندان تھا وہاں مالی وراثت کا ذکر نہیں بلکہ علمی وراثت کا ذکر ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے حدیث پاک سے واضح فرمادیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نبیوں کی وراثت درہم اور دنانیر نہیں ہوتے (ریاض الصالحین) وہ اگر مال چھوڑیں تو صدقہ ہوتا ہے البتہ ان کی وراثت علمی وراثت ہوتی ہے سیدہ فاطمہؓ علمی وراثت کے لیے نہیں بلکہ مالی وراثت کے لیے گئی تھیں اور سیدہ فاطمہؓ نے اپنے والد پاک ﷺ کی حدیث سن کر خاموشی فرمادی انہوں نے قرآن پاک کی کوئی آیت

صدیق اکبرؓ کے خلاف نہیں پڑھی تو جس طرح وراثت کی دو قسمیں ہیں

اعادہ روح کی اقسام

اسی طرح اعادہ روح کی بھی دو قسمیں ہیں

(۱) ایک قسم یہ کہ کھلی زندگی کے ساتھ روح واپس آجائے جیسے سویا ہوا پھر کھلی زندگی کے ساتھ واپس آجاتا ہے کوئی ہل چلا رہا ہے کوئی دکان چلا رہا ہے کوئی پڑھ رہا ہے کوئی اور دینی مشغلے میں مصروف ہے اور یہ حیات سب کے سامنے کھلی ہے ایک دوسرے کا تعاون کررہے ہیں اعادہ روح کی ایک قسم کہ کھلی زندگی مل جائے یہ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ قیامت ہی کو ملے گی

(۲) دوسری قسم چھپی حیات کے ساتھ روح کا اعادہ ہے حدیث پاک میں اسی قسم کی زندگی کا اثبات ہے اس زندگی کے ساتھ مردے کو عذاب وثواب کا پورا احساس ہے لیکن دوسرے کے سامنے اس کا عذاب وثواب بالکل پردے میں ہے دوسرے کو نہ اس کے عذاب کا شعور ہے نہ ثواب کا اس لئے ہم قرآن وحدیث دونوں مانتے ہیں احادیثِ مبارکہ کے مطابق چھپی حیات کے ساتھ روح کے اعادہ کو کہتے ہیں اور عذاب وثواب قبر کو حق کہتے ہیں اور کھلی حیات کے ساتھ روح کا اعادہ قیامت ہی کو ہوگا جس میں سب ایک دوسرے کا مشاہدہ کریں گے

چنانچہ قرآن پاک میں ایک جگہ صراحت ہے حتیٰ اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلّی اعمل صالحاً فیما ترکت کلاانھا کلمۃ ھو قائلھا و من وّراء ھم برزخ الی یوم یبعثون (سورۃ المومنون آیت نمبر ۱۰۰۔یہاں تک کہ جب پہنچے ان میں کسی کو موت کہے گا اے رب مجھ کو پھر بھیج دو شاید کچھ میں بھلا کام کرلوں اس میں جو پیچھے چھوڑ آیا۔ ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے کہ وہی کہتا ہے اور ان کے پیچھے پردہ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں)اس آیت میں مردہ کا کلام ذکر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریگا کہ مجھے واپس بھیج دیں تاکہ میں دارالعمل میں جاکر اعمالِ صالحہ کروں اور جو کچھ میں چھوڑ کر آیا ہوں اس کو تیرے نام پر خرچ کروں ظاہر ہے کہ دارالعمل میں آنا پھر اعمالِ صالحہ (جہاد، روزہ، نماز وغیرہ) کرنا اپنی جائیداد پر قابض ہوجانا یہ سب کچھ کھلی حیات کو چاہتا ہے

اس لیے آگے فرمایا اب اعادہ کھلی حیات کے ساتھ نہیں ہوگا بلکہ قیامت تک ان کے پیچھے پردہ ہوگا اب جو مردہ کلام کر رہا ہے جب کلام ثابت ہو گیا تو حیات ثابت ہو گئی کیونکہ یہ کلام آثارِ حیات سے ہے جیسے دھوپ کو دیکھ کر سورج کا ثبوت ہوتا ہے یا دھواں جو آگ کا اثر ہے آگ پر دلیل ہے اور جب حیات ثابت ہو گئی تو مدرکاتِ حیات سماع وغیرہ بھی ثابت ہو گئے البتہ یہ حیات اور مدرکات حیات سب کے سب ہم سے پردے میں ہیں قرآن پاک میں **ومن وراءھم برزخ** فرمایا ہے حالانکہ پردہ عموماً آگے ہوتا ہے پیچھے نہیں ہوتا اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کے حالات پچھلوں سے پردے میں ہیں اگر ہمیں ان کے حالات نظر آجائیں تو وہ حیات پردہ میں نہیں رہے گی اور ہمارا ایمان بالغیب بھی ختم ہو جائے گا لیکن اگر وہ ہمیں دیکھ لیں تو اس کے پردہ میں کوئی فرق نہیں آیا کیونکہ
وہ سب کچھ دیکھ کے گئے ہیں جس سے ان کے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

چھپی حیات کی وضاحت مثال سے: اس کو اس واضح مثال سے سمجھیں کہ عورت کو پردہ کا حکم ہے اگر ہم نے اس کا چہرہ دیکھ لیا تو کھلے چہرے والی پردہ دار نہیں کہلاتی لیکن اگر اس کا چہرہ پردے میں ہے اور وہ ہمارا چہرہ دیکھ رہی ہے تو وہ پھر بھی پردہ دار ہی کہلائیگی کیونکہ پردہ کا اصل تعلق اس کے چہرے سے ہے۔

دھوکہ: ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ روح قیامت کو لوٹائی جائیگی اس سے وہ لوگ دھوکہ دیتے ہیں کہ ردروح قیامت کو ہوگا اور دوسری حدیث میں ہے کہ ردروح قبر میں ہوگا۔

دھوکہ کا جواب: ہم کہتے ہیں کہ اس میں کوئی تضاد نہیں چھپی حیات سے کھلی حیات کی طرف آنے کو احادیث میں ردروح کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ جب انسان نیند سے اٹھتا ہے تو وہ بمطابق حدیث یہ دعا مانگتا ہے کہ **الحمدللہ الذی رد علی روحی لم یمسکھا فی منامی** (گلزار سنت از مولانا سید اصغر حسینؒ شاہ محدث دار العلوم دیوبند) اس حدیث کا کوئی یہ مطلب نہیں سمجھتا کہ نیند میں روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ سب سمجھتے ہیں کہ ایک چھپا ہوا تعلق ضرور تھا لیکن بیداری کے ساتھ وہ سب کے سامنے کھل گیا جس طرح حدیث میں چھپی حیات سے کھلی حیات

کی طرف آنے کو ردروح کے ساتھ تعبیر کیا اسی طرح قبر کی چھپی حیات سے قیامت کی کھلی حیات کی طرف آنے کو ردروح سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اصل حقیقت: اصل میں سارا جھگڑا موت کے بعد اور قیامت سے پہلے کے زمانہ میں ہے اس بارہ میں منکرین کے پاس نہ تو کوئی آیت ہے نہ حدیث نہ کتب عقائد کی کوئی عبارت، جب یہ مسئلہ پہلے چھڑا تھا تو وہ پہلے سرے سے باتیں کرتے تھے **انک میت وانھم میتون** (سورۃ زمر آیت نمبر ۳۰۔ بے شک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرتے ہیں) **کل نفس ذائقۃ الموت** (سورۃ عنکبوت آیت نمبر ۵۷۔ جو جی ہے سو چکھے گا موت) حالانکہ اس کا کسی نے انکار نہیں کیا جب موت آ گئی تو یہ سارے وعدے پورے ہو گئے ہیں ہم موت کے بعد اعادہ کے قائل ہیں اس بارے میں ان کے پلے کوئی چیز نہیں اب جب دوبارہ ان کو جوش آیا تو وہ دوسری کڑی کی طرف گئے ہیں **واذا النفوس زوجت** (سورۃ تکویر آیت نمبر ۷۔ جب جیوں کے جوڑ باندھے جائیں) دوسری حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ ردروح قیامت کو ہوگا حالانکہ اس کا اسی سے کوئی تعلق ہی نہیں یہاں کھلی حیات کا ذکر ہے اور ہمارا زیر بحث مسئلہ میں چھپی حیات کا ذکر ہے۔

حیاتِ شہداء پر ایک تفصیلی نوٹ:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۵۴۔ نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں) اس آیت کریمہ میں شہداء کی حیات بعد الموت عبارت النص سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جو اللہ کے راستہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ نہ کہو جب شہید قتل ہو گیا تو **کل نفس ذائقۃ الموت** کا وعدہ پورا ہو گیا "یقتل" فعل مضارع ہے اور فعل حدوث پر دلالت کرتا ہے اس لئے یقتل اور **قدمات** وغیرہ جملے استعمال کرنا درست ہیں یہ ظاہر ہے کہ قتل جسدِ عنصری ہوا ہے نہ کہ جسم مثالی اور اسی جسدِ عنصری کو لوگ مردہ کہتے ہیں جسم مثالی کو کوئی مردہ نہیں کہتا اور نہ ہی کوئی روح کو مردہ کہتا ہے اب سوال یہ ہے کہ شہید موت کا ذائقہ تو چکھ چکا یہ جو موت آئی ہے قیامت تک اسی کو قرار اور استقرار ہوگیا

کوئی تبدیلی واقع ہوگی؟ آگے ھم احیاء فرمایا اس جملہ اسمیہ کے استعمال سے منع فرمایا کیونکہ جملہ اسمیہ دوام پر دلالت کرتا ہے خلاصہ یہ ہوا کہ موت تو ان پر یقیناً آئی لیکن اس موت کو دوام نہیں اب یہ سوال تھا کہ جب موت کو دوام نہیں تو دوام کس چیز کو ہے؟ تو فرمایا بل احیاء احیاء خبر ہے اس کا مبتداء "ہم" ہے اور جملہ اسمیہ ہے اب قیامت تک دوام حیات کو ہے "بل" سے پہلے جس جسم کی موت اور قتل کا ذکر ہے اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے اب حیات عطا فرمادی ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قتل تو یہی جسم ہوا تھا مگر "بل" کے بعد جو حیات کا ذکر ہے اس سے صرف روح کی حیات مراد ہے یہ بالکل وہی بات ہے جو قادیانی کہتے ہیں کہ آیت کریمہ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۷،۱۵۸۔اور اس کو قتل نہیں کیا بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف) میں قتل کا تعلق یقیناً جسم مسیح کے ساتھ ہے لیکن رفع صرف روح کا ہوا ہے، ہم کہتے ہیں کہ جس جسم کو یہود قتل کرنا چاہتے تھے اسی جسم کو خدا نے قتل سے بچا کر اٹھالیا اسی طرح شہید کا جو جسم قتل ہوا اسی جسم کو اللہ تعالیٰ نے حیات عطا فرمائی۔اب سوال یہ تھا کہ شہید کے قتل ہونے سے پہلے جو اس کی حیات تھی وہ تو ہمارے شعور میں آتی تھی کبھی کھڑا نظر آتا ہے، کبھی کھانا کھا رہا ہے، کبھی باتیں کر رہا ہے، کبھی رکوع میں نظر آرہا ہے اور کبھی سجدہ میں لیکن شہادت کے بعد جس حیات کا ذکر ہے اب نہ ہم اس کو کھڑا ہوتے دیکھتے ہیں نہ اس کا جسم حرکت کرتا ہے اور نہ ہی وہ کھانا پانی مانگتا ہے تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا ولکن لاتشعرون کہ اب وہ حیات تمہارے شعور میں آنیوالی نہیں جو حیات شعور میں آتی ہے اس کا تعلق ایمان یا کفر سے کچھ بھی نہیں ہم اس وقت زندہ بیٹھے ہیں تو کوئی ہندو سکھ عیسائی بھی دیکھے گا تو ہمیں زندہ ہی دیکھے گا کیونکہ اس کے پاس اگرچہ ایمان نہیں لیکن شعور تو ہے اور بالفرض اگر ہمیں کوئی کہہ ہی دے کہ تم مردہ ہو تو ہم اس کے جواب میں یہ نہیں کہیں گے کہ تو کافر ہے بلکہ یہ پوچھیں گے کہ کیا تو اندھا ہے یعنی اس کے شعور پر اعتراض کریں گے ہاں وہ چیز جو شعور میں نہ آرہی ہو اس کو صرف اللہ یا رسول کے کہنے سے مان لینا اسی کو ایمان کہتے ہیں ہم اس وقت ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور مان رہے ہیں کہ زندہ بیٹھے ہیں اس کو ایمان نہیں کہتے ہاں کراماً کاتبین اور دوسرے فرشتے ہمارے شعور میں نہیں آتے نہ ہماری آنکھیں ان کو دیکھتی ہیں نہ ہمارے کان ان کی آواز سنتے ہیں اور نہ ہمارے ہاتھ ان کو پکڑ سکتے ہیں ہم صرف اللہ یا رسول کے کہنے سے مانتے ہیں

اسی کا نام ایمان ہے۔اسی طرح شہید کی شہادت سے پہلے والی زندگی ہمارے شعور میں آتی تھی اس کو ماننا یا نہ ماننا کفر نہیں کہلاتا ہاں شہادت کے بعد والی زندگی ہمارے شعور میں بالکل نہیں آتی اس کو ہم صرف اللہ یا رسول کے کہنے سے مانتے ہیں یہ بھی یاد رہے کہ اس حیات کا شعور میں نہ آنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ حیات انتہائی ناقص ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہمیں جو یہ فانی شعور دیا گیا ہے یہ فانی حیات کا ادراک تو کر سکتا ہے لیکن شہداء کو اب جو حیات ملی ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کی حیات ہے اور اس فانی حیات سے نہایت اعلیٰ درجہ کی حیات ہے نقص اس حیات میں نہیں بلکہ ہمارے شعور میں ہے جیسے ملائکہ کی حیات اگر ہمارے شعور میں نہیں آتی تو ہم نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ فرشتوں کی حیات نہایت ناقص ہے اس لئے شعور میں نہیں آتی بلکہ وہ ہماری حیات سے کامل حیات ہے۔

ایک مغالطہ

احمد سعید چتروڑی کا بڑا مغالطہ یہی ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی دنیاوی حیات مبارکہ میں اگر صحابہ کرامؓ میں کوئی اختلاف ہوتا تو فوراً وہ حضور پاک ﷺ سے رجوع کرتے اور آپ ﷺ سے اس بارہ میں فیصلہ کرواتے لیکن آنحضرت ﷺ کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہوئے قتل وقتال تک نوبت پہنچی لیکن کسی صحابیؓ نے روضہ پاک پر حاضر ہو کر یہ نہیں پوچھا کہ حضرت ان میں سے حق پر کون ہے؟ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی ایک بھی حضور پاک ﷺ کی حیات کا قائل نہیں تھا اور کبھی یہ کہتا ہے کہ میرے ساتھ روضہ پاک پر چلو روضہ پاک کو کھول کر جسدِ اطہر پر چٹکی بھریں گے اگر آپ ہلے تو زندہ مان لوں گا ورنہ نہیں۔

مغالطہ کا جواب

یہ ایک مغالطہ ہے صحابہ کرامؓ کا روضہ پاک پر حاضر ہو کر آپ سے نہ پوچھنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ معاذ اللہ وہ آپ کو حیات نہ مانتے تھے بلکہ صحابہ کرامؓ کا ایمان اس آیت ولکن لاتشعرون پر پختہ تھا وہ جانتے تھے کہ ہم جو کچھ عرض کریں گے حضرت سن بھی لیں گے اور جواب بھی ارشاد فرمائیں گے لیکن آپ کا وہ جواب ہمارے فانی شعور میں نہیں آئے گا اس لئے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں جیسے ریاض

(ایک تخصص فی الفقہ سال اول کا طالب علم تھا استاد محترمؒ اکثر ان کے ساتھ مزاح فرمایا کرتے تھے ۱۲-صفدر) کی بطور مثال کے عینک گم ہو جائے تو یہ پوری جماعت سے لڑتا پھرتا ہے کہ میری عینک کہاں ہے لیکن کراماً کاتبین سے نہیں پوچھتا کہ میری عینک کہاں ہے اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ ریاض کا عقیدہ ہے کہ کراماً کاتبین فوت ہو چکے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہیں نہ لکھتے ہیں بلکہ نہ پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ کراماً کاتبین زندہ ہیں ان کو پتہ بھی ہے عینک کہاں رکھی ہے ان سے پوچھا جائے تو آواز سنتے بھی ہیں لیکن جو جواب دیں گے وہ شعور میں نہیں آئیگا اس لئے ان سے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں

نوٹ: یہ حیات جو ایک فانی حیات ہے اس میں اگر کسی کو مردہ کہا جائے کہ تو مردہ ہے تو یقیناً توہین سمجھا جاتا ہے تو شہداء اور انبیاء علیہم السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے کامل ترین حیات عطا فرمائی ہے ان کو مردہ مردہ کہتے رہنا یقیناً ان کی توہین ہے اس لیے ہم ان مرداروں سے یہی کہتے ہیں کہ ان کی توہین سے باز آجاؤ۔

ایک عجیب وغریب لطیفہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں آتا ہے کہ آپ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے (دیکھئے سورۃ النمل آیت نمبر ۱۶ و علمنا منطق الطیر) اس سلسلہ میں تاریخ میں ایک عجیب واقعہ ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک پرندے کو بھیجا کہ فلاں پرندے کو بلالاؤ یہ پرندہ گیا اور اکیلا واپس آگیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا وہ پرندہ نہیں ملا عرض کیا ملا تھا اور میں نے آپ کا پیغام بھی دیا تھا لیکن وہاں پرندوں میں ایک مناظرہ ہو رہا تھا اور جس کو میں بلانے گیا تھا وہ اس مناظرے کا ثالث تھا میں نے آپ کا پیغام دیا تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب تم ثالث بنو انصاف سے فیصلہ کرو واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (سورۃ النساء آیت نمبر ۵۸۔ اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے) اس لئے میں اللہ کا حکم پورا کرتے ہی نبی کا حکم سننے کے لیے حاضر ہو جاؤنگا حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرانے لگے کہ عجیب زمانہ آگیا ہے کہ پرندوں میں بھی مناظرے شروع ہو گئے ہیں اتنے میں وہ پرندہ بھی پہنچ گیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے وجہ بیان کر دی حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ مناظرہ کس مسئلہ پر تھا اس

نے عرض کیا حضرت مناظرہ اس مسئلہ پر تھا کہ منہ افضل ہے یا دبر حضرت سلیمانؑ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے یہی ان کی بے عقلی کی دلیل ہے یہ بھی کوئی مناظرہ کی بات تھی پھر پوچھا کہ جو منہ کو افضل کہتا تھا اس کے پاس تو دلائل ہونگے لیکن جو دبر کو افضل کہتا تھا اس کے پاس بھی کوئی دلیل تھی اس نے عرض کیا حضرت دلائل دونوں طرف زبردست تھے تو حضرت حیران ہوئے فرمایا کچھ خلاصہ سناؤ اس نے کہا پہلے وہ پرندہ کھڑا ہوا جو منہ کو افضل کہتا تھا اس نے کہا کہ یہ تو بدیہی بات ہے دلیل کی محتاج نہیں منہ کو اللہ نے اوپر رکھا ہے اور دبر کو نیچے اور یہ چہرہ ہر وقت سب کے سامنے کھلا رہتا ہے وہ بے چاری ہر وقت منہ چھپائے رہتی ہے تو ایسا بیوقوف ہے کہ بدیہیات کا بھی انکار کرتا ہے دوسرا مناظر کھڑا ہوا اس نے کہا کہ میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ اب دنیا میں نہ علم رہا نہ انصاف اوپر ہونا تکبر کی دلیل ہے جو قطعاً خدا کو ناپسند ہے شیطان اسی تکبر کی وجہ سے راندہ درگاہ ہوا اور نیچے ہونا تواضع کی دلیل ہے اور تواضع اللہ کو محبوب ہے پھر پہلا مناظر کھڑا ہوا اس نے کہا کہ دنیا سے شرم اٹھ گئی ہے یہ منہ جو کلمہ پڑھتا ہے خدا کی کتابوں کی تلاوت کرتا ہے اللہ کے نبیوں کا ذکر کرتا ہے۔

اتنی بڑی بڑی نیکیاں اس سے ظاہر ہوتی ہیں تمہیں شرم نہیں آتی اس کے مقابلہ میں اس کو لا رہے ہو جس میں سے گندگی کے سوا کوئی چیز نہیں نکلتی دوسرا مناظر پھر کھڑا ہوا اس نے کہا جہالت کی تاریکیاں ہر طرف پھیل چکی ہیں اور اپنے آپ کو بڑے بڑے علامہ کہلانے والے بھی ایسی جہالت کی باتوں پر اتر آئے ہیں تو نے یہ تو بیان کیا کہ یہ منہ کلمہ پڑھتا ہے اور دبر سے صرف گندگی نکلتی ہے لیکن کاش تو پوری بات بیان کرتا کفر بھی یہی منہ بکتا ہے خدا کی شان میں گستاخی بھی یہی منہ کرتا ہے صحابہؓ اور اہل بیتؓ کو بھی یہی منہ بکتا ہے دبر سے جو گندگی نکلتی ہے وہ ایک لوٹے کے پانی سے صاف ہو جاتی ہے لیکن منہ کی ان گندگیوں کو دنیا بھر کے سمندر کے پانی بھی پاک نہیں کر سکتے بلکہ بعض گناہ یہاں حد کفر تک ہیں ان کو تو دوزخ کی آگ بھی ختم نہیں کر سکتی حضرت سلیمانؑ مسکرائے فرمایا مناظر تو دونوں واقعی زبردست ہیں آخر تو نے فیصلہ کیا سنایا تو اس نے کہا کہ میں نے یہ فیصلہ سنایا کہ سنی کا منہ افضل ہے اور شیعہ (گستاخ) کی دبر افضل ہے حیاتی کا منہ افضل ہے اور مماتی (گستاخ) کی دبر افضل ہے مقلد کا منہ افضل ہے غیر مقلد (گستاخ) کی دبر افضل ہے۔ (مثنوی)

ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۹۔ اور تو نہ سمجھان لوگوں کو جو مارے جائیں اللہ کی راہ میں مردے) سورۃ بقرہ والی آیت میں یہ فرمایا تھا کہ شہداء کو زبان سے مردہ نہ کہو اس آیت کریمہ میں یہ فرمایا کہ دل میں بھی ایسا گمان نہ لاؤ۔ سورۃ آلعمران کی آیت میں **عندر بھم یرزقون** آتا ہے اب وہ رزق کس طرح حاصل کرتے ہیں؟ اس بارہ میں صحیح مسلم ص ۱۳۵ ج ۲ پر ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کی شکل میں جنت کی سیر کرتی ہیں تو یہ ان کی روحانی سیر ہے اسی طرح خواب میں روح آسمان پر سیر کرے تو جسم کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے اسی طرح اس روحانی سیر سے جسم سے تعلق نہیں ختم ہوتا مناظرہ میں مولوی محمد سعید نے یہ استدلال پیش کیا کہ قرآن میں **احیاء عندر بھم** ہے اور **عند ربھم** آسمانوں پر ہے نہ کہ زمین پر اس لئے اس سے زمین پر حیات ثابت نہیں ہوتی بلکہ صراحتًا اس کی نفی ہورہی ہے میں (استاد محترمؒ) نے کہا اولاً **عندربھم یرزقون** ظرف ہے اور اگر آپ کی بات مان لی جائے تو کیا **ان الدین عنداللہ الاسلام** (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۹۔ بے شک دین جو ہے اللہ کے یہاں سو یہی مسلمانی حکم برداری ہے) سے سب اشاعتیوں کے اسلام کی نفی ہو جائیگی پھر اسلام تو اللہ کے پاس ہے زمین سے اس کا کیا تعلق ہے؟ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ **ھذا عند ابی حنیفہ** اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ **عندربھم** کا وہی مطلب ہے جو سورۃ بقرہ کی آیت **ولکن لا تشعرون** کا مطلب ہے یہ حیات اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہی معلوم ہوئی ہے ہمارے شعور کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

نوٹ: اس آیت سے حیات شہداء بعبارت النص ثابت ہوئی اور حیات انبیاء علیہم السلام بدلالۃ النص ثابت ہوئی۔

مولوی محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں کہ اس عقیدہ کے اثبات کے لیے قرآن کریم کی آیت کافی وافی ہے جس سے شہداء کی حیات عبارت النص کے طریق سے اور انبیاء علیہم السلام کی دلالۃ النص کے طریق سے ثابت ہے (نداء حق ص ۱۶۲ ج ۲) مولوی شیر محمد جھنگوی لکھتا ہے کہ اس آیت میں موت کے بعد شہداء کی حیات کا ذکر ہے اس سے بطریق دلالۃ انبیاء کی حیات بعد از موت ثابت ہوتی ہے (آئینہ

تسکین الصدور ص ۴۵) اور بعینہ یہی عبارت یونس نعمانی نے صراط مستقیم ص ۱۸ پر لکھی ہے اس عالم دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ کو عالم برزخ میں مثل شہداء بلکہ شہداء سے اعلیٰ ارفع حیات برزخیہ عطا فرمادی گئی اگر کوئی اس حیات کو حیات دنیاوی کا نام دے اور آپ کی حیات برزخیہ کا بھی انکار نہ کرے تو اس کو جماعت اہل سنت سے خارج نہیں کرنا چاہیے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً سید الانبیاء کو بعد الموت سب سے اعلیٰ ارفع اجمل وافضل حیات برزخیہ عطا فرمائی گئی ہے اس سے کتاب اللہ، احادیث صحیحہ اور ارشادات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شاہد ہیں (ماہانہ تعلیم القرآن جولائی اگست ۱۹۷۰ ص ۱۰-۱۴) اس عبارت پر مولوی عنایت اللہ شاہ کے علاوہ پچاس علماء کے دستخط ہیں لکھتے ہیں دلالۃ النص سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ ایسا ہی یقینی اور قطعی ہوتا ہے جیسا کہ وہ حکم جو عبارت النص سے ثابت ہو (نداء حق ص ۲۰۰ ج ۱)

حیات انبیاء علیہم السلام

موت کے بعد انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہے اس کو دنیاوی اس لئے کہا جاتا ہے کہ دنیاوالا جسد اطہر ہی فائض الحیات ہے اور اس کو برزخی بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حیات ہم سے پردہ میں ہے مثلاً روضہ پاک کھل جائے تو دیکھنے والوں کو یہی محسوس ہوگا کہ حضرت آرام فرما ہیں ہوسکتا ہے کہ آپؐ رکوع میں ہوں یا سجدے میں ہوں اور اس حیات پاک کو روحانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہاں آپ کو روحانی رزق حاصل ہوتا ہے وہاں کے احکامات میں روح کو اولیت حاصل ہے۔

منکرین حیات النبیؐ کے ساتھ ہمارا نقطہء اختلاف

منکرین حیات النبی ﷺ کے ساتھ ہمارا نقطہ اختلاف یہی ہے کہ وہ روح اقدس کا تعلق جسد اطہر کیساتھ نہیں مانتے وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ کی حیات جسم مثالی کے ساتھ ہے نہ کہ جسد عنصری کے ساتھ یہ ایسے ہے جیسے مرزا قادیانی حیات مسیح کا منکر ہے لیکن جب دلائل سے تنگ آجاتا ہے تو پھر کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جسم کے ساتھ زندہ ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس کا میں نے کبھی نہیں انکار کیا البتہ مولویوں کے ساتھ میرا یہ جھگڑا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد

عنصری کے ساتھ زندہ ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ نہایت اعلیٰ نورانی اور مثالی جسم کے ساتھ زندہ ہیں
(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۷) یا اس کی دوسری مثال یوں سمجھیں کہ اہل اسلام آنحضرت ﷺ کے
معراج کے قائل ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آپ کی معراج جسد عنصری کے ساتھ تھی لیکن مرزا کہتا ہے کہ
معراج خواب میں ہوئی یعنی روح جسم مثالی کیساتھ کر کے آئی ظاہر ہے کہ ایسا شخص سو مرتبہ شور مچائے کہ
میں معراج کا قائل ہوں لیکن وہ معراج کا منکر ہے اسی طرح منکرین حیات النبیؐ جب دلائل سے تنگ آ
جاتے ہیں تو قسمیں کھانے شروع ہو جاتے ہیں کہ ہم حیات کے قائل ہیں لیکن ان کے نفاق کا علاج یہ
ہے کہ ان سے فوراً پوچھیں کہ اگر آپ حیات کے قائل ہیں تو کوئی آیت اور سورت پڑھیں جو حیات کی
دلیل ہو تو وہ فوراً پڑھتے ہیں انک میت و انھم میتون اب چوری پکڑی گئی کہ دعویٰ تو حیات کا کیا اور
آیت موت والی پڑھی جیسے ایک شخص قل یا ایھا الکافرون کا ترجمہ کرتا ہے اے مسلمانو نماز
پڑھو۔ (جبکہ اس کا ترجمہ ہے اے پیغمبر تو کہہ اے کافرو۔۱۲ صفدر)

نوٹ: انک میت و انھم میتون کا اس مسئلہ کیساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس میں
وعدہ موت ہے وقوع موت کا کوئی ذکر نہیں جیسے ہم سب کے لیے وعدہ موت کل نفس ذائقة
الموت ہے البتہ ہم میں سے کسی کی وقوع موت کا ذکر قرآن پاک میں نہیں اسی طرح رسول اقدس ﷺ
کی وقوع موت کا ذکر قرآن میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہو کہ رسول پاک اتنے سالوں سے وفات پا
کر قبر میں دفن ہو چکے ہیں اس لئے وقوع موت کے لیے قرآن قرآن کا شور محض قرآن پر جھوٹ ہے اسی
طرح وقوع موت کا ذکر کسی حدیث پاک میں نہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہو کہ میں فوت ہو کر قبر میں دفن
ہو چکا ہوں جس طرح جب ہم فوت ہونگے تو ہماری وقوع موت کا ذکر وہی لوگ کریں گے جن کے
ہاتھوں میں ہم مرے اسی طرح آنحضرت ﷺ کی وقوع موت کا ذکر خطبہ صدیق اکبرؓ (انه
قد مات) میں ہے اور اسی پر صحابہؓ کا اجماع ہوا کہ حضرت کا وصال ہو گیا اور اس کے بعد حیات پر ہم بھی
صرف اجماع ہی پیش کر دیں تو دلیل ہو جائیگی۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا خطبہ:

حضرت صدیق اکبرؓ کا خطبہ بخاری ص ۵۱۷ ج ۱، پر ہے جس کو کبھی یہ لوگ پورا بیان نہیں
کرتے کہ جب حضرت پاک ﷺ کا وصال ہوا حضرت صدیقؓ عوالی میں بستی سنح میں تھے آپ کو وہیں
وصال مبارک کی اطلاع ہوئی آپ تشریف لائے تو لوگ جمع تھے اور حضرت فاروق اعظمؓ فرما رہے تھے
واللہ مامات (اللہ کی قسم آنحضرت ﷺ نہیں مرے) اور صدیق اکبرؓ نے چہرہ انور سے کپڑا اٹھایا فقبله
قال بابی انت وامی طبت حیًا ومیتاً والذی نفسی بیده لایذیقک اللہ الموتتین ابدا (پس
آپ ﷺ کو بوسہ دیا کہنے لگے میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ زندگی اور موت دونوں حال میں
اچھے اور پاکیزہ ہیں قسم ہے اس پروردگار کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو دوبارہ
موت کا مزا نہیں چکھائیں گے کبھی بھی) اس کے بعد فاروق اعظمؓ کو خاموشی کا حکم دیا اور صدیق اکبرؓ نے
خطبہ دیا جس میں اللہ پاک کی حمد وثنا بیان فرمائی اور فرمایا الا من کان یعبد محمداً فان محمداً قد
مات و من کان یعبد اللہ فان اللہ حی لایموت وقال انک میت و انھم میتون وقال و
ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل الآیة (سنو اگر کوئی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا پس
تحقیق محمد ﷺ وفات پا چکے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا تو پس تحقیق اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے کبھی
مرنے والا نہیں اور ابوبکر نے سورۃ زمر کی آیت پڑھی اے پیغمبر تو بھی مرنے والا ہے وہ بھی مریں گے اور
ابوبکر نے سورۃ آل عمران کی آیت پڑھی محمد ﷺ اور کچھ نہیں پیغمبر ہیں ان سے پہلے کئی پیغمبر گزر چکے ہیں
) اس میں صدیق اکبرؓ نے آپ کی وقوع موت کا ذکر کرنے سے پہلے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں
نہیں چکھائیں گے اس کا مطلب حاشیہ بخاری میں ہے کہ ان حیاته ﷺ لا یتعقبها موت بل
یستمر حیا الانبیاء احیاء فی قبورهم (بے شک آپ ﷺ کی زندگی ایسی ہے کہ اس کے بعد
موت وارد نہیں ہوتی بلکہ دوامی حیات آپ کو حاصل ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے
ہیں) (بخاری ص ۵۱۷ ج ۱)، اس جملہ کا یہی مطلب فتح الباری ۲۲ پ ص ۷، عمدۃ القاری ص
۸۹۰ ج ۷، تیسری القاری شرح صحیح بخاری ص ۴۲۵ ج ۳ اور ص ۳۱۷ ج ۴ ، مدارج النبوۃ ص

۸۹۰ ج ۲، پر بھی ہے بلکہ یہ راولپنڈی کے رسالہ تعلیم القرآن میں بھی یہ بات چھپی ہے لکھتے ہیں ا
دوسرا مطلب حضرت صدیق اکبرؓ کے ارشاد گرامی کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگرچہ عوام الناس کے لیے دو
موتیں ہیں پہلی دفعہ اس دنیا پر موت وارد ہوتی ہے پھر قبر میں نکیرین کے سوال وجواب کے وقت ان کو
زندہ کردیا جاتا ہے اس سے فراغت کے بعد دوبارہ ان پر موت طاری کردی جاتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ
کے لیے صرف اسی دنیا کی ایک موت مقدر تھی جو آپ پر وارد ہوگئی اس کے بعد قبر مبارک میں پھر حیات
بخشی جائیگی اور وہ برابر قائم رہیگی اور وہ عوام الناس کی طرح ان پر دوبارہ موت طاری نہ ہوگی (رسالہ
تعلیم القرآن مئی ۱۹۵۹ء ص ۱۲۹)

نوٹ: عوام پر جو سوال وجواب کے بعد موت طاری ہونے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد نیند ہے کیونکہ
نیک آدمی کو کہا جاتا ہے ایسے سو جا جیسے دلہن سو جاتی ہے اور کافر بھی قیامت کے دن یہی کہتے ہوئے اٹھیں
گے من بعثنا من مرقدنا (سورۃ یٰس آیت نمبر ۵۲۔ کس نے اٹھادیا ہم کو ہماری نیند کی جگہ سے
) قرآن پاک سے حیات شہداء بعبارۃ النص ثابت ہے اور جو ان سے افضل ہیں ان کی حیات بدلالۃ
النص ثابت ہے قرآن پاک نے ترتیب یوں بیان کی ہے نبیین، صدیقین، شہداء، صالحین، اس سے
معلوم ہوا کہ انبیاء کی حیات صدیقین کی حیات سے بھی اعلیٰ ترین ہے۔

مثال سے وضاحت: قرآن پاک میں والدین کے بارے میں آتا ہے فلا تقل لھما
اف (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۳۔ تو نہ کہے ان کو ہوں) والدین کے سامنے اف کرنا بعبارۃ النص منع
ہے ان کو گالی دینا ان کو پیٹنا ان کے منہ پر تھوکنا اس آیت سے بدلالۃ النص منع ہے کیونکہ جب اُف کہنے
سے والدین کو تھوڑا صدمہ پہنچتا ہے اور وہ بھی حرام ہے تو جتنا صدمہ زیادہ ہوگا اتنا ہی زیادہ گناہ ہوگا۔

لطیفہ: ابن حزمؒ کی ظاہر پرستی کا یہ حال ہے کہ وہ کہتا ہے کہ والدین کے سامنے اف تو حرام ہے لیکن
والدین کے منہ پر تھوکنا یا انکے منہ پر پیشاب کرنا ہرگز منع نہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ ہڈی اور گوبر
سے استنجا نہ کرو کیونکہ اس میں جنات کی خوراک ہے اس کی شرح میں فقہاء لکھتے ہیں کہ ہمیں بالکل نظر نہیں
آتا کہ ان سے وہ کیا چیز کھا جاتے ہیں لیکن جب اتنا معلوم ہوگیا کہ ان میں ان کی خوراک ہے تو احترام

لازم آگیا اسی حدیث سے انہوں نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جانوروں کی خوراک سے استنجا نہیں کرنا چاہیے
کیونکہ وہ ہمیں نظر آتی ہیں کہ وہ یہی کھائیں گے تو جب جنات اور جانوروں کی خوراک سے استنجاء منع ہے
تو انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کی خوراک سے استنجاء کرنا بطریقہ اولیٰ منع ہوگا اور حرام ہوگا اب اگر
کوئی مماتی یوں ضد کرے کہ قرآن وحدیث میں یوں لفظ دکھاؤ کہ پراٹھے یا حلوے سے استنجاء منع ہے تو
یہ الفاظ میں تو کوئی نہیں دکھا سکتا لیکن کوئی عقلمند اس لئے اسکو جائز نہیں کہہ سکتا کہ یہ استنجاء جائز ہے کیونکہ
اسی حدیث سے جو جنات کی خوراک کے بارے میں ہے اس کا بطریق اولیٰ حرام ہونا دلالۃ النص سے
ثابت ہے شہید کو اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ عطا فرمایا تو صرف اور صرف نبی پاک کے تابعداری سے کہ جب
انکی تابعداری کی برکت سے اللہ تعالیٰ اتنے بڑے انعام سے نوازتے ہیں تو پھر انکا اعزاز کتنا بڑا ہوگا
سارے شہداء کی حیات سے یقیناً ان کی حیات اعلیٰ ہے ایک قسم کی حیات تو عذاب وثواب کے احساس
کے لیے سب کو دی جاتی ہے لیکن ارواح کے ذمہ بدن کی حفاظت نہیں ہوتی لیکن شہداء کی حیات میں
روح کا تعلق اتنا قوی ہوتا ہے نہ صرف ثواب اور لذتوں کا شہید کو احساس ہوتا ہے بلکہ روح بدن کی
حفاظت کرتی ہے اور شہید کا جسم محفوظ رہتا ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا:

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شہید کی قبر کھودی جائے تو اس کا جسم صحیح سالم نہ نکلے یا تو
یہ سمجھا جائیگا کہ اس کی شہادت میں شبہ ہے یا اس مٹی میں غیر ارضی تیزاب وغیرہ ہونگے جو جسم پر اثر
انداز ہوسکتے ہیں اور حیات انبیاء علیہم السلام ان سے بھی اعلیٰ ہوتی ہے بلکہ انکی حیات میں بعض احکام
دنیاوی بھی باقی رہتے ہیں روح ان کے جسم کی بھی حفاظت کرتی ہے ان کی وراثت بھی تقسیم نہیں ہوتی
جبکہ شہید کی وراثت بھی تقسیم ہوتی ہے ان کا نکاح بھی ازواج مطہرات سے ختم نہیں ہوتا ہے جبکہ شہید کا
نکاح بھی ختم ہوجاتا ہے اور اسکی بیوی عدت گزار کر آگے نکاح کرسکتی ہے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ
وصال کے بعد حضرت پاک ﷺ کی حیات اتنی قوی ہے کہ پوری مسجد نبوی میں جہاں بھی کوئی صلوٰۃ
وسلام عرض کرے تو حضرت پاک ﷺ سن لیتے ہیں۔

آیاتِ شہداء سے حیات انبیاءؑ پر استدلال

حیات انبیاء علیہم السلام پر آیات شہداء سے استدلال کیا ہے

نمبر۱۔علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں ورد النص فی حق الشہداء انھم احیاء یرزقون وان الحیاۃ فیھم (نیل الاوطار صفحہ ۲۶۴ج ۳)

نمبر۲۔فتح القدیر میں بھی اس آیت سے حیات انبیاء پر استدلال کیا ہے(فتح القدیر صفحہ ۳۲۵ج ۱)

نمبر۳۔امام مالک علیہ الرحمۃ نے اپنی مؤطا میں دو انصاری بزرگوں (حضرت عمرو بن الجموح اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما) کے متعلق لکھا ہے جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے کہ چھیالیس سال بعد ان کو جب قبروں سے نکالا گیا تو ان کے اجساد صحیح سالم تھے ان میں سے ایک زخمی ہوا تھا اس نے اپنا ہاتھ اپنے زخم پر رکھ لیا اور اسی حالت میں دفن کر دیا گیا جب قبر سے نکالا گیا تو ان کا ہاتھ زخم سے ہٹا دیا گیا اور اور کھلا چھوڑ دیا گیا مگر وہ ہاتھ پھر زخم پر جا لگا (مؤطا امام مالک صفحہ ۱۷۷)

نمبر۴۔حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اذاثبت انھم احیاء حیث فانه یقویه حیث النظر کون الشهداء لنص القرآن هل انبياء افضل من الشهداء (فتح الباری صفحہ ۳۷۹ج ۱)

نمبر۵۔علمائے نجد بھی اس آیت شہدا کی بنا پر حضرات انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبور میں زندہ مانتے ہیں(الدر السلیه فی النجدية صفحه ۲۶۰ ج ۱)

استشفاء عند قبر النبی ﷺ

ائمہ اربعہ کی فقہ میں کتاب المناسک میں جہاں نبی اقدس ﷺ کے روضہ پاک پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کا ذکر ہے وہاں ایسی دعائیں بھی مذکور ہیں کہ حضرت سے درخواست کی جاتی ہے کہ آپ ہمارے لئے استغفار فرمائیں اور مذاہب اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت ولو انھم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما(سورۃ النساء آیت نمبر ۶۴ ۔اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان) کا حکم

آج بھی باقی ہے وہاں حضرت سے استشفاء کی درخواست کرنا چاہیے حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ نے بھی اس آیت کریمہ کے نیچے ایک اعرابی کا واقعہ درج فرمایا ہے جو وصال مبارک کے تین دن بعد روضہ پاک پر حاضر ہوا اور زار و قطار روتے ہوئے اس آیت مذکورہ کا حوالہ دیکر اپنے لئے استغفار کی درخواست کی روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غفر لک (تجھ کو بخش دیا گیا معارف القرآن صفحہ ۴۶۰ج ۲)

نوٹ: ابن کثیرؒ نے بھی یہ واقعہ تحریر فرما کر آگے لکھا ہے سندہ صحیح غیر مقلدین نے تفسیر محمدی کے نام سے جو تفسیر ابن کثیرؒ کا ترجمہ کیا ہے اس میں اس واقعہ کے بعد لکھا ہے ابن کثیر فرماتے ہیں اس کی سند صحیح نہیں۔

آیت لا ترفعوا اصواتکم فوق صوتِ النبی

سے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال

اسی طریقے سے آیت کریمہ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوتِ النبی(سورۃ حجرات آیت نمبر۲۔ بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے) سے بھی اہلسنت نے حیات انبیاء علیہم السلام پر استدلال کیا ہے اور فرمایا کہ یہ اب بھی باقی ہے 1۔قرطبیؒ نے احکام القرآن میں 2۔اور حضرت مفتی صاحبؒ نے معارف القرآن میں فرمایا ہے کہ اب بھی وہاں آواز بلند کرنا گناہ ہے 3۔صحیح بخاری صفحہ ۶۷ج ۱، پر ہے کہ حضرت عمرؓ نے دو آدمیوں کو سنا وہ مسجد نبوی میں آواز بلند کر رہے تھے آپ نے ان کو ڈانٹا اور فرمایا تم باہر سے آئے ہو اگر مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا 4۔شفاء السقام میں علامہ سبکیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے قریبی گھر والوں کو پیغام بھیجا کہ تم جو دیوار میں کیل ٹھوک رہے ہو اس آواز سے حضرت پاک ﷺ کو پریشانی ہو رہی ہے 5۔حضرت علیؓ کے دروازہ کے کواڑ ٹوٹ گئے تو آپ نے بڑھئی کو بلایا کہ شہر سے باہر جا کر دروازہ کو ٹھیک کرو کیونکہ یہاں جو کھٹ کھٹ کی آواز آئے گی اس سے آنحضرت ﷺ کو پریشانی ہوگی (استدلال بالقرآن کے لیے پروفیسر محمد مکی کی کتاب تسکین الاتقیاء فی حیاۃ الانبیاء قابل مطالعہ ہے۔۱۲صفدر عفی عنہ)

پانچ لفظوں کے معنوں میں تبدیلی

جس طرح قادیانی ''لفظ خاتم النبیین'' کا انکار نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم خاتم النبیین کا انکار نہیں کرتے البتہ مولوی صاحبان سے ہمیں اس کے معنی میں اختلاف ہے مولوی صاحبان یہ کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہے جب کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ خاتم کا معنی مہر ہوتا ہے اور ''خاتم النبیین'' کا معنی نبیوں کی مہر اور اس کی تشریح یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک وہ مہر نبی بنانے والی حضرت رسول اقدس ﷺ کو دیدی وہ جس کو چاہیں مہر لگا کر نبی بنا دیں۔

چنانچہ مرزا قادیانی حقیقۃ الوحی میں لکھتا ہے میرا ایمان ہے کہ حضرت پاک ﷺ ہی خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے گویا خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کی بجائے ''نبی گر'' ہو گیا اسی طرح منکرین حیاتِ النبی ﷺ نے پانچ لفظوں کے معنی تبدیل کر دیئے ہیں۔

نمبر ا لفظ قبر

قرآن، حدیث اور فقہ نے جس کو قبر کہا ہے اس گڑھے کو قبر نہیں مانتے آیا یہ کہ ان کی قبر کہاں ہے؟ وہ آج تک انہیں بھی پتہ نہیں عثمانی جسم مثالی کو مانتا ہے اشاعتی علیین اور سجین کو قبر کہتے ہیں۔

جسم مثالی کا تذکرہ قرآن حدیث میں کہیں نہیں جس طرح ہم اپنے جسم مثالی کو خواب میں دیکھتے ہیں اسی طرح جسم مثالی کا تذکرہ صوفیا کرام کرتے ہیں حالت کشف میں وہ ان کو نظر آتا ہے۔

جسم مثالی کیا ہے؟

اس کے بارے میں علامہ شبیر احمدؒ عثمانی آیت کریمہ یسئلونک عن الروح کے تحت ذکر کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ کتاب وسنت میں جسم مثالی کا نہ اثبات ہے اور نہ ہی نفی البتہ صوفیاء کرام نے اس کو کشف میں دیکھا ہے یہ روح کا لفافہ ہے اور اس کی شکل وصورت بالکل اصل جسم کی سی ہوتی ہے نیند کی حالت میں بھی جب روح نکلتی ہے یہ اس کے ساتھ ہی نکل جاتا ہے اسی طرح جب موت کے وقت روح نکلتی ہے تو یہ ساتھ ہی نکل جاتا ہے لیکن جس طرح خواب میں روح جسم مثالی میں سیر کرتی ہے تو بھی اس کا تعلق اصل جسم کیساتھ رہتا ہے اسی طرح صوفیاء کرام نے جسم مثالی کو عذاب اور

اب ہوتے دیکھا ہے تو اس کا تعلق اصل جسم کے ساتھ ہوتا ہے اگر کسی صوفی نے یہ کہا کہ عذاب اور اب جسم مثالی کو ہوتا ہے تو اس سے اولیت مراد ہے کیونکہ جزا سزا پہلے روح کو ہوتی ہے پھر اسکے واسطے سے جسم کو ہوتی ہے۔

نمبر۲ موت: قرآن میں موت کے دو معنی بیان کئے ہیں۔

ایک تو یہ کہ کسی کے ساتھ روح کا تعلق ہی قائم نہ ہو جیسے اس دنیا میں آنے سے پہلے ہماری موت ہے کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتاً فاحیاکم

دوسرا یہ کہ روح آ کر نکل جائے ثم یمیتکم ثم یحییکم (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۸۔ کس طرح کافر ہوتے ہو خدا تعالیٰ سے حالانکہ تم بے جان تھے پھر جلایا تم کو پھر مارے گا تم کو پھر جلائے گا تم کو) منکرین حیات موت کا صرف اتنا معنی بیان کرتے ہیں موت کہتے ہیں جسم سے روح کا نکلنا اور دوسرا معنی بیان نہیں کرتے کیونکہ پہلے معنی کے اعتبار سے قرآن پاک نے بتوں کو بھی مردہ کہا ہے۔ بتوں والی ساری آیتیں نبیوں پر چسپاں کرتے ہیں کہ یہاں اموات کا لفظ آیا ہے اور مردہ تو اسے کہتے ہیں کہ جسم میں روح آئی پھر نکلے اس لئے ان آیات سے بت مراد ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ان میں نہ روح آئی اور نہ نکلی حالانکہ قرآن میں صاف فرمایا کہ روح کا نہ آنا بھی موت ہی کہلاتا ہے۔

نوٹ: اس آیت کریمہ میں جمہور اہل سنت والجماعت یحییکم سے حیات فی القبر مراد لیتے ہیں البتہ علامہ زمخشری چونکہ معتزلی ہے اس نے یحییکم سے آخرت کی زندگی مراد لی ہے وہ چونکے بڑا آدمی ہے اس کا قول بھی تفسیروں میں نقل چلا ہوتا آ رہا ہے مفتی محمد شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں اس آیت کریمہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں اگر یحییکم سے حیات فی القبر مراد لیا جائے تو عذاب وثواب قبر پر کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کوئی اس سے آخرت کی حیات ہی مراد لے تو پھر آیت کریمہ میں دونوں جگہ حیات سے کھلی حیات مراد ہے۔ جس کا شعور دوسروں کو بھی ہوتا ہے اور ہر کھلی حیات سے پہلے ایک چھپی حیات ہوتی ہے جو اس کھلی حیات کا مقدمہ اور دیباچہ ہوتی ہے وہ اس کے ضمن میں آ جاتی ہے جیسے اس دنیاوی حیات سے پہلے ماں کے پیٹ میں کچھ مہینے چھپی حیات رہی جب ہم سے کوئی ہماری عمر

پوچھتا ہے تو ہم تاریخ پیدائش سے اس کا حساب لگاتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا کرنے کے بعد خدا نے ہم میں روح ڈالی بلکہ یقیناً ہم چند مہینے اس سے پہلے بھی زندہ رہے وہ پہلی زندگی کا دیباچہ تھا قبر کی حیثیت آخرت کے مقابلے میں بالکل ایسی ہے جیسے دنیا کی زندگی کے مقابلے میں ماں کا پیٹ جس طرح ماں کے پیٹ والی حیات کا اس آیت میں صراحۃً ذکر نہیں آیا لیکن اس کا انکار پرلے درجہ کی جہالت ہے اسی طرح اس آیت سے حیات فی القبر کا انکار سمجھنا بھی پرلے درجے کی جہالت ہے۔

نمبر۳ حیات: کتاب وسنت کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ حیات کا تعلق ہی جسد عنصری کے ساتھ ہے۔ جس جسم کے ساتھ حیات کا نہ تعلق ہو نہ تلبس تو اس کو کتاب وسنت یا عرف میں کبھی حیات نہیں کہا گیا لیکن منکرین حیات لفظ حیات بولتے ہیں اور مطلب خاص موت والا مراد لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ شہداء حیات ہیں لیکن ان کی ارواح سبز پرندوں کی شکل میں جنت میں ہیں اور جسموں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں یہ معنی خالص موت کے ہے لیکن وہ اس کو حیات کہتے ہیں۔

نوٹ: مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ ارواح شہداء اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتی ہیں کہ ہمیں دوبارہ جسموں کی طرف لوٹایا جائے تاکہ ہم پھر جاکے دنیا میں جہاد کریں اور شہادت کا مزہ چکھیں اس سے وہ استدلال کرتے ہیں کہ اگر ارواح کا تعلق جسموں کے ساتھ ہو تو ان کو درخواست کرنے کی کیا ضرورت تھی یہ ایک مغالطہ ہے کیونکہ حکم ہمیشہ قید پر ہوتا ہے جیسے میں کہوں کہ میں نے کبھی "ریاض" کو تقریر کرتے نہیں دیکھا اس میں لکھنے کی نفی نہیں بلکہ تقریر کرتے دیکھنے کی نفی ہے اسی طرح ارواح شہداء کھلی حیات کا مطالبہ کرتی ہیں کہ اس کھلی حیات کے ساتھ دنیا میں آئیں "وہ کافروں کو دیکھیں" وہ کافروں کو قتل کردیں اور ان کو کافر قتل کردیں تو اس کھلی حیات کی نفی سے چھپی حیات کی نفی بالکل نہیں ہوتی۔

نمبر۴ برزخ: برزخ کا معنی پردہ ہے، اہل سنت والجماعت اس کو برزخی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حیات اگرچہ اسی جسم سے ہے لیکن دوسروں سے پردہ میں ہے لیکن منکرین حیات برزخ کا مطلب یہ لیتے ہیں روح علیین اور سجین میں ہے جسم قبر میں ہے روح اور جسم کے درمیان اتنے سخت پردے ہیں کہ ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔

نمبر۵ روحانی: کسی کتاب میں انکو روحانی حیات کا لفظ نظر آجائے تو بڑا شور مچاتے ہیں کہ فلاں صاحب صرف روح کی حیات کے قائل ہیں جسم کی حیات کی نفی کرتے ہیں حالانکہ یہ خالص مغالطہ ہے اس کھلی حیات کو ہم جسمانی کہتے ہیں اس کا کوئی یہ مطلب نہیں لیتا کہ اس جسم کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ بغیر تعلق روح کے حیات کا تصور ہی نہیں اسی طرح اس کو روحانی کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جسم کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کو روحانی صرف اولیت کے اعتبار سے کہتے ہیں اس کو جسمانی اس لئے کہتے ہیں کہ پہلے دکھ سکھ جسم پر آتا ہے پھر روح کو پہنچتا ہے اور روحانی اس لئے کہتے ہیں پہلے دکھ سکھ روح پر آتا ہے اس کے واسطے سے جسم پر آتا ہے۔

احادیث اور حیات انبیاء علیہم السلام

نمبر۱: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ **الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون** (انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں. مسند ابی یعلی صفحہ ۱۴۷ ج ٦ _ مسند بزار صفحہ ۲۵٦ _ فوائد امام رازی تاریخ دمشق صفحہ ۲۸۵ ج ۲، اخبار اصفہان صفحہ ۳۸ ج ۲۔ المطالب العالیہ صفحہ ۳۴۵۲ رسالہ بیہقی حیات انبیاء صفحہ ۱۔)

استدلال: اس حدیث پاک میں قبروں میں انبیاء کی حیات کا ذکر ہے اور اس میں کسی کافر کو بھی شک نہیں کہ حضور پاک ﷺ کی مبارک قبر مدینہ منورہ میں ہے اور اس میں کسی کو شک نہیں کہ اس روضہ مطہرہ میں جو جسد اطہر ہے وہ دنیا والا ہے نہ کہ جسم مثالی تو ثابت ہوا کہ وہی دنیا والا جسم اطہر ہی قائم الحیات ہے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ زندگی بے فائدہ اور مہمل نہیں بلکہ آپ نمازیں ادا کرتے ہیں۔

نوٹ: یہ نماز تلذذ کے لیے ہوتی ہے نہ کہ تکلیفی اور جنت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا احادیث میں آتا ہے وہ بھی تلذذاً ہوگا اس حدیث کو علماء نے تواتر قید مشترک کی وجہ سے متواتر قرار دیا ہے اس روایت کو ابن حجرؒ نے فتح الباری صفحہ ۳۵۳ ج ۲، علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم، علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فیض الباری، علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد صفحہ ۲۱۱ ج ۸، علامہ علقمیؒ نے السراج المنیر صفحہ ۱۳۴ ج ۲، علامہ مناویؒ

نے فیض القدیر صفحہ ۱۸۴ ج ۳، شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی نے مدارج نبوت، قاضی شوکانیؒ نے نیل الاوطار، علامہ سمہودیؒ نے وفاء الوفاء صفحہ ۴۰۵ ج ۲۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے فضائل درود صفحہ ۳۷ پر ذکر کیا ہے۔

نمبر۲: انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا جو سرخ رنگ کے ریت کے ٹیلے کے پاس ہے تو میں نے دیکھا وھو قائم یصلی فی قبرہ (اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اپنی قبر میں۔ ۱۲ مسلم صفحہ ۲۶۸ ج ۲، مسند احمد صفحہ ۱۴۸ ج ۳)

استدلال: ظاہر ہے کہ جس قبر کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ یہی زمین والی قبر ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ زمین والی قبر میں موسیٰ علیہ السلام کا جو جسد اطہر ہے وہ جسد عنصری ہی ہے جب اسی جسد عنصری کو نماز پڑھتے دیکھا تو صاف ظاہر ہے کہ یہی جسد اطہر فائض الحیات ہے۔

نوٹ: اس حدیث کو حضرت انسؓ سے روایت کرنے والے حضرت ثابت بنانیؒ ہیں جب انکا وصال ہوا اور ان کو قبر میں دفن کر دیا گیا تو ایک وارث جو کفن، دفن میں شریک تھا اس کی تھیلی قبر میں رہ گئی اس نے اپنی تھیلی نکالنے کے لیے جب لحد کو کھولا تو دیکھا کہ حضرت ثابت بنانی کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اس نے دوسرے علماء کو بلایا تو چند علماء اکٹھے ہو کر ان کے گھر گئے تا کہ پوچھا جائے کہ کونسا یہ ایسا کام کرتے تھے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام عطا فرمایا تو علماء کے پوچھنے پر ان کی صاحبزادی نے بتایا کہ والد یہ حدیث روایت کرتے تھے "انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں" اور اکثر تہجد کے وقت یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اگر کسی اور کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو تو مجھے بھی قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت فرما دینا معلوم ہوتا ہے کہ والد صاحب کی یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی (حلیۃ الاولیاء)

نمبر۳: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۷۹ ج ۱، مسند احمد صفحہ ۵۲۷ ج ۲)

استدلال: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ درود پاک سنتے ہیں اور اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں مغنی ابن قدامہ صفحہ ۵۸۸ ج ۳ پر اس حدیث میں مامن احد یسلم علی عند قبری کے الفاظ ہیں روح لوٹانے سے متوجہ فرمانا ہے

نمبر۴۔ حضرت اوسؓ بن اوس کی روایت ہے حضرت پاک ﷺ فرماتے ہیں جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس وقت ہمارا درود کیسے پیش کیا جائیگا جبکہ آپ کا جسم ریزہ ریزہ ہو چکا ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا اللہ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد کو حرام کر دیا ہے (ابوداؤد صفحہ ۱۵۰ ج ۱، دارمی صفحہ ۱۹۰، نسائی صفحہ ۱۵۴ ج ۱، مستدرک حاکم صفحہ ۵۷۰ ج ۴ و صفحہ ۲۷۸ ج ۱، موارد الظرفان صفحہ ۱۴۶، ابن ماجہ صفحہ ۷۷، سنن کبریٰ بیہقی صفحہ ۲۴۹ ج ۳، مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۵۱۶ ج ۲)

نوٹ: اس حدیث پر مرقات اشعۃ اللمعات اور مظاہر حق وغیرہ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر پر سب کا اتفاق ہے اور صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث میں جسد عنصری ہی کا ذکر ہے جو قبر میں رکھا جاتا ہے جس کو مٹی کھا جایا کرتی ہے معلوم ہوا جسد اطہر فائض الحیات ہے اور اسی پر قیامت تک درود پیش ہوگا یہی حدیث حضرت ابو درداءؓ سے بھی مروی ہے اور اس کے آخر میں یہ جملہ بھی ہے فنبی اللہ حیّ یرزق (ابن ماجہ صفحہ ۱۹) یعنی اللہ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔

مسئلہ سماع موتی

اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ زندہ انسان قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں سنتا اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ پتھر وغیرہ کا بت نہ قریب سے سنتا ہے اور نہ دور سے ان میں وجہ فرق یہی ہے کہ زندہ کے ساتھ روح کا تعلق ہے اور بت کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں۔

اختلاف کا منشاء:

اب اختلاف یہ ہے کہ قبر کو بت کے ساتھ ملایا جائے یا زندہ کے ساتھ اگر قبر میں روح کا تعلق

ثابت ہو جائے تو پھر اس کو زندہ کے ساتھ ملایا جائے اور اگر روح کا تعلق ثابت نہ ہو تو پھر بت کے ساتھ ملایا جائے گا اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کا شرک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اگر یہ مان لیا جائے کہ قبر والا قریب سے سنتا ہے دور سے نہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ سننے میں زندہ آدمی کا شریک ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ خدا کا شریک ہے۔

جواہر القرآن کی عبارت:

جواہر القرآن صفحہ ۹۰۴ ج ۲ پر بھی اختلاف کا منشاء لکھا ہے حضرت شیخ نے فرمایا احناف اور شوافع کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے احناف سماع کے قائل نہیں شوافع سماع کے قائل ہیں اصل منشاء اختلاف یہ ہے کہ مستقر ارواح (جہاں روحیں ٹھہرتی ہیں علیین یاسجین) قبر کے پاس ہے یا دور؟ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ارواح قبروں کے پاس ہی افنیۃ القبور میں رہتی ہیں اور علیین اور سجین قبروں کے پاس ہی ہیں وہ سماع کے قائل ہیں لیکن امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ علیین اور سجین دو ایسے مقام ہیں جو قبروں کے پاس نہیں بلکہ ان سے بہت دور ہیں اس لئے مردے نہیں سنتے کیونکہ سننا روح پر موقوف ہے قبر میں یا قبر کے قرب وجوار میں روح موجود نہیں بلکہ دھڑ ہے اس لئے وہ نہیں سن سکتا۔

تبصرہ: مولانا نے یہ تو واضح فرما دیا کہ اصل منشاء اختلاف تعلق روح ہے جہاں تعلق روح ثابت ہو جائیگا وہاں سماع کا قائل ہونا پڑے گا اور جہاں تعلق روح ثابت نہ ہوگا جیسے بت کے ساتھ تو وہاں عدم سماع کو ماننا ہوگا لیکن مولانا نے جو اس کو حنفی شافعی اختلاف بنایا ہے اس پر کوئی حوالہ پیش نہیں کر سکے امام صاحب کی طرف سے منسوب بات کہیں احناف کی کتابوں میں نہیں بلکہ فقہ اکبر میں امامؒ صاحب سے اعادہ روح کی صراحت مذکور ہے تو انہیں چاہیے تھا کہ تصریح کرتے کہ امام صاحب سماع موتی کے قائل ہیں۔

نوٹ: صوفیاء کرام سو فیصد سماع موتی کے قائل ہیں اور فقہاء کرام اٹھانوے فیصد احناف میں سے شیخ ابن ہمامؒ نے قسم کے مسئلہ سے عدم سماع موتی کشید کیا ہے لیکن پھر بھی تو آج کل کے منکرین سماع موتی کی طرح قائل نہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ضابطہ تو یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے لیکن جن بعض اقوال میں مردوں کے سننے کی بعض احادیث میں صراحت ہے وہ اپنے احوال اور موارد کے ساتھ مخصوص ہونگی علامہ

انور شاہ صاحبؒ ابن ہمام کی ترجمانی یوں فرماتے ہیں کہ **انما الضابطة انماهو عدم السماع لكن المستثنيات في هذا الباب كثيرا** (قانون تو عدم سماع ہی کا ہے لیکن اس باب میں مستثنیٰ چیزیں بھی ہیں) (فتح الملہم صفحہ ۴۷۹ ج ۲) نیز مولانا غلام اللہ خاں صاحب فرماتے ہیں اگر ارواح قبروں میں ہوں تو انہیں تمام زائرین کے احوال معلوم ہونے چاہیے (جواہر القرآن صفحہ ۹۰۴ ج ۲)

منکرین سماع موتی کا استدلال:

عدم سماع موتی کے قائلین قرآن پاک کی تین آیات سے استدلال کرتے ہیں۔

نمبر ۱: **انک لا تسمع الموتی** (الآیہ) (سورۃ الروم) نمبر ۲: **انک لا تسمع الموتی** (الآیہ) (بے شک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو) سورۃ النمل) نمبر ۳: **وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر** (اور تو نہیں سنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو تو تو بس ڈر کی خبر سنانے والا ہے۔ سورۃ فاطر)

جواب: یہ تینوں آیات مکی ہیں ان میں کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ زندہ اور مردوں کے درمیان وجہ تشبیہ عدم سماع نہیں بلکہ عدم انتفاع ہے کیونکہ اس میں شک نہیں کہ نبی اقدس ﷺ جب آیات الٰہی سناتے تو مسلمان بھی سنتے اور کافر بھی لیکن مسلمان سن کر قبول کر لیتے اور کافر سن کر قبول نہ کرتے اور اگر وہ کافر سنتے ہی نہ تھے تو پھر ان کو کافر کہنا ہی درست نہیں کیونکہ جب ان تک آیات الٰہی پہنچی ہی نہیں نہ ان سے انکار ہوا اور نہ ہی کفر اب کوئی شخص یہ کہے کہ یہ آیت عام ہے سب کافروں کو شامل ہے اور عام قطعی الدلالت ہوتا ہے اس لئے اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ دنیا میں کوئی زندہ کافر کسی کی بات بھی سنتا ہے تو ایسا شخص نصوص قطعیہ کا منکر اور کافر ہے ان آیات میں صاف طور پر دو جماعتوں کا ذکر ہے ایک وہ جماعت جن کو آپ آیات الٰہی سناتے اور وہ سن کر قبول نہ کرتے ان کو "موتی" "یا" **من فی القبور** " کہا ہے اور دوسرے وہ جو سن کر قبول کر لیتے ان کو مسلمان فرمایا **ان تسمع الا من یؤمن بایاتنا فھم مسلمون** (سورۃ روم آیت نمبر ۵۳۔ تو تو سنائے اسی کو جو یقین لائے ہماری باتوں پر سو وہ مسلمان ہوتے ہیں) جب وجہ تشبیہ عدم سماع نہ ہوئی بلکہ سننے کے بعد عدم انتفاع ہوئی تو یہی

تینوں آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مردے سنتے ہیں مگر فائدہ نہیں اٹھاتے مثلاً اب ان مردوں میں سے کوئی نئی توبہ کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا کوئی ایمان لانا چاہیے تو نہیں لاسکتا قرآن پاک میں تو یہی کچھ تھا جو یہ لوگ پیش کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے قول کا سہارا

اب اس استدلال کو سہارا دینے کے لیے سیدنا عمر فاروقؓ کے قول کا سہارا لیتے ہیں کہ غزوہ بدر میں جب ستر کافر مارے گئے تو تین دن بعد آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ ان پھٹی ہوئی لاشوں کو گڑھے میں پھینک دیا جائے جب ان کو گڑھے میں پھینک دیا گیا تو رسول اقدس ﷺ نے گڑھے پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا وہ پورا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی عطا فرمائی اور تمہارے ساتھ جو عذاب کا وعدہ تھا وہ پورا ہو گیا یا نہیں؟ اس پر حضرت عمرؓ نے آیت انک لا تسمع الموتیٰ پڑھی جس سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عمرؓ سماع موتی کے قائل نہیں تھے۔

جواب: حضرت پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ما انتم باسمع لما اقول منهم ولكنهم لايستطيعون ان يجيبوا. (نہیں ہو تم زیادہ سننے والے اس کو جو میں کہتا ہوں ان سے لیکن یہ جواب دینے کی قوت نہیں رکھتے)

یہ کلیب بدر والی حدیث حضرت عمرؓ سے مسلم صفحہ ۳۸۷ ج ۲، نسائی ۲۹۳ ج ۱، ابوداؤد طیالسی صفحہ ۹، تہذیب الآثار طبری صفحہ ۲۳۹ ج ۱، مسند احمد صفحہ ۲۷ ج ۱، مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۷۹ ج ۴ پر ہے یہی حدیث حضرت طلحہؓ سے صحیح بخاری صفحہ ۵۶۶ ج ۲، مسلم ۳۸۷ ج ۲، مسند احمد صفحہ ۲۹ ج ۴ پر ہے یہی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے طبرانی کبری صفحہ ۱۹۸ ج ۱۰ پر ہے قال الهيثمي رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد صفحہ ۹۱ ج ۶ باسناد صحيح (فتح الباری ۳۰۵ ج ۸) یہ تینوں صحابہ بدری ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بخاری صفحہ ۱۸۳ ج ۸ و صفحہ ۵۶۶ ج ۲ و صفحہ ۵۷۴ ج ۲، نسائی صفحہ ۲۹۳ ج ۱ پر ہے حضرت انسؓ سے طبرانی کبیر صفحہ ۱۹۷ ج ۳، مجمع الزوائد صفحہ ۹۱ ج ۶ پر ہے۔

ان سب صحابہؓ نے اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے انهم ليسمعون الآن ما اقول لهم (یہ سنتے ہیں اب اس کو جو میں ان سے کہہ رہا ہوں)

حضرت عائشہؓ کے قول کا سہارا

عدم سماع موتی کے قائلین کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے جب حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے یہی حدیث سنی تو فرمایا ایسا نہیں ہوگا کیونکہ انک لا تسمع الموتیٰ سے ٹکرا رہا ہے بلکہ حضرت پاک ﷺ نے یوں فرمایا ہوگا انهم ليعلمون الآن (بخاری ۱۸۳ ج ۱) اس سے بھی یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت عائشہ سماع موتی کی قائل نہ تھیں۔

جواب: حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ نے اس میں جمہور کی مخالفت کی ہے یہ عبارت فتح الباری صفحہ ۲۷۷ ج ۳ پر بھی ہے اور بخاری کے حاشیہ صفحہ ۱۸۳ پر بھی ہے معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ مماتیوں کی طرح یہ نہیں فرماتی تھیں کہ روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ انکے علم کی قائل ہیں اور علم کا تعلق بھی حیات کے ساتھ ہے نہ کہ موت کے ساتھ البتہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ما انتم بافهم منهم (تم ان سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ فتح الباری صفحہ ۳۰۶ ج ۸) اس سے ابن حجرؒ نے استدلال کیا ہے کہ گویا سیدہ عائشہؓ نے پہلی بات سے رجوع فرمالیا ہے یہ بات بھی ذہن میں ہو کہ یہ واقعہ دو ہجری کا ہے اس کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ حجرہ مبارک میں دفن ہوئے تو سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں اب میں پورے کپڑے وغیرہ سنبھال کر آتی تھی۔ حياءً من عمر (حضرت عمرؓ سے حیا کرتے ہوئے) (مسند احمد صفحہ ۲۰۲ ج ۶، رجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ۳۷ ج ۹) یہ عہد عثمانی کا واقعہ ہے جو بدر کے بہت بعد کا ہے نیز سیدہ عائشہؓ سے پہلے قبور کو بصیغہ خطاب السلام علیکم یا اہل القبور والی حدیث مروی ہے۔ (مسلم صفحہ ۳۱۳ ج ۱) پھر سیدنا معاویہؓ کے دور میں ۵۳ھ میں جب سیدہ عائشہؓ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ کا وصال ہوا تو سیدہ عائشہؓ اپنے بھائی کی قبر پر تشریف لے گئیں اور قبر پر کھڑے ہو کر انکو خطاب کر کے اشعار پڑھے۔ ان واقعات سے جمہور اہل سنت والجماعت یہی کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ نے اپنے موقف سے رجوع فرمالیا تھا اور اگر کوئی آدمی ضد پر ہی

اتر آئے تو بھی یہی کہا جائے گا کہ سیدہ عائشہؓ کے ایسے اعتقادات جن میں انکا تفرد ہے اور جمہور صحابہؓ نے ان کو قبول نہیں فرمایا ان سے حجت لینا درست نہیں مثلاً سیدنا عائشہؓ لا نبی بعدی فرمانے سے منع فرماتی تھیں مگر سب صحابہؓ نے اس کو روایت کیا اور اب تک سب یہی کہتے ہیں "کہ فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی" اسی طرح صحیح مسلم شریف میں ہے کہ سیدہ عائشہؓ سے صحابہ کرامؓ نے مسجد میں نماز جنازہ کا پڑھنے کا مسئلہ میں شدید اختلاف کیا اور ان کی بات نہیں مانی اسی طرح سیدہ عائشہؓ ارضاع الکبیر کی قائل تھیں دیگر صحابہؓ اس بارے میں ان سے مخالفت رکھتے تھے علماء نے بھی یہ لکھا ہے کہ یہ ایک لفظ کا جھگڑا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ لفظ ارشاد فرمائے تھے انهم لیسمعون یا یہ ارشاد فرمائے تھے انهم یعلمون اب ظاہر ہے کہ جو صحابہؓ موقع پر میدان بدر میں موجود تھے اور خود انہوں نے الفاظ مبارک نبی اقدس ﷺ سے سنے انکی روایت ہی کو صحیح مانا جائیگا کیونکہ سیدہ عائشہؓ اس وقت وہاں موجود ہی نہ تھیں۔

نوٹ: آج کل لوگ کہتے ہیں کہ جو سماع موتی کا قائل ہو وہ کافر ہے معاذ اللہ جو سماع کہے وہ اکفر ہو گا (یعنی زیادہ کافر ہوگا)

اعتراض: یہ کیا گیا ہے کہ صحیح بخاری صفحہ ۹۸۱ ج ۲ پر ہے کہ انهم یسمعون الآن (بے شک وہ سنتے ہیں اب) اس سے معلوم ہوا کہ وہ صرف اسی وقت سن رہے تھے ان کا سماع دائمی نہیں تھا؟

جواب: ترمذی شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں دعوائے نبوت سے پہلے مجھے ایک پتھر سلام کیا کرتا تھا انی لا عرفه الآن (بے شک میں پہچانتا ہوں اس کو اب) (ترمذی صفحہ ۲۰۳ ج ۲) اس کا کوئی بھی یہ مطلب نہیں لیتا کہ حضرت پاک ﷺ نے وقتی طور پر پتھر کو پہچانا پھر ہمیشہ کے لیے بھول گئے اسی طرح مسند احمد صفحہ ۱۳۱ ج ۱، پر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا ان هذا لیعذب الآن (بے شک اس کو البتہ اب عذاب ہو رہا ہے) تو آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ قبر میں عذاب دائمی نہیں بلکہ صرف اسی ایک شخص کو اور وہ بھی خاص اسی وقت عذاب ہوگا اور عذاب قبر کا مستقل انکار کردے تو یہ جہالت ہے۔

کلیب بدر والی حدیث کی تاویل

اس میں تاویل یہ کی گئی ہے کہ بدر کے گڑھے والوں کا سن لینا یہ معجزہ ہے اور خرق عادت ہے۔

تاویل کا جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری، مسلم، نسائی، ابن ابی شیبہ وغیرہ کتابوں میں باقاعدہ معجزات کا باب موجود ہے لیکن یہ حضرات اس حدیث کو باب المعجزات میں بالکل نہیں لائے یا تو مغازی میں لائے ہیں اور یا کتاب الجنائز میں البتہ صاحب "مشکوٰۃ اس کو باب المعجزات میں لائے ہیں اس لئے نہیں کہ یہ سننا معجزہ ہے بلکہ اس لئے کہ صاحب "مشکوٰۃ نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں ایک زائد بات ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ بدر سے پہلے ایک دن یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہاں کل ابو جہل مرا ہوگا۔ یہاں عتبہ کی لاش ہوگی، یہاں شیبہ کی لاش ہوگی اس پیشین گوئی کی وجہ سے اس کو باب المعجزات میں لائے ہیں۔ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں صفحہ ۳۹۷ ج ۴، اور ملا علی قاریؒ نے صفحہ ۱۱ ج ۸ مرقاۃ پر اس کی پرزور تردید فرمائی ہے کہ یہ خرق عادت ہے ایسا نہیں۔ اس پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ صحابہؓ یہ کہتے تھے کہ گڑھے والوں نے بطور خرق عادت سن لیا اور حضرت عائشہؓ خرق عادات کا بھی انکار کرتی تھیں اور خرق عادت سماع کو بھی قرآن کے خلاف سمجھتیں تھیں ان کو خرق عادت بنانے کے لیے قتادہ معتزلی کا قول پیش کیا جاتا ہے معتزلہ چونکہ عذاب وثواب قبر کے قائل ہی نہیں اس لئے اس کا قول ہم پر حجت نہیں ہوسکتا اس کو امام بخاریؒ نے کتاب الجنائز میں نقل بھی نہیں فرمایا لیکن صاحب جواہر القرآن نے یہاں یہ زیادتی کی کہ "قتادہ" کی جگہ "ابوقتادہ" صحابی کا نام لکھ دیا عربی میں اور اردو ترجمہ میں بھی۔ دل چاہتا ہے تو کسی بدعتی کو صحابی بنا لیتے ہیں اور وسیلہ کی بحث میں حضرت بلالؓ بن حارث مزنی جلیل القدر صحابی کی صحابیت کا انکار کردیا ہے حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کو خرق عادت پر محمول کرنا نص کے خلاف ہے کیونکہ انه یسمع قرع نعالهم (بے شک وہ مردہ سنتا ہے ان کے جوتوں کی آواز۔ بخاری صفحہ نمبر ۱۷۸ جلد ۱، مسلم ص ۳۸۶ ج ۲، ابن حبان ص ۱۹۷) اس تخصیص کی رد کرتی ہے یہ حدیث حضرت انسؓ سے بخاری صفحہ ۱۷۸ ج ۱، ۱۸۳ ج ۱، مسلم ۳۸۶ ج ۲، نسائی صفحہ ۲۸۸ ج ۱، ابوداؤد صفحہ ۲۰۶ ج ۲، مسند احمد ص ۱۳۶ ج ۳ پر ہے مولوی محمد حسین صاحب نیلوی نے اس متفق علیہ

حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں عبداللہ ابن عبدالاعلیٰ اور سعید بن عروبہ ہے لیکن
یاد رہے کہ نسائی اور مسند احمد اور مسلم کی سندوں میں ان دونوں میں سے کوئی راوی نہیں حضرت براء بن
عازبؓ سے یہ حدیث ابوداؤد صفحہ ۳۰۶ ج ۲ مسند احمد صفحہ ۲۹۵ ج ۴ پر ہے یہی حدیث حضرت ابو ہریرہ
ؓ سے مرفوعاً مسند احمد صفحہ ۳۵۷ اور موقوفاً ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۸۳ ج ۳ پر ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی
اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث مرفوعاً مجمع الزوائد صفحہ ۵۴ ج ۳ پر ہے علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ رجالہ
ثقات اور موقوفاً تفسیر ابن کثیر صفحہ ۴۷ ج ۴ پر ہے یہی حدیث حضرت جابرؓ سے تہذیب الآثار طبری صفحہ
۲۵۴ پر ہے اس کی تاویل جواہر القرآن والے نے یہ کی ہے کہ یہ سماع ابتدائے دفن کے ساتھ مختص ہے
تاکہ اس حدیث میں اور قرآن کی آیتوں میں مطابقت پیدا ہو جائے جو عدم سماع پر دلالت کرتی ہیں
حالانکہ ملاعلی قاریؒ اس کی پہلے ہی تردید فرما گئے ہیں کہ اس کو ابتدائے دفن کے ساتھ مختص کرنا ان نصوص
کے خلاف ہے جن میں بصیغہ خطاب اہل قبور کو سلام کا حکم ہے اور یہ سلام کسی کے نزدیک بھی ابتدائے دفن
کے ساتھ مختص نہیں آجکل بعض اس کی بھی تاویل کرتے ہیں السلام علیکم یا اھل القبور میں
خطاب مقصود نہیں محض ان کے لئے دعا کرنا مقصود ہے۔ یہ تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے کیونکہ سلام تو ہر جگہ
سے ہوسکتا ہے لیکن یہ خطاب کا صیغہ پوری امت صرف قبر پر جا کر پڑھتی ہے پوری امت کے اجماع کے
خلاف یہ تاویل کیوں کر گوارہ ہوسکتی ہے۔

نوٹ: جواہر القرآن کی یہ عبارت کہ "مردہ کا جوتیوں کی آواز سننا ابتدائے دفن کے ساتھ خاص ہے"
آج کل کے مماتی اس بات کو کفر قرار دے رہے ہیں کیونکہ اس کی بنیاد یہ ہے کہ قبر میں سوال وجواب کے
وقت روح لوٹا دی جاتی ہے لیکن آج کل کے مماتی یہ کہتے ہیں کہ موت کے وقت جو روح نکلی وہ قیامت
سے پہلے بالکل لوٹائی نہیں جائیگی جو قیامت سے پہلے روح لوٹنے کا قائل ہو وہ کافر ہے۔

وجہ تشبیہ سماع نافع ہے

جن آیات میں کافروں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس سے تشبیہ سماع نافع کی ہے وجہ
تشبیہ سماع نافع ہے نہ کہ وجہ تشبیہ سماع ہے دیکھئے یہ کتب ابن کثیر صفحہ ۴۷۲ ج ۳، فتح الباری صفحہ
۲۷۷ ج ۳، فتاویٰ ابن تیمیہ صفحہ ۲۹۸ ج ۴، احکام القرآن صفحہ ۳۹، بیان القرآن صفحہ ۹۸ ج، تفسیر حقانی
صفحہ ۲۶۱ ج ۵، صفحہ ۴۱ ج ۶، جامع البیان صفحہ ۳۴۴، مرقاۃ صفحہ ۱۱ ج ۸، روح البیان بحوالہ ندائے حق،
مدارک التنزیل، مختصر الفتاویٰ صفحہ ۱۷۹، المنحۃ الوھبیہ، تہذیب الآثار طبری صفحہ ۲۶۱ ج ۱، مظہری صفحہ ۱۳۰،
اصم (بہرا ہونا) کلی مشکک ہے اس کے لئے درجے ہیں کافروں کو ان بہروں سے تشبیہ دی ہے جو سن
سکتے ہیں دیکھئے ۱۔ کان لم یسمعھا کان فی اذنیہ وقرا (سورۃ لقمان، جواہر القرآن صفحہ ۹۰۸،
صفحہ ۹۰۹) ۲۔ انکم لا تدعون اصما ولا غائبا (جواہر القرآن صفحہ ۳۱۲) ۳۔ ومثل الذین کفروا
کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاء ونداء صم بکم عمی فھم لا یعقلون (سورۃ
البقرہ آیت نمبر ۱۷۱) اسی لیے فرمایا ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو امدبرین (سورہ روم آیت نمبر
۵۲) (آپ بہروں کو نہیں سنا سکتے جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں۔)

زندہ کافر سے سماع کی نفی

۱۔ ومثل الذین کفر و اکمثل الذین ینعق بما لا یسمع الا دعاء ونداً صم بکم عمیٌ فھم
لا یعقلون (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۷۱۔ اور مثال ان کافروں کی ایسی ہے جیسے پکارے کوئی شخص ایسی
چیز کو جو کچھ نہ سنے سوائے پکارنے اور چلانے کے بہرے گونگے اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے)

۲۔ فانک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو امدبرین

۳۔ وما انت بھٰد العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یؤمن بایٰتنا فھم مسلمون
(سورۃ روم آیت نمبر ۵۳۔۵۲۔ سو تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکارنا جب کہ پھریں
پیٹھ دے کر اور نہ تو راہ سمجھائے اندھوں کو ان کے بھٹکنے سے تو تو سنائے اسی کو جو یقین لائے ہماری باتوں پر سو

وہ مسلمان ہوتے ہیں)

۴۔والذین تدعون من دونه مایملکون من قطمیر. ان تدعوهم لا یسمعوا دعاء کم ولو سمعوا ما استجابو لکم ویوم القیمة یکفرون بشرککم ولا ینبئک مثل خبیر (سورۃ فاطر آیت نمبر۱۳،۱۴۔اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوائے وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے اگر تم ان کو پکارو سنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں پہنچے نہیں تمہارے کام پر اور قیامت کے دن منکر ہوئے تمہارے شریک ٹھہرانے سے اور نہ کوئی بتلائے گا تجھ کو جیسا بتلائے گا خبر رکھنے والا)

نوٹ: اس آیت (ان تدعوهم ۔۔۔) کے سیاق سباق میں فرشتوں کا ذکر آرہا ہے کہ مشرکین مکہ فرشتوں کا انکار کرتے تھے اس لئے فرمایا اول تو فرشتے سنتے ہی نہیں کیونکہ دور ہیں اور اگر سن بھی لیں تو وہ کچھ مافوق الاسباب مدد نہیں کر سکتے اکثر مفسرین نے یہاں بت بھی مراد لئے ہیں دیکھئے تفسیر حقانی صفحہ ۱۲۸ ج ۶، مواہب الرحمٰن صفحہ ۳۲۰ ج ۲۲، تفسیر حسینی، جلالین صفحہ ۳۶۵، ابن کثیر، فتح القدیر، شوکانی صفحہ ۳۴۳ ج ۴، مظہری صفحہ ۵۰ ج ۸، بیضاوی صفحہ ۲۷۰ ج ۲، خازن صفحہ ۳۰۰ ج ۴، مدارک صفحہ ۴۰۰ ج ۴، ترجمان القرآن صدیق حسن صفحہ ۱۱۲ ج ۱۲۔

نوٹ: صاحب جواہر القرآن نے روح المعانی اور قرطبی کی جو عبارت یہاں نقل کی ہے وہ نہایت ناقص ہے تاہم اس میں بھی بت مراد لئے ہیں البتہ ملائکہ اور جنات اور انبیاء کو بھی ملانے کی کوشش کی ہے اور عنوان ''غائبانہ پکار'' رکھا ہے۔ جواہر القرآن صفحہ ۹۷۲، بلغتہ الحیران میں بھی صفحہ ۱۵ پر ''غائبانہ پکار'' کا ذکر ہے۔

چیلنج: کسی مسلمان مفسر نے اس آیت کی تفسیر یہ نہیں کی کہ اس آیت سے حضرات انبیاء علیہم السلام کا سماع عند القبور مراد ہے بلکہ کسی مفسر نے عام اہل القبور کے عدم سماع پر بھی اس سے دلیل نہیں لی اگر کوئی ہے تو پیش کیا جائے؟

نوٹ: حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ عربی احکام القرآن میں اس آیت پر فرماتے ہیں کہ یہ آیت

بتوں کے بارے میں ہے کیونکہ ان کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں اور اگر اس میں جن اور فرشتے اور دیگر لوگ بھی شامل کئے جائیں تو پھر اس میں دور سے پکارنا مراد ہے کیونکہ زندہ انسان اور فرشتے بالاتفاق قریب سے سنتے ہیں اور دور سے نہیں سنتے فرماتے ہیں۔ اگر بالفرض اس سے اہل القبور ہی مراد لئے جائیں تو پھر بھی عام عدم سماع پر اس سے دلیل نہیں لی جا سکتی یہاں صرف یہ ہے یکفرون بشرککم یہ حضرات ساری عمر شرک کی تردید کرتے رہے اگر ان کی قبروں پر شرک ہو تو ان کو اس سے کتنی تکلیف ہو گی اب ظاہر ہے کہ گناہ ان شرک کرنے والوں کا ہے نہ کہ انکا تو ان کا گناہ، دکھ ان کو کیوں دیا جائے اس لئے ان کو محفوظ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ان کے شرکیہ کاموں اور باتوں اور ان کے درمیان پردہ کر دیتے ہیں تا کہ نہ ان کو شرک کا علم ہو اور نہ ہی وہ پریشان ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ہمت کے عین مطابق ہے اس لیے یہاں شرکیہ باتوں کی نفی کی گئی ہے یہ کہیں نہیں کہ وہ کہیں گے کہ تم نے کب ہمیں سلام کیا تھا اور تم نے کب ہماری قبر پر قرآن پڑھا تھا وغیرہ۔

۵۔ ومآانت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر (الایة) صاحب جواہر القرآن بھی صفحہ ۹۷۳ پر یہی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں زندوں سے مراد مؤمن اور مردوں سے مراد کافر ہیں اور مفسرین یہی لکھتے ہیں کہ یہاں سماع نافع کی نفی ہے (تفسیر حقانی، ابن کثیر صفحہ ۵۵۲ ج ۳، قرطبی ۳۴۵ ج ۱۴، طبری، کتاب الروح الابن قیم صفحہ ۵۷، جلالین ۳۶۵، الدر المنثور صفحہ ۲۴۹ ج ۵، مظہری صفحہ ۵۵۲ ج ۸) ان انت الا نذیر آخر میں فرمایا کہ آپ تو محض ڈرانے والے ہیں کافر ڈرنے والا کچھ کر کے ڈرے گا یا کچھ سن کر آنحضرت ﷺ نے بھی انا النذیر العریان قبرستان میں جا کر نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی آپ قبر والوں کو سنانے آئے تھے۔

۶۔ کتاب فصلت ایاته قرانا عربیا لقوم یعلمون بشیرا و نذیرا فاعرض اکثرهم فهم لایسمعون (سورۃ حٰم السجدہ آیت نمبر۳،۴۔ ایک کتاب ہے کہ جدی جدی کی ہیں اس کی آیتیں قرآن عربی زبان کا ایک سمجھ والے لوگوں کو سنانے والا خوشخبری اور ڈر پر دھیان میں نہ لائے وہ بہت لوگ وہ نہیں سنتے)

۷۔ ولاتکونوا کالذین قالو اسمعنا وهم لایسمعون (سورۃ انفال آیت نمبر ۲۱۔ اور ان جیسے مت ہو جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں) یہاں صاف طور پر فرمایا وہ کہہ رہے ہیں ہم

نے سنا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں انہوں نے نہیں سنا مراد یہی ہے کہ انہوں نے سن کر فائدہ نہیں اٹھایا۔

عدم سماع موتیٰ والوں کی ایک نئی دلیل

آج کل ایک نئی دلیل نکالی گئی ہے تیسرے پارے کے شروع میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو سو سال تک موت دی پھر جب وہ اٹھا اس سے پوچھا کہ تم کتنی دیر اس حالت پر رہے اس نے کہا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اس سے وہ لوگ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب اسے اپنے حالات کا پتہ نہیں تھا تو دوسرے کی بات سن یا کیسے دیکھ سکتا ہے؟

دلیل کا جواب:

اشاعت التوحید والسنہ والوں سے پہلے بقول انور شاہ صاحبؒ قرآن پاک کی تقریباً دو لاکھ تفسیریں لکھی جا چکی ہیں عرب والوں نے بھی لکھیں اور عجم والوں نے بھی کسی نے بھی اس سے عدم سماع موتی پر استدلال نہیں کیا یہ واقعہ کس شخص سے متعلق ہے اس بارے میں مفسرین کے نو اقوال ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص کافر تھا بعض کہتے ہیں کہ مؤمن تھا بعض کہتے ہیں کہ نبی تھا اگر نبی تھا تو کونسا نبی تھا؟ بعض حضرت عزیر کا نام لیتے ہیں بعض حضرت یرمیاہ کا نام لیتے ہیں آج کل اشاعتی اس قول کو زیادہ پھیلاتے ہیں کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے اور وہ نبی تھے اس سے پتہ چلا کہ نبی بھی نہیں سنتا اور نہ اسے کچھ پتہ چلتا ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ کہا کرتے ہیں کہ ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں تفسیر وغیرہ کو نہیں مانتے۔ قرآن پاک میں نہ تو یہ تصریح ہے کہ یہ واقعہ حضرت عزیر سے متعلق ہے اور نہ ہی یہ تصریح ہے کہ حضرت عزیر نبی تھے۔

کیا حضرت عزیرؑ نبی تھے؟

ابوداؤد شریف ص ۲۹۴ جلد نمبر ۲ باب فی التخییر بین الانبیاء میں رسول اقدس ﷺ کا فرمان ہے کہ "میں نہیں جانتا کہ عزیر نبی تھا یا نہیں" جو لوگ حضرت عزیر کو نبی کہتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ حضرت نے اس بارے میں فیصلہ نہیں فرمایا لیکن بائبل میں جس طرح یسعیاہ، یرمیاہ نبیوں کے صحیفے ہیں اس طرح عزرا کا صحیفہ بھی ہے جس کو عربی میں عزیر کہتے ہیں لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ یہی بات غلط

ہے کہ بائبل میں جس کا صحیفہ ہو وہ نبی ہی ہوتا ہے بائبل میں تو کروتھ اور عوبیت کے صحیفے بھی ہیں جو دونوں کسبی اور کنجریاں تھیں دوسری بات یہ کہ بائبل کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ اس دور کا ہے جب بنی اسرائیل بابل (عراق) کے بادشاہ بخت نصر کی قید میں تھے وہ بیت المقدس کو گرا گیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے لے گیا تھا ان قیدیوں میں یرمیاہ، حزقیل (حزقی ایل) اور عزرا بھی شامل تھے اس وقت یہاں سے کوئی شخص گذرا اور اس نے تعجب کیا کہ اب یہ اجڑی ہوئی بستی بیت المقدس کیا پھر آباد ہو گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو موت دی بنی اسرائیل جن میں تین نبی شامل تھے ۷۰ سال کی قید کاٹ کر واپس آئے پھر بیت المقدس کو تعمیر کیا یہ آدمی جب سو سال بعد اٹھا تو بیت المقدس اپنی شان و شوکت کے ساتھ موجود تھی جو لوگ اس واقعہ کو حضرت عزیر سے متعلق کرتے ہیں ان کے پاس ایک حضرت علیؓ کا اثر ہے کہ یہ آدمی عزیر تھا لیکن اس میں اس کے نبی ہونے کا ذکر نہیں تو شاید یہ کسی اور کا واقعہ ہو نیز یہ واقعہ ایک خرقِ عادت واقعہ تھا سو سال جنگل میں کھانا پڑا رہا آخر اس سو سال میں یقیناً آندھیاں چلیں، بارشیں ہوئیں، موسم بھی بدلے، لیکن اس کھانے میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں آئی کہ دوسری طرف اس کے گدھے کی ہڈیاں بھی مکنا گئیں اور اس کی لاش بھی کسی کو نظر نہ آئی ورنہ یہ ناممکن ہے کہ انسانی لاش دیکھیں اور پھر اس کو دفن نہ کریں حضرت شیخ الہندؒ حاشیہ قرآن پر لکھتے ہیں کہ نہ ان کی لاش کسی کو نظر آئی نہ ہی جا کر کسی نے سلام عرض کیا رہی یہ بات کہ ان کو اس مدت کا پتہ کیوں نہ چلا تو امام رازیؒ نے فاماتہ اللہ مائۃ عام (سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۵۹۔ پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس) پر لکھا ہے کہ موت بھی ایک آنی اور وقتی چیز ہے اس لئے کل نفس ذائقۃ الموت میں لفظ "ذائقہ" آیا ہے تو موت کے بعد جلد ہی احوال برزخ شروع ہو جاتے ہیں لیکن یہ احوال برزخ ان پر پیش ہوتے ہیں جن کی موت اجل ہو اس کے بعد انہوں نے دنیا میں نہیں آنا اور جن پر موت اجل طاری نہیں کی جاتی بلکہ انہوں نے دوبارہ دنیا میں آ کر زندگی گزارنا ہوتی ہے ان پر سرے سے احوال برزخ پیش نہیں کئے جاتے تا کہ دوبارہ زندگی میں انکا ایمان بالغیب ختم نہ ہو یہی وجہ ہے کہ وہ ستر اسرائیلی جن پر کوہِ طور پر بجلی پڑی اور وہ مر گئے پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہوئے انہوں نے کوئی بات بیان نہیں کی کہ وہاں منکر و نکیر سوال و جواب کرتے ہیں عذاب و ثواب ہوتا ہے امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ فاماتہ اللہ کے بعد "مائۃ" عام کی قید اس لئے لگائی گئی کہ ان

کو پورے سو سال موت ہی کی حالت میں رکھا گیا اور احوال برزخ پیش نہیں کیے گئے ہم لوگ جو سماع کے قائل ہیں وہ تعلق روح کے بعد ہیں جب اس پر سو سال موت طاری رہی اور روح کا تعلق ہی قائم نہیں کیا گیا (کیونکہ اس پر احوال برزخ پیش نہیں کرنے تھے) تو اس خرق عادت واقعہ سے عدم سماع پر استدلال بالکل غلط ہے اسی لئے کسی پہلے مفسر نے اس آیت سے عدم سماع پر استدلال نہیں کیا اگر بالفرض ہم مان بھی لیں کہ ان پر احوال برزخ پیش ہوئے جن کا انہوں نے کہیں ذکر نہیں کیا تو بھی اس سوال و جواب میں کوئی ایسی بات نہیں کیونکہ برزخ اور آخرت کا دن دنیا کے ہزار سال یا پچاس ہزار سال کا ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں دنیا کے سو سال

کو یوماً او بعض یوم کہہ دینا کوئی انوکھی بات نہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا کہ میرا مقصد دنیا کے اعتبار سے تھا اور انہوں نے جواب برزخ کے اعتبار سے دیا قرآن پاک میں ہے کہ قیامت کے دن جب کافروں سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کتنا عرصہ زندہ رہے تو سب کہیں گے یوماً او بعض یوم (دن یا دن کا کچھ حصہ) تو یہ اسی آخرت کے دن کے اعتبار سے ہوگا۔

کیپٹن عثمانی کے دلائل

دلیل نمبر۱ عثمانی نے قرآن پاک کی سورۃ یونس آیات ۹۰ تا ۹۲ سے یہ بیان دیا ہے کہ قرآن پاک نے بتایا کہ فرعون کا بدن اب تک محفوظ ہے ادھر المؤمن کی آیات ۴۵، ۴۶ پر فرمایا النار یعرضون علیھا غدوا وعشیاً (وہ آگ ہے کہ دکھلا دیتے ہیں ان کو صبح اور شام) سے نتیجہ نکالا کہ ال فرعون کو جو عذاب ہو رہا ہے۔ فرعون کے جسم پر اس کے کوئی آثار نہیں اس سے معلوم ہوا کہ عذاب جسم کو نہیں ہوتا روح کو ہوتا ہے۔

جواب: یہ ایک خالص مغالطہ ہے کہ وہ عذاب پردے میں ہے اس لئے ہمیں جسم پر اس کے آثار محسوس نہیں ہو سکتے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اس کافر سے فرمایا تھا کہ (جو ایک کافر کی کھوپڑی لے کر آیا تھا) کہ آپ کہتے ہیں کہ کافر کو عذاب ہوتا ہے ہاتھ لگا کر دیکھیں کہ یہ کھوپڑی بالکل ٹھنڈی ہے حضرت فاروق اعظمؓ نے اسے فرمایا کہ کھوپڑی یہاں رکھ دو اور وہ دو پتھر اٹھا کر لاؤ وہ کافر پتھر اٹھا کر لایا

حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ ٹھنڈے ہیں یا گرم اس نے کہا بالکل ٹھنڈے فرمایا ان کو آپس میں ٹکراؤ تو ان سے آگ کی چنگاریاں نکلنے لگیں فرمایا جس طرح یہ دو پتھر اندر سے آگ سے بھر ہوئے ہیں لیکن اوپر سے بالکل ٹھنڈے محسوس ہوتے ہیں اسی طرح اگر یہ کافر کی کھوپڑی ہے تو یہ آگ ہی آگ ہے (تحفہ اثنا عشریہ ص ۴۹۵ باب ہشتم) چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عذاب کو پردے میں رکھا ہے اس لئے ہمیں اس کی چنگاریاں نظر نہیں آتیں۔

فائدہ: حضرت صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ نفس کی آگ کی مثال پتھر کی آگ جیسی ہے پتھر کو سو سال سمندر کی تہہ میں پانی میں رکھیں سو سال کے بعد نکالیں اور اس کے ٹکڑوں کو آپس میں ٹکرائیں تو اس سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں اسی طرح نفس میں جو آگ غضب اور شہوت وغیرہ ہے یہ پانیوں سے نہیں بجھ سکتی تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا البتہ امالہ ہو سکتا ہے کہ اس غصے کا رخ پھیر دیا جائے۔

نفس نتواں کشت الاظل پیر　　دامن آں نفس کش رامحکم بگیر

(نفس کو مارنا ممکن نہیں مگر پیر کے سایہ سے۔ دامن اس نفس کو مار ڈالنے والے کا مضبوط پکڑ۔ ۱۲ صفدر)

یہ بھی یاد رہے کہ جیسا کہ پہلے لکھوایا جا چکا ہے عذاب اور ثواب میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں بیداری میں جسم کو اولیت حاصل ہے اس لیے براہ راست جسم کو سزا دی جائے تو اس کے آثار دوسروں کو بھی نظر آتے ہیں کیونکہ سزا خود ہی سزا ہے نہ کہ چھپی سزا لیکن برزخ کے عذاب میں روح کو اولیت حاصل ہے جیسے خواب میں روح باغات کی سیر کرتی رہی ہو یا آگ میں جل رہی ہو تو اس کے آثار جسم پر بالکل محسوس نہیں ہوتے یہی کیفیت عذاب وثواب قبر کی ہے ایک شخص کو سانپ خواب میں ڈس رہا ہو لیکن پاس بیٹھے ہوئے بیدار آدمی کو وہاں مچھر کے ڈنگ کا اثر بھی معلوم نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر۲: اس کے بعد عثمانی نے عذاب برزخ صفحہ ۳ پر صحیح بخاری صفحہ ۶۶۵ ج ۲، کے حوالے سے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شرک کے بانی عمرو خزاعی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں پھر رہا تھا اور اس کی انتڑیاں پیٹ سے باہر اس کے ساتھ پھر رہی تھیں یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر

جانور چھوڑنے کی رسم عرب میں جاری کی تھی۔ اس سے بھی وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ روح کو دوزخ میں عذاب ہو رہا ہے اس قبر کے ساتھ عذاب وثواب کا کوئی تعلق نہیں۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ یاد رہے کہ عثمانی معمولی سی جرحوں کی وجہ سے بھی حدیث کی صحت کا انکار کر دیتا ہے اس کی سند میں زہری کا عنعنہ ہے اور زہری مدلس ہے اس سند میں اُسکا شاگرد یونس ہے جو زہری کی روایت میں حجت نہیں (تہذیب التہذیب صفحہ ۴۵۰ ج۱۱، تا ۴۵۲ ج ۷) اس کا شاگرد حسان بن ابراہیم ہے قال نسائی لیس بالقوی (امام نسائیؒ نے فرمایا یہ قوی نہیں۔ تہذیب التہذیب صفحہ ۴۵ ج ۲)

دوسری بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب اس کو اس حالت میں دیکھا تو آپ کی روحِ مبارک بھی دوزخ کی سیر کر رہی تھی لیکن دوزخ کی سیر کے دوران یقیناً آپ کی روح کا تعلق مدینہ منورہ میں بستر خواب پر موجود جسم کے ساتھ تھا جب حضرت کی روح دوزخ سے مدینہ والے جسم کے ساتھ تعلق رکھ سکتی ہے اگر ارواح علیین یا سجین میں بھی ہوں تو ان کا جسم کے ساتھ تعلق رکھنا عذاب و ثواب کی احادیث کے مطابق بالکل یقینی ہے:

دلیل نمبر ۳: اس کے بعد صفحہ ۴ پر بخاری صفحہ ۱۸۵ ج ۱، کے حوالہ سے حضرت پاک ﷺ کا وہ لمبا خواب ذکر کیا ہے جس میں آپ ﷺ نے خواب میں جنت و دوزخ اور عالم برزخ کی سیر کی اس پر عثمانی لکھتا ہے کہ آپ ﷺ نے جو عذاب کا مشاہدہ فرمایا وہ قبروں میں نہیں تھا بلکہ قبروں سے باہر عالم برزخ میں تھا:

جواب: یہ اس کا مغالطہ ہے کیونکہ جس طرح آپ ﷺ کی روح مقدس اس وقت عالم برزخ میں تھی لیکن مدینہ پاک میں اپنے جسم کے ساتھ اتنا قوی تعلق تھا کہ آپ کی سانس مبارک چل رہی تھی کروٹیں بدلی جا رہی تھیں جس کو دوسرے لوگ بھی دیکھ سکتے تھے اسی طرح اس سے بھی قبر میں عذاب کی نفی نہیں ہوتی۔

دلیل نمبر ۴: صفحہ ۶ پر مسلم کے حوالے سے یہ بیان دیا ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کی شکل میں صبح وشام جنت کی سیر کرتی ہیں (صحیح مسلم صفحہ ۱۳۵ ج ۲)

جواب: کیپٹن عثمانی اور سعید کو تو اس حدیث سے استدلال کا حق نہیں کیونکہ یہ دونوں ابو معاویہ کو مدلس کہتے ہیں اور اعمش کو شیعہ کہتے ہیں۔ ابومعاویہ (میزان الاعتدلال صفحہ ۵۷۵) اعمش (میزان الاعتدلال

صفحہ ۲۲۴ ج ۲) جیسے انسان کی روح خواب میں آسمانوں کی سیر کرتی ہے۔ تعلق جسم کے ساتھ یقیناً ہوتا ہے اس طرح ارواح شہداء جب جنت کی سیر کر رہی ہوتی ہیں تو جسموں کے ساتھ تعلق ضرور ہوتا ہے آیت شہداء اس پر نص ہے قیاسی ڈھکوسلوں سے نصوص کا انکار محض الحاد اور بے دینی ہے:

دلیل نمبر ۵: اس کے بعد صفحہ ۷ پر حضرت حارثہ بن سراقہؓ کی شہادت کا واقعہ درج ہے (بخاری صفحہ ۵۶۶ ج ۲)

جواب: ان کی والدہ نے اپنے بیٹے کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ تو جنت الفردوس میں ہے ظاہر ہے کہ اپنے بیٹے کے جسم کا قبر میں ہونا وہ عورت اچھی طرح جانتی تھی اس کے بتانے کی ضرورت نہیں تھی البتہ اس عورت کے پوچھنے کا مقصد یہی تھا کہ میرے بیٹے کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا اس کو آپ نے سمجھا دیا کہ اس کی روح جنت الفردوس کی سیر میں مشغول ہے اتنی بات سے جسم کے ساتھ روح کے تعلق کی نفی قطعاً ثابت نہیں ، تی جبکہ جسم کی حیات قرآن میں منصوص ہے

دلیل نمبر ۶: اس کے بعد کیپٹن عثمانی نے سیدہ صدیقہ عائشہؓ کی وہ حدیث پاک نقل کی ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مبارک زبان سے آخری کلمہ یہ نکلا اللھم الرفیق الاعلیٰ (بخاری صفحہ ۹۲۹)

جواب نمبر۱: اس نے اپنی رائے سے رفیق اعلیٰ جنت کو قرار دیا ہے جبکہ آنحضرت ﷺ کا روضہ اطہر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں میری قبر اور میرے گھر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں کے میں سے ایک باغ ہے

امام طحاویؒ مشکل الاثار میں فرماتے ہیں اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ جنت کے باغات بہت سے ہیں یہ جگہ صرف حضرت پاک ﷺ کے قدم بوسی کی وجہ سے جنت کا باغ قرار پائی کیونکہ گھر سے منبر تک اور منبر سے گھر تک تشریف لے جاتے وقت آپ کے قدم مبارک اسی جگہ پر لگتے تھے۔امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اس ٹکڑے کا جنت ہونا اس حدیث سے بعبارۃ النص ثابت ہوا اور روضہ پاک کا جنت ہونا بدلالۃ النص ثابت ہوا حضرت کا وجود اقدس بذات خود وہاں آرام فرما ہے اور المھند علی المفند میں ہے کہ ہمارے عقیدے کے مطابق وہ خاک پاک جو جسد اطہر کو مس کر رہی ہے اس کا مقام عرش سے بھی بلند ہے اس لئے کہ عرش خدا کا مقام نہیں خدا تعالیٰ لامکان ہیں کیونکہ مکان ہمیشہ مکین سے بڑا ہوتا ہے اور مکین کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے اگر عرش کو خدا کا مکان مان لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ عرش خدا سے بڑا ہے اور خدا کو گھیرے ہوئے ہے ہاں جو مخلوق صاحب مکان ہے اسمیں سے آنحضرت ﷺ سے افضل کوئی نہیں ہے تو لامحالہ آپ کا مکان تمام مکانوں سے افضل ہوگا اس حدیث کو سیدہ عائشہؓ سے حضرت سعیدؒ ابن المسیب روایت کرتے ہیں نہ حضرت عائشہؓ نے اس حدیث سے قبر کی وفات سمجھی اور نہ ہی حضرت سعیدؒ نے:

حضرت عائشہؓ حیات کی قائل تھیں

حضرت عائشہؓ جنھوں نے اپنے کان سے خود یہ الفاظ سنے ان سے جو حدیث حیاء من عمو، الی آتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ ان کی حیات کی قائل تھیں اور شفاء السقام میں روایت ہے کہ

سیدہ عائشہؓ نے ہمسائیوں کو پیغام بھیجا کہ آپ جو مکان میں کیل ٹھونک رہے ہیں اس سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف ہو رہی ہے اور حضرت سعیدؒ کا بیان نہایت صحیح سند کے ساتھ بیہقی نے نقل کیا

ہے کہ واقعہ حرہ میں جب وہ مسجد نبوی میں محصور ہو گئے تو فرماتے ہیں کہ میں تین دن تک محصور رہا اور ں وقت روضہ پاک سے اذان کی آواز سنتا رہا:

جواب نمبر۲: عثمانی کے اصول پر یہ حدیث تو خبر واحد ہے جس سے عقائد ثابت نہیں ہوتے اور اس کی سند کا پہلا راوی سعید ابن عقیل ہے اس کے بارے میں تہذیب التہذیب صفحہ۷۴ ج۴ پر یہ بھی لکھا ہے کہ لم یکن ثبت یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بدعتی تھا اور اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا دوسرا راوی لیث بن سعد ہے میزان الاعتدال سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی متکلم فیہ تھا اور ابن شہاب زہری کو عثمانی پارٹی کٹر شیعہ، مدلس (صاحب تدلیس) اور صاحب ادراج قرار دیتی ہے:

دلیل نمبر۷: اس کے بعد صفحہ۹ پر بخاری صفحہ۱۸۴ ج۱، کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت پاک ﷺ کے صاحبزادہ ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں اس کے لیے ایک دودھ پلانے والی ہے آگے عثمانی لکھتا ہے کہ ان ساری صحیح حدیثوں نے بتلادیا کہ یہی بات تو یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پا جاتا ہے اس کو حسب حیثیت ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اس کی روح ڈال دی جاتی ہے اور اس جسم اور روح کے مجموعہ پر سوال و جواب عذاب و ثواب کے سارے حالات گزرتے ہیں اور یہی اس کی اصل قبر ہے قرآن اور صحیح احادیث کا بیان تو یہ ہے مگر کچھ دوسرے حضرات اس بات پر مصر ہیں کہ نہیں ہر مرنے والے کی روح اسی دنیاوی جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور یہی جسم پھر قبر میں زندہ ہو جاتا ہے اور برابر زندہ رہتا ہے اور اگر کہا جائے کہ مردہ کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے یا آگ اس کو جلا کر خاکستر کر دے تو جلا دیئے جانے والا کافر تو عذاب سے بچ گیا اس کے دونوں کانوں کے درمیان گرز مارا جائے گا اور عذاب کا دور اس پر کیسے گزرے گا تو اللہ کی قدرت ان اللہ علی کل شیئ قدیر کا سہارا لیا جاتا ہے سبحان اللہ اللہ کی قدرت کا کسی کو انکار ہے لیکن قدرت کے ساتھ ساتھ اللہ کی ایک نہ بدلنے والی سنت ہی تو ہے اس کا نظر انداز کر دینا بھی تو اچھا نہیں (عذاب برزخ صفحہ۹ ج۱۰)

جواب: اس سے بھی قبر والے جسم کے ساتھ روح کے تعلق کی نفی ثابت نہیں ہوتی روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی نفی کی روایت پیش کی جائے لیکن عثمانی ایسی روایت قیامت تک پیش نہیں کرسکتا:

جسم مثالی کے بارے میں مزید وضاحت:

تفسیر عثمانی کی عبارت ملاحظہ ہو۔ رہا یہ مسئلہ کہ روح جوہر مجردہ ہے جیسا کہ اکثر حکماء قدیم اور صوفیاء کا مذہب ہے یا جسم نورانی لطیف جیسا کہ جمہور محدثین کی رائے ہے اس میں میرے نزدیک قول فیصل یہی ہے جو بقیۃ السلف بحر العلوم علامہ سیدنا محمد انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ بالفاظ عارف جامی یہاں تین چیزیں ہیں نمبر۱ وہ جوہر جسم میں مادہ اور کمیت دونوں ہوں جیسے ہمارے ابدان مادیہ نمبر۲ جوہر جسمیں مادہ نہیں صرف کمیت ہے۔ جنہیں صوفیاء کرام اجسام مثالیہ کہتے ہیں نمبر۳ وہ جوہر جو مادہ اور کمیت دونوں سے خالی ہو جن کو صوفیاء ارواح یا حکماء جواہر مجردہ کے نام سے پکارتے ہیں

پہلی قسم کو مادیات کہتے ہیں۔ دوسری قسم کو ریاضیات کہتے ہیں۔ تیسری قسم کو الامیات کہتے ہیں۔ جمہور اہل شرح جس کو روح کہتے ہیں وہ صوفیاء کے نزدیک جسم مثالی سے موسوم ہے جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے اور بدن مادی کی طرح آنکھ کان، ناک ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضاء رکھتا ہے یہ روح بدن مادی سے کبھی جدا ہو جاتی ہے اور اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکیف علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھ سکتی ہے۔ جس سے بدن پر حالت موت طاری نہیں ہونے پاتی گویا حضرت علیؓ کے قول کے مطابق جو بغوی نے اللہ یتوفی الانفس حین موتھا کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اس وقت روح خود علیحدہ رہتی ہے مگر اس کی شعاع جسد میں پہنچ کر بقائے حیات کا سبب بنتی ہے جیسے سورج لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے یا جیسے آج ہی میں نے اخبار میں ایک تار پڑھا (ٹیلی گرام) کہ حال ہی میں محکمہ پرواز نے ہوابازوں کے بغیر طیارے چلا کر خفیہ تجربے کئے ہیں اور تعجب انگیز نتائج رونما ہوئے ہیں اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حال ہی میں ایک خاص بم پھینکنے والا طیارہ بھیجا گیا تھا جس میں کوئی شخص سوار نہیں تھا لیکن ریموٹ سسٹم کے ذریعہ سے وہ منزل مقصود تک پہنچایا گیا اس طیارہ میں بم بھر کر وہاں گرائے گئے اور پھر وہ مرکز میں واپس لایا گیا لاسلکی کے ذریعہ سے ہوائی جہاز نے خود بخود وہ کام کیا وہ ایسا مکمل ہے جیسا کہ کسی ہواباز کی مدد سے عمل میں آتا ہے آج کل یورپ میں جو سوسائٹیاں روح کی تحقیقات کر رہی ہیں انہوں نے بعض ایسے مشاہدات بیان کئے ہیں کہ ایک روح جسم سے علیحدہ تھی اور

روح کی ٹانگ پر حملہ کرنے کا اثر جسم مادی کی ٹانگ پر ظاہر ہوا بہر حال اہل شرح جو روح ثابت کرتے ہیں صوفیاء کو اس کا انکار نہیں بلکہ وہ اس کے اوپر ایک اور روح مجرد مانتے ہیں جس میں کوئی استحالہ نہیں بلکہ اگر اس روح مجرد کی بھی اور روح ہو اور آخر میں کثرت کا سارا سلسلہ سمٹ کر امر ربی کی وحدت پر منتہی ہو جائے تو انکار کی ضرورت نہیں (تفسیر عثمانی ذیل آیت قل الروح من امر ربی)

کیپٹن عثمانی کی کتاب عذاب برزخ کی عبارت ملاحظہ ہو:

کیپٹن عثمانی لکھتا ہے کہ قرآن اور بخاری، مسلم کی احادیث کے برخلاف اب تو یہ کہا جانے لگا ہے کہ روح نکلنے کے بعد اسی دنیاوی قبر کے مردے میں واپس لوٹا دی جاتی ہے اور یہ مردہ زندہ ہو جاتا ہے دیکھنے اور سننے لگتا ہے اور اس عمل میں اس زندہ ہو جانے والے مردہ پر عذاب اور راحت کا پورا دور قیامت تک گزرے گا تو یہ سب کچھ قرآن کی آیات اور صحیح احادیث نبوی کی ایسی تفسیر اور تشریح کے ذریعہ کیا جاتا ہے جس سے نصوص قرآنی کا انکار اور احادیث نبوی کی تکذیب لازم آتی ہے پھر اپنی ان تاویلات کی حمایت میں منکر روایتوں کا پورا زور ڈالا جاتا ہے (عذاب برزخ صفحہ۱۰)

نوٹ: اعادہ روح کی مکمل بحث ابن قیمؒ نے مسئلہ سادسہ کتاب الروح صفحہ۵۸ پر کی ہے۔

عجب الذنب: (یہ ایک ہڈی ہے جس کو اللہ نے سب سے پہلے پیدا کیا اور وہ باقی رہے گی) (حاشیہ نسائی شریف صفحہ۲۹۳۔۱۲ صفدر) صحیح بخاری صفحہ۷۳۵ ج۲ پر آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسان کے جسم سے سب کچھ برباد ہو سکتا ہے سوائے عجب الذنب کے اس سے معلوم ہوا کہ نبی اور غیر نبی میں ایک فرق یہ بھی ہوتا ہے کہ نبی کا پورا جسم محفوظ رہتا ہے لیکن غیر نبی کے اجزائے اصلیہ میں سے صرف عجب الذنب محفوظ رہتی ہے اس کے واسطے سے روح کا تعلق جسم کے باقی حصوں سے ہوتا ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کے مکمل جسم کے ساتھ روح پاک کا تعلق براہ راست ہوتا ہے:

دلیل نمبر۸: اس کے بعد آیت کریمہ لا تسمع الموتی تا مکمل نقل کی ہے اور حدیث انہ یسمع خفق نعالھم کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس سے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ یہ مقصد ہے کہ سوال و

جواب فوراً شروع ہو جاتا ہے۔

جواب: لیکن سماع موتی کی بحث میں یہ عرض کر دیا گیا ہے کہ یہ احادیث اس بارہ میں بالکل صریح ہیں کہ سوال و جواب اسی قبر میں ہوتا ہے اور روح کا تعلق اسی قبر والے جسم کے ساتھ تو قائم کیا جاتا ہے

دلیل نمبر۹: صفحہ۱۰ پر کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا.... ثم یحییکم والی آیت سے آخرت کی حیات مراد لی ہے اور کہا ہے کہ اگر قبر میں بھی کسی قسم کی حیات ہوتی تو اس حیات کا یہاں ذکر ہوتا؟

جواب: لیکن باقی مفسرین اور امام قرطبیؒ فرماتے ہیں ثم یحییکم فی القبر للمسئلۃ تفسیر قرطبی صفحہ۲۴۹ ج۱، ثم احیاء ھم فی القبور للمسئلۃ (تفسیر قرطبی صفحہ۲۹۷ ج۱۵، زیر آیت امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین) کتاب الروح صفحہ۶۰، تفسیر ابو سعود صفحہ۶۲ ج۱، وصفحہ۵ ج۴، بیضاوی صفحہ۵۶، تفسیر کبیر صفحہ۱۵۱ ج۱، ابن کثیر ۶۷ ج۱، روح المعانی صفحہ۲۴ ج۲، جلالین صفحہ۷ حاشیہ نمبر۲۴ الدر المنثور صفحہ۴۲ ج۳ تفسیر ابن جریر صفحہ۱۸۶ ج۱، ۱۹۷ ج۱، تفسیر نسفی صفحہ۲۷ ج۴ ان تمام تفاسیر میں حیات سے حیات فی القبر مراد لی گئی ہے:

دلیل نمبر۱۰: اس کے بعد صفحہ۱۵ پر کیپٹن صاحب نے اموات غیر احیاء (النحل آیت نمبر ۱۲) سے مراد انبیاء علیہم السلام اور قبروں والے لئے ہیں اور ترجمہ کرتا ہے قبر کے مردے بالکل مردے ہیں ان میں جان کی رمق تک باقی نہیں:

جواب: حالانکہ یہ آیت مکی ہے اور سب جانتے ہیں کہ مکہ کے لوگ بت پرست تھے نہ کہ قبر پرست تفسیر ابن کثیر صفحہ۵۶۵ ج۳ پر ہے ای ھی جمادات لا ارواح فیھا فلا تسمع ولا تبصر ولا تعقل (یعنی وہ جمادات ہیں ان میں روحیں نہیں پس وہ نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ عقل رکھتے ہیں) تفسیر خازن صفحہ۱۱۱ ج۳ اموات ای جمادات میتۃ لا ارواح فیھا غیر احیاء یعنی

کفرھا یہی عبارت مدارک ص۱۱۱ ج۳ پر ہے قرطبی صفحہ۹۴ ج۱۰، ابو سعود صفحہ۶۹ ج۱، نسفی صفحہ۲۸۳ ج۲، اور تفسیر کبیر میں بھی اس آیت کے تحت یہی لکھا ہے کہ مراد اصنام یعنی بت ہیں۔ علامہ عثمانی علیہ الرحمۃ اس آیت کو عام لیتے ہیں فرمایا وہ معبود نہیں ہو سکتے جن پر موت دواماً ہو جیسے بت یا حالاً ہو یا مئالاً ہو جیسے فرشتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یعنی اس آیت کریمہ میں سیاق وسباق میں توحید کا ذکر ہے جس پر دو دلیلیں بیان کی ہیں۔

۱۔ یہ کہ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں،

۲۔ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کو موت سے مفر نہیں اس لئے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہو سکتا۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں جس طرح سماع میت کا باب باندھا ہے اسی طرح کلام میت کا بھی باب باندھا ہے ڈاکٹر عثمانی لکھتا ہے یہ احادیث متشابہات میں سے ہیں اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے جن کو عذاب ہو رہا تھا اور آپ ﷺ نے ان قبروں پر ترٹہنیاں رکھیں اس سے بھی یہ بالکل واضح ہو رہا ہے کہ عذاب ثواب قبر اسی قبر میں ہوتا ہے ڈاکٹر عثمانی لکھتا ہے کہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ قیامت سے پہلے مردہ جسم میں روح واپس نہیں آ سکتی اور ظاہر ہے کہ بغیر روح کے عذاب وراحت بے معنیٰ ہے (عذاب برزخ صفحہ۱۷) اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ تعلق روح کا انکار عذاب وثواب کے انکار کو مستلزم ہے جب حدیث میں صاف آتا ہے تعاد روحہ فی جسدہ اس حدیث کو محدثین نہ صرف صحیح بلکہ مشہور فرماتے ہیں لیکن عثمانی نے اس کو رد کا بہانہ بنایا ہے کہ اس کی سند میں زاذان نامی راوی ہے جو شیعہ ہے حالانکہ زاذان اصحاب علیؓ میں سے جلیل القدر محدث ہیں اور انکے اور حضرت معاویہؓ کی جنگوں میں انہوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اس وجہ سے انکا ذکر شیعان علیؓ میں آتا ہے۔

مسئلہ وسیلہ

جواہر القرآن جلد دوئم پر وسیلہ کے بارے میں بحث کی ہے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ عقائد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک فقہی مسئلہ ہے اس لئے جن دلائل سے فقہی مسئلہ ثابت ہو سکتا ہے انہی سے

وسیلہ بھی ثابت ہوسکتا ہے اس کو فقہی مسائل سے نکال کر عقائد میں شامل کرنا اور پھر عقائد کے معیار پر اس کے دلائل کا موازنہ کرنا یہ صحیح انداز نہیں۔

وسیلہ کی صورتیں: وسیلہ کی تین صورتیں ہیں

نمبر۱ زندہ بزرگ سے دعا کروانا اور اس کا وسیلہ پکڑنا ان کے ہاں بھی جائز ہے جیسا کہ احادیث میں آتا ہے صحابہ کرام حضور ﷺ سے دعا منگوایا کرتے تھے۔ نمبر۲ اپنے نیک عمل کو وسیلہ بنانا اور اس کے وسیلہ سے دعا کرنا اور یہ وسیلہ بھی بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ حدیثِ غار سے ثابت ہے (بخاری صفحہ۸۸۳ ج۲، مسلم ۳۵۳ ج۲ نووی)

نوٹ: جواہر القرآن صفحہ ۲۲۴ پر روح المعانی کی ایک نامکمل عبارت نقل کی ہے اس سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ سید محمود آلوسی صاحبؒ صاحب روح المعانی گویا وسیلہ کا انکار کررہے ہیں حالانکہ انہوں نے وسیلہ کے اثبات پر مکمل بحث فرمائی ہے یہ بحث روح المعانی صفحہ ۱۲۴ ج ۶ سے صفحہ ۱۲۸ تک ہے صاحب جواہر القرآن نے صفحہ ۱۲۵ کا حوالہ دیا ہے جو دراصل ایک شخص کا سوال ہے جو وسیلہ کا منکر تھا سید آلوسیؒ نے آگے اس سوال کا مکمل جواب دیا ہے انہوں نے وہ سوال نقل کر کے آلوسیؒ کے ذمے لگادیا ہے۔

نمبر۳۔ وسیلہ بالذات۔ یعنی فوت شدہ ذات کو وسیلہ بنانا

وسیلہ بالذات کا انکار

اس کے انکار کے لیے صاحب جواہر القرآن نے صحیح بخاری سے (اللھم) حضرت ابن عباسؓ کی دعا ذکر کی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پہلے ہم حضور پاک ﷺ کا وسیلہ لیتے تھے اب ان کے چچا کا وسیلہ لے رہے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وفات کے بعد وسیلہ جائز نہیں:

حضرت بلال مزنیؓ کا واقعہ

حالانکہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ اٹھارہ ہجری کا واقعہ ہے جس کو عام الرباط کہتے ہیں جس سال بہت بڑا قحط پڑا اور بارش نہیں ہوئی بلال بن حارثؓ مزنی نے روضہ اطہر پر حاضر ہو کر حضور پاک

ﷺ سے درخواست کی آنحضرت ﷺ حضرت بلالؓ بن حارث کو خواب میں ملے اور فرمایا کہ حضرت عمرؓ سے کہو کہ نماز استسقاء پڑھیں چنانچہ حضرت بلال حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت عمرؓ کو حضور پاک ﷺ کا خواب سنایا حضرت عمرؓ صحابہؓ کو لیکر میدان میں تشریف لے گئے اور سب صحابہ کو یہ واقعہ سنایا پھر نماز استسقاء کے بعد حضور پاک ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ سے دعا کی درخواست کی تو حضور پاک ﷺ کی دعا کا وسیلہ پہلے چونکہ حضرت بلالؓ لے چکے تھے جس کا ذکر سب صحابہ میں ہوا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اس لئے اب میدان میں حضرت عباسؓ کی دعا کا وسیلہ لیا گیا:

صاحب جواہر القرآن

صاحب جواہر القرآن کہتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ وہ روضہ پاک پر جانیوالا کون تھا وہ مجہول الحال والاسم ہے معلوم نہیں کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ ہے حالانکہ البدایہ والنھایہ صفحہ ۹۱ ج ۷، طبری صفحہ ۹۹ ج ۴، پر صراحۃً مذکور ہے کہ وہ حضرت بلال مزنیؓ صحابی تھے اور سب صحابہؓ نے حضرت بلال مزنیؓ کے اس عمل کی تصدیقات فرمائیں

صاحب جواہر القرآن فرماتے ہیں اس روایت کی سند میں سیف بن عمر وضعی ہے جو باتفاق محدثین ضعیف ہے اور متھم بالزندقہ ہے وہ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا امام ذہبیؒ کہتے ہیں ہو کالواقدی امام ابوداؤدؒ نے کہا لیس بشیئی ابوحاتم رازیؒ نے کہا متروک ابن حبانؒ نے کہا متھم بالزندقه ابن عدیؒ نے کہا عامة احادیثه مناکیر، ابن غیر کہتے ہیں کہ وہ جھوٹی حدیثیں گھڑا کرتا تھا اور زندیق تھا۔

نوٹ: جس راوی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے صاحب جواہر القرآن نے اتنا زور لگایا ہے وہ راوی سرے سے سند میں موجود ہی نہیں انہوں نے اس روایت پر بیہقی اور ابن شیبہ کا حوالہ دیا ہے ان دونوں کی مشترکہ سند یہ ہے حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار (دلائل النبوۃ بیہقی صفحہ۴۷ ج۷ مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ۳۲ ج۱۲)

مشہور نابینا صحابیؓ والی حدیث

صاحب جواہر القرآن نے مشہور نابینا صحابیؓ والی حدیث نقل فرمائی ہے جس میں ہے کہ ایک

نابینا شخص آپ ﷺ کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ حضرت آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے صحتیاب کردے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور صبر ہی تیرے لئے بہتر ہے اس نے کہا کہ حضرت آپ دعا فرمائیں آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا پڑھے اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی حضرت محمد ﷺ جو نبی الرحمۃ ہیں کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں حضرت میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ پیش کرتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہوجائے اے اللہ تو ان کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما۔ یہ حدیث مسند احمد صفحہ ۱۳۸ ج ۴ عمل الیوم واللیلہ ابن السنی صفحہ ۲۰۲، مستدرک حاکم صفحہ ۳۱۳ ج ۱، طبرانی ص ۱۰۴، ابن ماجہ صفحہ ۹۸، صفحہ ۹۹ ترمذی صفحہ ۱۹۸ ج ۲ پر ہے

صاحب جواہر القرآن

لکھتے ہیں امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ ھذا الحدیث لانعرفه الا من ھذا الوجه حالانکہ وہاں لکھا ہے ھذا حدیث حسن صحیح غریب لا نعرفه من ھذا الوجه اس کے بعد صاحب جواہر القرآن فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل جھوٹی ہے اس کی سند میں راوی عبداللہ بن مسور ابن جعفر المدائنی ہے امام مسلم فرماتے ہیں کہ وہ جھوٹی حدیثیں گھڑا کرتا تھا (مسلم صفحہ ۱۶ ج ۱) علامہ نووی فرماتے

ہیں کہ اس کی حدیثیں من گھڑت ہیں میں نے اس سے روایت کرنا چھوڑ دیا ہے عبدالرحمٰن بن مہدی اس سے کوئی حدیث روایت نہیں کرتے تھے امام نسائی اور دارقطنی فرماتے ہیں وہ متروک الحدیث ہے ان حوالوں سے معلوم ہوگیا کہ ائمہ جرح تعدیل نے ابن جعفر کو کذاب اور وضاع قرار دیا ہے لہٰذا حاکم کا اس حدیث کو صحیح کہنا غلط اور اس کی تساہل مشہورہ سے ناشی ہے۔

نوٹ: یہ سرے سے سند میں موجود ہی نہیں سند کا راوی عمیر بن یزید بن عمیر بن حبیب الانصاری ابوجعفر الخطمی المدنی نزیل البصره صدوق من السادسته سنن اربعہ کے راوی ہیں (تقریب التہذیب صفحہ ۲۶۶)

يقرء ون القرآن يحسبون انه لهم و هو عليهم (الحديث)

وہ قرآن پڑھتے ہیں گمان کرتے ہیں کہ وہ قرآن ان کے لیے حجت ہوگا۔

حالانکہ وہ قرآن ان کے خلاف حجت ہوگا۔

﴿چھٹا باب﴾

ڈاکٹر عثمانی کے نظریات وافکار کے بیان میں

افادات

وکیل احناف رئیس المناظرین

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

نور اللہ مرقدہ

مرتب

مولانا عبدالرزاق صفدر

ناشر:

مکتبۃ الامین نزد قباء مسجد بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور

0300-2515899

﴿حضرت استاذ محترمؒ نے فرمایا﴾

گوجرانوالہ میں ایک جماعت ''المسلمون'' نامی بن گئی اسی طرح مسعودالدین عثمانی نے ایک نیا فرقہ بنایا اس کا نام قرآن پاک سے دیکھ کر ''حزب اللہ'' رکھ لیا جیسے قادیانیوں نے چودھویں صدی کے آخر میں پنجاب میں دریائے چناب کے کنارے ایک نیا شہر بنا کر قرآن پاک سے دیکھ کر اس کا نام ''ربوہ'' رکھ لیا

......اسلامی عقائد کے بنیادی اصول تین ہیں (۱) توحید (۲) رسالت (۳) معاد۔ اس نے توحید کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ کی قدرتوں کا انکار کیا جائے اور رسالت کے بارے میں یہ تاثر دیتا ہے کہ نبی اقدس ﷺ کی اکثر احادیث قرآن کے خلاف ہیں اس لئے وہ احادیث کا انکار کرتا ہے

.... تیسرا اصولی عقیدہ معاد ہے۔ جس کی پہلی منزل قبر ہے اس نے سرے سے اس قبر کے قبر ہونے کا انکار کر دیا ہے....... سب سے زیادہ زور اس کا تصوف کے انکار پر ہے....... عثمانی نے امت کے مشہور ترین اولیاء اللہ کو یہودیوں سے بدتر کافر قرار دیا ہے

کیپٹن ڈاکٹر مسعودالدین عثمانی کے نظریات وافکار

کافروں کا دستور: پہلے زمانہ میں کافروں کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ ایک بت بناتے اور اس کا نام ابراہیم وغیرہ رکھ لیتے، حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ تمام ادیان میں مقبول ترین شخصیت تھے اس لئے لوگ سمجھتے شاید یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت کی پہلے تعظیم کرتے اور یہ پھر تعظیم عبادت کی حد تک پہنچ جاتی پہلے اس بت کو مشکل کشا کہتے پھر خود اسی کو مشکل کشا مان لیتے اسی طرح اہل کتاب۔ یہود ونصاریٰ نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ کسی نبی کے سوانح عمری خود لکھتے اور اس کا نام تورات، زبور، انجیل رکھ لیتے اور ان کتابوں کو الہامی اور خدائی کتابیں قرار دیتے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی ان بدعات کا تذکرہ یوں فرمایا یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ (وہ لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے) آج کل کے نئے فرقوں نے بھی یہی طریقہ اپنا لیا ہے کہ ایک فرقہ بناتے ہیں اور اس کا نام قرآن باک سے دیکھ کر رکھ لیتے ہیں جیسے مسعود احمد نے فرقہ بنایا اور اس کا نام ''جماعت المسلمین'' رکھا مودودی نے فرقہ بنایا اس کا نام ''جماعت اسلامی'' رکھا۔ مشکوٰۃ شریف میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے فرمایا کہ آخری زمانہ میں یوں ہوگا۔ لم یبق من الاسلام الا رسمہ ولم یبق من القرآن الا اسمہ (بیہقی ص ۳۸۔۱۲ نہیں باقی رہے گا اسلام سے مگر اس کی رسم اور نہیں باقی رہے گا قرآن سے مگر اس کا نام) آج یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی کہ نام اسلامی، کام حرامی جماعت اسلامی، جماعت اسلامی، تو ان کا صرف نام اسلامی ہے اصل اسلام سے لوگوں کو دور کرنے والے ہیں دین کا ایک نیا اڈیشن تیار کیا جو اسلاف کی بجائے اسلاف کی بغاوت پر مبنی ہے اور اس کا نام اسلام رکھ دیا۔

گوجرانوالہ میں ایک جماعت ''المسلمون'' نامی بن گئی اسی طرح مسعودالدین عثمانی نے ایک نیا فرقہ بنایا اس کا نام قرآن پاک سے دیکھ کر حزب اللہ رکھ لیا جیسے قادیانیوں نے چوہدویں صدی کے آخر میں پنجاب میں دریائے چناب کے کنارہ ایک نیا شہر بنا کر قرآن پاک سے دیکھ کر اس کا نام رکھ لیا (اوینٰھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین) (سورۃ مومنون آیت نمبر ۵۰ اور ہم نے ان کو ٹھکانہ دیا ایک

ٹیلہ پر جہاں ٹھہرنے کا موقع تھا اور پانی تھرا) یعنی ربوہ رکھ لیا عوام بیچارے قرآنی نام دیکھ کر دھوکہ میں آ جاتے ہیں۔

ایک لطیفہ: مجھے (حضرت اقدس استاذیم مولانا محمد امین صفدرؒ صاحب اوکاڑوی) ایک دفعہ اس فرقہ کا آدمی کہنے لگا کہ ہمارے فرقے کا نام تو قرآن میں ہے اور تمہارا ذکر کہیں قرآن میں نہیں میں نے کہا مسعود الدین کا نام کہیں قرآن میں نہیں جب کہ میرا نام قرآن میں ہے انی لکم رسول امین (سورۃ شعراء میں تمہارے لیے پیغام لانے والا ہوں امین یعنی معتبر) وہ جھٹ بولا کہ "امین" سے یہاں تم مراد ہو میں نے کہا کیا وہاں "حزب اللہ" سے مراد تمہارا فرقہ ہے؟ یہ تو اسی قسم کا دھوکہ ہے کہ ایک آدمی نے دعوئی کردیا کہ، میں نبی ہوں اور میرے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کو مانا تھا یا نہیں، لوگوں نے پوچھا کہ یہ کہاں ذکر ہے اس نے کہا قرآن میں ہے سب لوگ حیران ہو گئے کہ تیرا ذکر قرآن میں کہاں ہے اس نے لوگوں سے پوچھا کہ آپ میرا نام جانتے ہیں سب نے کہا تیرا نام "نعیم" ہے اس نے فوراً قرآن کھول کر دکھایا "ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم" (سورۃ تکاثر آیت نمبر ۸۔ پھر پوچھیں گے تم سے اس دن نعیم یعنی آرام کی حقیقت) اس طرح اس نام "حزب اللہ" سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔

اسلامی عقائد کے بنیادی اصول

اسلامی عقائد کے بنیادی اصول تین ہیں۔ ا۔توحید،۲۔رسالت،۳۔معاد

توحید اور عثمانی نمبر 1: اس نے توحید کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا انکار کیا جائے کیونکہ وہ کرامات کا انکار کرتا ہے اور کرامات کا تعلق اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کے ساتھ ہے ڈاکٹر عثمانی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو چیز میرے علم میں نہیں آسکتی وہ خدا کے علم میں بھی نہیں آسکتی اور جو کام میں نہیں کرسکا وہ اللہ تعالیٰ بھی نہیں کرسکتے تو یہ توحید تو نہ ہوئی سرے سے خداوند قدوس کی خدائی کا انکار ہے۔

نمبر 2: پر وہ یہ کہتا ہے کہ خدا کے ناموں یا خدا کے کلام میں شفاء سمجھنا اور اس کو لکھ کر گلے میں لٹکانا شرک ہے اور خدا کے نام اور کلام کو بالکل بے اثر ماننا توحید ہے۔

رسالت اور عثمانی رسالت کے بارے میں وہ یہ تاثر دیتا ہے کہ نبی اقدس ﷺ کی اکثر احادیث (جس میں سے بعض تواتر اور شہرت کا درجہ بھی رکھتی ہیں) قرآن کے خلاف ہیں اس لئے وہ احادیث کا انکار کرتا ہے اس کے نزدیک رسول صرف خدا کی بات نہیں پہنچاتا بلکہ ایک بات خدا کی بتاتا ہے تو دو چار خدا کے خلاف بھی بتادیتا ہے۔

معاد اور عثمانی تیسرا اصولی عقیدہ معاد ہے (یعنی مرنے کے بعد کے احوالات وغیرہ) جس کی پہلی منزل قبر ہے اس نے سرے سے اس قبر کے قبر ہونے کا انکار کردیا ہے اور عذاب وثواب قبر کا جو عقیدہ اہل اسلام میں چلا آرہا ہے اس عقیدے کا انکار کردیا ہے۔

تصوف اور عثمانی سب سے زیادہ زور اس کا تصوف کے انکار پر ہے جس کو قرآن پاک میں "تزکیہ" اور حدیث پاک میں "احسان" کا نام دیا گیا ہے سب مسلمان یہی مانتے چلے آرہے ہیں کہ صوفیاء کرام ایمان واخلاص کے انتہائی کامل درجہ کے بزرگ تھے لیکن کیپٹن عثمانی نے اپنی کتاب ایمان خالص میں تمام صوفیاء کرام کو نام بنام قرآن وحدیث کا مخالف اور یہودیت کا فرمانبردار قرار دیا ہے اور ان کے دین کو دین بندگی کی بجائے دین خدائی کا نام دیا ہے اور صاف کہا ہے کہ اصلی اسلام تو کبھی برصغیر پاک وہند میں آیا ہی نہیں (ایمان خالص قسط اول ص ۸۳،۸۴،۸۵)

عثمانی کا سب سے بڑا دھوکہ

عثمانی کا سب سے بڑا دھوکہ یہی ہے کہ جس طرح خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر صحابہ کرام کو قرآن کا منکر کہا کرتے تھے اور خود قرآن قرآن کا شور مچاتے رہتے تھے اسی طرح یہ خارجی صحابہ کرامؓ کی وارث جماعت اہلسنت والجماعت کو قرآن کا منکر قرار دیتے ہیں اور ان پڑھوں کے سامنے اپنے غلط عقائد کو قرآن کا نام لے کر پیش کرتے ہیں اور عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھو قرآن کے بارے میں مسلمانوں کے کسی فرقہ میں اختلاف نہیں لیکن کوئی ان سے یہ نہیں پوچھتا کہ قرآن کا مطلب جو تم بیان کرتے ہو کیا اس پر مسلمانوں کے تمام فرقوں کا اتفاق ہے اور اگر کوئی پوچھ لے تو فوراً کہتے ہیں کہ یہ سب

فرقے قرآن کے منکر ہیں پھر جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ تم اس قرآن پر کیسے اعتماد کرتے ہو جو تمہیں منکرین قرآن کے ذریعہ سے ملا ہو۔ ہندو بھی ایسے وید پر اعتماد نہیں کرتے جو منکرین وید کے ذریعہ ان کو ملا ہو یہودی بھی کسی ایسی تورات پر اعتماد نہیں کر سکتے جو منکرین تورات کے ذریعہ ان کو ملا ہو عیسائی بھی کسی ایسی انجیل پر اعتماد نہیں کر سکتے جو انہیں منکرین انجیل کے ذریعہ ملا ہو سکھ بھی ایسے گرنتھ پر نہیں اعتماد کر سکتے جو ان کو منکرین گرنتھ کے ذریعہ ملا ہو تو یہ عثمانی فرقہ بے غیرتی اور بے حیائی میں یہودیوں اور سکھوں سے بھی بڑھ گیا ہے جو ایسے قرآن پر اعتماد کرتا ہے جو ان کو منکرین قرآن کے ذریعہ ملا (فیاللعجب)

عثمانی پارٹی کا قرآن ماننے کا طریقہ

انکے قرآن ماننے کا طریقہ وہی ہے جو عبداللہ ابن زبعری کا تھا کہ قرآن میں جو آیتیں بتوں کے بارے میں نازل ہوئیں وہ ان کو خدا کے پاک نبیوں پر چسپاں کر دیا کرتا تھا (جلالین ص ۴۰۹، حاشیہ نمبر ۴) اور ان کا قرآن ماننے کا وہی طریقہ ہے جو خارجیوں کا تھا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے خارجی شرار خلق اللہ سے ہیں کیونکہ قرآن پاک کی جو آیتیں کافروں کے بارے میں آئی ہیں یہ ان کو مومنوں پر چسپاں کر دیتے ہیں (صحیح بخاری ص ۱۰۲۴ ج ۲) انہیں خوارج کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان کا قرآن حلق سے نیچے نہیں اترتا اور وہ اسلام سے ایسے نکل گئے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے (بخاری ص ۱۰۲۴) یہ لوگ کافروں والی آیتیں مومنوں پر چسپاں کرتے تھے اور یہ عثمانی فتنہ بتوں والی آیتیں نبیوں پر چسپاں کرتا رہتا ہے۔

حضرت علیؓ کا فرمان

حضرت علیؓ نے کیا ہی سچی بات فرمائی یقرؤن القرآن یحسبون انه لهم و هو عليهم (وہ قرآن پڑھتے ہیں گمان کرتے ہیں کہ وہ ان کے لیے حجت ہوگا حالانکہ وہ قرآن ان کے خلاف حجت ہوگا۔ ابو داؤد ص ۳۰۸ ج ۲) اس لئے اس فرقے کا رد جب ہی مکمل ہو سکتا ہے کہ عوام میں یہ حقیقت ثابت کر دی جائے کہ یہ قرآن قرآن کا شور مچانے والے سرے سے قرآن کو مانتے ہی نہیں۔

قرآن اور عثمانی

(1)۔ قرآن اور احادیث متواترہ نے جس قبر کو قبر کہا وہ اس قبر کے قبر ہونے کا انکار کرتے ہیں اور ثانی کے نزدیک قبر جسم مثالی کو کہتے ہیں جیسا کہ اس نے اپنی کتاب عذاب برزخ ص ۲ پر لکھا ہے کہ قرآن کی سی آیت یا نبی اقدس ﷺ کی کسی حدیث میں جسم مثالی کا ذکر ہی نہیں چہ جائیکہ اس کو قبر قرار دیا گیا ہو۔

(2)۔ قرآن پاک میں موت کے دو معنے بیان فرمائے ایک یہ کہ کسی جسم سے سرے سے روح کا علق ہی قائم نہ ہو دوسرا یہ کہ روح جسم میں آنے کے بعد نکل جائے جیسا کہ قرآن پاک کی آیت کیف کفرون باللہ و کنتم امواتا (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۸۔ کس طرح کافر ہوتے ہو خدائے تعالیٰ سے حالانکہ تم ے جان تھے) سے ثابت ہے لیکن عثمانی قرآن کی اس بات کا انکار کرتا ہے اور اس پہلے والے معنی کو نہیں مانتا قرآن پاک میں مشرکین کا رد کرتے ہوئے بتوں کو پہلے معنیٰ کے اعتبار سے مردہ قرار دیا ہے اور کافروں کو پوری طرح شرمندہ کیا ہے کہ بیوقوفو بت ایسے مردے ہیں جنھوں نے کبھی زندگی کی بہار دیکھی ہی نہیں اور تم ان سے ہزار ہا درجہ بہتر ہو تم نے کئی بہاریں دیکھیں ان کے مقابلے میں عقل وارادہ واختیار بھی رکھتے ہو اور پھر ان بے جان، بے عقل، بے اختیار بتوں کو خدا سمجھتے ہو لیکن عثمانی نے چونکہ بتوں والی آیتیں نبیوں پر چسپاں کرنی تھیں اس لئے اپنے فرقہ والوں کو موت کا صرف معنیٰ بتلایا کہ موت کہتے ہیں جسم سے روح نکلنے کو اس لئے وں کو سرے سے مردہ کہا ہی نہیں جاسکتا کیونکہ ان میں نہ روح آئی اور نہ ہی نکلی۔

صوفیاء کرام قرآن وحدیث کے مخالف تھے (نعوذ باللہ)

ثانی لکھتا ہے۔ دنیا والے زمانہ حال کے یہودی دماغ پر عش عش کرتے ہیں کہ کس طرح اس نے سائنس کے کلیات وبدیہات تک کو زیروزبر کر ڈالا اور اپنے ایک سادہ صاف فارمولا کے ذریعہ ثابت کر دکھایا کہ سائنس والوں کا صدیوں سے یہ عقیدہ غلط ہے کہ مادہ ناقابل تلف ہے اور یہ کہ مادہ بہر حال مادہ ہی رہے گا توانائی میں تبدیل ہو جائے ممکن ہی نہیں۔ اس جرمن یہودی نے ثابت کر دکھایا کہ مادہ تلف ہو کر توانائی کی صورت اختیار کر سکتا ہے اور یہ جو پہلے کہا جاتا تھا کہ سائنس کے لحاظ سے مادہ کی بربادی ممکن نہیں اس لئے کائنات کا برباد ہونا اور قیامت کا بھی امر محال ہے یہ بات باقی نہیں رہی اور سائنس کے

لحاظ سے بھی قیامت کا وقوع ممکنات کے دائرہ میں آ گیا۔ شروع شروع میں اس بات کو جاننے میں تامل ہوتا رہا لیکن جب جاپان کے دو شہروں نے صفحۂ ہستی سے مٹ کر اس کی صداقت کی گواہی دے دی دنیا والوں کو مانے بغیر چارہ نہ رہا کس قدر سادہ تھی اس جرمن یہودی سائنسدانوں کی ساوات

1(پ)E = C▯ (Equation)

(الف سے توانائی م سے وزن مادہ اور اس سے دا در فتار روشنی) لیکن حیف اس دنیا پر اس سے تیرہ سو برس پہلے گزرے ہوئے اس یمنی یہودی کی کچھ قدر نہ کی جس نے اس سے زیادہ مساوات کے ذریعے دو شہر نہیں دو عالم تہہ و بالا کر ڈالے اور قرآن وحدیث کے مقابلہ کے لیے ایک ایسے اتحادی دین کی داغ بیل ڈالی جس نے تھوڑے ہی عرصہ بعد مکمل غلبہ اور پوری سرفرازی حاصل کر کے قرآن وحدیث کا راستہ روک دیا وہ سادہ تر مساوات یوں تھی۔ خ = پ، ۳ یعنی خدائی، پیر کامل + اتحاد ثلاثہ پھر اس آفاقی فارمولے کے ذریعے وہ بزرگ تر ذاتیں عالم واقعہ میں نمودار ہوئیں جن کی آج ڈھول مچی ہوئی ہے دُھرے غم انہوں نے سہے کبھی خدائی کی دردسری انگیز کی اور کبھی بندگی کے اردگرد چکر میں وہ مبتلا رہے ان برگزیدہ ہستیوں کی تاریخ پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو کچھ یوں نظر آئیگا۔

پہلی صدی ہجری ایسی ذاتوں سے خالی

دوسری صدی ہجری: حضرت ابراہیمؒ بن ادھم وفات ۱۶۲ھ حضرت رابعہ بصریؒ وفات ۱۸۵ھ

تیسری صدی ہجری: حضرت معروف کرخیؒ وفات ۲۰۶ھ، حضرت ذوالنونؒ بصری وفات ۲۴۵ھ، حضرت سری سقطیؒ وفات ۳۵۹ھ، حضرت بایزیدؒ بسطامی وفات ۲۶۱ھ حضرت عبداللہ ترمذیؒ وفات ۲۸۵ھ، حضرت جنید بغدادیؒ وفات ۲۹۸ھ

چوتھی صدی ہجری: حضرت ابو بکر شبلیؒ وفات ۳۳۴ھ

پانچویں صدی ہجری: حضرت علی ہجویریؒ المعروف بداتا گنج بخش لاہوری، وفات ۴۶۵ھ، حضرت ابو اسماعیلؒ ہروی وفات ۴۸۱ھ

ساتویں صدی ہجری: خواجہ معین الدینؒ چشتی اجمیری وفات ۶۳۳ھ، خواجہ بختیار کاکیؒ وفات ۶۳۴ھ، محمد بن عربیؒ وفات ۶۳۸ھ، خواجہ فرید الدینؒ گنج شکر وفات ۶۷۰ھ، مولانا جلال الدینؒ رومی وفات ۶۷۳ھ۔

آٹھویں صدی ہجری: خواجہ نظام الدینؒ اولیاء وفات ۷۲۵ھ، امیر حسنؒ بن عمر سنجروی دہلوی المعروف ...حسن دہلوی وفات ۶۷۳ھ۔

نویں صدی ہجری: شاہ مدارؒ وفات ۸۵۰ھ، شاہ مینا لکھنوی وفات ۸۷۰۔

دسویں صدی ہجری اور گیارہویں صدی کے شروع کا زمانہ خواجہ باقی اللہؒ وفات ۱۰۱۲ھ۔

گیارہویں صدی ہجری: حضرت عبدالحقؒ محدث دہلوی وفات ۱۰۵۲ھ، حضرت مجدد الفؒ ثانی وفات ۱۰۳۴ھ۔

بارہویں صدی ہجری: شاہ عبدالرحیمؒ وفات ۱۱۳۱ھ، شاہ ابوالرضا محمدؒ وفات ۱۱۰۰ھ، شاہ ولی اللہؒ وفات ۱۱۷۶ھ۔

تیرہویں صدی ہجری: عبدالعزیزؒ وفات ۱۲۳۹ھ، شاہ اسماعیلؒ وفات ۱۲۴۶ھ، وسید احمد شہیدؒ وفات ۱۲۴۶ھ، حضرت عبداللہ غزنویؒ وفات ۱۲۹۸ھ۔

چودھویں صدی ہجری: (موجودہ صدی) خاندان ولی اللہ کے خدام یعنی جماعت دیوبندیہ، بریلویہ، اہلِ حدیث یہ سارے حضرات جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے دین اتحاد وایمان کے علمبردار تھے اور آج جو دین اسلام کے نام سے اس دنیا میں پایا جاتا ہے وہ انہیں حضرات کا ایجاد کردہ ہے قرآن وحدیث کے دین سے بالکل الگ یکسر ممتاز دین بندگی کی بجائے دین خدائی ہے (ایمان خالص) (یہ عبارت بعینہ اس کی کتاب سے لی گئی ہے جس کو پڑھ کر عقلمند اور باشعور آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جب پہلے زمانہ کے بزرگوں کے پاس اصل دین قرآن وحدیث والا نہیں تھا تو اب چودھویں صدی میں کہاں سے آ گیا؟ کیا عثمانی پر خدا کی طرف سے فرشتہ اترتا تھا؟ اور وہ وحی لاتا تھا؟ جب اللہ تعالیٰ دین کے نہ سمجھنے کی مہر دل پر لگا دیتے ہیں تو انسان بہت کچھ بک جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو ہم تک دین پہچانے والے اور ہمیں مسلمان کرنے والے تھے وہ مسلمان نہیں اور بعد کے لوگ جو ان کی بدولت مسلمان ہوئے وہ پکے سچے مسلمان کہلائیں، ایک عجیب وغریب لطیفہ استاد محترمؒ سنایا کرتے تھے کہ جب پوتے کا ختنہ ہونے لگا تو یہ شور مچ گیا کہ آیا دادا کا نکاح بھی ہوا تھا یا نہیں؟ آج ہمیں ان لوگوں کا اسلام ثابت کرنا پڑ رہا ہے جو ہمیں مسلمان کر کے گئے اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ صفدرؒ)

سوال: ڈاکٹر عثمانی نے امت کے مشہور ترین اولیاءاللہ کو یہودیوں سے بدتر کافر قرار دیا ہے۔اس نے یہ فتویٰ کس بنیاد پر لگایا ہے؟

جواب: عثمانی نے صوفیاء کرام کی طرف تین عقیدے منسوب کئے ہیں جن کو وہ اتحاد ثلاثہ کہتا ہے، نمبر۱: حلول، نمبر۲: وحدۃ الوجود، نمبر۳: وحدۃ الشہود، ان تینوں عقیدوں کے نتیجہ میں وہ کہتا ہے کہ یہ صوفیاء کرام اپنے آپ کو بندہ نہیں بلکہ خدا سمجھا کرتے تھے پھر ان کی طرف منسوب کرامات نقل کر کے یہ کہتا ہے کہ صوفیاء کرام ان کرامات سے اپنا خدا ہونا ثابت کرتے ہیں۔

حلول: حلول کا جو عقیدہ عثمانی نے صوفیاء کرام کی طرف منسوب کیا ہے یہ بالکل جھوٹ ہے حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں (جس کے حوالے ڈاکٹر عثمانی نے بھی دیئے ہیں) مستقل باب باندھا ہے "حلولیہ فرقہ کا بیان" اور فرماتے ہیں کہ حلولیہ فرقے والے کافر ہیں صوفیاء کرام ان کو کافر قرار دیتے ہیں شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں تصریح فرماتے ہیں کہ اما القول بالحلول فھو من مقالات اھل الکفر و الجھول (بہرحال حلول کی بات کرنا پس وہ کفر اور جہالت والوں کی باتوں سے ہے) اصل بات یہ ہے کہ صوفیاء کرام صفات الٰہی کے ظہور کے قائل ہیں ظہور اور حلول میں اسلام اور کفر کا فرق ہے مثلاً چینی کو پانی میں حل کر دیا جائے تو چینی کا وجود بھی ختم ہو جاتا ہے اور پانی کا نام بھی مٹ جاتا ہے اسے شربت کہا جاتا ہے۔اسی طرح حلول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کسی مخلوق میں گھل مل کر اپنا وجود ختم کر دیں اور ظہور کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ پانی کا پیالہ رکھ کر سورج کے سامنے رکھ دیں تو اس میں سورج نظر آنے لگتا ہے یہ سورج کا ظہور ہے اس سے سورج پانی میں حل نہیں ہو گیا نہ ہی سورج کا وجود ختم ہوا ہے یہ دنیا عالم اسباب ہے اس لئے سب لوگ موت وحیات کی نسبت اسباب کی طرف کرتے ہیں مثلاً فلاں آدمی ٹرک کے نیچے آ کر مر گیا یہ ٹرک اس کی موت کا سبب بنا، فلاں آدمی ہیضے سے مر گیا ہیضہ اس کی موت کا سبب بنا، فلاں آدمی پیاس سے مر رہا تھا وقت پر پانی مل گیا اور وہ موت سے بچ گیا یہ پانی اس کی زندگی کا سبب بنا فلاں آدمی الیکشن میں کامیاب ہو گیا یہ الیکشن اس کی عزت کا سبب بنا، فلاں آدمی چوری یا بدکاری میں مشہور ہو گیا یہ بدکاری اور چوری اس کی ذلت کا سبب بنی چونکہ یہ اسباب سب کو نظر آتے ہیں اس لئے دنیا کا یہ

کارخانہ انہیں اسباب پر چلتا نظر آتا ہے لیکن صوفیاء کرام پر بعض اوقات اللہ کی صفات ظہور ہوتی ہیں جس کو لوگ کہہ رہے ہے کہ یہ آدمی سڑک کے نیچے دب کر یا ہیضہ سے مر گیا ان کو حالت کشفی میں یہ نظر آتا ہے کہ اگرچہ یہ سبب ہیں لیکن یہ حقیقی سبب نہیں ان اسباب کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی صفت "الممیت" کام کر رہی تھی اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ شخص جو مر رہا تھا اس کی زندگی کا سبب پانی بنا لیکن اس پانی کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی صفت "المحی" کی تجلی کام کر رہی تھی اسی طرح اگرچہ عام اسباب میں الیکشن میں کامیابی اس شخص کی عزت کا سبب بنی لیکن اس سبب کے پیچھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت "المعز" کی تجلی کام کر رہی تھی اسی طرح اگرچہ دوسرے شخص کی چوری۔اور بدکاری میں بدنامی اس کی ذلت کا سبب بنی لیکن اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی صفت "المذل" کی تجلی کام کر رہی تھی وہ کہتے ہیں کہ ہر مخلوق کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کا ظہور ہوتا ہے مومن پر صفت "الھادی" اور کافر پر صفت "المضل" کا ظہور ہوتا ہے۔

ایک ضروری وضاحت

چونکہ عثمانی کشف وکرامات کا منکر ہے اور کشوف وکرامات پر اعتراضات کرتا ہے اس لئے ذیل میں کشف وکرامات کے متعلق ضروری مسائل لکھے جاتے ہیں۔

کرامت کرامت اس امر کو کہتے ہیں جو کسی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کسی ولی کامل سے صادر ہو اور قانون عادت سے خارج ہو۔

مافوق الاسباب وہ چیزیں جو اسباب کے دائرہ میں نہ ہوں بلکہ اسباب سے اوپر ہوں مثلاً بارش کا برسانا، لڑکی، لڑکا دینا، فصل کا اگانا، موت وحیات دینا، مرد بنانا، عورت بنانا وغیرہ

نوٹ: زندہ اور مردوں سے مافوق الاسباب مدد طلب کرنا ناجائز ہے۔

تصرف: ماتحت الاسباب کو تصرف کہتے ہیں۔

ماتحت الاسباب: وہ جو اسباب کے درجہ میں ہیں مثلاً کہیں جانے کے لیے گاڑی اختیاری کرنا،

بننے کے لیے قلم کا استعمال کرنا، پیٹ بھرنے کے لیے کھانا کھانا وغیرہ، بچہ کے حصول کے لیے نکاح کرنا وغیرہ وغیرہ

نوٹ: ماتحت الاسباب زندوں سے مدد طلب کرسکتا ہے مردوں سے جائز نہیں۔

کرامات اور مکاشفات کے متعلق چند مسائل

پہلا مسئلہ: جاننا چاہیے کہ کرامت اس امر کو کہتے ہیں جو کسی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کسی ولی کامل سے صادر ہو اور قانون عادت سے خارج ہو۔ پس اگر وہ امر خلاف عادت نہ ہو تو کرامت نہیں اور جس شخص سے وہ امر صادر ہوا ہے اگر وہ کسی نبی کا متبع اپنے آپ کو نہیں کہتا تو وہ بھی کرامت نہیں جیسے جوگیوں اور جادوگروں وغیرہ سے بعض امور ایسے سرزد ہوتے ہیں۔ اگر وہ شخص مدعی اتباع کا تو ہے مگر واقع میں متبع نہیں خواہ اصول میں اختلاف کرتا ہو جیسے اہل بدعت یا فروع میں اختلاف کرتا ہو جیسے فاسق وفاجر ان سے بھی اگر ایسے امور صادر ہوں تو وہ بھی کرامت نہیں بلکہ استدراج ہے جس کا نقصان یہ ہے کہ یہ شخص بوجہ خرق عادت اپنے آپ کو کامل سمجھتا ہے اس دھوکے میں کبھی حق طلب کرنے اور اتباع کرنے کی کوشش نہیں کرتا نعوذ باللہ کس قدر خسران عظیم ہے۔

پس کرامت اس وقت کہلائے گی جب کہ اس کا صدور مومن متبع سنت کامل التقوی سے ہو اب ہمارے زمانہ میں جس شخص سے خرق عادت اور فعل عجیب سرزد ہو جاتا ہے تو اس کو غوث اور قطب کہہ دیتے ہیں خواہ اس شخص کے کیسے ہی اعتقادات وعقائد ہوں، کیسے ہی اعمال واخلاق ہوں یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا میں اڑتا ہوا یا پانی پر تیرتا ہوا چلتا ہوا دیکھو مگر شریعت کا پابند نہ ہو تو اس کو بالکل ہیچ سمجھو یعنی کچھ نہ سمجھو۔

قطب کی دو قسمیں ہیں۔(۱) قطب التکوین (۲) قطب الارشاد

قطب التکوین تکوینیات میں کام کرتا ہے اور قطب الارشاد وہ ہوتا ہے جس کی طرف شریعت کے معاملہ میں سب رجوع کریں اور جس کو اللہ تعالیٰ تکوینیت اور شریعت میں جامعیت عطا فرما دیں وہ غوث ہوتا ہے۔ غوث الاعظم کہنا شرک نہیں یہ فریاد اس کا وسیلہ ہوتا ہے جیسے و ھو الذی ینزل الغیث من بعد ماقنطوا وینشر رحمتہ (سورۃ الشوریٰ آیت نمبر ۲۸۔ اور وہ ہی ہے جو اتارتا ہے مینہ (بارش) بعد اس کے کہ آس

ٹوٹ چکے اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت) میں "غیث" ہے اس آیت میں بارش کو "مغیث" کہا گیا چونکہ یہ بھی ناامیدی کو ختم کرنے اور رحمت کے پھیلنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنی اس لئے غوث کو غوث الاعظم کہنا شرک نہ ہوگا (فافھم)

دوسرا مسئلہ: جاننا چاہیے کہ کرامت کے لیے نہ اس ولی کو اس کا علم ہونا ضروری ہے اور نہ اس کے قصد کا متعلق ہونا ضروری ہے اور احیاناً علم ہوتا ہے اور قصد نہیں ہوتا کبھی علم اور قصد دونوں ہوتے ہیں اس بنا پر تین قسمیں ہوئیں (۱) جہاں علم بھی ہو اور قصد بھی ہو جیسے حضرت عمرؓ کے فرمان سے دریائے نیل کا جاری ہو جانا (۲) جہاں علم ہو قصد نہ ہو جیسے سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس بغیر موسم کے پھلوں کا آنا (۳) جہاں نہ علم ہو اور نہ قصد ہو جیسے صدیق اکبرؓ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چند سے کئی چند ہو جانا چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کو تعجب ہوا جس سے ان کے علم وقصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لفظ "تصرف" اور "ہمت" کا پہلی قسم پر اطلاق ہوتا ہے۔

تیسرا مسئلہ: کرامت کی دو قسمیں ہوتی ہیں (۱) حسی ، (۲) معنوی

عوام حسی کو جانتے ہیں اور اسی کو کمال شمار کرتے ہیں جیسے مافی الضمیر (جو کچھ دل میں ہے) پر مطلع ہو جانا، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا وغیرہ خواص (اللہ کے خاص بندوں) کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہے یعنی شریعت پر مستقیم رہنا، مکارم اخلاق کا خوگر ہونا، نیک کاموں کا پابندی اور بے تکلفی سے صادر ہونا۔ حسد، کینہ اور دیگر صفات مذمومہ (بری صفات) سے دل کا طاہر (پاک) ہونا، کوئی سانس غفلت میں نہ گزرنا یہ وہ کرامت ہے جس میں استدراج کا احتمال نہیں بخلاف پہلی قسم کے کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے اس لئے کاملین حضرات کرامت صادر ہونے کے وقت بہت ڈرتے ہیں کہ یہ استدراج نہ ہو یا خدانخواستہ اس سے نفس میں عجب (تکبر) پیدا نہ ہو جائے یا اس کی وجہ سے عوام میں شہرت وامتیاز پیدا ہو کر موجب ہلاکت نہ ہو اس لئے کاملین اکثر یہ تمنا کرتے ہیں کہ ان سے دنیا میں کرامت صادر نہ ہو تا کہ آخرت کے اجر میں کوئی کمی واقع نہ ہو۔

چوتھا مسئلہ: جاننا چاہیے کہ بعض علماء نے کرامت کی قوت ایک خاص حد تک متعین کی ہے اور جو امور نہایت عظیم ہیں جیسے بغیر والد کے اولاد پیدا ہونا یا کسی جماعت کا حیوان بن جانا یا ملائکہ کا باتیں کرنا اس کا صدور کرامت سے ممتنع قرار دیا ہے مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں کیونکہ کرامت اللہ کا فعل ہے

ولی کے ہاتھ پر فقط اس کا ظہور ہو گیا ہے تا کہ اس کی عزت افزائی ہو تو جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد نہیں تو کرامت کیسے محدود ہو سکتی ہے۔ رہا یہ شبہ کہ اس طرح معجزہ کے ساتھ مساوات لازم آنے کا احتمال ہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ جب صاحب کرامت خود کہتا ہے کہ میں نبی کا غلام ہوں تو جو کچھ اس سے ظاہر ہوا ہے وہ نبی کے اتباع ہی کی برکت ہے البتہ جس خرقِ عادت کی نسبت کوئی محال شرعی لازم آتا ہو اس کا صدور بطور کرامت محال ہو گا جیسے قرآن مجید کی مثل لانا۔

پانچواں مسئلہ: جاننا چاہیے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اپنی کرامت کا اخفاء (چھپانا) واجب ہے مگر جہاں اظہار کی ضرورت ہو یا غیب سے اذن (اجازت) ہو یا حالت اس قدر غالب ہو کہ اس میں قصد واختیار باقی نہ رہے یا کسی طالب حق اور مرید کے یقین کا قوی کرنا مقصود ہو وہاں اظہار جائز ہے۔

چھٹا مسئلہ: جاننا چاہیے کہ بعض اولیا کاملین کا مقام عبودیت اور رضا کا ہوتا ہے اس لئے وہ کسی شئی میں تصرف نہیں کرتے اس وجہ سے ان کی کرامتیں معلوم نہیں ہوتیں اور بعض کو قوت تصرف ہی عطا نہیں ہوتی تسلیم، تفویض ہی ان کی کرامت ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کے لیے کرامت کا وجود یا ظہور ضروری نہیں۔

ساتواں مسئلہ: جاننا چایئے کہ بعض اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے بھی تصرفات اور خوارق سرزد ہوتے ہیں اور یہ امر معنا حد تواتر کو پہنچ گیا ہے کیونکہ یہ اللہ کا فعل ہے مثلاً اصحاب کہف کہ ان پر سورج نہیں آتا تھا۔

آٹھواں مسئلہ: جاننا چاہیے کہ کرامت کیلیے یہ بھی شرط ہے کہ اسباب طبعیہ سے وہ اثر پیدا نہ ہو خواہ وہ اسباب جلی ہوں یا خفی اس مقام پر لوگوں کو دو غلطیاں واقع ہوئی ہیں بعض تو مطلق عجیب امور کرامت سمجھتے ہیں اور عامل کے کمال کے معتقد ہو جاتے ہیں آج کل اس قسم کے بہت واقعات ہو رہے ہیں مثلاً حاضرات، عملیات، نقوش، شعبدات، تاثیراتِ عجیبہ، ادویات، چشم بندی، سحر، طلسمات وغیرہ اس میں بعض کے آثار تو محض خیال ہیں اور بعض کے واقعی بھی ہوں تو اسباب طبعیہ خفیہ سے مربوط ہیں کرامت ان سب خرافات سے مبرا ہے یہ تو ایک فریق کی غلطی ہے۔

بعض لوگ کرامت کو قوۃ طبعیہ پر محمول کر کے سب کو ایک لکڑی سے ہانکتے ہیں صاحب

بصیرت اور طالب حق کو قرائن قویہ سے بنظر انصاف فرق معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فعل میں قویٰ طبعیہ کو دخل ہے یا محض قوۃ قدسیہ ہے یا کسی قوۃ کو بھی دخل نہیں محض کائن عن الغائب ہے۔

نواں مسئلہ: جاننا چاہیے کہ جس فعل کا ظاہر قویٰ سے کرنا ممنوع ہے باطنی قویٰ سے بھی کرنا ممنوع ہے جیسے کسی بے گناہ کو قتل کر دینا یا کسی کے قلب پر زور ڈال کر اس سے کچھ روپیہ لینا یا کسی کا راز پنہا معلوم کرنا یا قصداً نا محرم کی طرف التفات کرنا بعض لوگ مطلقاً خرق عادت کو شعبہ ولایت سمجھ کر ان سب تصرفات کو حلال اور داخل کرامت سمجھتے ہیں۔

دسواں مسئلہ: جاننا چاہیے کہ ولی سے کوئی امر احیاناً ناجائز صادر ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس پر اصرار نہ ہو تنبیہ کے وقت توبہ کر لے یا کسی اختلافی مسئلہ میں غلط شق کو اختیار کرنا ولایت اور کرامت میں قادح نہیں۔

عقیدہ اور کرامت میں چند چیزوں میں فرق

(۱)۔ عقیدہ اختیاری ہوتا ہے اپنے اختیار سے عقیدہ بنانا پڑتا ہے اور کرامت میں بندہ کا کوئی اختیار نہیں ہوتا (۲) عقیدہ میں قطعیت ہوتی ہے جو ضروریات دین تک یا ضرورت اہل سنت تک پہنچ جائے اور کرامت میں قطعیت کے بجائے ظنیت ہوتی ہے (۳) عقیدہ میں دوام ہوتا ہے اور کرامت میں دوام نہیں ہوتا بلکہ ایک وقت ہوتی اور ایک وقت نہیں ہوتی (۴) عقیدہ میں کلیت ہوتی ہے جو عقیدہ ایک مسلمان یا کافر کا ہو تو وہ سب ہی مسلمان اور کافروں کا ہو گا لیکن کرامت میں کلیت نہیں ہوتی۔

کشف اور کرامت میں فرق

کشف کا حاصل یہ ہے کہ وہ واقعات جو عالم مثال میں ہو رہے ہیں اور عالم نظروں سے مستور ہیں وہ کسی کی نظر کے سامنے آجائیں ان کو دیکھ لے اور عموماً جب مادیات اور تعلقات سے فارغ ہو تو ایسا ہو جانا کچھ بعید نہیں ہوتا اس لئے مقبول عند اللہ ہونا تو کیا مسلمان ہونا بھی شرط نہیں کافر فاسق کو بھی حاصل ہو سکتا ہے بلکہ پاگل دیوانے کو بھی کرامت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں کیونکہ کرامت کے معنی خداوندی اعزاز کے ہیں جو ان لوگوں کو حاصل نہیں البتہ یہی انکشاف کسی شخص کو منجانب اللہ بطور کرامت

کے بھی کرا دیا جاتا ہے وہ کشف کرامت بھی ہوتا ہے جیسے عموماً اولیا اللہ کے کشف ہیں اور جو کشف بطور کرامت کے ہوتا ہے اس کی خاص علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ نفس میں تواضع، پستی اور شکستگی اور اپنا عجز محسوس ہوتا ہے۔ جس کشف کے ساتھ یہ علامت نہ ہوں بلکہ فخر اپنے نفس میں محسوس ہو کرامت نہیں بلکہ استدراج (خلافِ معمول کام کرنا) ہے جس سے پناہ مانگنا چاہیے۔

کشوف اور کرامات کے بارے میں ایک معتدل نظریہ

اولیاء اللہ کے کشوف اور کرامات اگرچہ قرآن وحدیث میں مذکور نہیں لیکن قرآن وحدیث میں ان کی تردید بھی نہیں جیسے خواب آنے کا ذکر تو قرآن وحدیث میں ملتا ہے مگر ہمارا ہر ہر خواب قرآن و حدیث میں نہیں ہوتا اسی طرح ان تعبداللہ کانک تراہ (مشکوٰۃ ص ۱۱. یہ کہ عبادت کرے اللہ کی تو گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے) میں صفات باری کی تجلیات کا مشاہدہ کرنے کا ذکر تو ملتا ہے اگرچہ ہر ہر کشف صراحۃً مذکور نہیں ہوتا جیسے خواب کے بارے میں شریعت میں بھی یہی حکم ہے کہ اس کو احکام شریعت پر پیش کیا جائے اگر احکام شریعت کے موافق ہو تو اس کو قبول کیا جائے مخالف ہو تو اس کو رد کیا جائے اور اگر قرآن وحدیث اس سے خاموش ہوں تو اس کو خواب کے درجہ میں مانا جائے نہ اس سے عقیدہ ثابت کیا جائے نہ حکم شرعی بالکل اسی طرح کشف کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ اس کو احکام شریعت پر پیش کیا جائے اگر موافق ہو تو قبول کیا جائے مخالف ہو تو رد کیا جائے اگر قرآن وحدیث اس سے خاموش ہوں تو اس کو درجہ کشف میں مانا جائے نہ اس سے کوئی عقیدہ ثابت کیا جائے نہ ہی کوئی حکم شرعی اس لئے صوفیاء کرام کے وہ کشوف اور کرامات جو کتاب اور سنت کے خلاف نہیں ہم ان کو درجہ کشف ہی میں مانتے ہیں نہ ہی اس پر کسی عقیدہ کی بنیاد رکھتے ہیں اور نہ ہی کسی حکم شرعی کی بنیاد رکھتے ہیں چنانچہ ان کشوف کے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں کہ ان کا تعلق نہ عقائد سے ہے نہ احکام سے بلکہ احوال سے ڈاکٹر عثمانی کا ظہور کو حلول بنانا اور پھر ان کو عقیدہ قرار دینا یہ سب کچھ جھوٹ ہے جس چیز کے صوفیاء کرام قائل ہیں وہ صرف صفات الٰہی کا ظہور ہے جس کی تردید کتاب وسنت میں کہیں مذکور نہیں اور ان کا اثبات متواتر کشوف سے ہے۔

وحدۃ الوجود

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر کثرت کسی وحدت کی طرف سمٹ جاتی ہے جیسے دنیا میں بے شمار انسان ہیں لیکن آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کے انسانوں کی کثرت ایک فقط انسان میں سمٹ جاتی ہے اس کو وحدۃ انسانیت کہتے ہیں لیکن اس وحدۃ انسانیت کا کوئی انکار بھی نہیں کرتا اور اس کا کوئی غلط مطلب بھی نہیں بتاتا کہ کافر و مسلم دونوں انسان ہیں وحدۃ انسانیت کی وجہ سے یہ ایک ہیں اور کفر اور اسلام کے احکام ایک ہو گئے ہیں۔

بیوی اور بیٹی دونوں وحدۃ انسانیت میں شامل ہیں لیکن پھر بھی دونوں کے احکام الگ ہیں بیوی کے علیحدہ اور بیٹی کے علیحدہ۔ انسان کے اوپر حیوان ہے اور حیوانات کی ساری اکثریت لفظ حیوان میں سمٹ آتی ہے اس وحدۃ کا کوئی انکار نہیں کرتا لیکن وحدۃ کو ماننے کے باوجود کوئی یہ نہیں کہتا کہ ڈاکٹر عثمانی بھی حیوان ہے کتا اور خنزیر بھی حیوان ہے اس لئے خنزیر اور ڈاکٹر عثمانی ایک ہی چیز ہے اس کے اوپر وحدۃ جسم نامی ہے اس میں ڈاکٹر عثمانی، خنزیر اور کانٹے دار درخت بھی شریک ہیں لیکن عثمانی کبھی بھی اس کا مطلب یہ نہیں لیتا کہ میں خنزیر بھی ہوں اور کانٹے دار درخت بھی ہوں۔

اس کے اوپر وحدۃ جسم مطلق ہے جس میں عثمانی، گدھا، درخت، پتھر سارے شریک ہیں لیکن اس کی تشریح اتحاد کے ساتھ نہیں کرتا کہ عثمانی، پتھر درخت ایک ہی چیز ہیں ان وحدتوں میں صرف مخلوق شریک ہو سکتی ہے خالق شریک نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ نہ انسان ہے نہ حیوان نہ جسم ہے اس کے اوپر سب سے بڑی وحدۃ وحدۃ الوجود ہے جس میں جس طرح مخلوق کا وجود ہے خدا کا بھی وجود ہے اس میں خالق اور مخلوق دونوں آجاتے ہیں۔

لیکن خدا! خدا ہی رہتا ہے واجب واجب ہی رہتا ہے ممکن ممکن ہی رہتا ہے۔ ڈاکٹر عثمانی نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ خدا اور خدا بندہ بن جاتا ہے تو اس نے وحدۃ کو اتحاد کے معنی میں لیا ہے شیخ اکبرؒ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں اما القول بالاتحاد فھو من مقالات اھل الکفر والالحاد (بہر حال اتحاد کی بات کرنا پس وہ کفر اور الحاد والوں کی باتوں سے ہے) عجیب بے حیائی ہے کہ صوفیاء کرام جس عقیدہ کو کفر اور الحاد قرار دیتے ہیں وہ عقیدہ ان کے ذمہ تھوکنا ہے حالانکہ وحدۃ الوجود نہ عقیدہ کا مسئلہ ہے نہ احکام کا بلکہ احوال کا مسئلہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جگنو میں چمک

رکھی ہے لیکن سورج کی روشنی کے سامنے جگنو کی روشنی بالکل نظر نہیں آتی۔

اسی طریقہ سے جب صوفیاء کرام پر اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی تجلی ظاہری ہوتی ہے تو اس تجلی کے سامنے ان کو مخلوق میں کچھ نظر نہیں آتا اور وہ **لا موجود الا اللہ** (اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں) پکارتے ہیں اور یہ بھی اس وقت جب وہ غلبہ حال میں ہوتے ہیں اور ان پر کچھ تجلی کا غلبہ ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک تو توحید ایمانی ہے **لا معبود الا اللہ** (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) جس کو مانے بغیر کوئی مومن ہو ہی نہیں سکتا دوسری توحید خواص کی ہے **لا مقصود الا اللہ** (اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں) کیونکہ ریا کو حدیث میں شرک قرار دیا گیا ہے اس لئے **لا مقصود الا اللہ** کو توحید کہا جاتا ہے۔ اگر کسی میں یہ موجود ہو تو وہ خواص اور اولیاء اللہ میں شریک ہوتا ہے تیسری توحید شہودی ہے کہ جب کسی ولی کامل کو تجلیات باری کا مشاہدہ ہوتا ہے تو ان کو کوئی چیز نظر نہیں آتی اس لئے وہ **لا موجود الا اللہ** پکارتے ہیں یہ مسئلہ نہ ایمانیات میں سے ہے

کیونکہ ایمانیات کا تعلق **لا معبود الا اللہ** سے ہے اس لئے **لا معبود الا اللہ** کا منکر کافر ہوگا اسی طرح یہ توحید شہودی اخلاصیات میں سے بھی نہیں **لا مقصود لا اللہ** کا منکر کافر نہیں کہلائیگا ہاں غیر مخلص ہوگا اور ولی نہیں کہلا سکتا۔ **لا موجود الا اللہ** کا اگر کوئی قائل نہ ہو تو نہ اس سے ایمان کی نفی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اخلاص کی صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ شخص مقام مشاہدہ سے محروم ہے۔

وحدۃ الشہود

بعض حضرات نے صوفیاء کرام کے احوال میں سے وحدۃ الوجود کی تعبیر کو عوام کے لیے مشکل سمجھا بلکہ یہ سمجھا کہ یہ تعبیر عوام کے لیے گمراہ کن ہی ہوسکتی ہے اس لئے انہوں نے عوام کو سمجھانے کے لیے اس کی تعبیر وحدۃ الشہود سے فرما دی کہ جو ستارے رات کو آسمان پر چمکتے ہیں وہ دن کو بھی آسمان پر ہی ہوتے ہیں لیکن سورج کے سامنے نظر نہیں آتے اگرچہ انکا وجود آسمان پر مسلم ہے لیکن شہود نہیں اس لئے اس کو وحدۃ الشہود کہا جاتا ہے ڈاکٹر عثمانی نے وحدۃ الوجود کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ بندہ خدا میں ملکر خدا بن جائے اور وحدۃ الشہود کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ خدا بندے میں حلول کر کے بندہ بن جائے حالانکہ یہ دونوں تعبیرات صوفیاء کرام کے ہاں کفر ہیں اور ان کا دامن ان کفریات سے پاک ہے۔

وقالو الو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحب السعیر (القرآن)

اور کہیں گے اگر ہم ہوتے سنتے (تقلید کرتے) یا سمجھتے (اجتہاد کرتے) تو نہ ہوتے دوزخ والوں میں

﴿ساتواں باب﴾

نام نہاد جماعت المسلمین کے بیان میں

افادات

وکیل احناف رئیس المناظرین

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

نور اللہ مرقدہ

مرتب

مولانا عبدالرزاق صفدر

ناشر:

مکتبۃ الامین نزد قباء مسجد بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور

0300-2515899

❖ حضرت استاذ محترمؒ نے فرمایا ❖

یہ فرقہ مسعود احمد کی طرف منسوب ہے مسعود احمد پہلے بریلوی تھا اور پھر غیر مقلدین کا ناجائز بچہ بنا
..... اس نے ۱۳۷۵ھ میں جماعت غرباء اہلحدیث کی ایک ضمنی فرقی بنائی اس کا نام ''جماعت المسلمین
'' رکھا دس سال تک یہ نئی فرقی غرباء کے دودھ پر پلتی رہی آخر ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۹۷۴ء میں نیا مستقل
ہونے کا اعلان کر دیا جس کے پہلے امام بھی خود تھے ..... یہ لوگ اپنے علاوہ کسی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے
کہتے ہیں کہ حدیث میں کہ جماعت المسلمین کے ساتھ چمٹے رہو جو اس کو چھوڑ دے گا گمراہ ہوگا تو سوال یہ
ہے کہ یہ جماعت المسلمین مسعود والی تو ۱۹۷۴ء میں باقاعدہ طور پر وجود میں آئی تو اگر جماعت المسلمین
سے یہی جماعت المسلمین مراد ہے تو ۱۹۷۴ء سے پہلے بزرگان دین کے دین کا کیا اعتبار ہوگا؟
.... یہ شخص درحقیقت ختم نبوت کا منکر ہے۔

نام نہاد جماعت المسلمین کی ابتداء

یہ فرقہ مسعود احمد (بی ایس سی) کی طرف منسوب ہے مسعود پہلے بریلوی تھا اور پھر غیر مقلدین کا ناجائز بچہ بنا اور اپنی جماعت بنالی۔ فرقہ غیر مقلدین چند ہی سالوں میں کئی چھوٹی چھوٹی فرقیوں میں بٹ گیا فرقیوں کے نام یہ ہیں (۱) جماعت غرباء اہل حدیث ۱۳۱۳ھ، (۲) کانفرنس اہل حدیث ۱۳۲۸ھ، (۳) فرقہ ثنائیہ ۱۳۳۸ھ، (۴) امیر شریعت صوبہ بہار ۱۳۳۹ھ (۵) فرقہ حنفیہ عطایہ ۱۳۳۹ھ (۶) فرقہ شریفیہ ۱۳۴۹ (۷) فرقہ غزنویہ ۱۳۵۳ھ (جمعیت اہل حدیث ۱۳۷۰ھ (۸) محی الدین لکھوی فرقہ ۱۳۷۸ھ (خطبہ امارات صفحہ ۲۶) اس فہرست میں پہلے نمبر پر جماعت غربا اہل حدیث کا ذکر ہے اس کا مقصد تخلیق کیا تھا؟ جناب مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی کے شاگرد پروفیسر محمد مبارک صاحب تحریر فرماتے ہیں جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے لیے رکھی گئی صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدینؒ یعنی سید احمد شہید کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریزوں کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا (علمائے احناف اور تحریک مجاہدین صفحہ ۴۸) اسی فرقہ غرباء اہل حدیث کا ایک فرد مسعود احمد تھا جو پہلے اہل حدیث کہلاتا تھا یہ کوئی عالم نہیں ہے اردو کتابیں دیکھ کر ''نیم ملا خطرہ ایمان'' کا مصداق ہے۔

اس نے دیکھا کہ جماعت غرباء اہل حدیث میں نظام امارت ہے اس کے دل میں بھی امیر بننے کا شوق انگڑائیاں لینے لگا مگر اس کا یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوتا نظر نہ آتا تھا کہ وہ جماعت غرباء اہل حدیث کا امیر بنے اس لئے اس نے ۱۳۸۵ھ میں جماعت غرباء اہل حدیث کی ایک ضمنی فرقی بنائی اس کا نام جماعت المسلمین رکھا دس سال تک یہ نئی فرقی غرباء کے دودھ پر پلتی رہی آخر ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۹۷۴ء میں نیا مستقل ہونے کا اعلان کر دیا۔ جس کے پہلے امام بھی خود تھے وہ اس نئی جماعت کی ضرورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں راقم الحروف اور جماعت المسلمین کے تمام افراد کا پہلے مختلف فرقوں سے تعلق رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تلاش حق کی پہلی اشاعت کے بعد سے اب تک جو لوگ بھی جماعت المسلمین سے وابستہ ہوئے ہیں وہ اب کسی فرقہ میں شامل نہیں ہیں وہ تمام فرقوں اور فرقہ

وارانہ ناموں سے اپنی بریت کا اعلان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس توبہ اور رجوع الی الحق کو قبول فرما کر استقامت عطا فرمائے آمین (خلاصہ تلاش حق صفحہ۴)

جماعت المسلمین کا رجسٹریشن نمبر

امیر جماعت المسلمین مسعود احمد نے درخواست دے کر اپنی جماعت سرکاری طور پر رجسٹرڈ کرائی ہے چنانچہ اس جماعت کا رجسٹریشن نمبر ۳۱۶۳/۶۶۰۶۵ ہے (تاریخ المسلمین)۔

تبصرہ: یہ ہے مسعود صاحب کی جماعت المسلمین کی حقیقت کہ اگر وہ اس کو رجسٹرڈ نہ کرائیں تو وہ محفوظ نہیں رہ سکتی گویا کہ ان کی جماعت کا اللہ محافظ نہیں ہے سرکاری قانون اس کا محافظ ہے کہ اگر رجسٹرڈ نہ کرائی جائے تو ڈاکو اس کو لوٹ سکتے ہیں یہ لوگ اپنے علاوہ کسی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے تلزم جماعت المسلمین کہ جماعت المسلمین کے ساتھ چمٹے رہو۔ جو اس کو چھوڑ دے گا وہ گمراہ ہوگا تو سوال یہ ہے کہ یہ جماعت المسلمین مسعود والی تو ۱۹۷۴ء میں باقاعدہ طور پر وجود میں آئی تو اگر تلزم جماعت المسلمین میں جماعت المسلمین سے یہی جماعت المسلمین مراد ہے تو ۱۹۷۴ء سے پہلے بزرگانِ دین کے دین کا کیا اعتبار ہوگا؟ کیا خواجہ معین الدین چشتی، بابا علی ہجویری، خواجہ نظام الدین اولیا، شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ گمراہ تھے؟ ان گمراہوں کے ذریعہ سے جو دین مسعود احمد کو ملا اس دین کا کیا اعتبار ہے؟ اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا یہ شخص درحقیقت ختم نبوت کا منکر ہے کیونکہ اس کے نزدیک تقلید شرک ہے تو پہلے بزرگانِ دین مقلد رہے ہیں تو مشرکوں سے تو یہ دین نہیں لیتا ہوگا البتہ اس کے پاس جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے ہونگے ان سے دین سمجھتا ہوگا جبرائیل علیہ السلام نبی کے پاس حاضر ہوتے ہیں یہ بھی درحقیقت محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جتنے لوگ تقلید کو شرک کہتے ہیں وہ بھی درحقیقت محمد رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر مسعود احمد اور غیر مقلدین اور مرزا غلام احمد قادیانی میں کیا فرق ہے؟ یہ سارے ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔

(اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام باطل فرقوں سے محفوظ فرمائے اور ہمیں مسلک اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی کے ساتھ چمٹا رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بھی اسی مسلک پر فرمائے۔ الراقم الاثیم عبد الرزاق صفدر)

مسعودی فتنہ سے بات کرنے کا طریقہ

خدا تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے تیرہ سو اسی سال بعد مسعود نامی شخص نے کراچی میں جماعت المسلمین بنائی جو عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح ایک بے سند فرقہ ہے نہ ان کے مکمل عقائد کی کوئی کتاب ہے نہ مکمل احکام کی وہ اپنے فرقے کو قیامت تک حق ثابت نہیں کر سکتے جیسے ہندو، سکھ، یہودی، مرزائی اسلام کے کسی مسئلہ پر اعتراض کر کے یوں سمجھ لیتے ہیں کہ اسلام باطل ہو گیا اور مرزائیت سچی ہو گئی اسی طرح یہ لوگ مذاہب اربعہ کو باطل کہتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کو باطل کہنے سے ہم سچے ثابت ہو گئے۔

قراۃ عاصم کوفی اور مذہب حنفی

جس قاری عاصم کوفی نے خدا تعالیٰ کا مکمل اور متواتر قرآن مدوّن کیا اس تدوین کی وجہ سے لوگ اس کو قراۃ عاصم کہتے ہیں اسی طرح سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ نے نبی اقدس ﷺ کی مکمل اور متواتر سنت کو مرتب کرایا اسی وجہ سے لوگوں میں اس کا نام مذہب حنفی قرار پایا جس طرح قرآن اس کامل اور متواتر کتاب کا نام ہے جس کی مسلمان ہر جگہ تلاوت کر رہے ہیں شاذ و متروک قراتوں کو نہ مسلمان قرآن کہتے ہیں نہ ان کی تلاوت کرتے ہیں اسی طرح مذہب کا معنی راستہ ہے جو رات دن چلتا ہو مذہب حنفی اس مکمل اور متواتر مسائل کا نام ہے جن پر حنفی ہر جگہ عمل کر رہے ہیں کتابوں میں بعض فرضی اور شاذ مسائل بھی ہوتے ہیں جن پر حنفی عمل نہیں کرتے وہ مذہب حنفی نہیں کہلاتے۔

طریق کار: جماعۃ المسلمین کا دعویٰ ہے کہ مذہب حنفی باطل ہے۔ طریقہ یہ ہوگا کہ دس معتبر آدمی بٹھائے جائیں گے جس میں پانچ کا حنفی ہونا ضروری ہے اور پانچ کا مسعودی۔ ان پانچ میں مکمل تین تین علماء ہونگے ایک ایک اسلامیات کا پروفیسر ہوگا اور ایک ایک دین دار وکیل ہوگا یہ حضرات پہلے اس حلف نامہ پر دستخط کریں گے کہ ہم حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ اس بحث میں جو کچھ ہمیں دکھایا جائے گا وہ ہی کچھ لکھیں گے اور اپنی تحریر کے بارے میں دنیا میں بھی اور آخرت کی عدالت میں بھی جوابدہ ہونگے اس کے بعد مسعودی فرقہ والے قرآن و حدیث کا ایسا ترجمہ لے کے بیٹھیں گے جو فریقین کے ہاں مسلم ہوگا کیونکہ فرمان نبوی ﷺ ہے

قیامت کو سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اس لئے نماز سے بات شروع ہوگی۔

نمبر۱: حنفی مناظر اپنی مکمل اور متواتر فقہ سے نماز کی شرائط انکی ترتیب شرط کی تعریف شرط کے منکر کا حکم اور تارک کا حکم بیان کرے گا مسعودی فرقے کا مناظر قرآن وحدیث کے ترجمہ سے دکھائے گا کہ نماز کی یہ شرائط باطل ہیں اور ان کی یہ ترتیب، شرط کی تعریف اور اس کے احکام باطل ہیں وہ دس حضرات اس کو نوٹ کرلیں گے اگر ایسا ہوگیا تو حنفی مناظر لکھ دے گا کہ ہم نے یہ شرائط چھوڑ دیں کیونکہ یہ قرآن و حدیث کے خلاف ہیں اس کے بعد کہے گا کہ چونکہ ہم نے نماز نہیں چھوڑی اس لئے ہمیں نماز کی صحیح شرطوں کی ضرورت ہے اب یہ قرآن وحدیث کے ترجمہ سے نماز کی مکمل شرائط اور ان کی ترتیب، شرط کی جامع، مانع تعریف، اس کے منکر اور تارک کا حکم دکھا دے ہم ضد نہیں کریں گے اور فوراً تسلیم کرلیں گے۔

اگر وہ دکھا دے اور وہ دس آدمی ان کو لکھ دیں تو بات آگے چلے گی ورنہ دس آدمی تحریر کردیں گے کہ جو فرقہ نماز کی شرائط اور ان کی ترتیب اور تعریف بھی نہیں جانتا وہ اسلامی فرقہ نہیں ہوسکتا اس کو فتنہ تو کہا جاسکتا ہے کیونکہ وہ نہ حنفی شرائط کو باطل کرسکا ہے اور نہ ہی نمازیوں کو صحیح شرطیں بتاسکا ہے۔

نمبر۲: اگر بات آگے چلے تو پھر حنفی مناظر اپنی مکمل اور متواتر فقہ سے نماز کے ارکان اور ان کی ترتیب، رکن کی تعریف اور اس کے منکر کا اور تارک کا حکم بیان کرے گا فتنہ مسعودی کا مناظر قرآن وحدیث کے صاف ترجمہ سے ان چاروں باتوں کے باطل ہونے کو دکھائیگا اس کے بعد نماز کے ارکان، ان کی صحیح ترتیب، رکن کی صحیح تعریف اور منکر اور تارک کے صحیح احکام دکھائیگا اور دس آدمی اس پر لکھ دیں گے۔

نمبر۳، ۴، ۵، ۶: اسی طریقہ سے نماز کے واجبات مؤکدہ سنتیں، مستحبات، مباحات، مکروہات اور مفسدات پر بات ہوگی ہر ایک کی مکمل تعداد، مکمل ترتیب، مکمل تعریف اور مکمل احکام زیر بحث آئیں گے۔

نوٹ نمبر۱: کیونکہ یہ ایک جہالت کا فتنہ ہے اس لئے پہلے تو کہتے ہیں کہ مذہب حنفی قرآن و حدیث کے خلاف ہے جب ہمارے مفتیٰ بہا اور معمول بہا احکام کے خلاف کوئی آیت یا کوئی حدیث صحیح غیر معارض پیش نہیں کرسکتے تو پھر کہتے ہیں کہ یہ مسائل قرآن وحدیث میں نہیں ہیں تو ان سے فوراً لکھوانا

چاہیے کہ قرآن وحدیث کے خلاف بھی نہیں ہیں۔

نوٹ نمبر۲: اب مسئلہ پوچھا جائے گا کہ جو مسئلہ صراحۃً قرآن وحدیث میں نہ ہو کیا وہ باطل ہے تو کسی حدیث کو صحیح اور ضعیف کہنا بھی باطل ہوگا کیونکہ قرآن وحدیث میں یہ نہیں ہے کہ کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہا جائے پھر تو بخاری کو اصح الکتب کہنا بھی باطل ہوگا کیونکہ یہ جملہ قرآن وحدیث میں نہیں ہے اور حدیث کی چھے کتابوں کو ''صحاح ستہ'' کہنا بھی باطل ہوگا کیونکہ قرآن وحدیث میں کہیں ان کو صحاح ستہ نہیں کہا گیا صرف ونحو کے تمام قاعدے باطل ہونگے اصول حدیث اور اسماء الرجال کے تمام قاعدے باطل ہونگے اس فتنہ کے امیر مسعود اور امیر ثانی کا نام بھی قرآن وحدیث میں نہیں اس فتنہ کی جائے پیدائش کراچی کا نام بھی قرآن وحدیث میں نہیں جبکہ مرزائیوں کا دعویٰ ہے کہ ہمارے ربوہ کا نام قرآن وحدیث میں ہے۔

نوٹ نمبر۳: قرآن وحدیث کے لفظی ترجمہ کے علاوہ اس کو تشریح کا حق نہ ہوگا کیونکہ ہم نہ اس کو قرآن، یا حدیث، یا مجتہد یا اجماع مانتے ہیں اور قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی بات کرنے کا اس کو حق نہ ہوگا اگر اس نے کوئی ایسی بات کہی جو قرآن وحدیث کے ترجمہ سے نہ دکھا سکا تو پہلی مرتبہ اسے تحریری معافی مانگنا ہوگی اور دوسری مرتبہ اپنی شکست لکھ کر دینا ہوگی۔

نوٹ نمبر۴: یہی مذکورہ بالا طریقہ غیر مقلدین اور اہل قرآن سے اور تمام وہ اہل باطل جو قرآن یا حدیث کا نام لیکر عوام کو گمراہ کرتے ہیں ہونا چاہیے انشاء اللہ اگر یہی طریقہ ہوگا تو کبھی ہاروگے نہیں ہمیشہ فتح تمہارے قدم چومے گی بغیر کسی گھبراہٹ کے خود ہی دو تین مسئلے نماز کے یا وضو کے لکھ کر ایسے لوگوں کے پاس بھیجیں اور کہیں کہ یہ فقہ کے مسائل ہیں اس کے خلاف کوئی آیت یا حدیث صحیح صریح غیر معارض لکھ دیں اگر آپ لکھ دیں گے تو ہم اس مسئلہ کو غلط تصور کریں گے اور اس مسئلہ کو چھوڑ دیں گے چند ہی دنوں میں وہ آپ سے بات کرنا چھوڑ دیں گے۔

نام اس کا امینؒ تھا

......﴿از بقیۃ السلف، وکیل احناف، عالم باعمل مولانا فضل الرحمٰن افضل دھرکوٹی صاحب
دامت برکاتہم العالیہ مہتمم مدرسہ قاسمیہ خانقاہ شریف ضلع بہاولپور﴾......

وہ بحرِ علم کا درِ ثمیں تھا — فقاہت کے جہاں کا شہ نشیں تھا
امانت دار تھا علمِ نبی کا — اسی خاطر تو نام اس کا امیں تھا
امام اہل سنت تھا وہ بے شک — عدوِ اہلِ بدعت بالیقین تھا
سبھی احناف ہیں ممنون اس کے — وہ ان کے واسطے فتح مبیں تھا
مقلد و الہ و شیدا ہیں...... اس کے — وہ ان کا مہ لقا وَ مہ جبیں تھا
الرجی اس سے ہیں غیرِ مقلد — کہ تقلید ائمہ اس کا دیں تھا
اڑائی دھجیاں غیروں کی اس نے — طحاویؒ کا وہ گویا جانشیں تھا
کوئی منکر نہ ٹھہرا اس کے آگے — جو آیا وہ معاً زیرِ زمیں تھا
زبانِ بو حنیفہؒ بن کے آیا — مقابل جس کا کوئی بھی نہیں تھا
دلوں کو موہ لیتی بات اس کی — تکلم اس کا تو ایسا حسیں تھا
ہر اک میدان میں فاتح رہا وہ — مبارز اس کا دائم ہی حزیں تھا
چلا جب اس جہاں سے سوئے عقبیٰ — تو افضل سب جہاں بے حد غمیں تھا

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد (الحدیث)

جو شخص کوئی نئی چیز پیدا کرے ہمارے اس (دین) کے معاملہ میں وہ جو اس سے نہیں ہے پس وہ مردود ہے

﴿آٹھواں باب﴾

بریلویت کے بیان میں

افادات
وکیل احناف رئیس المناظرین
حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی
نور اللہ مرقدہ

مرتب:
مولانا عبد الرزاق صفدر

ناشر:
مکتبۃ الامین نزد قباء مسجد بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور
0300-2515899

﴿حضرت استاذ محترمؒ نے فرمایا﴾

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی کام کرنے کے لیے اس کے جواز کی دلیل کا قرآن وحدیث سے ملنا ضروری نہیں ہاں اگر منع کرے تو منع کرنے والے کے ذمہ دلیل ہوگی..... دین کا مسئلہ دنیا کے برعکس یہاں دلیل اس کے ذمہ ہے جو کسی کام کو جائز کہے، جو نفی کرے اس کے ذمہ دلیل نہیں...... مباحات اگر امور دنیا میں ہوں تو اباحتِ اصلیہ میں آئیں گے اگر مباحات شرعی ہوں تو شرعی دلیل کی ضرورت ہوگی..... دیوبندی کامل اہلسنت ہیں اور بریلوی ناقص اہلسنت ہیں...... کسی سے مدد طلب کرنے کی تین صورتیں ہیں (۱) خود اسی سے مدد مانگنا یہ عندالقبر بھی ناجائز اور دور سے بھی ناجائز ہے (۲) وسیلہ بنا کر دعا مانگنا یہ عندالقبر بھی جائز اور دور سے بھی جائز ہے (۳) قبر والے سے دعا کرنا انبیاء علیہم السلام کی قبر کے پاس جا کر دعا کی درخواست کرنا جائز ہے.... اور جن کا خیال سماع موتی کا ہے ان کے ہاں بھی عندالقبر دعا کی درخواست کرنا جائز ہے مگر دور سے یہ استمداد ناجائز ہے..... بریلویوں کی کتاب الجوابات السنیہ میں مسلم لیگ کو مرتدوں کی جماعت قرار دیا ہے... اور قائداعظم کو جہنمیوں کا کتا قرار دیا ہے۔

دین اور دنیا کا فرق

جس طرح کسی دریا کے دو کنارے ہوتے ہیں اس طرف کے کنار کو "دنیا" کہتے ہیں اور دوسری طرف کے کنارے کو "آخرت" کہتے ہیں اسی طرح موت باڈر ہے موت سے پہلے کے نفع، نقصان کے لیے جو کام کیا جائے اسے دنیا کا کام کہتے ہیں اور جس کا نفع یا نقصان عذاب یا ثواب موت کے بعد ملتا ہو ایسے کاموں کو دین کا کام اور احکام شریعت کہا جاتا ہے۔

نمبر۱: دنیاوی امور کے لیے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک بطور ضابطہ کلیہ کے **انتم اعلم بامور دنیاکم** (صحیح مسلم۔ تم زیادہ جانتے ہو اپنی دنیا کے معاملات) اس لئے دنیاوی کاموں کے لیے دنیاوی تجربہ ہی دلیل ہے اس کے لیے کسی شرعی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً غذا، دوا وغیرہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کہ ہر دوا کا نام اور اس کا فائدہ قرآن وحدیث سے بیان کیا جائے یا ہر غذا کا نام اور اس کے فائدے قرآن وحدیث سے بیان کئے جائیں۔

ھاں دنیاوی امور اگر کہیں دین سے ٹکرائیں تو اس سے منع کیا جاتا ہے۔ مثلاً تجارت اور لین دین دنیا کی ایک ضرورت ہے اور ہر علاقہ کے باٹ الگ الگ ہیں طریقہ الگ الگ ہے کوئی جس طرح بھی تجارت کرے جائز ہے ہاں جوئے اور سود سے شریعت نے منع کر دیا تو جس تجارت میں سود اور جوئے کا دخل ہوگا اس سے منع کیا جائے گا اسی طرح لباس انسان کی ایک دنیاوی ضرورت ہے ہر قوم اور ہر علاقہ کے لباس کی تراش، خراش الگ الگ قسم کی ہوتی ہے اس لئے جو طریقہ بھی اختیار کیا جائے جائز ہے ہاں اسبال (لٹکانا) اور تشبہ سے منع کیا گیا ہے اس لئے لباس میں اگر تشبہ یا اسبال ہوگا تو اس سے منع کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی کام کرنے کے لیے اس کے جواز کی دلیل کا قرآن وحدیث سے ملنا ضروری نہیں ہاں اگر کوئی منع کرے تو منع کرنے والے کے ذمہ دلیل ہوگی۔

نمبر۲: احکام شرعیہ یا امور دینیہ کے بارے میں بھی آنحضرت ﷺ نے ایک ضابطہ کلیہ ارشاد فرمایا کہ **من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد** (بخاری صفحہ ۳۷۱ ج ۱ مسلم صفحہ ۷۷ ج ۲۔ جو آدمی ہمارے اس معاملہ (دین) میں وہ چیز جو اس (دین) سے نہیں ہے پیدا کرے پس وہ مردود ہے) اس

لئے دین کا مسئلہ دنیا کے برعکس ہے یہاں دلیل اس کے ذمہ ہے جو کسی کام کو جائز کہے اور جو نفی کرے
اس کے ذمہ دلیل نہیں اس کو اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ چونکہ جواز کی کوئی دلیل نہیں اس لئے یہ کام جائز
نہیں مثلاً **اشھدان علیاً ولی اللہ** پڑھنے والے کے ذمہ دلیل ہوگی منع کرنے والے کے ذمہ نہیں اذان
آخر میں **لا اللہ الا اللہ** پر ختم ہوتی ہے اگر کوئی **لاالہ الا اللہ** پر ختم کرنے کی بجائے **محمد رسول
اللہ** پر ختم کرے تو یہ قرآن وحدیث میں صراحۃً منع نہیں ہاں جو پڑھے گا دلیل اس کے ذمہ ہوگی۔

تمام نمازوں سے پہلے ایک اذان ہے اور جمعہ سے پہلے دو اذانیں ہیں لیکن عیدین اور جنازہ
سے پہلے نہ اذان ہے نہ اقامت اگرچہ کسی حدیث میں عیدین اور جنازہ سے پہلے اذان اور اقامت سے
منع نہیں کیا گیا تو بھی دلیل منع کرنے والے کے ذمہ نہیں بلکہ اذان اور اقامت کہنے والے کے ذمہ ہوگی
فرضوں کے درمیانی تشہد میں درود شریف پڑھنا کسی آیت یا حدیث میں منع نہیں کیا گیا لیکن پھر بھی فقہاء
اس سے منع کرتے ہیں بلکہ سہو کے سجدہ کو بھی لازم قرار دیتے ہیں۔

اگر کوئی سنی اذان میں **اشھدان ابابکر خلیفہ بلافصل** کہنا شروع کردے تو کسی آیت یا حدیث میں
صراحۃً منع نہیں کیا گیا لیکن پھر بھی اس اس کو بدعت کہہ کر منع کرتے ہیں۔

اذان اور اقامت میں **اشھدان محمد رسول اللہ** کے ساتھ ﷺ کہنا کسی آیت اور
حدیث میں منع نہیں کیا گیا لیکن اگر کوئی پھر بھی کہے تو اس کو بدعت کہہ کر منع کیا جائے گا ظہر کی نماز سے
پہلے عموماً طلبا سوئے ہوئے ہوتے ہیں تو ظہر کی اذان میں **الصلوٰۃ خیر من النوم** کہنا کسی آیت اور
حدیث میں منع نہیں کیا گیا اگر کوئی کہنا شروع کردے تو اس کو بدعت کہہ کر منع کیا جائے گا اذان میں **حی
علی خیر العمل** کہنا کسی آیت وحدیث میں منع نہیں کیا گیا لیکن اہل سنت اذان میں بالکل نہیں کہتے
بلکہ اگر کوئی کہے تو اس کو منع کرتے ہیں۔

نمبر۳: بریلوی استدلال اس طرح کرتے ہیں **یا ایھا الذین امنو ا صلوا علیہ و سلمو
تسلیماً** (سورۃ احزاب ۵۶۔ اے ایمان والوں رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر) تو شاید
بریلوں میں مؤذن ہی مؤمن ہے امام مقتدی اور باقی اہل محلہ سب مومن نہیں۔

قرآن پاک میں اس طرح کی بہت سی آیات ہیں مثلاً **یا ایھا الذین امنو انفقوا من**

طیبت ما کسبتم (سورۃ بقرہ ۲۶۷۔ اے ایمان والو خرچ کرو پاکیزہ چیزیں اپنی کمائی میں سے) اب
اگر کوئی اس بات کا اہتمام کرے کہ ہر مؤذن اذان سے پہلے اور ہر نمازی نماز سے پہلے پانچ روپیہ پنجتن
کے نام اور گیارہ روپے گیارہویں والے کے نام اور بارہ روپے بارہ اماموں کے نام اور چودہ روپے
چودہ معصوموں کے نام خیرات کرکے پھر اذان دے یا نماز پڑھے ورنہ اس آیت کا منکر ہے تو ایک ہی دن
میں بریلویوں کو چھٹی کا دودھ یاد آجائیگا۔

اسی طرح قرآن کریم میں **یا ایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً** (سورۃ احزاب
۴۱۔ اے ایمان والو یاد کرو اللہ تعالیٰ کی بہت سی یاد) میں بھی سب مومنوں کے لیے عام ہے اب اگر ہر
مؤذن اذان سے پہلے اور ہر صاحب اقامت اقامت سے پہلے اور ہر نمازی نماز سے پہلے ذکر کثیر کی
مجلس کا ایسا اہتمام کرے کہ جو کوئی اس میں شامل نہ ہو اس کو گمراہ اور خدا کا منکر کہا جائے اور دلیل میں یہ
آیت پیش کرے اور کہے کہ اس میں **لا قبل الاذان والا قامہ وَلا قبل الصلوٰۃ** کی قید دکھاؤ ورنہ ان
مجالس کو اپناؤ اور ان کا اہتمام کرو۔

اسی طرح درود شریف پڑھنے کا حکم اور سلام پڑھنے کا حکم جو قرآن میں صرف ایک جگہ آیا ہے
لیکن استغفار کرنے کا ذکر قرآن میں بہت جگہ آیا ہے اب اگر کسی علاقہ میں اذان اور اقامت اور نماز
سے قبل توبہ اور استغفار کی مجلس کو کوئی شخص اتنا لازم قرار دے کہ نہ کرنے والے تو گمراہ اور منکر قرآن کہے
اور ان سے مطالبہ کرے کہ آیات استغفار میں **الا قبل الاقامۃ یا الاقبل الصلوٰۃ** کا استثناء دکھاؤ
ورنہ تم قرآن کے منکر ہو یا تم بے دین ہو۔

اسی طرح قرآن پاک میں صلوٰۃ وسلام کا ذکر تو ایک جگہ ہے مگر جہاد کا حکم کئی جگہ آیا ہے اب
اگر کوئی مؤذن اذان اور نماز پر پابندی لگادے کہ جہاد کئے بغیر اذان اور نماز جائز نہیں اور جہاد والی
آیات پڑھ کر مطالبہ کرے کہ ہماری پابندی پر ایمان لاؤ یا **الاقبل الاذان وقبل الصلوٰۃ** کا استثناء
دکھاؤ اسی طرح ہمارا یہ سوال بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ دعا کے بارے میں حکم دیتے ہیں **ادعو ربکم
تضرعاً وخفیۃ انہ لایحب المعتدین** (سورۃ اعراف آیت نمبر ۵۵۔ پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور
چپکے چپکے اس کو خوش نہیں آتے حد سے بڑھنے والے) اور درود شریف بھی دعا ہے چنانچہ احمد رضا خاں

اپنے "رسالہ احسن دعاء فی آداب الدعا" صفحہ ۶ پر لکھتا ہے "درود شریف دعا" ہے اب جو لوگ اذان سے پہلے درود شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں ان کے ذمہ لازم ہے کہ اس آیت میں **الاقبل الاذان والاقامۃ** کا استثناء دکھائیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا حکم ہے "**واذکر ربک فی نفسک**" (سورۃ اعراف ۲۰۵) (اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں) جو لوگ عام نمازوں اور جمعہ کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں ان کے ذمہ ضروری ہے کہ **الابعد الصلوٰۃ والجمعۃ** کا استثناء دکھائیں قرآن پاک سے ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ دنیوی اور دینی امور میں فرق ہے دنیاوی امور میں دلیل منع کرنے والے کے ذمہ ہوتی ہے اور دینی امور میں دلیل کام کرنے والے کے ذمہ ہوتی ہے۔

مباحات

مباحات اگر امور دنیا میں ہوں تو اباحت اصلیہ میں آئیں گے اگر مباحات شرعی ہوں تو شرعی دلیل کی ضرورت ہوگی مثلاً ....

(الف): نماز کے آخری التحیات میں درود شریف پڑھنا سنت ہے اس کا آہستہ پڑھنا بھی سنت ہے اور بیٹھ کر پڑھنا بھی سنت ہے اور اس کا ماثور ہونا بھی سنت ہے۔

(ب): نماز جنازہ میں بھی درود شریف پڑھنا سنت ہے آہستہ پڑھنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر پڑھنا سنت ہے اور ماثور پڑھنا بہتر ہے یہ دونوں مسائل ایسے ہیں کہ فقہ حنفی میں صراحۃً ان کا حکم موجود ہے۔

نمبر۱: اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا مستحب؟ آہستہ آواز سے پڑھنا فرض، واجب، مستحب ہے یا بلند آواز سے؟ کھڑے ہو کر فرض، سنت، واجب مستحب ہے یا بیٹھ کر؟ جس طرح نماز اور جنازہ کے درود کے الفاظ کتب حدیث یا فقہ میں موجود ہیں اذان سے پہلے کن الفاظ میں درود شریف پڑھا جائے؟ کتب حدیث یا فقہ میں کونسے الفاظ درج ہیں؟

نمبر۲: اذان کی مشروعیت ۲ھ میں ہوئی اور سورۃ احزاب ۵ھ میں نازل ہوئی جس میں درود شریف پڑھنا نازل ہوا آیت کے نزول کے بعد صحابہؓ نے اپنے اپنے درود بنائے یا نبی پاک سے درود کا پوچھا؟ جو درود آپ نے بتایا کیا صرف وہ نماز کے ساتھ خاص ہے یا جنازہ میں اور اذان سے پہلے وہی

پڑھا جائے؟

نمبر۳: آیت کریمہ میں صلوٰۃ وسلام دونوں کا حکم ہے اس لئے سب مسلمان جب بھی آنحضرت ﷺ کا ذکر پاک کرتے ہیں یا اسم مبارک سنتے ہیں لکھتے ہیں تو ساتھ ﷺ ہوتا ہے کیا یہ درود پاک پڑھنے اور لکھنے سے صلوٰۃ وسلام دونوں کا حکم پورا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اس صیغہ پر مسلمانوں کا ایسا اتفاق ہے کہ آج تک کہیں لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آئی۔

نمبر۴: روضہ اقدس پر حاضری کے وقت سب لوگ **الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ** پڑھتے ہیں اور وہاں اس پر کوئی جھگڑا نہیں ہوتا کیونکہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ روضہ مقدسہ میں حیات ہیں اور روضہ مطہرہ پر پڑھا ہو درود وسلام آپ بنفسِ نفیس سنتے ہیں۔

نمبر۵: دور سے جب کوئی مسلمان درود شریف پڑھتا ہے وہ درود پاک فرشتے آنحضرت ﷺ پر پہنچا دیتے ہیں جیسے ہم کسی کو قریب سے السلام علیکم کہیں تو یہ خطاب وہ خود سن لیتا ہے لیکن اگر دور سے خط لکھیں وہ بھی صیغہ خطاب کے ساتھ خط لکھتے ہیں لیکن اس وقت کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ میں جس کو خط میں خطاب کر رہا ہوں وہ براہ راست یہ خطاب سن رہا ہے بلکہ یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ جب ڈاکیا اس تک خط پہنچادے گا تو خطاب صحیح ہو جائے گا اسی نیت سے ہم التحیات میں **السلام علیک ایھا النبی** پڑھتے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جس نے میری قبر پر درود پڑھا میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے" (مشکوٰۃ، بیہقی) اس حدیث کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے اگر بالفرض یہ حدیث نہ بھی ہوتی تو بھی یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ زندہ آدمی قریب سے سنتا ہے اور دور سے اس کو بات پہنچائی جاتی ہے اس بارہ میں بھی کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

خود فاضل بریلوی نے جن غیر ملکیوں کو خطوط لکھے کچھ خطوط افریقہ والوں کے نام ہیں کچھ برما والوں کے نام ہیں تو اپنے خطوط میں ان کو بصیغہ خطاب السلام علیکم لکھا ہے کوئی بریلی یہ نہیں کہتا کہ فاضل بریلی کا عقیدہ یہ تھا کہ افریقہ اور برما والے ہر وقت اس کے پاس حاضر وناظر ہیں اس سے معلوم ہوا کہ صیغہ خطاب حاضر وناظر کے لئے خاص نہیں۔

نمبر۶: اذان کے بعد جو درود شریف پڑھنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا وہ صرف مؤذن کو دیا یا سب لوگوں

کو؟ سب کو کھڑے ہو کر پڑھنے کا حکم دیا یا بیٹھ کر؟ اور بلند آواز سے پڑھنے کا حکم دیا آہستہ؟ اس درود پاک کے الفاظ بھی ارشاد فرمائے یا نہیں؟

نسائی میں یہ باب ہے "الصلوٰة علی النبی ﷺ بعد الاذان" اس لئے آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو اس کے ساتھ ساتھ اسی طرح کہو اور مجھ پر درود پڑھو جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں پھر میرے لئے وسلیہ کے مقام کی دعا مانگو اس درود اور دعا کے الفاظ علامہ سخاویؒ نے مسند احمد اور طبرانی کے حوالہ سے نقل فرمائے ہیں "اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامة و الصلوٰة القائمة صَلّ علیٰ محمد (القول البدیع صفحہ ۱۸۷)

اور دوسری حدیث میں ہے صل علی محمد عبدک ورسولک واعطه الوسیلة والشفاعة (القول البدیع صفحہ ۱۸۷) اذان کے بعد درود پڑھنے والی حدیث مشکوٰۃ میں بھی ہے اس کی شرح میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں "ومایفعله المؤذنون الاذان عقب الاذان من الاعلان بالصلوٰة والسلام مرارً اصله سنة والکیفیة بدعة لان رفع الصوة فی المسجدولوبالذکر فیه کراھة لاسیما فی المسجد الحرام لتشویشه علی الطائفین والمصلین والمعتکفین" (مرقاۃ المصابیح ۱۶۱ ج ۲) علامہ سخاوی فرماتے ہیں "قد احدث المؤذنون الصلوٰة والسلام علی رسول اللہ ﷺ عقب الاذان" (القول البدیع صفحہ ۱۹۲)

نوٹ: فاطمی شیعہ اذان اور اقامت کے عین درمیان یہ پڑھتے تھے السلام علی ملک الظاھر جب مصر کے ان فاطمیوں کے علاقوں کو صلاح الدینؒ ایوبی نے فتح کیا تو بطور تھویب الصلوٰة والسلام علی رسول اللہ ۷۸۰ھ میں شروع کرایا صرف فجر میں: (تھویب کی دلیل درمختار میں مسئلہ تھویب کے بعد فائدہ کے تحت اس کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے التسلیم بعد الاذان الخ)

تھویب کے بارے میں ایک تحقیقی تجزیہ

بعض ملکوں میں تھویب کا ذکر اور عمل ملتا ہے تھویب ایک یاددہانی ہوتی ہے اور وہ اذان کے بعد ہی ہوتی ہے لیکن اذان سے متصل نہیں بلکہ اذان اور اقامت کے عین وسط میں کیونکہ یہ یاددہانی ہے

جس سے لوگوں کو خبردار کرنا مقصود ہوتا ہے اس لئے تھویب بلند آواز سے ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث "صلوا علی" کا تعلق تھویب سے بالکل نہیں بلکہ اذان کے بعد متصلاً جو دعا پڑھی جاتی ہے اس کے ساتھ ہے۔

اذان سے قبل کسی ملک میں کوئی تھویب نہیں ہوتی اور پاک و ہند میں بھی اس کا کوئی نام و نشان نہ تھا جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ مولوی عبدالسمیع رامپوری نے "انوار ساطعہ" میں اور مفتی احمد یار خاں اوجھانوی نے "جاء الحق" میں اہل سنت اور اہل بدعت کے درمیان اختلافی مسائل پر بحث کی ہے لیکن ان دونوں کتابوں میں اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کا مسئلہ موجود ہی نہیں (درمختار میں بدعت حسنہ تھویب کو کہا ہے) اب بریلویوں نے صلوٰۃ وسلام کا وقت بدل ڈالا اور قبل الاذان کر دیا اور صیغہ بھی تبدیل کر دیا "علی" کی جگہ "علیک" کر دیا اور "یا" بھی بڑھا دی اب کوئی شخص اس کو تھویب میں داخل نہیں کر سکتا اس لئے اس کو اونچی پڑھنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔

نمبر۷: بریلوی کہا کرتے ہیں کہ درود کی آیت مطلق ہے اور ہر وقت اس سے درود پڑھنا ثابت ہے تو بات قابل غور ہے کیونکہ ان کا عمل مطلق نہیں بلکہ مقید ہے۔(۱) اذان سے پہلے ضروری ہے جو نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے درود کا منکر ہے گستاخ رسول ہے (۲) خاص صیغہ خطاب الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ نہ السلام علی رسول اللہ نہ الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ نہ ﷺ نہ درود ابراہیمی بلکہ ان درودوں کا پڑھنے والا گناہ گار منکر درود ہے۔(۳) بلند آواز سے پڑھنا جبکہ ذکر اور دعا میں اصل اخفاء ہے اور یہ تھویب بھی نہیں کہ لوگوں کو یاددہانی مقصود ہو کیونکہ تھویب اذان اور اقامت کے عین وسط میں ہوتی ہے اور یہ اذان سے پہلے ہے۔(۴) کھڑے ہو کر پڑھنا (۵) صرف موذن پڑھے۔ امام، سامعین اور سب اہل محلہ درود کے منکر اور گستاخ بنیں بیٹھے رہیں جب دعویٰ اور عمل مقید ہے تو مطلق دلیل سے کام نہیں بنتا بلکہ دلیل دعویٰ کے مطابق مقید ہونی چاہیے۔ بکری حلال ہے یہ مطلق ہے لیکن چوری کی بکری حلال ہے۔ قرآن پڑھنا جائز ہے مگر رکوع میں۔ غیر محرم سے نکاح جائز ہے مگر خالہ اور بھانجی کو جمع کرنا۔ بیوی سے جماع حلال ہے مگر حالت حیض میں وغیرہ (یہ سب مثالیں مطلق اور مقید کی ہیں اب اگر کوئی آدمی بکری چوری کر کے لائے اور کہے کہ حلال ہے اور جب اس سے دلیل طلب کی جائے تو دلیل مطلق دیتا۔ ہے کہ بکری حلال جانور ہے جب کہ دعویٰ اس کا چوری والی بکری ہے دعویٰ

مقید اور دلیل مطلق یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ہر آدمی اس کو پاگل کہے گا سمجھدار آدمی اس کو یہی کہے گا کہ جناب دلیل بھی ایسی ہی دو جس میں تیری چوری والی بکری کا ذکر ہو صرف اتنا کہنا کہ بکری حلال ہے کام نہیں چلتا اسی طرح دوسری مثالیں۔ اسی طرح علم سے کورے دل کے اندھے بریلوی حضرات کا حال ہے دعویٰ اور ہے دلیل اور ہے دعویٰ کے مطابق دلیل نہیں۔ صفدرؒ)

صلوٰۃ وسلام مروجہ کی ابتداء

صلوٰۃ وسلام جو آج کل رائج ہے بریلوی حضرات پڑھتے ہیں اس کی ابتداء کب ہوئی؟ اور کیوں شروع ہوئی؟ ابتدا اس کی یہ ہے کہ جب مرزائیوں کے خلاف تحریک چلی حکومت نے ہر طرح کے ظلم کئے مگر یہ تحریک نہ دب سکی بالآخر ظفر اللہ خاں (یہ مرزائی تھا اور پاکستان کا وزیر خارجہ تھا) اور مولوی سردار علی (جو سابق وزیر اوقاف صاحبزادہ فضل کریم کا والد ہے) کی فیصل آباد اسٹیشن پر ملاقات ہوئی ان دونوں کی ملاقات کی خبر اور تصویر اخبار میں بھی آئی تھی ان دونوں کی علیحدہ کمرے میں ملاقات ہوئی ظفر اللہ خاں نے پیسوؤں کی تھیلی مولوی سردار علی کو دی۔ ظفر اللہ خاں نے کہا حکومت ہر طرح کا ظلم کر کے اس تحریک کو دبانا چاہتی تھی مگر یہ تحریک نہ دب سکی (اس تحریک کے نوجوانوں کے جذبہ شہادت کو دیکھ کر ایک بہت بڑی مرزائن عورت بھی مسلمان ہوگئی تھی کہ ایک شہید ہوتا ہے اس کی جگہ دوسرا آجاتا ہے وہ بھی شہید ہو جاتا ہے اسی طرح تیسرا آجاتا ہے اسی طرح مسلسل سات نوجوان شہید ہوگئے اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اور ان کے درجات کو بلند فرمائیں۔ صفدرؒ) اور میرے ذمہ یہ کام ہے کہ اس تحریک کو دباؤں تو آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہماری اس تحریک کے سدباب میں تعاون فرمائیں ایسی صورت اختیار کریں کہ یہ تحریک منتشر اور اس کی اجتماعیت ختم ہوجائے اور کئی ٹکڑوں میں بٹ جائے اور ان کے درمیان آپس میں اختلاف پڑ جائے اور یہ ناکام ہوجائے چنانچہ ان دونوں کی ملاقات کے بعد جامعہ رضویہ فیصل آباد میں پہلی مرتبہ جمعہ کے دن عصر کی نماز کی اذان میں ۱۹۵۳ء میں صلوٰۃ وسلام مروجہ شروع ہوئی تو بریلوی جو تحریک ختم نبوت میں شریک تھے وہ سب نکل گئے کیونکہ پھر یہ باور کرایا گیا کہ مرزائی ہی صرف گستاخ رسول نہیں بلکہ دیوبندی بھی گستاخ ہیں کیونکہ یہ حضرات صلوٰۃ وسلام مروجہ کو بدعت کہتے ہیں تو جتنی جماعتیں اکٹھی تھیں ان سب میں انتشار ہوگیا اور کئی ٹکڑوں میں بٹ گئی اور پھر

ایک مہینہ میں پورے ملک کے اندر صلوٰۃ وسلام پھیل گیا (یہ ہے ان لوگوں کا حال جو صرف اپنے ہی آپ کو عاشق رسول سمجھتے ہیں اور باقیوں کو گستاخ کہتے ہیں آج اگر عظمت صحابہؓ کی تحریک چل رہی ہے تو یہ رافضیوں کا ساتھ دیتے ہیں ہر دور میں انہوں نے ڈٹ کر حق کی مخالفت کی ہے اللہ تعالیٰ ایسے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ الراقم الاثیم عبدالرزاق صفدر)

فلا یظہر علی غیبہ احداً o الا من ارتضیٰ من رسول (الایۃ) (سورۃ جن آیت نمبر ۲۶، ۲۷۔ سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی کسی کو مگر جو پسند کرلیا کسی رسول کو) اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول کو ہی غیب کی اطلاع ہوتی ہے اور کسی کو نہیں یعنی اللہ تعالیٰ علم غیب پر صرف نبی کو ہی مطلع کرتے ہیں اور کسی کو نہیں حالانکہ کتابیں بھری پڑی ہیں کشوف اور کرامات سے کہ ولیوں کو بھی علم غیب کی اطلاع ہوئی اس لئے جواب یہی ہوگا نبی اور رسول کے علم میں قطعیت یعنی علم یقینی ہوتا ہے اور ولی کو جو کشوف اور کرامات کے ذریعہ علم حاصل ہوتا ہے وہ ظنی ہوتا ہے لیکن کوئی کوتاہ ذہن اور کم علم اس آیت سے یہ نہ سمجھ لے کہ نبی اور رسول کو علم غیب حاصل ہوتا ہے اس آیت سے ہرگز علم غیب کا ثبوت حاصل نہیں ہوتا (تفصیل کے لیے تفسیر عثمانی دیکھ لی جائے زیر آیت **وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب** (الایۃ) سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۷۸)

حدیث اور قرآن میں مطابقت

قرآن پاک میں آتا ہے **ولا اقول لکم عندی خزائن اللہ** (سورۃ ھود آیت ۳۱) کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں) حالانکہ حدیث میں ہے کہ مجھے تمام زمین کے خزانے دیئے گئے (بخاری) تو بظاہر ان دونوں میں تضاد ثابت ہوتا ہے تو جواب اور تطبیق یہی ہوگی کہ یہ **الا بقدر معلوم** کی مد میں آجائے گا پوری آیت یوں ہے **وان من شیی الا عندنا خزائنہ وماننزلہ الا بقدر معلوم** معلوم اندازہ کے ساتھ (سورۃ الحجر پارہ ۱۴ یعنی اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں اور اتارتے ہیں ہم اندازہ معین پر) تو **الا بقدر معلوم** سے تضاد ختم ہوجائے گا (فافہم)

وَمَا اھل بہ لغیر اللہ

(سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۷۳۔اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا)

ای ماذبح باسم غیر اللہ صرف درمختارؒ نے یہ قول کیا ہے کہ اگر غیر اللہ کے نام زد کیا گیا ہوتو وہ حرام ہے اگر حرام چیز پر بھی اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو وہ کبھی حلال نہیں ہوتی کتے اور خنزیر کے ذبح کے وقت اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیا جائے وہ کبھی حلال نہیں ہوتے پھر شاہ عبدالعزیزؒ وغیرہ نے بھی اس قول کو قبول فرمایا اکثر علمائے دیوبند نے اس قول کو قبول فرمایا ہے البتہ ملاجیونؒ تفسیرات احمدی میں اور انورشاہؒ صاحب کشمیری اس قول کی خوب تردید کرتے ہیں کہ وہ حلال جانور ہوتا ہے اس لئے جو لوگ ایسے کام کرتے ہوں تو ان کو درمختار اور شاہ صاحبؒ کے قول ہی سے ڈرانا چاہے البتہ ایسا کام کرنے والوں پر تکفیر کی بھرمار نہیں کرنی چاہیے جلدی میں کیونکہ دوسرا قول موجود ہے احتیاط اسی میں ہے۔

تعویذ اور تمیمہ میں فرق

اکثر مماتی اور غیر مقلدین اور دوسرے جو اپنے آپ کو موحدین شمار کرتے ہیں، اپنے آپ کو ہی توحیدی سمجھتے ہیں اور سب کو مشرک کہتے ہیں تو وہ تعویذ اور تمیمہ میں کوئی فرق نہیں کرتے سب کو شرک کہتے ہیں حالانکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

تمیمہ یہ تم، یتم سے مشتق ہے یعنی تکمیل اور آخری حد مطلب یہ ہے کہ اس گنڈے اور تعویذ کو آخری حد سمجھ لینا اور اس کو موثر بالذات سمجھنا یہ شرک ہے کیونکہ اسباب کو موثر بالذات سمجھنا ہی تو شرک ہے اس لحاظ سے جن حدیثوں میں تعویذ وغیرہ کو شرک کہا گیا ہے ان سے مراد یہی تمائم ہیں جن کو آخری حد سمجھ لیا جاتا ہے۔اور تعویذ یہ عوذ سے مشتق ہے جس کا معنی پناہ حاصل کرنا جیسے اعوذ برب الناس وغیرہ اور جو تعویذ ہوتا ہے اس کو سبب کے درجہ میں رکھا جاتا ہے۔جس تعویذ میں دو چیزیں پائی جائیگی وہ جائز ہوگا نمبر ۱: الفاظ صحیح ہوں شرکیہ نہ ہوں نمبر ۲: موثر بالذات نہ سمجھ لیا جائے اگر کسی تعویذ میں کوئی ایک چیز نہ پائی جائے تو اس تعویذ کا استعمال کرنا درست نہیں۔جیسے دوائی وغیرہ کا درجہ ہوتا ہے اس لئے یہ شرک نہ ہونگے مماتی اور دیگر لوگ بغیر کسی فرق کئے کے ان کو شرک کہہ دیتے ہیں یہ درست نہیں کیونکہ پھر بہت ساری احادیث بے کار ہوجائیں گی جبکہ کتابوں میں کتاب الطب والرقی محدثین کتابیں لاتے ہیں اس میں بہت ساری

احادیث جواز پر دلالت کرتی ہیں تو ان حدیثوں کا کیا بنے گا؟ اگر ان حدیثوں کو بھی رد کر دیا جائے تو منکرین حدیث کو تو بہت اچھا موقعہ فراہم کرنا ہے (اس لئے غیر مقلدین اور دیگر حضرات سے التماس کرتے ہیں کہ ہرگز منکرین حدیث کو موقعہ فراہم نہ کریں ورنہ تم سارے گناہ گار اور مجرموں کی صف میں کھڑے ہوگے۔صفدرؒ)

اسباب کی اقسام

اسباب کی تین قسمیں ہیں (۱): یقینی، (۲): ظنی، (۳): وہمی

یقینی: جیسے پانی سے پیاس کا بجھ جانا اور لحاف سے سردی کا دور ہونا وغیرہ

ظنی: دوائی استعمال کرنا

وہمی: جیسے تعویذ وغیرہ استعمال کرنا اس کو تمیمہ کہنا غلط ہے کیونکہ تمیمہ وہ ہوتا ہے کہ جس کو موثر بالذات سمجھا جائے (تفصیل اوپر ملاحظہ فرمائیں)

ان تینوں اسباب میں حلال اور حرام کا فرق ہے خنزیر کھانا وغیرہ حرام ہے ناجائز دوا استعمال کرنا بھی حرام ہے (اضطراری حالتیں مستثنیٰ ہیں) اگر شریعت کے خلاف تعویذات ہوں تو حرام ہیں اس میں اضطراری حالت بھی مستثنیٰ نہیں کہ اضطراری حالت میں کوئی شرکیہ الفاظ لکھ کر لٹکانا یہ حرام ہے۔اگر بعض تعویذات ایسے ہوں کہ ان کا مطلب نہ سمجھ آئے تو دیکھا جائے گا کہ لکھنے والے کون ہیں اگر لکھنے والے علماء ہیں تو پھر ٹھیک ہے ورنہ غلط۔

عید میلاد النبی ﷺ کی ابتدا

عید میلاد النبی ﷺ کی ابتداء ہجرت کے چھے سو سال بعد ۶۰۴ھ میں ہوئی ایک بے دین بادشاہ مظفر الدین کوکری بن اربل اور ایک بدعتی مولوی عمر بن حیہ ابوالخطاب دونوں نے ملکر شروع کی اور اس وقت سے مختلف فیہ چلی آرہی ہے۔(دیکھئے اہل سنت اور اہل بدعت ایک حقیت اور ایک جائزہ صفحہ ۱۶۸)

واسطہ فی العروض اور واسطہ فی الثبوت

واسطہ فی الثبوت: یہ ہے کہ اولیا کرام کو با اختیار ماننا کہ جب چاہیں وہ کر سکتے ہیں ان کو کسی کی احتیاج نہیں۔

اور واسطہ فی العروض: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تصرف کے لیے بمنزلہ جارحہ بنیں یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو خود ان کے واسطے تصرف ظاہر فرمائے۔

نوٹ: یہ دونوں عقیدے درست نہیں۔

شفاعت کی اقسام:

علماء کرام نے شفاعت کی تین قسمیں بتائیں ہیں (۱) شفاعت بالوجاہت (۲) شفاعت بالمحبت (۳) شفاعت بالاذن

شفاعت بالوجاہت یہ ہے کہ جیسے آجکل ایم پی اے وغیرہ وزیر اعظم یا صدر سے کسی کام کی درخواست کرتے ہیں تو وہ ان کے کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان کا کام نہ کیا تو ہم سے علیحدہ ہو جائے گا اس لئے وہ مجبور ہو کو اس کا کام کرتے ہیں۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ ایسی مجبوری سے پاک ہیں وہ کوئی کام کسی کے مجبور کرنے پر نہیں کرتے بلکہ اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔ یہ شفاعت ہمارے نزدیک ناجائز ہے۔

شفاعت بالمحبت یہ ہے کہ کسی کی محبت میں انسان مجبور ہو کر کوئی کام کرے مثلاً کوئی محب سے اس کا محبوب کام کہتا ہے تو محب اگر اس کا کام نہیں کرتا تو محبوب ناراض ہو جاتا ہے اس لئے محبوب کی محبت سے مجبور ہو کر وہ محب کام کرتا ہے۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ ایسی مجبوری سے بھی پاک ہیں وہ کسی کی محبت میں مجبور ہو کر کام نہیں کرتے بلکہ اپنی مرضی سے کرتے ہیں جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں یہ شفاعت بھی ناجائز ہے۔

شفاعت بالاذن: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں اجازت دیں کہ سفارش کر تو وہ سفارش کر سکتا ہے۔

نوٹ: یہ شفاعت درست ہے اس کے ہم قائل ہیں (پہلی دو کے ہم قائل نہیں ہیں کیونکہ ان دونوں میں خدا تعالیٰ کی ذات میں نقص لازم آتا ہے اور یہ محال ہے اور جو چیز محال کو مستلزم ہو وہ بھی محال ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے شرک و بدعت سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ صفدرؔ)

نذر اور ایصال ثواب میں فرق

ایصال ثواب میں خود اس آدمی جس کو ثواب پہنچایا جا رہا ہے محتاج سمجھا جاتا ہے اور نذر میں اس آدمی کو محتاج نہیں سمجھا جاتا۔

(ایصال ثواب صحیح طریقہ سے کریں گے تو صحیح ہوگا ورنہ نہیں جس طرح نماز اگر صحیح طریقہ سے پڑھیں گے تو صحیح ہوگی ورنہ نہیں اگر کوئی شخص مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو نماز نہ ہوگی ایسے ہی ایصال ثواب ہے۔ استاذ محترمؒ نے فرمایا دنیا میں دو بہت بڑی ہستیاں ہیں ایک امام ابو حنیفہؒ اور ایک شیخ عبد القادر جیلانیؒ ان بزرگان دین کی وجہ سے ہم لوگ مسلمان ہوئے ہیں اگر سارا سارا دن ان کو ایصال ثواب کریں تو پھر بھی کچھ نہیں یہ لوگ دن ہو یا رات سال کے بارہ مہینے اور مہینے کے تیس دن اور دن کے چوبیس گھنٹے دین کی خدمت کرتے رہے کوئی دن متعین نہیں تھا۔ صفدرؔ)

کامل اور ناقص

دیوبندی کامل اہل سنت ہیں اور بریلوی ناقص اہل سنت ہیں دیوبندی کہتے ہیں ”کرنا“، یعنی جس کا شریعت نے کرنے کا حکم دیا اور ”ترک“، یعنی جس سے شریعت نے منع فرمایا بھی اتباع ہے بریلوی کہتے ہیں کہ جہاں ترک ہو وہاں اگر کر لیا جائے تو کیا حرج ہے تو گویا بریلویوں کے نزدیک ایک دلیل ”کیا حرج ہے“ بھی ہوا کرتی ہے بس اس دلیل سے یہ لوگ بہت بدعات ایجاد کرتے ہیں ان سے اگر کہا جائے کہ ذرا یہ تو دکھاؤ کہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا فرض ہے واجب ہے سنت ہے مستحب ہے ایسا دکھانے سے تو عاجز آ جاتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ جناب والا اس میں کیا حرج ہے اسی دلیل پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے قرآن و سنت پر نہیں۔ دیوبندی کہتے ہیں اذان کے درمیان میں اشھــــدان

محمد رسول الله میں محمد رسول اللہ پڑھنا سنت ہے۔ اور آخر اذان میں محمد رسول اللہ چھوڑ نا
ہے بریلوی کہتے ہیں آخر اذان میں محمد رسول اللہ پڑھ لینے میں کیا حرج ہے۔

قبروں پر چراغ جلانے پر لعنت

لعن رسول الله زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج (ابوداؤد، نسائی، ترمذی) یعنی حضور ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور اس پر سجدہ کرنیوالوں اور اس پر چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی۔

قبر پر چادر وغیرہ ڈالنا

تسجية القبر غیر مشروع اصلاً و مرّ علیّ بقبر رجل قد سجیّ علیه فنهاه

قبر پر چادر ڈالنا بالکل جائز نہیں اور حضرت علیؓ کا ایک ایسی قبر پر گذر ہوا جس پر چادر پڑھی ہوئی تھی تو آپ نے منع فرمایا (فتاویٰ مطالب المؤمنین)

قبر پر خیمہ یا کوئی عمارت بنانا

حضور ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت قائم کرنے اور اس پر لکھنے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس پر متعین فرما کر بھیجا کہ تصاویر کو مٹا دیں اور بلند قبروں کو مسنم کر دیں اور حضرت علیؓ نے ابوالھیاج اسدی کو اسی کام پر متعین فرمایا۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ)

اہل میت کے ہاں اجتماع اور کھانا پکانا دونوں بدعت ہیں

عن جریر بن عبداللہؓ قال کنا نری الاجتماع الی اهل البیت و صنعهم الطعام من النیاحة (رواه الامام احمد فی مسنده و ابن ماجه) حضرت جریر بن عبداللہؓ نے فرمایا کہ ہم صحابہؓ رسول اللہ ﷺ اہل میت کے ہاں لوگوں کا جمع ہونا اور اہل میت کا ان کے لیے کھانا تیار کرنا دونوں کو نوحہ جاہلیت سے سمجھتے۔

مدد طلب کرنا

استمداد (کسی سے مدد طلب کرنے) کی تین صورتیں ہیں۔

(۱)۔خود اسی سے دعا مانگنا یہ عندالقبر بھی ناجائز اور دور سے بھی ناجائز ہے۔

(۲)۔وسیلہ بنا کر دعا مانگنا یہ عندالقبر بھی جائز اور دور سے بھی جائز ہے۔

(۳)۔قبر والے سے دعا کرانا۔انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر کے پاس جا کر دعا کی درخواست کرنا جائز ہے صرف ابن تیمیہ نے اس کا انکار کیا ہے پھر اس پر علمائے نے رد کیا ہے اور جن کا خیال سماع موتی (قبر میں مردوں کے سننے) کا ہے ان کے ہاں بھی عندالقبر (قبر کے پاس) دعا کی درخواست کرنا جائز ہے مگر دور سے یہ استمداد ناجائز ہے۔

حضور پاک ﷺ نور ہیں یا بشر؟

آپ ﷺ نور ہیں یا بشر یہ کہنا درست نہیں جیسے یہ کہنا درست نہیں کہ آپ مسلمان ہیں یا نائی

نور: نور کہتے ہیں ظاهر لنفسه ومظهر لغیره (اپنی ذات کے لیے ظاہر ہونیوالا ہوا اپنے غیر کے لیے ظاہر کرنے والا ہو)

بشر: اور بشر کہتے ہیں کہ وہ مخلوق جس کا جسم ہاتھ سے پکڑا جا سکے اور روح ہوشیار ہو۔اس سے حیوانوں جنوں وغیرہ کو نکال دیا۔

قد جاء کم من الله نور وکتاب مبین

(تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب واضح)

اس نور میں تین اقوال ہیں۔(۱)۔اسلام ، (۲)۔قرآن ، (۳)۔نبی

صحیح قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی ہیں دیوبندیوں کے ہاں۔بعض کہتے ہیں کہ اس سے نبی مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ یهدی به الله میں واحد کی ضمیر ہے اور ماقبل میں دو چیزوں کا ذکر ہے تو "بهما" ہونا چاہیے تھا تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ والله ورسوله احق ان یرضوه اس آیت میں اللہ و رسول کے ذکر کے بعد ضمیر واحد کی ہے یعنی ان یرضوه میں "ہ" اور پیچھے دو کا ذکر ہے لیکن رضا ایک ہی ہے اور ضمیر کو واحد

لانے میں یہ حکمت ہے کہ اللہ رب العزت اور رسول ﷺ کی رضا واحد شئی ہے اسی طرح پہلی مثال میں ذکر دو چیزوں کا ہے لیکن ہدایت ایک ہی ہے جیسے آنکھیں دو ہی ہیں لیکن شعاع ایک ہے تو نبی اس معنی میں نور ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے نور ہدایت نہیں لیتا جیسے سورج کو اللہ تعالیٰ نے روشنی دی وہ کسی اور سے نہیں لیتا نبی فقط اللہ کا محتاج ہوتا ہے اور باقی سب ہدایت میں نبی کے محتاج ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ

بشر تو ہیں لیکن آپ کو جسد اطہر وہ عطا فرمایا تھا جو جنتیوں کو ملے گا۔ جنتیوں کے بارہ میں آتا ہے کہ ہوا کھائیں گے پسینہ خوشبودار آئیگا اور جنتیوں کے جسم پر بقا ہی ہے یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھیں آپ کی عقل بھی کامل تھی آپ کا نور بھی کامل تھا باقی انبیاء جزوی علاقہ کے لیے ہوتے تھے آپ عالمگیر نبی تھے جیسے ٹیوب اور بلب گلیاں روشن کرتے ہیں اور آفتاب تمام عالم کو روشن کرتا ہے اسی طرح باقی نبی جزوی علاقے کو روشن کرتے تھے اور آپ ﷺ تمام عالم کو روشن کرتے ہیں

سوال: بشر کا سایہ ہوتا ہے اور نبی پاک ﷺ کا سایہ نہیں تھا؟

جواب: عقائد قیاسی نہیں ہوتے اور پھر سایہ ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو قول پیش کرتے ہیں ضعیف ہے سند صحیح نہیں اور کئی احادیث بھی ہیں مثلاً مسند احمد کی حدیث ہے کہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت صفیہؓ میں لڑائی ہوگئی اس میں ہے کہ آپ کا سایہ پہلے اندر آیا اور بعد میں آپ تشریف لائے اسی طرح جن احادیث میں ظہر و عصر کا وقت بیان فرمایا ان میں بعض روایات ایسی ہیں جن میں فرمایا کہ جب میرا سایہ ایک مثل ہو جائے دو مثل ہو جائے۔

تطبیق: بعض احادیث میں حضور پاک ﷺ کے سایہ کا ذکر ہے اور بعض میں اس کی نفی ہے تو ان سب احادیث میں مطابقت یوں دی جائے گی کہ بعض اوقات سایہ ہوتا ہوگا اور بعض اوقات سایہ نہ ہوتا ہوگا۔

سایہ عدم نور کو کہتے ہیں جس طرح ایک طرف سے روشنی ہے تو دوسری طرف سے سایہ جیسے جب پرندہ نیچے ہو تو سایہ نظر آتا ہے اوپر چلا جائے تو سایہ نظر نہیں آتا کہ شعاعیں اوپر سے نیچے ہو جاتی ہیں

نبی کا نور ہونا ایسے ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ فلاں آدمی انسان صورت فرشتہ سیرت ہے آپ کی وصف فقط نور ہی نہیں بلکہ ہم تو آپ کو منیر (روشن کرنیوالا) بھی کہتے ہیں۔ سعید اسعد نے مناظرہ میں کہا کہ جنسِ نور کو سمجھائیں میں (استاذ محترم مولانا محمد امین صاحبؒ اوکاڑوی) نے کہا کہ جس طرح امی عائشہؓ، امی خدیجہؓ کا درجہ ہم سے بہت زیادہ ہے اگر اب کوئی کہے کہ چونکہ مردوں سے شان زیادہ ہے اس لئے ان کو مرد کہنا چاہیے اسی طرح شب قدر تو ایک رات ہے لیکن مرتبہ میں ہزار مہینوں سے افضل ہے اسی طرح جب نبی کی جنس کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو وہ اولاد آدم میں سے ہیں لیکن جب رتبہ کی بات آئی تو

لایمکن الثناء کما کان حقہ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ترجمہ۔ ممکن نہیں تعریف بیان کرنا آپ ﷺ کی جیسے کہ ان کی تعریف بیان کرنے کا حق ہے (بس آپ کی تعریف میں اتنا ہی کہا جا سکتا ہے) خدا کے بعد تیرا ہی مرتبہ ہے (لمبی بات کی کیا ضرورت ہے) مختصر قصہ یہی ہے۔ صفدر)

نور کیا ہے؟

اختلاف اس میں ہے کہ آپ ﷺ میں نور کیا ہے؟ زرقانی نے مصنف عبدالرزاق سے حدیث نقل کی ہے نشر الطیب میں بھی ہے یا جابر ان اللہ خلق نور نبیک من نورہ (اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے) احمد رضا بریلوی نے اپنے رسالہ "السفانی نور المصطفےٰ" میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا ظاہر معنیٰ بالکل کفر ہے اور حضرت تھانویؒ نے یہاں تاویل کی ہے کہ یہاں اضافت تشریفی ہے جیسے بیت اللہ، کلمۃ اللہ، روح اللہ، ناقۃ اللہ، حالانکہ بیت اللہ وغیرہ کا لغوی اعتبار سے معنیٰ بالکل غلط ہے کہ اللہ کے سونے کی جگہ لیکن اس جگہ کی عزت بیان کرنے کے لیے اضافت تشریفی کر دیتے ہیں بریلوی حضرات اس کی مثالیں غلط بیان کرتے ہیں کہ چراغ سے چراغ روشن ہو جائے سمندر سے پانی لے لیا جائے سمندر کے پانی اور چراغ کی روشنی میں تو کوئی فرق نہیں آتا تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ایک چراغ سے دوسرے چراغ کو روشن کیا تو دوسرے چراغ والی روشنی کو بھی روشنی ہی کہتے ہیں اسی طرح سمندر سے جو پانی لیا گیا اس کو بھی پانی کہتے ہیں اسی طرح آپ ﷺ کو بھی خدا ہی کہو اس کو انسان کیوں سمجھتے ہو۔ ہم صرف اس نور سے انکار کرتے ہیں جس سے بشریت والی نصوصِ قطعیہ کا انکار لازم آتا ہے نیز بشریت کا کوئی بریلوی انکار نہیں کر سکتا۔ سعید اسعد

،اشرف سیالوی (جو بریلوی مناظر ہیں استاذ محترمؒ کے ساتھ ان کا مناظرہ ہوا: صفدر) نے لکھ دیا تھا کہ تمام انبیا بشر ہیں جو بشریت کا منکر ہو وہ کافر ہے، ہم بشر ضرور مانتے ہیں مگر پکارتے نہیں جیسے وزیر اعظم حکومت کا نوکر ہے مگر نوکر کہنا اس کی توہین ہے لیکن بریلویوں نے حضور کی بشریت کا انکار کر دیا۔ حرمت سجدہ تعظیمی میں احمد رضا خاں لکھتا ہے کہ انبیاء نوع بشر میں معصوم ہوتے ہیں دو حدیثیں لکھی ہیں کہ انبیاء بھائی ہوتے ہیں اور صلوٰۃ الضحیٰ فی انوار المصطفےٰ میں لکھا ہے کہ انبیا ہماری مثل بشر ہوتے ہیں (بریلوی حضرات بشر تو مانتے ہیں مگر اس کی مثالوں میں شرارت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو حق سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ صفدر)

کافر ساز رضاخانیوں سے شرائط مناظرہ

۱۳۲۰ھ میں دارالعلوم دیوبند سے قادیانیوں کے بارے میں فتویٰ کفر شائع ہوا ۱۳۲۱، ۲۲، ۲۳ ،ان تین سالوں میں جو علماء کرام یہاں سے حج کے لیے جاتے رہے وہ علماء حرمین شریفین سے اس فتویٰ کفر پر تائیدی دستخط فرماتے رہے ان تین سالوں میں پورے عرب میں یہ چرچہ ہو گیا کہ ہندوستان میں ایک جھوٹا نبی اٹھا ہے اور عرب وعجم کے علماء نے اسے اور اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دیا ہے ۱۳۲۴ھ میں احمد رضا خان بریلوی نے "المعتمد والمستند" نامی ایک کتاب لکھی اس میں ترتیب یہ رکھی کہ پہلے مرزا قادیانی کا ذکر کیا اور اس پر فتویٰ کفر طلب کیا اس کے بعد لکھا و منهم قاسم نا نو توی ان کو مرزائی ظاہر کر کے ان کے ذمہ عقیدہ بھی یہی لگایا کہ وہ ختم نبوت کا منکر ہے ان کے ایک رسالہ "تحذیر الناس" سے تین صفحوں ۱۲، ۱۵، ۳۰ سے آدھا آدھا فقرہ لیکر ایک مستقل عبارت بنائی اس کا عربی ترجمہ بھی غلط کیا ایسا ظلم اگر کوئی خدا کی کتاب پر بھی کرے تو قرآن کی طرف بھی غلط باتیں منسوب کی جاسکتی ہیں جیسے ان الذین امنوا وعملوا الصالحات (سورۃ کہف آیت نمبر ۱۰۷ تحقیق وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے) سیدخلون جھنم داخرین (سورۃ مومن آیت نمبر ۶۰: شتاب داخل ہونگے دوزخ میں ذلیل ہو کر) یہ قرآن پاک کی دو آدھی آدھی آیتیں ملائی گئی ہیں اور چیلنج کیا جاسکتا ہے کہ اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو قرآن کا نہ ہو لیکن پھر بھی نہ یہ قرآن کی آیت کہلائیگی اور نہ ہی اس سے ثابت

ہونے والا مسئلہ قرآنی مسئلہ کہلائے گا اس لئے ہم بریلویوں سے ایک ہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم "حسام الحرمین" (مصنف احمد رضا) کا وہ صفحہ فوٹو سٹیٹ کروا دیتے ہیں جس میں احمد رضا نے مولانا نانوتوی کی ایک مسلسل عبارت پیش کی ہے بریلوی حضرات دوسری طرف تحذیر الناس کا وہ صفحہ فوٹو اسٹیٹ کروا دیں جس پر مسلسل عبارت اس طرح موجود ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ بریلوی قیامت تک ایسا نہیں کر سکتے مرزا قادیانی نے اتنا بڑا دھوکہ قادیان میں بیٹھ کر بھی نہیں کیا تھا جو احمد رضا بریلوی نے مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر کیا حق بات یہی ہے کہ مکہ میں بیٹھ کر اتنا بڑا جھوٹ بولنا کسی ادنیٰ حضرت سے نہیں ہو سکتا اس کے لئے تو واقعی کسی اعلیٰ حضرت کی ضرورت تھی۔

پھر حضرت گنگوہیؒ پر یہ جھوٹ بولا کہ انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ خدا تعالیٰ بالفعل جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ فتاویٰ رشیدیہ چھپا ہوا موجود ہے اس میں واضح طور پر ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتے ہیں وہ کافر ہے ومن اصدق من اللہ قیلا جس عقیدہ کو وہ کفریہ کہہ رہے ہیں اس کو ان کے سر تھوکنا واقعۃً بہت بڑی جسارت ہے کسی بڑے سے بڑے زبان دراز پادری کو بھی یہ جرات نہ ہوئی کہ قرآن پاک سے عیسیٰ علیہ السلام کا خدا ہونا ثابت کرتا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم اور شروع کا جملہ لقد کفر الذین قالوا چھوڑ جاتا حضرت گنگوہیؒ پر ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا کہ کوئی قرآن پر یوں جھوٹ بولے کہ قرآن میں بلا شبہ مریم کے بیٹے کو خدا لکھا ہے حالانکہ وہاں یہ لکھا ہے کہ جو مریم کے بیٹے کو خدا کہے وہ کافر ہے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اس دم تک احمد رضا ہی ایک شخص گذرا ہے جس نے مکہ اور مدینہ میں بیٹھ کر اتنا بڑا جھوٹ لکھا ہو اس کے بعد حضرت مولانا خلیلؒ احمد پر یہ الزام لگایا کہ معاذ اللہ شیطان کا علم نبی پاک ﷺ کے علم سے زیادہ وسیع ہے حالانکہ یہ عقیدہ مولوی عبدالسمیع رامپوری نے اپنی کتاب "انوار ساطعہ" میں لکھا کہ شیطان کا حاضر و ناظر ہونا ہر پاک اور ناپاک جگہ پر ثابت ہے اور ہم حضور پاک کو تو صرف مجالس میلاد میں مانتے ہیں اس کتاب پر خود احمد رضا کی تقریظ اور تصدیق موجود ہے لیکن حرمین شریفین میں جا کر اپنے اس عقیدے کو حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری کے سر پر تھوک دیا اور اپنا کفران پر ڈالنے کی حماقت کی۔

اس کے بعد منھم اشرف علی التھانوی لکھا کہ ان مرزائیوں میں سے ایک اشرف

تھانوی بھی ہے ان کی ایک عبارت "حفظ الایمان" سے پیش کی کہ اگر حضور کو عالم الغیب اس لئے کہتے ہیں کہ ان کو جمیع علوم غیبیہ معلوم تھے تو یہ عقلاً و نقلاً باطل ہے اور اگر بعض علوم کی وجہ سے کہتے ہو تو ایسا بعض علم غیب تو آپ کے نزدیک عام انسانوں بلکہ جانوروں کو بھی ہے اس قسم کی عبارت شرح مواقف میں موجود ہے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری شرح مواقف لے کر احمد رضا کے پاس گئے کہ اس عبارت اور مولانا اشرف علی تھانوی کی عبارت میں فرق واضح کریں اگر فرق نہیں بیان کر سکتے تو وہ ہی لکھو کہ شرح مواقف کا لکھنے والا اس کے پڑھنے ، پڑھانے والے اور اس عبارت پر اطلاع پانے کے بعد شرح مواقف کے مولف اور اسکے پڑھنے پڑھانے والوں کو کافر او مرتد نہ کہنے والے سب کافر او مرتد ہیں بریلی میں مولانا منظور احمد نعمانی کے پاس سردار گرداس پوری کا اس عبارت پر مناظرہ ہوا آخر میں یہ طے ہوا کہ اگر حفظ الایمان کی عبارت میں حضور پاک کی توہین نہیں ہے تو بعینہ یہی الفاظ نعمانی صاحب مولانا تھانوی کے بارے میں لکھ دیں مولانا نعمانی صاحب نے بعینہ وہ ہی الفاظ مولانا تھانوی کے بارے میں لکھ دیئے اور بانی مناظرہ سید رفاقت حسین شاہ صاحب نے واضح طور پر تحریر فرما دیا کہ علمائے دیوبند حق پر ہیں اور علماء بریلی جھوٹ پر۔

مولوی حامد رضا خاں خلف اکبر مولوی احمد رضا خاں اس وقت تو بول نہ سکا لیکن چند دن بعد اس نے اشتہار شائع کیا کہ اس عبارت سے مولانا تھانویؒ کی توہین نکلتی ہے اگر اس طرح کی عبارت یہ میرے بارے میں لکھ دیتا تو میں عدالت میں دعویٰ کر کے ثابت کر دیتا کہ اس میں میری ہتک اور توہین ہوئی ہے مولانا نعمانیؒ صاحب نے "الفرقان" کے آخری صفحہ کے باہر کی طرف بعینہ وہ ہی عبارت حامد رضا خاں کا نام لیکر چھاپ دی اور ساتھ چیلنج دیا کہ اگر تجھ میں ذرہ بھر صداقت ہے تو تجھ پر کھانا پینا اور غسل جنابت بالکل حرام ہے جب تک میرے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر نہ کرے لیکن مولوی حامد رضا خاں اسکے بعد ایسا خاموش ہوا کہ گویا صم و بکم والی آیت شاید اسی کے بارے میں اتری تھی اب ہمارا بھی یہی چیلنج ہے کہ کوئی رضا خانی مناظر حسام الحرمین کی ترتیب کے مطابق ہم سے مناظرہ کرے ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ رضا خانی مناظر زہر کا پیالہ پی کر مر سکتا ہے لیکن احمد رضا خاں کے چہرہ سے ان جھوٹوں کی سیاہی نہیں دھو سکتا۔

"هَل مِن مُبَارِزٍ يُبَارِزُنِي"

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

نوٹ: ہماری طرف سے ترتیب یہ ہوگی کہ احمد رضا خاں اپنی کتابوں کی روشنی میں گستاخ خدا، گستاخ رسول ﷺ تھا، گستاخ اہل بیت تھا، گستاخ صحابہ کرام تھا، فقہاء کا منکر اور اولیاء اللہ کا گستاخ تھا وہ اپنے فتویٰ حسام الحرمین کے مطابق ایسا کافر اور مرتد تھا کہ جو اسکو پرلے درجہ کا فاسق فاجر مسلمان سمجھے وہ بھی کافر اور مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کا نکاح کسی حیوان سے جائز نہیں اس کی ساری اولاد ولد الحرام ہے۔

کیا ہے کوئی رضا خانی مناظر جو اپنے اعلیٰ حضرت کو کفر کی ان تہہ بتہہ تاریکیوں سے نکال سکے جو ظلمات بعضھا فوق بعض کے قبیل سے ہیں۔

سپاہِ مصطفےٰ کے ایک اشتہار کا جواب

سپاہ مصطفےٰ نے اہل السنت والجماعت میں آگ بھڑکانے کے لیے ایک سوال شائع کیا ہے جس میں اہل حرمین شریفین اور علمائے اہل السنت والجماعت حضرات علمائے دیوبند کے اختلاف کا کچھ ذکر کیا ہے۔

لکھا ہے کہ شہاب ثاقب (از مولانا سید حسینؒ احمد مدنی) صفحہ نمبر ۴۷ پر وہابیہ کو گستاخ رسول لکھا ہے پھر پوچھا ہے کہ گستاخ رسول کافر ہوتے ہیں یا نہیں اور ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

نمبر 1: تو جواب یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک نبی پاک کے گستاخ کو کافر کہنا احتیاط کے خلاف ہے چنانچہ وہ الکوکب الشہابیہ میں لکھتا ہے کہ اس شخص نے ہمارے نبی پاک ﷺ کو معاذ اللہ صریح گالیاں دیں چوڑا چمار تک کہا آپ کے خیال کو معاذ اللہ گدھے کے خیال سے بدتر کہا مگر پھر بھی کہتا ہے کہ اس کو کافر کہنا خلاف احتیاط ہے جبکہ علمائے اہل السنت والجماعت حضرات علمائے دیوبند حضرت پاک ﷺ کے ایک بال مبارک کی توہین کو کفر سمجھتے ہیں۔

نمبر 2: سپاہ مصطفےٰ کے عقیدے کے مطابق اسرائیل کے صدر کا ذبیحہ حلال ہے کیونکہ وہ اہل کتاب ہے

لیکن امام کعبہ اور امام مسجد نبوی کا ذبیحہ حرام اور نجس ہے اگر چہ وہ لاکھ بار اللہ تعالیٰ کا نام لے (احکام شریعت)

نمبر3: سپاہِ مصطفےٰ کے بڑوں کی طرف سے یہ فتویٰ شائع ہوا تھا کہ موجودہ سعودی حکومت جب تک قائم ہے حج فرض نہیں لیکن آج کل سپاہِ مصطفےٰ والے ان کے پیچھے نماز تو نہیں پڑھتے ان کی امارت میں حج تو کر لیتے ہیں تو کیا مرتدین کی امارت میں حج ہو جاتا ہے؟

نمبر4: سپاہِ مصطفےٰ کے عقیدے کے مطابق بیت المقدس پر اہل کتاب کا قبضہ ہے اور بیت اللہ پر مرتدین کا اگر ان کو حکومت ملے تو وہ پہلا حملہ بیت المقدس پر کریں گے یا بیت اللہ پر؟

نمبر5: جو بریلوی عوام حج کے لیے جاتے ہیں اور ان ائمہ کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے ہیں جن کو سپاہِ مصطفےٰ مرتد کہتی ہے تو ان کو حج سے واپسی پر حاجی کہا جاتا ہے یا مرتد؟

نمبر6: اگر خدانخواستہ سپاہِ مصطفےٰ کی حکومت قائم ہو جائے (خدا گنجے کو ناخن نہ دے۔ صفدرؒ) تو وہ اہل سعودیہ سے جزیہ لیں گے یا زکوٰۃ؟

نمبر7: سپاہِ مصطفےٰ والوں نے پوچھا ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے وہ کافر ہو جاتا ہے یا نہیں تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ بریلویوں کی کتاب الجوابات السنیہ میں مسلم لیگ کو مرتدوں کی جماعت قرار دیا ہے اور بریلویوں کی کتاب "مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری" میں قائد اعظم کو جہنمیوں کا کتا قرار دیا ہے اور مسلم لیگ کے مرتد ہونے کی ایک دلیل یہ دی ہے کہ اس میں اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں اور کتاب "تجانب اہل سنت" میں علامہ اقبالؒ، حالیؒ وغیرہ کو کافر قرار دیا ہے ان سب کو کافر قرار دینے والے آپ کے ہاں کافر ہیں یا نہیں؟

نمبر8: مشرقی پاکستان کا جھنڈا مولانا ظفر احمد عثمانیؒ دیوبندی نے لہرایا اور مغربی پاکستان کا جھنڈا شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دیوبندی نے لہرایا تو کیا یہ دونوں ملک مرتدوں کے ملک شمار ہوں گے یا نہیں؟

نمبر9: قائد اعظم کی نماز جنازہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ دیوبندی نے پڑھائی جن بریلویوں نے ان کے پیچھے قائد اعظم کی نماز جنازہ پڑھی وہ کافر مرتد ہوں گے یا نہیں؟

نمبر10: سعودی حکومت نے ابتداً بہت تشدد کیا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے مزارات تک گرا دیئے اس وقت علمائے دیوبند کے وفد نے جا کر ان کو سمجھایا اور وہ اس سے باز آ گئے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ اس پہلے دور کے متعلق ہیں جب انہوں نے عملی طور پر توبہ کر لی تو بعد کے ایڈیشن میں یہ الفاظ نکال دیئے گئے تو جو بات ختم ہو چکی اس پر تیل ڈال کر آگ لگانا انسانیت نہیں ہے۔

بریلوی حضرات سے چند سوالات

نمبر1: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کافر ہے اور ان کے متبعین بھی وجہ یہ ہے کہ ان کا کلمہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ ہے جبکہ حضرت کے ایک مرید نے خواب میں یہ کلمہ پڑھا (اور حدیث میں ہے کہ تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ نے قلم اٹھا لیا ہے ان کی برائی برائی نہیں لکھی جاتی i۔ ایک سونے والا جب تک بیدار نہ ہو ii۔ جنون میں مبتلا شخص یہاں تک کہ اس کو افاقہ ہو اور بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے (الجامع الصغیر صفحہ ۲۴ ج ۲) اللہ تعالیٰ خواب پر پکڑ نہیں کرتا رضا خان ٹولہ خدا کے مقابلہ میں اس پر گرفت کرتا ہے۔ صفدرؒ) تو ہمارا سوال ہے کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرید سے (بیداری کی حالت میں) لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ پڑھایا (فوائد الفوائد اردو ترجمہ صفحہ ۲۵۱) اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ایک مرید سے (بیداری کی حالت میں) لا الہ الا اللہ معین رسول اللہ پڑھایا (رشاد الخیار صفحہ ۵۴) تو کیا ان دونوں حضرات پر بھی کفر کا گولہ برسے گا یا نہیں؟ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچ سمجھ کر جواب دینا۔

نمبر2: شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب تقویۃ الایمان (ص ۲۶) سے ایک عبارت نکالی "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے" اس کے بعد اپنی طرف سے یہ منطق جاری کی کہ ہر بڑے چھوٹے میں جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء داخل ہیں لہٰذا ان حضرات کی توہین ہے اس وقت ہمارے سامنے سلطان الاولیا حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات "فواد الفواد" ہیں اس کے صفحہ ۱۰ پر ہے "کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ساری مخلوق اس کے نزدیک اونٹ کی مینگنی کے برابر نہ ہو" اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "عوارف المعارف" صفحہ ۴۵ پر ہے "آدمی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام لوگ اس کے نزدیک مینگنیوں کی طرح نہ ہو جائیں" تو دریافت طلب یہ

ہے کہ آپ کی وہ منطق ان دونوں عبارتوں میں بھی جاری ہوتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو وجہ فرق کیا ہے؟ کیا تمام مخلوق اور تمام لوگوں میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام داخل نہیں؟ اور اگر جاری ہوتی ہے تو کیا آسمانِ ولایت کے یہ دونوں آفتاب و مہتاب بھی آپ کے نزدیک ایسے ہی کافر ہیں جیسے کہ حضرت شہید مظلوم؟ بینوا توجروا (اس سوال کا جواب تفصیل سے بیان کرو تمہیں اجر دیا جائے گا۔ صفدرؒ)

نمبر3: مولوی احمد رضا خان نے ملفوظات میں دیوبندیوں اور وہابیوں کو مرتد کہا ہے اور کہا ہے کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولد الزنا (ملفوظات اعلیٰ حضرت ۱۱۰) تو دریافت طلب یہ ہے کہ ایک نہیں سینکڑوں دیوبندی، وہابی ایسے ہیں جن کے نکاح میں بریلوی عورتیں ہیں یا جن بریلویوں کے نکاح میں دیوبندی، وہابی عورتیں ہیں اس فتویٰ کی رو سے ان کا نکاح ہوا یا نہیں؟ اگر ان کا نکاح ہو گیا ہے تو پھر احمد رضا اپنے فتویٰ کی روشنی میں مرتد ہوگا کیونکہ اس نے مسلمانوں کو مرتد قرار دیا ہے اور اگر انکا نکاح نہیں ہوا اور نعوذ باللہ زنا ہو رہا ہے تو پھر اپنے اعلان جہاد کیوں نہیں کر دیا؟ کہ بریلوی مرد اور عورتوں کو قتل کرنا واجب ہو چکا ہے کیونکہ وہ زنا کر رہے ہیں اور کروا رہے ہیں۔ ذرا کلیجے پر ہاتھ رکھ کر آخرت کو سامنے رکھ کر جواب قرآن سنت کی روشنی میں عنایت فرمائیں؟

نمبر4: جو شخص اولیا کرام کے مزارات پر بقصدِ زیارت جانے کو منع کرے وہ اہل سنت میں داخل ہے یا نہیں؟

نمبر5: جو شخص اس کو ممنوع اور ناجائز بتلائے جیسا کہ شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے۔ ان کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟ یہ اہل سنت میں داخل ہیں یا خارج؟

نمبر6: کیا نماز کی حالت میں آنحضرت ﷺ یا کسی دوسری واجب الاحترام ہستی کی طرف صرف ہمت کرنا یعنی ہر طرف سے حتیٰ کہ اللہ عزوجل کی طرف سے بھی قصداً اپنی توجہ پھیر کر آنحضرت ﷺ یا کسی دوسرے بزرگ کو مرکز توجہ بنالینا درست ہے یا نہیں؟ (مدلل لکھا جائے)

نمبر7: نماز کی حقیقت اور خشوع اور خضوع کی تعریف بتلائی جائے نیز حدیث شریف اَن تعبد اللہ کانک تراہ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱ کتاب الایمان۔ یہ کہ تو عبادت کرے اللہ کی اس حالت میں کہ

گویا اس کو تو دیکھ رہا ہے) کا مطلب بیان کیا جائے؟

نمبر8: جس شرک کے متعلق قرآن عزیز میں ارشاد ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذالک (سورۃ النساء آیت نمبر ۴۸۔ بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ) اس شرک کی جامع (اپنے تمام افراد کو اپنے اندر جمع کرنیوالی ہو۔ صفدرؒ) اور مانع (غیروں کو اپنے اندر داخل ہونے سے منع کرنیوالی ہو۔ صفدرؒ) تعریف کیا ہے؟ بحوالہ کتب معتبرہ بیان فرمائیں؟

نمبر9: جو چیز شرک ہے وہ تمام مخلوقات کی نسبت شرک ہے یا کوئی چیز ایسی بھی ہے کہ بعض مخلوقات کے لیے ثابت کیا جائے تو شرک اور بعض کے لیے ثابت کیا جائے تو شرک نہ ہو اگر ہے تو وہ کونسی ہے شق ہے اور وہ کونسا بشر ہے جس کے لیے اس صفت کو ثابت کرنا شرک نہیں؟

نمبر10: جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات اولیاء کرام کو ایسی قدرت دے دی ہے جس کی وجہ سے آپ بالکل مختار ہیں مریض کو چاہیں اچھا کر دیں اچھوں کو چاہیں بیمار کر دیں جس کو چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں سب کچھ ان کے اختیار میں ہے ایسے شخص کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

نمبر11: مشرکین عرب اپنے باطل معبودوں کے لیے جو قدرت اور تصرف ثابت کرتے تھے وہ اس کو ذاتی مانتے تھے یا عطائی؟ (مدلل لکھا جائے)

نمبر12: کیا وہ ان اپنے جھوٹے معبودوں کو خدا کی مخلوق اور اس کا محکوم اور مملوک نہیں جانتے تھے؟ کیا احادیث میں اس کا کچھ ذکر ہے؟

نمبر13: وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں وہ کون کون سی ہیں جو بشر میں نہ بالذات پائی جا سکتی ہیں نہ بالعرض یا ایسی کوئی بھی صفت نہیں؟

نمبر14: کسی مخلوق کی نسبت گو وہ ولی نبی کیوں نہ ہو یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ جمیع اشیاء پر قادر ہے تمام مخلوق کا پیدا کرنا، مارنا، جلانا، رزق دینا، مریض کرنا، تندرست کرنا، مالدار کرنا، تنگ دست کرنا، غرض جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اس کی قدرت اور اس کے فعل سے ہو رہا ہے وہ ہی مارتا ہے وہ ہی جلاتا ہے۔ جس قدر انعامات مخلوقات پر ہو رہے ہیں اس کے جود و کرم کا نتیجہ ہیں لیکن یہ سب باذن اللہ (اللہ کی اجازت

سے) ہے خدا نے اسے ایسی قدرت دے دی ہے کہ وہ اپنے اختیار سے سب کچھ کرتا ہے اور اس معاملہ میں بالکل مستقل ہے اصل فاعل وہ ہی ہے اللہ تعالیٰ تو محض معطئی قدرت (قدرت دینے والا) ہے بتلایا جائے کہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک وکفر ہے یا نہیں؟

نمبر15: اگر کسی مقصد پر کوئی طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرامؓ یا تابعینؒ یا ائمہ مجتہدینؒ سے ثابت ہو تو اس کو ترک کر کے دوسرا طریقہ ایجاد کرنا یا اس میں زیادتی مختلف فیہ پیدا کرنا بہتر ہے یا اسی پر اکتفاء کرنا مناسب ہے؟

نمبر16: آج کل شادی، غمی، ایصال ثواب اور عبادات میں کچھ بدعات سیئہ بھی رائج ہیں یا کل مستحب ہی ہیں؟ اگر کچھ رائج ہیں تو وہ کیا ہیں؟ مفصل لکھا جائے۔

نمبر17: عشرہ محرم میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سبیلیں لگانا، لنگر لوٹانا جس سے روافض (شیعوں) کی رسوم تعزیہ داری کی رونق ہوتی ہو آپ کے نزدیک کیسا ہے؟ اور تعزیہ داری کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

نمبر18: جو شخص کہے کہ مجاہدات اور ریاضات میں بعض امتی اپنے نبی سے بڑھ جاتے ہیں اس کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

نمبر19: زید کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو علم غیب عطائی تھا بایں معنیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قوت مدرکہ عطا فرمادی تھی جس سے آپ خود بخود بغیر تعلیم خداوندی غیب کی چیزوں کا ادراک فرمالیتے تھے بتلایا جائے کیا زید کا یہ عقیدہ صحیح مسلم اور مذہب اہل سنت کے مطابق ہے اگر نہیں تو یہ شخص اس عقیدے کی وجہ سے کافر ہے یا مسلمان اگر مسلمان ہے تو اہل سنت میں داخل ہے یا خارج؟

نمبر20: اگر کوئی شخص بغیر کسی استثناء کے تمام مغیبات کا علم جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے مانے اس کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟ عقائد اہل سنت اور فقہ حنفی کی کتابوں میں ایسے شخص کے متعلق کیا لکھا ہے؟

نمبر21: جناب رسول اللہ ﷺ آپ کے عقیدے میں انسان ہیں یا نہیں؟ (انسان اور بشر وہ ہے جس کا جسم پکڑا جا سکے اور اس کی روح عقلمند ہو۔ صفدرؒ)

نمبر22: انسان ہے یا نہیں؟

نمبر23: نوع کے افراد متحد بالذات ہوتے ہیں یا نہیں؟

قالوا انومن کما امن السفهاء الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون (القرآن)

وہ (دشمنِ صحابہؓ) کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بے وقوف (صحابہ کرامؓ) جان لو وہی (دشمن صحابہؓ) بے وقوف ہیں لیکن نہیں جانتے

﴿نواں باب﴾

مودودیت کے بیان میں

افادات

وکیل احناف رئیس المناظرین

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

نور اللہ مرقدہ

مرتب:

مولانا عبدالرزاق صفدر

ناشر:

مکتبۃ الامین نزد قباء مسجد بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور

0300-2515899

﴿حضرت استاذِ محترمؒ نے فرمایا﴾

مودودی صاحب کے بارے میں بھی لوگ یہی کہتے ہیں وہ رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں کہیں ہسپتال بنالیا، کہیں لائبریری کھلوادی حالانکہ یہ طریقہ عقل ونقل کے خلاف ہے یہ طریقہ دراصل یہود کا تھا ان سے شیعوں نے لیا پھر مرزائیوں نے اس کو پروان چڑھایا اور آج کل مودودی اور غیر مقلدین بھی اسی طرز پر کام کررہے ہیں.... جماعت اسلامی کا سب سے اہم کردار الیکشن میں ہوتا ہے تا کہ یہ مسلمانوں سے چندہ لے کر دینداروں کے ووٹ توڑیں اور بے دین اوپر آجائیں.... مودودی لکھتا ہے مجبوری کی حالت میں متعہ جائز ہے...... اور لکھتا ہے امام الانبیاء ﷺ نے بھی فرائض میں کوتاہیاں کی ہیں۔

مودودی صاحب کے نظریات وافکار

معیارِ حق: آج کل لوگوں نے دین حق پرکھنے کے لیے نئے نئے معیار بنائے ہیں کسی کے ہاں معیار یہ ہے کہ جو گاؤں میں ڈسپنسری کھول لے اس کا دین حق ہے کسی کے ہاں یہ معیار ہے کہ محلہ میں سلائی اسکول کھول لے اسی کا دین حق ہے بعض کے نزدیک جو آدمی ہر آدمی کو خوش ہو کر ملے اس کا نام خوش اخلاقی رکھا جاتا ہے اور اس کو دین حق اور معیار بنایا جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں نے مداہنت، بزدلی، چاپلوسی اور مجبوری کا نام خوش اخلاقی رکھ دیا ہے۔

جس فرقہ کے دو چار آدمی جس علاقے میں ہوں وہ بے چارے دوسروں کی چاپلوسی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑے خوش اخلاق ہیں اسی طرح رفاہی اداروں میں چندہ دینا یا رفاہی اداروں کے لیے چندہ لینا یہ بھی دین حق کا معیار سمجھا جارہا ہے۔

مودودی صاحب کے بارے میں بھی لوگ یہی کہتے ہیں کہ وہ رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کا حصہ لیتے ہیں کہیں اسپتال بنالیا کہیں لائبریری کھلوادی حالانکہ یہ طریقہ عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے یہ طریقہ دراصل یہود کا تھا ان سے رافضیوں (شیعوں) نے لیا پھر مرزائیوں نے اس کو پروان چڑھایا اور آج کل مودودیوں اور غیر مقلدین بھی اسی طرز پر کام کررہے ہیں کسی مصیبت یا پریشانی یا حرص ولالچ کو تبلیغ کا ذریعہ بنانا بقول علامہ مولانا محمد علی جالندھریؒ لیگ نہیں اغوا ہے ایک فرقہ تھوڑا لالچ دے سکتا ہے تو اس نے تھوڑے لالچ سے چند آدمی اپنے فرقہ کے بنائے دوسرا فرقہ اس سے زیادہ لالچ دینے والا آجائے تو یہی لوگ اس طرف چلے جائیں گے۔

قرآن پاک میں معیارِ حق ان لوگوں کو بنایا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین. (سورۃ فاتحہ۔ بتلا ہم کو سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے) اس میں صراط مستقیم پر استقامت کے لیے معیار کتاب وسنت کے نقوش کو نہیں فرمایا بلکہ ان رجال اللہ کو فرمایا جو کتاب وسنت کے عملی نمونے ہیں اور قرآن پاک میں دوسری جگہ ان کی تشریح یوں فرمائی کہ وہ چار جماعتیں ہیں ا۔

حضرات انبیاء علیہم السلام ۲۔صدیقین ۳۔شہداء ۴۔صالحین اس کے برعکس مودودی لکھتا ہے کہ رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو (دستور جماعت اسلامی) حالانکہ اللہ تبارک وتعالی نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ساتھ صدیقین اور شہداء اور صالحین کو معیار قرار دیا ہے۔

پہلا طبقہ: حضرات انبیاء علیہم السلام کو تو اللہ تبارک وتعالی نے جامعیت عطا فرمائی ہوتی ہے۔

دوسرا طبقہ: صدیقین وہ حضرات ہیں جو صفتِ علم میں نبی کے وارث ہوتے ہیں اور علم میں کمال درجہ مجہدین کا ہوتا ہے جو علم نبوی کی تفصیل وتشریح کرتے ہیں اور اس سے زندگی کے مکمل مسائل کا استنباط کرتے ہیں یہ خود شارع نہیں ہوتے البتہ علم نبوت کے شارح ہوتے ہیں نبی اور تمام امتیوں کے درمیان واسطہ فی التفہیم اور واسطہ فی البیان کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تیسرا طبقہ: تیسرا طبقہ شہداء کا ہے جو نبی کے دین کی خاطر ہر وقت اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کو تیار رہتے ہیں۔

چوتھا طبقہ: چوتھا طبقہ صالحین کا ہے جو عمل میں نبی کے وارث ہوتے ہیں اور مرتبہ احسان کے محافظ ہوتے ہیں جس کی ابتداء مراقبہ اور انتہا مشاہدہ پر ہے (ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك) حدیث قرب نوافل کے مطابق یہ لوگ نوافل میں دواماً مشغول رہتے ہیں۔

نوٹ نمبر ۱: ان آیات سے معلوم ہوا کہ نبی کے بعد کوئی فرد معیار نہیں ہوتا بلکہ معیار ایک مستقل جماعت ہوتی ہے نبی کی ذات بذاتہ معصوم ہوتی ہے لیکن نبی کے علاوہ کوئی فرد معصوم نہیں ہے البتہ امت کا اجماع معصوم ہے اس لئے نبی کے دین کا وہ حصہ جو بواسطہ اجماع امت ہمیں ملا وہ حصہ معصوم نبی کا دین معصوم واسطہ سے ہم تک پہنچا اور وہ ہمارے لئے حجت قاطعہ ہے کسی کو کوئی چون وچرا کی کوئی گنجائش نہیں۔اور دین کا وہ حصہ جس میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف رائے ہوا وہ معصوم نبی کی شریعت عادل ائمہ کے ذریعہ ہمیں ملی اور یہ اختلاف امت کے لیے رحمت واسعہ ہے ہمارے نام میں اہل سنت کے بعد اس

لئے والجماعت کا لفظ شامل ہے کیونکہ جماعت ہر فن میں معیار ہوتی ہے مسائل فقہ میں فقہاء کی جماعت معیار ہوگی جماعت کے خلاف کوئی کتنا بڑا فرد کیوں نہ ہو اس کی رائے کو شاذ سمجھا جائیگا یہ نہیں ہوسکتا کہ فقہاء کی پوری جماعت کسی مسئلہ میں غلطی پر چلنا شروع کردے غلطی ہمیشہ فرد کو لگا کرتی ہے لیکن جماعت اس غلطی کی تصحیح کردیتی ہے اور چلنے نہیں دیتی اسی طرح حدیث میں محدثین کی جماعت، تاریخ میں مورخین کی جماعت، عقائد میں متکلمین کی جماعت تصوف میں صوفیاء کرام کی جماعت معیار بنے گی۔ جماعت کے خلاف افراد کے اقوال کو شاذ سمجھا جائیگا ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ کسی مورخ یا محدث یا فقیہ یا صوفی یا متکلم کو کبھی غلطی نہیں لگی ہم کہتے ہیں غلطی کرنے کا صرف امکان ہی نہیں بلکہ وقوع بھی ہوا لیکن متعلقہ جماعت نے اس غلطی کو چلنے نہیں دیا۔

نوٹ نمبر ۲: اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ حق کے اس معیار پر ایک ہی جماعت پوری اتری ہے، جس کو اہل السنت والجماعت کہتے ہیں کیونکہ تاریخ کی متواتر شہادتیں یہی بتاتی ہیں کہ امت میں جتنے صدیقین یعنی فقہاء ومجہدین ہوئے وہ سب اہل السنت والجماعت تھے اور امت میں جہاد کا سلسلہ ہمیشہ اہل السنت والجماعت ہی نے جاری رکھا اور تاریخ میں جتنے بڑے بڑے اولیاء کا تذکرہ ہے وہ سب اہل السنت والجماعت ہی ہوئے اور پھر اہل السنت والجماعت میں حنفیت کی یہ ایک خصوصیت رہی کہ فقہ میں بھی انکو مقام نبوت نصیب ہوا اشاعت اسلام میں، عالمگیریت میں حنفیت ہی نبی پاک کی وارث قرار پائی کیونکہ باقی ائمہ کے مقلدین ایک ایک دو دو علاقوں میں ملتے ہیں لیکن حنفیت چار دانگ میں پھیلی۔ جہاد ہمیشہ خلفاء وسلاطین کی زیر نگرانی ہوتا ہے اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سلاطین اسلام میں سے تقریباً اٹھانوے فی صد حنفی رہے اسی طرح اولیاء اللہ میں بھی اکثریت احناف ہی کی رہی خلاصہ یہ ہوا کہ معیار جماعت ہوتی ہے اس لیے رسول اقدس ﷺ نے کبھی هِيَ الْجَمَاعَةُ (مسند احمد، ابوداؤد ص ۲۸۳ جلد دوئم۔ وہ معیار جماعت ہے) فرمایا اور کبھی عليكم بالجماعة (مسند احمد، ترمذی ص ۳۹ جلد دوئم۔ جماعت کو لازم کرپکڑنا) فرمایا کبھی يد الله على الجماعة (ترمذی ص ۳۹ جلد دوئم۔ اللہ کا ہاتھ اوپر جماعت کے ہے) فرمایا اور جماعت سے کٹنے والوں کو شاذ اور دوزخی فرمایا۔

صحابہ (رضی اللہ عنھم) معیارِ حق ہیں

قرآن پاک میں ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی ونصله جهنم وسائت مصیرًا (سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱۵ اور جو کہ مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس کی اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا) اسمیں سبیل المومنین کو اتباع رسول کا معیار قرار دیا گیا ہے اور مؤمنین کے کامل ترین افراد صحابہ کرام ہیں دوسری جگہ واذاقیل لهم امنو اکماامن الناس قالو اانومن کماامن السفهاء الاانهم هم السفهاء ہے (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۳ اور جب کہا جاتا ہے ان کو ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے سب لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف جان لو وہ ہی ہیں بیوقوف) اس آیت کریمہ میں صحابہ کرامؓ کے ایمان کو معیار قرار دیا گیا ہے اور جو انکو معیار نہ سمجھے انہیں سفہا ء بتایا گیا ہے تیسری آیت میں ہے فان امنو بمثل ماآمنتم به فقد اهتدوا (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۳۷ سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح پر تم ایمان لائے ہو تو ہدایت پائی انہوں نے بھی) اس آیت کریمہ میں بھی صحابہ کرامؓ کے ایمان کو معیار قرار دیا گیا ہے لیکن رافضی (شیعہ) اور مودودی صحابہ کرامؓ کو معیارِ حق جاننے کے لیے تیار نہیں ہیں مودودی لکھتا ہے۔

خلفائے راشدین کے وہ فیصلے بھی اسلام میں قانون قرار نہیں پائے جو انہوں نے بحیثیت قاضی کئے تھے (ترجمان القرآن جنوری ۵۸) عجیب بات ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کو تو مودودی معیار حق نہیں مانتا مگر اپنی جماعت کے بارے میں لکھتا ہے جو گروہ قرآن کی نصوص قطعیہ سے مرتب کئے ہوئے اس دستور اسلامی کے اندر ہیں انہیں ہم امت مسلمہ کے اندر شمار کرتے ہیں اور جن لوگوں نے ان حدود کو پھاند لیا ہے انہیں دائرہ امت سے باہر سمجھنے پر مجبور ہیں (ترجمان القرآن) صفحہ ۲۷۷ ج ۲۶

اور دوسری جگہ لکھتا ہے بات یہ ہے کہ جب ہم یقین سے کہتے ہیں کہ حق صرف یہ ہے اپنی

جماعت اسلامی۔ تو اس سے خود بخود یہ بات اخذ ہوتی ہے اس نظریہ کے خلاف جو کچھ ہے وہ باطل ہے (ترجمان القرآن صفحہ ۲۷۷، ج ۲۶) گویا مودودی اپنی جماعت کو تو معیار حق سمجھتا ہے لیکن نبی پاک ﷺ کی جماعت کو معیار حق ماننے کے لیے تیار نہیں۔ مودودی نے اپنی کتابوں میں امت کے ایک ایک طبقہ پر تنقید کی ہے نہ صحابہؓ کرام کو معاف کیا، نہ ہی اہل بیت عظامؓ کو، نہ فقہاءؒ کو، نہ محدثینؒ کو، نہ ہی صوفیاءؒ کرام کو، نہ ہی مجددین کو۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ امت اور اس کے سارے طبقے شروع سے بانجھ چلے آتے ہیں اس میں کوئی فرد کامل پیدا ہی نہیں ہوا اگر چہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کو خیر القرون فرمایا ہے مگر مودودی کو اس امت کے کسی طبقہ میں کبھی کوئی خیر نظر نہیں آئی اس لئے ہمیں اس بات پر تعجب ہے کہ مودودی صاحب اپنا اور اپنی جماعت کا شمار ایسی بانجھ اور منحوس امت میں کیوں کرتے ہیں آخر ان میں کیا مجبوری ہے مودودی صاحب قرآن وحدیث کے صرف ترجمہ اور اس میں بھی اپنے فہم کو معیار حق قرار دیتے ہیں اگر چہ انکا فہم سبیل المومنین سے کتنا ٹکرا رہا ہو مودودی صاحب یہ تو ماننے کو تیار نہیں کہ کوئی شخص ڈاکٹری کی کتاب کے ذاتی مطالعہ سے ڈاکٹر بن سکتا ہے اسے ماہرین فن سے کچھ سمجھنے کی ضرورت نہیں بلکہ اپنے ذاتی مطالعہ سے وہ مسلمہ ماہرین فن پر تنقید کا حق بھی رکھتا ہے اور نہ ہی مودودی یہ مانتا ہے کہ کوئی آدمی تعزیرات پاکستان کا ترجمہ پڑھ کر کتنا بڑا قانون دان بن جاتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ ماہرین قانون کی تشریحات اور توضیحات سے بے نیاز ہو جاتا ہے بلکہ اس ذاتی مطالعہ کے بعد اسے یہ حق بھی مل جاتا ہے کہ چیف جسٹس صاحبان کے فیصلوں پر تنقید کرے اور ان فیصلوں کو آئین پاکستان کے خلاف قرار دے بلکہ وہ یہ بھی ماننے کو تیار نہیں کہ کوئی آدمی صرف تیراکی کی کتاب پڑھ کر ”تیراک“ اور ”غوطہ زن“ بن سکتا ہے مگر قرآن وسنت کے بارے میں مودودی کا نظریہ یہی ہے کہ انتہائی ناقص مطالعہ کے بعد بھی وہ نہ صرف کتاب وسنت کا ماہر بن جاتا ہے بلکہ اسے کتاب وسنت کے چودہ سو سالہ ماہرین کے منہ چڑھانے کا حق بھی مل جاتا ہے عجیب بات ہے کہ دنیا میں بھی ماہرین فن کی جماعت کو معیار سمجھا جاتا ہے ۔ قانون دان اسی کو کہا جاتا ہے جس کو ماہرینِ قانون ”قانون دان“ ہونے کی سند دیں اسی طرح دین میں فقیہہ اس کو مانا جائیگا جس کو فقہاء کی جماعت ”فقیہہ“ مانے محدث اسی کو کہا جائیگا جس کو محدثین کی جماعت ”محدث“ تسلیم کرے جس طرح چار کمہاروں کے کہنے سے کسی کو ڈاکٹر نہیں مانا جاسکتا اسی طرح

دو چار چماڑوں کے کہنے سے مودودی کو مفسر قرآن اور مفکر اسلام کیسے مان لیا جائے؟

حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنا منہ آئینہ میں دیکھا کہ بال[وں]
نے خط نہیں بنایا تو بہت غصہ ہوا غصہ کی حالت میں سو گیا نائی کو پتہ چلا وہ آیا دربان سے اندر جانے کی
اجازت مانگی اس نے بڑی مشکل سے اجازت دی آخر وہ اندر چلا گیا وہ بادشاہ سویا ہوا تھا اس نے سو[ئے]
ہوئے اس کا خط بنا دیا بادشاہ اٹھا اس نے کہا نائی نہیں آیا اس نے کہا حاضر ہوں بادشاہ نے کہا خط نہیں بنایا
ہے نائی نے کہا بنایا ہے بادشاہ نے آئینہ میں منہ دیکھا تو بادشاہ بہت خوش ہوا نائی کو بادشاہ نے ''استاذ'' کا
لقب دیا تو چند نائی مل کر اس نائی استاد کی بیوی کو مبارکباد دینے گئے کہ بادشاہ نے ''استاذ'' کا لقب دیا
ہے تو بیوی بڑی عقلمند تھی کہنے لگی اگر استاذ کا لقب بادشاہ نے دیا ہے تو وہ کوئی مبارکباد نہیں کیونکہ بادشاہ
اس فن کا ماہر نہیں ہے اگر دس بارہ نائی مل کر ''استاذ'' کا لقب دیتے تو پھر مبارکباد ہوتی تو مودودی اور غیر
مقلدین سے بھی زیادہ عقلمند عورت ہی نکلی۔

مودودی اور اسلام

مودودی صاحب نے اسلام کا ایک جدید ایڈیشن تیار فرمایا جو میڈان امریکا ہے اس اسلام کو
رائج کرنے کے لیے ضروری تھا کہ پہلے اسلام کو غلط ثابت کیا جائے اور پہلے اسلام کو غلط ثابت کرنے
کے لیے یہ ضروری تھا کہ ان ہستیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے جن کے ذریعہ دین اسلام ہم تک پہنچا
اور جن کی تابع داری ہی دین اسلام کا دوسرا نام ہے۔

اصل دین اسلام

حدیث جبرائیل میں دین کے مشہور تین شعبوں کا ذکر آیا ہے (۱) ایمانیات یعنی عقائد (۲)
عملیات یعنی اعمال (۳) احسانیات یعنی تصوف اور اصلاح قلب۔ اہل سنت والجماعت کے پاس عقائد
کی بھی ایسی کتابیں موجود ہیں جن میں عقائد کی مکمل تفصیلات ملتی ہیں اور اسی طرح اعمال کی تفصیل کے
لئے علم الفقہ موجود ہے اور اخلاص و احسان کی تفصیلات کے لیے تصوف کی کتابیں موجود ہیں اور تصوف
کے چاروں سلسلے متواتر امت کی اصلاح کرتے آ رہے ہیں۔

مودودی اسلام

مودودی اسلام میں نہ تو مکمل عقائد کی تفصیل موجود ہے اس لئے تو ہر عقیدے والا مودودی
جماعت کا رکن بن سکتا ہے بدعتی ہو یا کوئی آزاد منش، اب بھی بہت سے شیعہ جماعت اسلامی کے رکن
ہیں لاہوری مرزائیوں کو مودودی مسلمان سمجھتا ہے البتہ کسی زمانہ میں قادیانی بھی اس کے رکن رہ چکے
ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ دین کی پہلی بنیاد عقائد کی تفصیلات بھی ان کے پاس نہیں ہیں علم الفقہ میں یہ کسی
امام کی تقلید کے پابند نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کے پورے اعمال کو کبھی دل سے ہی قبول
نہیں کیا کیونکہ اگر پورے اعمال قبول کر لئے جائیں تو امریکی اسلام کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں بچتی اس
لئے ان کے ہاں نہ شکل وصورت میں اسلامی کوئی حد بندی ہے اور نہ ہی لباس وغیرہ میں شکل پوری
انگریزی ہو لباس سارا امریکی ہو تو وہ بھی اعلیٰ قسم کا صالح مسلمان ہے اس لئے لوگ ان کی طرف مائل
ہوتے ہیں کہ ان کا اسلام بہت آسان اور بہت سستا ہے نہ قلب میں اسلام کی ضرورت نہ قالب پر اسلام
کی حکومت۔

اصلی اسلام سراپا اخلاص ہے جب کہ یہ جماعت اخلاص اور تصوف کی اتنی بڑی دشمن ہے کہ
کفار سے بھی زیادہ صوفیاء کرام کی مخالفت کرتی ہے۔ ان کا اسلام اتنا آسان ہے کہ زکوٰۃ کے وصول
کرنے میں تو اسلام اسلام کا نعرہ ہوتا ہے لیکن مصارف زکوٰۃ کیا ہیں؟ وہاں یہ کبھی اسلام کا مسئلہ پوچھنے کو
تیار نہیں قربانی کی کھالیں اکٹھا کرنا ہی ان کے مسلمان ہونے کا بڑا ثبوت ہوتا ہے اور صدقہ فطر بٹورنا مگر
ان کا اسلامی مصرف کیا ہے ان سب کے دو ہی مصرف ہیں (۱) ہسپتال، (۲) الیکشن۔ جماعت اسلامی کا
سب سے اہم کردار الیکشن میں ہوتا ہے تاکہ یہ مسلمانوں سے چندہ لیکر دین داروں کے ووٹ توڑیں اور
بے دین اوپر آ جائیں۔

لطیفہ نمبر 1: جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سے سچے نبی بھیجے وہ سب خدا کی رحمتیں لے
کر آئے لیکن مرزا قادیانی زحمتیں لے کر آیا کہیں سیلاب آ جاتا ہے اور لوگ مر جاتے ہیں تو کہتا ہے یہ میرا
ہی معجزہ تھا کہیں زلزلہ آ جاتا ہے یا قحط پڑ جاتا ہے یا طاعون وغیرہ کی وبا پھیل جاتی ہے تو یہ بہت خوش

ہوتا کہ یہ سب میرے ہی معجزات ہیں بالکل یہی حالت جماعت اسلامی کی ہے یہ جماعت رات دن مسلمانوں کی بدخواہی کے لیے دعا گو رہتی ہے یا اللہ کہیں سیلاب آئے تو ہم چندہ اکٹھا کر کے چار سال کی روٹیاں بنالیں یا اللہ کہیں لڑائی شروع ہو جائے تاکہ چندہ اکٹھا کرنے کے بہانے میسر آجائیں مسلمانوں پر کوئی مصیبت آجائے تو شہر کے ہر چوک میں ان کا ٹرک کھڑا ہوتا ہے اور مسلمان مصیبت میں ہوتے ہیں ان کی عید ہوتی ہے۔ (پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑھائی میں)

لطیفہ نمبر۲: ایک دفعہ رافضیوں (شیعوں) کے بارے میں جہلم کے علاقے میں میری تقریر تھی، تقریر کے بعد معلوم ہوا کہ تقریر کا صدر مودودی پارٹی کا تھا میں نے دوران تقریر رافضیت (شیعت) کا رد کرتے ہوئے تحریف قرآن کا مسئلہ وضاحت سے بیان کیا اور میں نے آخر میں کہا عقیدہ تحریف قرآن کے خلاف علمائے اہل سنت نے اتنا کام کیا ہے کہ اب تحریف کے قائلین بھی تحریف قرآن کے لفظ سے گھبرا گئے ہیں اور مجبوراً انہیں تحریف القرآن کا عنوان بدل ''کر تفہیم القرآن'' رکھنا پڑا۔

اسی طرح رافضیت کا دوسرا بڑا رکن ''تبرا'' بازی ہے لیکن تبرا کے خلاف علمائے حق نے عوام کی اتنی ذہن سازی کر دی کہ خود تبرائی بھی تبرا کے لفظ سے گھبرانے لگے اس لئے تبرا کا لفظ بدل کر ''تنقید'' کا لفظ آگیا اور اس کے ساتھ بھی ''صالح'' کا لاحقہ جوڑ دیا۔

رافضیت (شیعت) کا تیسرا اہم رکن ''تقیہ'' تھا تقیہ کے بارے میں علما نے اتنا کچھ دیا کہ اب تقیہ باز بھی تقیہ کے لفظ سے شرمانے لگے اور اسکی جگہ ''پالیسی'' کا لفظ رکھ لیا گیا۔ پہلے یہ پالیسی تھی کہ جمہوریت شرک ہے کیونکہ عقیدہ توحید میں قوت کا سرچشمہ خدا ہے اور جمہوریت میں قوت کا سرچشمہ عوام ہو گئی لیکن پاکستان بنتے ہی جمہوریت ایمان میں داخل ہو گئی اب اسلام کا نام پیچھے چلا گیا اور جمہوریت سب سے مقدم ہو گئی اسی طرح پہلے پالیسی یہ تھی کہ کسی کو الیکشن کا امیدوار بننے کی اجازت نہیں جو خود کوشش کرے اس کو ممبر نہ بنایا جائے لیکن پاکستان بننے کے بعد اصل دین ہی الیکشن قرار پایا کبھی جماعت کی پالیسی یہ ہوتی ہے کہ عورت صدر مملکت نہیں بن سکتی اور کبھی مسٹر فاطمہ جناح کی حمایت میں فتویٰ یہ ہوتا ہے کہ عورت صدر مملکت بن سکتی ہے اسی طرح رافضیت (شیعت) کا چوتھا بڑا رکن ''متعہ'' ہے مودودی کے

ہاں بوقت ضرورت متعہ کی بھی اجازت ہے۔ رافضیت کا اصل مشن صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی عظمت کو دل سے نکالنا ہے مودودی نے خلافت وملوکیت نامی کتاب لکھ کر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی عظمت کو اتنا داغ دار کر دیا کہ رافضی تیرہ سو سال میں اتنا داغ دار نہیں کر سکے تھے وجہ یہ تھی کہ رافضیوں کا لہجہ تبرائی تھا اس لئے انکی زبان کو لوگ گالی سمجھتے تھے اس لئے لوگ ان سے متاثر نہیں ہوتے تھے مودودی نے اس زہر پر چینی چڑھا کر پیش کر دیا یہ زہر اس طبقہ میں فوری سرایت کر گیا وہ طبقہ علماء سے دور رہتا ہے۔

مودودی کی مخالفت

مودودی نے اپنے نئے اسلام کی ترغیب کیلئے پہلے تمام اسلامی طبقوں پر تنقیدات کے نشتر چلائے لیکن مودودی پر کوئی اعتراض ہوتا تو وہ کسی اعتراض کا جواب نہ دیتا اس پر اس کی جماعت نے بھی اسے مجبور کیا کہ اسی طرح تو سب لوگ سمجھ رہے ہیں کہ مودودی لاجواب ہو چکا ہے چنانچہ ایک سائل کے جواب میں مودودی صاحب لکھتے ہیں، آپ کہہ سکتے ہیں کہ تم ان غلط بیانیوں اور تحریفات کا پردہ کیوں نہیں چاک کرتے جو دعوۃ الی الخیر کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہیں میں عرض کروں گا کہ اگر کوئی ایک فتویٰ یا اشتہار ہوتا شاید میں بادل نخواستہ اس کی غلطیوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش بھی کر گزرتا اگرچہ ایسی چیزوں کی طرف توجہ کرنا میرے لئے سخت کراہت کا موجب ہوتا ہے لیکن یہاں تو پاکستان سے ہندوستان تک ہر طرف فتووں پمفلٹوں، اشتہاروں اور مضامین کی ایک فصل اگ رہی ہے جس میں کمیونسٹ، سوشلسٹ، اہل حدیث، بریلوی، دیوبندی سب ہی اپنے اپنے شگوفے چھوڑ رہے ہیں اور آئے دن نئے نئے شگوفے چھوڑتے رہتے ہیں اس فصل کو آخر کون کاٹ سکتا ہے (رسائل مسائل حصہ دوئم طبع دوئم)

تبصرہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر طبقہ مودودی کی مخالفت پر کمر بستہ تھا لیکن مودودی نے بھی کسی کو معاف نہیں کیا بلکہ ہر طبقہ کی تحقیر و تذلیل کرتا رہا چنانچہ لکھتا ہے۔

سیاسی لیڈر ہوں یا علمائے دین اور مفتیان شرع متین دونوں قسم کے راہنما اپنے نظریے اور اپنی پالیسیوں کے لحاظ سے یکساں گم کردہ راہ ہیں دونوں راہ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے

ہیں (سیاسی کشمکش صفحہ ۷۷ ج ۳ سطر سولہ باب ششم) اور لکھتا ہے اور یہی جہالت ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے لیکر مغرب تک مسلمانوں میں عام دیکھ رہے ہیں خواہ وہ ان پڑھ عوام ہوں یا دستار بند علماء ہوں یا خرقہ پوش مشائخ ہوں یا کالجوں یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات ان سب کے خیالات اور طور طریقے ایک دوسرے سے بدرجہا مختلف ہیں مگر اسلام کی حقیقت اور اس کی روح سے ناواقف ہونے میں سب یکساں ہیں (تفہیمات جلد اول ص ۳۶)

تبصرہ: شاید آپ حضرات کے خیال میں یہ بات آئے کہ مودودی صاحب نے اس دور کے بعض علماء سو یا بعض کاروباری پیروں کو سامنے رکھ کر یہ تبصرہ فرمایا ہوگا لیکن مولانا مودودی بہت بلند حوصلہ شخصیت تھے ان کا قلم بارگاہِ نبوت میں پہنچ کر ادب نا آشنا ہی رہتا تھا چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔ اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقعہ پر تنبیہ کی گئی ہے لا تتبع الھوی فیضلک (ہوائے نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستہ سے بھٹکا دے گی) (تفہیمات صفحہ ۱۶۲ ج ۱)

تبصرہ: انبیاء کرام کے پاک نفسوں کو شریر سمجھنا انتہائی درجہ کی شرارت ہے پیغمبر معصوم ہوتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ ان کے نفوس شر اور خباثت سے پاک ہوتے ہیں بلکہ وہ تو اپنے صحابہ کے نفوس کو بھی پاک کرنے آتے ہیں (ویزکیھم ۔ سورۃ الجمعہ آیت نمبر ۲) اگر ان سے کوئی لغزش ہوتی ہے تو اس کا منشاء بھی رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے نہ کہ شرارت نفس، آیت بالا کا حکم ایسا ہی ہے جیسا کہ امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ سے فرمایا گیا ہے ولا تکونن من الممترین (سورۃ یونس آیت نمبر ۹۴۔ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں) تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول پاک ﷺ دین اور وحی میں شک کرنے والے تھے یا کوئی شریر النفس یوں کہے گا کہ امام الانبیاء کو بھی ایک دفعہ دین اسلام میں شک ہو گیا تھا تو آپ کو بطور تنبیہ یوں کہا گیا؟

موسیٰ علیہ السلام کا بڑا گناہ (معاذ اللہ)

مودودی لکھتا ہے نبی ہونے سے پہلے تو کسی نبی کو وہ عصمت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے

کے بعد ہوا کرتی ہے نبی ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا چنانچہ جب فرعون نے ان کو اس فعل پر ملامت کی تو انہوں نے بھرے دربار میں اس بات کا اقرار کیا کہ فعلتھا اذاً وانا من الضالین یعنی یہ فعل مجھ سے اس وقت سرزد ہوا جب راہ ہدایت مجھ پر نہ کھلی تھی (رسائل مسائل صفحہ ۳۱۰ ج ۱) مرزا قادیانی بھی تریاق القلوب میں اس بات کو وضاحت سے لکھتا ہے کہ نبی قبل دعوائے نبوت معصوم نہیں ہوتا چنانچہ لکھتا ہے کہ خدا کی قدرت سے عین ممکن ہے کہ ایک چوڑا چماڑ جس نے چالیس سو سال ہمارا پاخانہ اٹھایا ہو اور کئی دفعہ زناکاری اور چوری میں بھی پکڑا گیا اور گاؤں کے نمبردار نے اس کو کئی دفعہ جوتے بھی مارے ہوں اس کی مائیں بہنیں وغیرہ بھی بدکاری میں مشہور ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں اور اس کو نبوت سے بھی سرفراز فرما دیں اور پھر اسی نمبردار اور گاؤں والوں سے کہے کہ جب تک تو مجھ پر ایمان نہیں لائیگا تیری نجات نہیں ہوسکتی (تریاق القلوب صفحہ ۵۷)

تبصرہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ایک بہت بڑے گناہ کے ارتکاب کی نسبت کرنا بالکل خلاف واقعہ ہے جس سے عصمت انبیاء کا عقیدہ مجروح ہوتا ہے قبطی کا قتل بھی عمداً نہیں تھا اور نہ آپ نے آلہ قتل استعمال کیا تھا بلکہ مظلوم کو ظالم قبطی کے پنجے سے چھڑانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف اس کو مکا مارا تھا جس سے اس کی جان نکل گئی (سورۃ القصص آیت نمبر ۱۵ ملاحظہ ہو) مودودی کا اس فعل کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک بہت بڑے گناہ کا مرتکب قرار دینا محض الزام ہے خود ساختہ اجتہاد ہے جس سے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام بری ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر نبی سے خود غلطیاں کرواتے ہیں

مودودی صاحب لکھتے ہیں! جس طرح تمام انسانوں سے جھوٹ موٹ اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام سے ہوسکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں تا کہ انبیاء کو لوگ خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں (تفہیمات صفحہ ۴۳ ج ۲)

تبصرہ: گویا مودودی صاحب کے نزدیک نبیوں کا پیدا ہونا، کھانا، پینا دلیل بشریت نہیں بلکہ بشریت کیلئے غلطیوں اور لغزشوں کا ہونا ضروری ہے جس سے کوئی لغزش نہ ہو وہ مودودی کے نزدیک خدا ہے۔

مودودی کا اپنا مقام

مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ خدا کے فضل سے میں نے کوئی کام یا کوئی بات جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کیا اور نہیں کہا کرتا ایک ایک لفظ جو میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے تول تول کر کہا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہا کہ اس کا حساب مجھے خدا کو دینا ہے نہ کہ بندوں کو چنانچہ میں اپنی جگہ مطمئن ہوں کہ میں نے کوئی ایک لفظ بھی خلاف حق نہیں کہا (رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۳۰۲ طبع دوئم)

تبصرہ: انبیاء علیہم السلام سے تو خطاؤں کا سرزد ہونا ضروری ہے حالانکہ وہ معصوم ہیں وحی نازل ہوتی ہے ان کی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن مودودی کی شخصیت اتنی عظیم ہے کہ وہ کوئی کام جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کرتے اور ان کا قول اور فعل حق ہی ہوتا ہے العیاذ باللہ جس سیاسی لیڈر کے سینے میں ایسا کبر و غرور ہو کیا اس کو علم و فہم قرآن کی نعمت نصیب ہو سکتی ہے؟

انبیاء علیہم السلام کو سزائیں بھی دی ہیں

مودودی انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ میں لکھتا ہے۔ چہارم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور مقبول بارگاہ ہونے کے باوجود اور اس کی طرف سے بڑی بڑی حیرت انگیز طاقتیں پانے کے باوجود تھے بندے اور بشر ہی، الوہیت ان میں سے کسی کو حاصل نہ تھی رائے اور فیصلہ کی غلطی بھی کرتے تھے بیمار بھی ہوتے تھے آزمائشوں میں بھی ڈالے جاتے تھے حتیٰ کہ قصور بھی ان سے ہو جاتے تھے اور انہیں سزا تک دی جاتی تھی (ترجمان القرآن صفحہ ۱۵۸ مئی ۱۹۵۵) اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ ان سے فریضہ رسالت ادا کرنے میں کچھ کوتاہیاں ہو گئیں تھیں (تفہیم القرآن جلد دوم سورۃ یونس حاشیہ نمبر ۳۱۳)۔

آنحضرت ﷺ پر تنقید

مودودی لکھتا ہے۔ دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی ﷺ سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضور کو اللہ کی طرف سے معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ اور یہ صفات ہونگی اور وہ ان خصوصیات کا حامل ہو گا لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہو گا؟ کہاں ظاہر ہو گا؟ اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے؟ یا آپ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے؟ ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضور سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے۔

پھر لکھتا ہے۔ یہ تردد اول تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں آپ نے علم وحی کی بنا پر نہیں فرمائیں تھیں بلکہ اپنے گمان کی بنا پر فرمائیں تھیں اور آپ کا گمان وہ چیز نہیں جس کے صحیح نہ ہونے سے آپ کی نبوت پر حرف آتا ہو۔

پھر لکھتا ہے۔ حضور کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ ہی کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپکے کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا (ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶) پھر جب اس عبارت پر علماء نے اعتراضات کئے تو نو سال بعد اس عبارت کو یوں تبدیل کر دیا لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال گذر چکے ہیں اور ابھی تک دجال نہیں آیا (ترجمان القرآن فروری ۱۹۵۵) پھر جب اس مضمون کو رسائل و مسائل حصہ اول باب دوئم صفحہ ۵۷ پر لکھا تو ان الفاظ میں یوں ترمیم کی کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا اندیشہ قبل از وقت تھا۔

نوٹ: لیکن حقیقت یہ ہے کہ بار بار ترمیم کرنے کے باوجود بھی توہین نبوت علیٰ حالہ باقی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے دجال کے بارے میں اگر کوئی بات قیاس سے فرمائی ہے تو وحی الٰہی نے اس کی اصلاح بھی فرما دی چنانچہ حدیث میں آتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو باب "لُد" پر قتل کریں

گے۔(مسلم ترمذی وغیرہ) اور اس حدیث کو خود مودودی نے اپنے رسالہ ختم نبوت صفحہ ۴۶ میں لکھا ہے
حدیث کی اس تصریح کے بعد یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو آخر عمر شک رہا کہ دجال کب
ظاہر ہوگا؟ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونگے
۔اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ تمام اہل اسلام کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے اگر
کوئی اجتہادی بھول
چوک ہو بھی جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ وحی کے ذریعہ سے آگاہ فرمادیتے ہیں اور امام الانبیاء علیہ السلام
کا مقام تو سب سے اعلیٰ وافضل ہے اگر نعوذ باللہ حضرت ﷺ کی وفات کے بعد ادنیٰ سے ادنیٰ طور پر بھی
کوئی بات غلط ثابت ہوجائے تو پھر اس دین پر کلی اعتماد قائم نہیں رہ سکتا جس کی تکمیل کا اعلان حضور پاک
ﷺ کی مقدس زندگی ہی میں الیوم اکملت لکم (سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳) والی آیت سے ہوگیا
تھا۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ دجال کے متعلق کسی خبر دینے کا معاملہ خاص دین سے تعلق رکھتا ہے انبیاء
کرام علیہ السلام کوئی غیبی بات یا پیشین گوئی اپنے گمان وخیال سے نہیں کرتے ایسے معاملات میں ان
کے تمام ارشادات وحی پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے مودودی کا یہ لکھنا سراسر باطل اور آیت وما ینطق عن
الھوٰی ان ھو الا وحی یوحی (سورۃ النجم آیت نمبر ۳،۴۔ اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو
حکم ہے بھیجا ہوا) کے بالکل خلاف ہے۔

نوٹ: احادیثِ دجال کے متعلق مرزا قادیانی لکھتا ہے۔ اور ایک نقص حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ
بعض حدیثیں اجتہادی طور پر سے آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہیں اسی وجہ سے ان میں باہم تعارض ہوگا
جیسا کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت جو حدیثیں ہیں یہ حدیثیں صریح اور صاف طور پر
معارض ہیں جو گرجے والے دجال کی نسبت ہیں جس کا راوی تمیم داری ہے اب ہم ان حدیثوں میں سے
کس کو صحیح سمجھیں؟ دونوں حضرت مسلم کی صحیح میں موجود ہیں (مباحثہ لدھیانہ)

عصمتِ انبیاء کرام علیہم السلام

مودودی صاحب نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرف نہ صرف گناہ بلکہ بڑے گناہ کی
نسبت کی ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے پاکیزہ نفوس کو شریر تک کہہ گذرا ہے حالانکہ انبیاء علیہم
السلام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

گناہ کی تعریف

گناہ میں دل کے ارادے اور اختیار کا دخل ہوتا ہے دلی ارادے کے ساتھ خدا کے حکم کو ہلکا
سمجھنا اور توڑنا اس کو گناہ کہتے ہیں (ولکن ما تعمدت قلوبکم) (احزاب آیت نمبر ۵۔ پر وہ دل
سے ارادہ کرو)

مثال: ایک شخص کو رمضان کا روزہ یاد ہے اس نے جان بوجھ کر روزہ توڑ ڈالا تو یہ گناہ ہے لیکن اگر
اسے روزہ یاد نہیں اور بھول کر اس نے کچھ کھاپی لیا تو چونکہ اس کے دل میں خداوند قدوس کے حکم کی
مخالفت نہیں تھی اس لئے اس بھول سے نہ روزہ ٹوٹا اور نہ گناہ ہوا اور اگر اسے روزہ تو یاد تھا اسے روزہ
توڑنے کا کوئی ارادہ نہ تھا لیکن وضو میں کلی کرتے ہوئے پانی حلق میں چلا گیا اس کو عربی میں ''خطا'' اور
اردو میں ''چوک'' کہتے ہیں اس سے اگرچہ روزہ تو ٹوٹ گیا لیکن اس کو گناہ نہیں ملا کیونکہ یہاں بھی اس
کے دل میں خدا کی نافرمانی نہیں تھی حضرت آدم علیہ السلام سے جو کچھ ہوا وہ بھول تھی گناہ نہیں تھا لیکن
حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت کی پاکیزگی اتنی بڑی دلیل ہے کہ وہ اس بھول پر قیامت تک پشیمان
ہونگے گویا فطرت ابلیس اور فطرت آدم علیہ السلام میں کامل تضاد ہے کہ ابلیس گناہ کر کے بھی استکبار کررہا
ہے اور حضرت آدم علیہ السلام بھول پر بھی استغفار کررہے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام نے جو مکا مارا اور آدمی
مرگیا اس میں بھی ان کا دلی ارادہ قتل کا قطعاً نہ تھا محض تادیب مقصود تھی اس لئے اس گناہ کو بڑا گناہ کہنا
مودودی کی جہالت بلکہ بڑی جہالت ہے۔

نوٹ نمبر 1: بعض اوقات دلی ارادہ سے بھی انسان کسی کا حکم نہیں مانتا لیکن اس میں نافرمانی

کا ارادہ نہیں ہوتا بلکہ عظمت اور محبت ہوتی ہے تو اگر چہ صورۃً یہ نافرمانی ہوتی ہے لیکن حقیقۃً نافرمانی نہیں ہوتی مثلاً ایک آدمی سائیکل پر جا رہا تھا راستہ میں دیکھا کہ اس کے استاذ پیدل جا رہے ہیں وہ سائیکل سے اترا اور عرض کیا کہ آپ سائیکل پر بیٹھیں میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں استاذ نے کہا میرا مقصد تو نافل قدمی ہے تم اپنے کام پر جاؤ لیکن وہ پیچھے پیچھے پیدل چل رہا ہے اور وہ باوجود بار بار کہنے کے بھی سائیکل پر سوار نہیں ہوتا اب بظاہر تو یہی ہے کہ وہ استاذ کا حکم نہیں مان رہا لیکن اس کے دل میں استاذ کی مخالفت نہیں بلکہ عظمت ہے اس لئے کوئی شخص اسے استاذ کا نافرمان نہیں کہے گا۔

یا مثلاً شیخ چارپائی پر بیٹھے تھے انہوں نے مرید سے کہا کہ میرے ساتھ چارپائی پر بیٹھ جاؤ لیکن اس نے حکم نہیں مانا اور نیچے بیٹھ گیا تو یہ حکم نہ ماننا مخالفت کی وجہ سے نہیں بلکہ عظمت کی وجہ سے ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی فطرت تو اتنی پاکیزہ ہوتی ہے کہ گناہ تو گناہ وہ گناہ کے ارادہ سے بھی گھبراتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کا قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں لنصرف عنہ السوء والفحشاء (سورۃ یوسف آیت نمبر ۲۴۔ تا کہ ہٹا ئیں ہم اس سے برائی اور بے حیائی) جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا تو ارادہ بھی گناہ کی طرف جانے کا نہیں تھا البتہ گناہ انکی طرف آنا چاہتا تھا اسکو اللہ تعالیٰ نے ان سے دور دفع کر دیا۔

نوٹ نمبر 2: چونکہ گناہ کا تعلق دل سے ہوتا ہے اس لئے حدیث پاک میں آتا ہے جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے اور دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ نکتہ اور پھیل جاتا ہے تیسری بار گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے آپ ایک دفعہ قلم سے ایک سطر لکھیں تو وہ تحریر پڑھی جائیگی لیکن دوبارہ قلم سے اسی تحریر پر دوسری تحریر لکھ دیں تو شاید کوئی کوئی لفظ پڑھا جائیگا اور اگر اسی پر تیسری بار اور تحریر لکھ دیں تو وہ بالکل سیاہی بن جائیگی اور کچھ نہ پڑھا جائیگا اسی طرح تیسری مرتبہ گناہ کرنے سے بالکل دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ حضرت پیران پیر غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مہر لگنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل سے اس گناہ کی نفرت نکل جاتی ہے اور فرماتے ہیں اگر وہ توبہ کر لے تو توبہ کی

قبولیت کی علامت یہی ہوگی کہ دل میں اس گناہ کی شدید نفرت پھر پیدا ہو جائے آئندہ گناہ کرنا تو کجا پچھلے گناہ یاد آنے پر ہی دل جلنا شروع ہو جائے حضرت نے مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص نے جب پہلی دفعہ شراب پی تو یقیناً اس کے دل نے بھی اسے جھنجھوڑا اور اس نے بھی ادھر ادھر دیکھا کوئی مجھے دیکھ تو نہیں رہا لیکن بار بار پینے سے اس کے دل سے شراب کی نفرت نکل گئی اب وہ مجلس میں بیٹھ کر شراب پینے پر فخر کرتا ہے اگر اس وقت اسے کہا جائے تو خنزیر کی ایک بوٹی کھالے تو وہ لڑنے مرنے کو تیار ہو جائے گا حالانکہ شریعت میں شراب اور خنزیر کی حرمت برابر ہے کیونکہ شراب کی نفرت اس کے دل سے نکل چکی ہے اور اس گناہ کے بارے میں اس کے دل پر مہر لگ چکی ہے لیکن خنزیر کی نفرت اس کے دل میں موجود ہے اب توبہ کرنے کے بعد اگر شراب میں بھی اتنی ہی نفرت پیدا ہو جائے جتنی خنزیر کی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول فرمالی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے اگر دل صحیح ہو تو سب کچھ صحیح ہے اگر دل فاسد ہو جائے تو سب کچھ فاسد ہو جاتا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کو مثال سے سمجھاتے ہیں کہ دل کی مثال حوض کی ہے ہاتھ پاؤں کان ناک آنکھ وغیرہ کی مثال ٹوٹیوں کی ہے اگر حوض میں پانی پاک صاف ہوگا تو ہر ٹوٹی سے پاک ہی پانی نکلے گا اور اگر حوض کا پانی ناپاک ہوگا تو جس ٹوٹی کو کھولیں گے پانی ناپاک ہی نکلے گا اگر کوئی شخص سارا دن بیٹھا باہر سے ٹوٹیوں کو دھوتا رہے لیکن پھر بھی ٹوٹی کھولنے سے پانی ناپاک ہی نکلے گا جب تک حوض کو اندر سے پاک نہ کیا جائیگا کبھی ٹوٹیوں میں پاک پانی نہیں آسکتا۔

حضرت نوح علیہ السلام میں جاہلیت کا جذبہ تھا

سورۃ ہود کی آیت نمبر ۴۶ انی اعظک ان تکون من الجاھلین کی تفسیر میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق مودودی لکھتا ہے۔ بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ واشرف انسان بھی تھوڑی دیر کیلئے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے لیکن جونہی اسے یہ احساس ہوتا ہے یا اللہ کی طرف سے احساس کرایا جاتا ہے کہ اس کا مقام معیار مطلوب سے نیچے جا رہا ہے فوراً توبہ کرتا ہے اور اپنی غلطی کی اصلاح کرنے میں اسے ایک لحہ کے لیے بھی تامل نہیں حضرت نوح علیہ السلام کی اخلاقی

رفعت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ابھی جان جوان بیٹا آنکھوں کے سامنے غرق ہوا ہے اور اس نظارہ سے کلیجہ منہ کو آ رہا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ ان کو متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا ہے اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے تو وہ فوراً اپنے دل کے زخم سے بے پرواہ ہو کر اس طرز فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا تقاضا تھا (تفہیم القرآن جلد دوم ص ۳۴۴ طبع نہم مئی ۱۹۷۵ء)

تبصرہ: انبیاء کرام علیہم السلام کا ہر جذبہ اور ہر عمل اسلامی تقاضے اور رضائے الٰہی کے تحت ہوتا ہے حضرت نوح علیہ اسلام نے اپنے بیٹے کے لیے نجات کی دعا کسی جذبہ جاہلیت کے تحت نہیں بلکہ اللہ کے اس وعدہ کی بناء پر کی تھی کہ قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین و اھلک (ہم نے کہا ہر قسم کے جانوروں کا ایک جوڑا کشتی میں رکھ لو اپنے گھر والوں کو بھی سورۃ ھود۔ آیت نمبر ۴۰) حضرت نوح علیہ اسلام نے سمجھا کہ یہاں سب گھر والے مراد ہیں اس لئے عرض کیا رب ان ابنی من اھلی (سورۃ ھود آیت نمبر ۴۶۔ اے میرے پروردگار میرا بیٹا میرے اہل (گھر والوں) میں سے ہے) اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا اے نوح تیرا بیٹا تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے اس لئے کہ اس کے عمل اچھے نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مراد گھر والوں سے وہ لوگ تھے جو ایمان لا چکے تھے اور چونکہ نوح علیہ السلام کا بیٹا اہل ایمان سے نہ تھا حضرت نوح علیہ السلام اس حقیقت سے واقف نہ تھے اس لئے آپ کی دعا قبول نہ ہوئی مقام نبوت کے پیش نظر یہ ایک اجتہادی لغزش تو ہے لیکن اس کا منشا وعدہ خداوندی تھا نہ کہ جاہلیت کا جذبہ لیکن مودودی صاحب نے جھٹ سے ایک پیغمبر معصوم علیہ السلام کی نیت پر حملہ کر کے یہ لکھ دیا کہ اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔ اور طرفہ یہ کہ قبل ازیں صفحہ ۵۰ کے شروع میں مودودی صاحب نے یہ بھی لکھ دیا کہ اس ارشاد کو دیکھ کر کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اندر روح ایمان کی کمی تھی یا ان کے ایمان میں جاہلیت کا کوئی شائبہ تھا ہمارا سوال یہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے ایمان میں جاہلیت کا کوئی شائبہ نہ تھا تو پھر آپ یہ کیوں لکھ رہے ہیں کہ "محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے" العیاذ باللہ

حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہوئیں

سورۃ یونس آیت نمبر ۹۸ فلولا کانت قریۃ امنت فنفعھا ایمانھا الا قوم یونس کی تفسیر میں مودودی صاحب نے لکھا ہے "کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں" (تفہیم القرآن حصہ دوئم طبع اول حاشیہ ۳۱۲)

تبصرہ: مودودی کا یہ لکھنا منصب نبوت کے صریح خلاف ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کا اصل تعلق ان کے فریضہ رسالت کی ادائیگی ہی سے ہے تاکہ وہ منصب رسالت کے فرائض کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہ کر سکیں اور ان کے اقوال وافعال کو اہل ایمان بلا تامل تسلیم کر لیں اور کسی کے نزدیک انہیں ادنی سے ادنی غلطی کا احتمال باقی نہ رہے البتہ ان سے کسی ذاتی فعل میں تو لغزش ہو سکتی ہے جس کو "ذلت" سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہو سکتی۔

اہل سنت والجماعت کا مسلک حق یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں لغزش کا صدور نہیں ہو سکتا (ملاحظہ ہو تفسیر معارف القرآن جلد چہارم صفحہ ۵۷۱)

امام الانبیاء ﷺ نے بھی فرائض میں کوتاہیاں کی ہیں

مودودی صاحب نے نہ صرف یہ کہ حضرت یونس علیہ السلام پر فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں کرنے کا الزام لگایا ہے بلکہ یہی کوتاہیاں انہوں نے امام الانبیاء ﷺ کی طرف منسوب کر دی ہیں چنانچہ سورۃ النصر کی تشریح میں لکھا ہے اس طرح جب وہ کام تکمیل کو پہنچ گیا جس پر محمد ﷺ کو مامور کیا گیا تھا تو آپ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اس کارنامے کو اپنا کارنامہ سمجھ کر کہیں فخر نہ کرنے لگ جانا نقص سے پاک بے عیب ذات اور کامل ذات صرف تمہارے رب ہی کی ہے لہذا اس کار عظیم کی انجام دہی پر اس کی تسبیح اور حمد وثنا کرو اور اس ذات سے درخواست کرو کہ مالک اس ۲۳ سال کے زمانہ خدمت میں اپنے فرائض ادا کرنے میں جو خامیاں اور کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہو گئی ہوں انہیں معاف فرما دے۔ (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں صفحہ ۱۵۶ چودھواں ایڈیشن نومبر ۱۹۸۱ء)

تبصرہ: بے شک اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت میں کامل ہے وحدہ لاشریک ہے لیکن رسول اللہ ﷺ بھی کمالات نبوت ورسالت میں کامل ہیں اور فریضہ رسالت کی ادائیگی میں بھی کامل ہیں اور آپ سے اس دائرہ میں کوئی کوتاہی سرزدنہیں ہوئی۔

فائدہ: سورۃ النصر کی آیت "واستغفرہ (آپ بخشش طلب کریں) کی تفسیر جو مودودی صاحب نے کی ہے آج تک کسی مفسر نے ایسی تفسیر نہیں کی اس کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ اللہ پاک آپ ﷺ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ سے جو خلاف اولیٰ امور سرزد ہوئے ان سے بخشش مانگئے اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے (ملاحظہ ہو معارف القرآن صفحہ ۸۳۵ ج ۸ زیر سورۃ النصر)

احادیث کے متعلق مودودی کا نظریہ

نمبر1: مودودی صاحب لکھتے ہیں مجرد احادیث پر ایسی کسی چیز کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی جسے مدار کفرو ایمان قرار دیا جائے احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی آئی ہیں جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمان صحت ہے نہ کہ علم الیقین ہے (ترجمان القرآن جون ۱۹۴۵)

نمبر2: ان تمام احادیث سے رواۃ کی جانچ پڑتال کر کے محدثین کرام نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا ہے جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے مگر ان میں کونسی چیز ہے جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو (تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۹۱)

نمبر3: یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جن کی بنیاد پر اسناد اور جرح وتعدیل کے علم کو کلیۃ صحیح نہیں سمجھا جاسکتا ہے یہ مواد اس حد تک قابل اعتماد ضرور ہے کہ سنت نبوی اور آثار صحابہ کی تحقیق میں اس سے مدد کی جائے اور اس کا مناسب لحاظ کیا جائے مگر اس قابل نہیں کہ بالکل اس پر کلی اعتماد کر لیا جائے۔ (تفہیمات جلد اول صفحہ ۲۹۴)

نمبر4: قرآن اور سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر اور حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہیں جو قرآن وسنت کے مغز کو پاچکے ہوں (تنقیحات صفحہ ۱۳۳)

نمبر5: جس شخص کو اللہ تعالیٰ تفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اس کے اندر قرآن اور سیرت رسول کے غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی کیفیت بالکل ایسی ہے جیسے ایک پرانے جوہری کی بصیرت کہ وہ جواہر کی نازک سے نازک خصوصیات تک کو پرکھ لیتی ہے اس کی نظر بحیثیت مجموعی شریعت حق کے پورے سسٹم پر ہوتی ہے اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے اس کے جب جزئیات اس کے سامنے آتے ہیں تو اس کا ذوق اس کو بتادیتا ہے کہ کونسی چیز اسلام کے مزاج اور طبیعت سے مناسبت رکھتی ہے اور کونسی نہیں رکھتی روایات پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو ان میں بھی یہی کسوٹی رد وقبول کا معیار بن جاتی ہے جو شخص اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا گہرا مطالعہ کیا ہوتا ہے وہ نبی اکرم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اسے بتادیتی ہے کہ ان میں اسے کون سا قول اور کونسا فعل میرے سرکار کا ہوسکتا ہے اور کونسی چیز سنت نبوی سے اقرب ہے (تنقیحات صفحہ ۲۹۵)

تبصرہ: ان عبارات میں مودودی نے احادیث میں متواتر اور مشہور اور احاد کی تقسیم کئے بغیر سب کے بارے میں فیصلہ کر دیا ہے کہ ان سے علم حاصل نہیں ہوتا حالانکہ متواترات سے علم یقینی ضروری اور مشہور احادیث سے علم طمانیت حاصل ہوتا ہے اور یہ بھی عجیب کہا ہے کہ احادیث کا کوئی مسئلہ مدار کفر وایمان نہیں حالانکہ رکعت نماز احادیث پر ہی ہے نصاب زکوۃ کا مدار احادیث پر ہی ہے۔ جس کا منکر کافر ہے قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے مودودی صاحب نے فرمایا کہ تفسیر اور حدیث کے پرانے ذخیرے قابل اعتماد نہیں بلکہ قرآن کے گہرے مطالعہ سے ایک ذوق پیدا ہوتا ہے یہی ذوق اصلی معیار ہے اب سوال یہ ہے کہ قرآن پاک کا وہ کونسا گہرا مطالعہ ہے جو مودودی نے کیا اور نبی پاک ﷺ سے نہیں ہوسکا کیونکہ اگر حضور پاک ﷺ میں بھی یہ ذوق پیدا ہو جاتا تو انہوں نے جو احادیث میں جو تفسیر فرمائی ہے ان کو مودودی ناقابل اعتماد قرار نہ دیتا اور چودہ سو سال میں مفسرین بھی قرآن کا گہرا مطالعہ نہ کر سکے کہ کسی مفسر میں وہ ذوق پیدا ہو جاتا جو مودودی میں پیدا ہو گیا اصل بات یہ ہے کہ مودودی صاحب میں قرآن فہمی کا ذوق نہیں تھا بلکہ اسلاف سے بغاوت کا شوق تھا اور وہ جوہری ضرور ہو نگے لیکن اسلام کے نہیں امریکی ڈالر کے:

دورِ جاہلیت کا حملہ

مودودی لکھتا ہے! (۱)۔ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف حضرت عثمانؓ جن پر اس کارِ عظیم کا بار رکھا گیا تھا ان خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش رو کو عطا ہوئی تھیں اس لئے جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا راستہ مل گیا حضرت عثمانؓ نے اپنا سر دے کر اس خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رکا (تجدید و احیاء دین صفحہ ۲۳)

پھر لکھتا ہے! (۲)۔لیکن اُن یعنی حضرت عمرؓ کے بعد جب حضرت عثمانؓ جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ اس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے انہوں نے پے در پے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی روایت جو عام طور پر لوگوں میں ہدف اعتراض بن کر رہیں (خلاف وملوکیت صفحہ ۱۰۶)

اس کے حاشیہ پر لکھتا ہے! مثال کے طور پر انہوں نے افریقہ کے مال غنیمت کا پورا خمس یعنی پانچ لاکھ دینار مروان کو بخش دیا۔

ایک اور جگہ لکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں ایسی تھیں جو بڑے دور رس اور خطرناک نتائج کی حامل ثابت ہوئیں ایک یہ کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت معاویہؓ کو مسلسل بڑی طویل مدت تک ایک ہی صوبے کی گورنری پر مامور کئے رکھا وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں چار سال سے دمشق کی ولایت پر مامور چلے آرہے تھے حضرت عثمانؓ نے ایلہ سے روم تک اور الجزیرہ سے بحرِ ابیض تک کا پورا علاقہ انکی ولایت میں جمع کر کے اپنے پورے زمانہ خلافت بارہ سال میں ان کو اسی صوبے پر مقرر رکھا۔ دوسری چیز جو اس سے زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ خلیفہ کے سیکرٹری کی اہم پوزیشن پر مروان ابن الحکم کی ماموریت تھی (خلافت وملوکیت صفحہ ۱۱۵)

مودودی لکھتا ہے! حضرت عثمانؓ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا اور غلط کام بہر حال غلط ہے خواہ وہ کسی نے کیا ہو اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے اور

نہ ہی یہ دین کا مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے (خلافت وملوکیت صفحہ ۱۱۶)

حضرت امیر معاویہؓ اور مودودی

نمبر 1: اور ایک نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں بر سر منبر حضرت علیؓ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول پر عین روضہ نبوی کے سامنے حضور کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا (خلافت وملوکیت صفحہ ۱۷۴)

نمبر 2: مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی (خلافت وملوکیت صفحہ ۱۷۴)

نمبر 3: زیاد ابن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہؓ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کیلئے شریعت کے ایک مسلم قاعدہ کی خلاف ورزی کی تھی زیاد طائف کی ایک لونڈی سمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا لوگوں کا بیان یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں معاویہؓ کے والد جناب ابوسفیانؓ نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا اور اس وجہ سے وہ حاملہ ہوئی حضرت ابوسفیانؓ نے خود بھی ایک

مرتبہ اس

بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ زیاد انہی کے نطفہ سے ہے جوان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجہ کا مدبر منتظم فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا اور اس نے بڑی اہم خدمات سرانجام دی تھیں ان کے بعد حضرت معاویہؓ نے اس کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لیے اپنے والد ماجد کی زنا کاری پر شہادتیں لیں اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا کہ زیاد انہی کا ولد الحرام ہے پھر اسی بناء پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے وہ تو ظاہر ہی ہے مگر قانونی حیثیت سے بھی ایک صریح ناجائز فعل تھا کیونکہ شریعت میں کوئی

نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا (خلافت ملوکیت ۱۷۵)

تبصرہ: حالانکہ مولانا اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ زیاد کی ماں سمیہ بن کلاب کی لونڈی تھی زیاد کے باپ کی نسبت لوگوں کو کچھ شبہ تھا حقیقت یہ تھی کہ سمیہ کے ساتھ ابوسفیان نے زمانہ جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور ابوسفیان کے نطفہ سے زیاد کی پیدائش ہوئی تھی زیاد کی شکل وصورت بھی ابوسفیانؓ کے بہت مشابہ تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی زیاد کو ابوسفیان ہی کا بیٹا یقین کرتے تھے کیونکہ ان کے سامنے ابوسفیانؓ نے خود ایک موقعہ پر فاروق اعظمؓ کی مجلس میں یہ تسلیم کیا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے اس لئے انہوں نے زیاد کو فارس کا حاکم مقرر کیا تھا (تاریخ اسلام صفحہ ۳۱ ج ۲)

مودودی صاحب کی پاک دامنی

میں اپنے سے مخلص بھائیوں کو اطمینان دلاتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے مجھے کسی مدافعت کی حاجت نہیں ہے میں کہیں خلا میں سے یکا یک نہیں آ گیا ہوں اس سرزمین میں سالہا سال سے کام کر رہا ہوں میرے کام سے لاکھوں آدمی براہِ راست واقف ہیں میری تحریریں صرف اس ملک میں نہیں دنیا کے ایک اچھے خاصے حصے میں پھیلی ہوئی ہیں اور میرے رب کی مجھ پر یہ عنایت ہے کہ اس نے میرے دامن کو داغوں سے محفوظ رکھا ہے (روزنامہ مشرق لاہور ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۳)

علمی غرور

منشی مودودی لکھتا ہے میں اپنا دین معلوم کرنے کیلئے چھوٹے یا بڑے علماء کی طرف دیکھنے کا محتاج نہیں ہوں بلکہ خود خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ دین کے اصول کیا ہیں اور یہ بھی تحقیق کر سکتا ہوں کہ اس ملک میں جو لوگ دین کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں وہ کسی خاص مسئلہ میں صحیح مسلک اختیار کر رہے ہیں یا غلط اس لئے میں اپنی جگہ پر مجبور ہوں کہ جو کچھ قرآن و سنت سے حق پاؤں اسے حق سمجھوں بھی اور اس کا اظہار بھی کروں (روئیداد اجتماع جماعت اسلامی الہ آباد صفحہ ۴۳)

نیز لکھتا ہے! میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کی بجائے ہمیشہ قرآن وسنت

ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے اس لئے میں کبھی یہ معلوم کرنے کے لیے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسول نے کیا کہا (ترجمان القرآن جون ۱۹۴۵ صفحہ ۴۵)

تبصرہ: بے شک دین کی بنیاد قرآن وسنت پر ہی ہے لیکن کتاب وسنت کو سمجھنے میں ہی انسان کو ٹھوکر لگتی ہے مرزا غلام احمد قادیانی اور چوہدری غلام احمد پرویز نے بھی کتاب وسنت کے سمجھنے میں ٹھوکر کھائی اور عقائد کفریہ کے ترجمان بنے اگر مودودی صاحب بھی چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں سے ماضی یا حال کے کسی عالم ومجتہد سے سمجھنے کے محتاج نہیں ہیں تو ان کا یقیناً یہ نظریہ ہے کہ پوری امت مسلمہ سے کسی نے بھی دین کو صحیح طور پر نہیں سمجھا اگر ایسا ہے تو مودودی صاحب کی فہم وبصیرت پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اس کا نتیجہ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ نعوذ باللہ جب اسلام کو آج تک کسی نے پوری طرح نہیں سمجھا تو ایسا ناقابل فہم دین کس لئے نازل ہوا؟

نیز لکھتا ہے! میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ ہی حنفیت اور شافعیت ہی کا پابند ہوں (رسائل ومسائل حصہ اول صفحہ ۲۳۵)

کیا جماعت اسلامی ہی معیار حق ہے؟

مودودی صاحب نے کہا اس موقعہ پر ایک بات نہایت صفائی کے ساتھ کہہ دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس قسم کی ایک دعوت کہ جیسی ہماری یہ دعوت ہے کسی مسلمان قوم کے اندر اٹھنی اس کو ایک بڑی آزمائش میں ڈال دیتی ہے جب تک حق کے بعض منتشر اجزا باطل کی آمیزش کے ساتھ سامنے آتے رہتے ہیں ایک مسلمان قوم کے لیے انکو قبول نہ کرنے اور انکا ساتھ نہ دینے کا ایک معقول سبب موجود رہتا ہے اور اس کا عذر قبول ہوتا رہتا ہے مگر جب پورا حق نقاب ہو کر اپنی خالص صورت میں سامنے رکھ دیا جائے اور اس کی طرف اسلام کا دعویٰ رکھنے والی قوم کو دعوت دی جائے تو اس کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ یا تو اس کا ساتھ دے اور اس خدمت کو سرانجام دینے کے لیے اٹھ کھڑی ہو جو امت مسلمہ کی پیدائش

کی اصل غرض ہے یا پھر اس کو رد کر کے ویسی پوزیشن اختیار کرے جو اس سے پہلے یہودی قوم اختیار کر چکی ہے ایسی صورت میں ان دو راہوں کے سوا کسی تیسری راہ کی گنجائش اس قوم کے لیے باقی نہیں رہتی ۔غیر مسلم کا معاملہ اس سے مختلف ہے لیکن اگر مسلمان حق سے منہ نہ موڑیں اور اپنے مقصد کی طرف صریح دعوت کو سن کر الٹے پھر جائیں تو یہ وہ جرم ہے جو خدا کسی نبی کی امت کو معاف نہیں کرتا اب چونکہ یہ دعوت ہندوستان میں اٹھ چکی ہے اس لئے کم از کم ہندی مسلمانوں کے لیے تو آزمائش کا وہ خوفناک لمحہ آہی گیا ہے دوسرے ممالک کے مسلمان تو ہم ان تک اپنی دعوت پہنچانے کی تیاری کر رہے ہیں اگر ہمیں اس کوشش میں کامیابی ہوگی تو جہاں جہاں یہ پہنچے گی وہاں کے مسلمان بھی اسی آزمائش میں پڑ جائیں گے (روئیداد جماعت اسلامی حصہ دوئم صفحہ ۱۳)

تبصرہ: یہاں مودودی صاحب نے واضح طور پر اعلان کر دیا ہے کہ جو ان کی جماعت کی دعوت قبول نہ کرے اس کی پوزیشن وہ ہی ہے جو یہودی قوم کی تھی نیز جماعت اسلامی کی دعوت قبول نہ کرنا وہ جرم ہے جس پر خدا کسی نبی کی امت کو معاف نہیں کرتا جس ملک میں بھی یہ دعوت پہنچے گی وہاں کے مسلمانوں کے لیے بھی یہی حکم ہے اب اندازہ فرمائیں کہ مودودی صاحب اپنی جماعت کو کیا مقام دے رہے ہیں کیا ایسی صورت میں جماعت اسلامی امت کے لیے معیار حق نہیں بن جاتی ۔مرزا غلام احمد قادیانی نے اگر اپنی خانہ ساز نبوت کو تسلیم نہ کرنے والوں کو عذاب خداوندگی کی خبر دی تو کیا مودودی صاحب خود ساختہ جماعت اسلامی کے قبول نہ کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خبر دار نہیں کر رہے؟ فرمایئے نتیجہ اور انجام کے لحاظ سے قادیانی اور مودودی میں کیا فرق ہے؟

مودودی صاحب کے اجتہادات

نمبر1: اضطراری (مجبوری) حالت میں متعہ جائز ہے (ترجمان القرآن اگست صفحہ ۵۵)

نمبر2: ایک سائل کے جواب میں مودودی صاحب لکھتے ہیں وہ اسوہ اور سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط بلکہ دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں جو بالعموم آپ کے ہاں رائج ہیں آپ کا یہ خیال کہ نبی ﷺ جتنی بڑی داڑھی رکھتے تھے اتنی ہی بڑی داڑھی رکھنا سنت رسول یا اسوہ

رسول ہے یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عادات رسول کو بعینہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کیلئے نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث کئے جاتے رہے ہیں مگر میرے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر زور دینا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے جس سے نہایت برے نتائج پہلے بھی ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہونے کا خطرہ ہے (رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۳۰۷ طبع دوئم)

تبصرہ: یہاں مودودی صاحب نے داڑھی کے سنت ہونے سے انکار کیا ہے حالانکہ رسول اقدس ﷺ نے داڑھی کو ان دس چیزوں میں بیان فرمایا جو فطرت میں سے ہیں یہ حدیث مسلم شریف میں ہے علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں **معناہ انھا من سنن الا نبیاء صلوۃ اللہ وسلامہ علیھم** (معنی اس کا یہ ہے کہ تحقیق وہ داڑھی انبیاء علیھم السلام کی سنتوں میں سے ہے۔شرح مسلم از نووی) تمام مجتہدین اور فقہاء امت نے ایک مشت داڑھی کو سنت قرار دیا ہے لیکن مودودی صاحب اس کو بدعت اور تحریف دین قرار دیتے ہیں۔

حکم خلع میں عورت کی آزادی

خلع کے مسئلہ میں دراصل یہ سوال قاضی کیلئے تنقیح طلب ہی نہیں کہ عورت آیا جائز ضرورت کی بنا پر طالب خلع ہے یا محض نفسانی خواہشات کے لیے علیحدگی چاہتی ہے (حقوق الزوجین طبع چہارم صفحہ ۱۷۱)

تبصرہ: حضور ﷺ نے بلاوجہ خلع کرانے والی کو منافقہ فرمایا ہے اور بلاوجہ خلع سے ڈرایا اور دھمکایا ہے لیکن مودودی صاحب عورت کو اتنی آزادی دے رہے ہیں کہ قاضی کو خلع کی وجہ پوچھنے کا بھی حق نہیں۔

فقہا اسلام کی توہین

قیامت کے روز حق تعالیٰ کے سامنے ان گناہ گاروں کے ساتھ ساتھ ان کے دینی پیشوا بھی پکڑے ہوئے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ کیا ہم نے تم کو علم و عقل سے اس لئے سرفراز کیا

تھا کہ تم اس سے کام نہ لو کیا ہماری کتاب اور ہمارے نبی کی سنت تمہارے پاس اس لئے تھی کہ تم اس کو لئے بیٹھے رہو اور مسلمان گمراہی میں مبتلا ہوتے رہیں ہم نے اپنے دین کو یسر (آسان) بنایا تھا تم کو کیا حق تھا کہ اسے عسر (تنگ) بنادو ہم نے قرآن اور محمد ﷺ کی پیروی کا حکم دیا تھا تم پر یہ کس نے فرض کیا کہ ان دونوں سے بڑھ کر اپنے اسلاف کی پیروی کرو ہم نے ہر مشکل کا علاج قرآن میں رکھا تھا تم سے یہ کس نے کہا کہ قرآن کو ہاتھ نہ لگاؤ اور اپنے لئے انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو کافی سمجھو اس باز پرس کے جواب میں امید نہیں کہ کسی عالم دین کو کنز الدقائق اور ہدایہ اور عالمگیری کے مصنفین کے دامنوں میں پناہ مل سکے گی البتہ جہلاء کو یہ جواب دہی کرنے کا یہ موقعہ ضرور مل جائیگا ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراء نا فاضلونا السبیلا ربنا آتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعناً کبیراً (سورۃ احزاب آیت نمبر ۶۸۔ اے رب ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا پھر انہوں نے چکا دیا ہم تو راہ سے اے رب ان کو دے دونا عذاب اور پھٹکار ان کو بڑی پھٹکار) (حقوق الزوجین صفحہ ۹۸)

تبصرہ: یہاں تو مودودی نے فقہاء امت کے خلاف اپنے بغض کا پورا پورا مظاہرہ کر دیا اور کافروں والی آیات فقہاء پر چسپاں کر کے خارجیوں کا پورا کردار ادا کر دیا۔

نوٹ: حقوق الزوجین طبع چہارم سے یہ آیت نکال دی گئی ہے اور باقی مضمون اسی طرح ہے۔

تقلید شدید ترین گناہ

تقلید گناہ سے شدید تر ہے میرے نزدیک صاحب علم آدمی کیلئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر ہے مگر یہ یاد رہے کہ اپنی تحقیق کی بناء پر کسی ایک سکول کے طریقے اور اصول کی اتباع کرنا اور چیز ہے اور تقلید کی قسم کھا بیٹھنا دوسری چیز ہے اور یہی آخری چیز ہے جسے میں صحیح نہیں سمجھتا (رسائل و مسائل حصہ اول طبع دوئم صفحہ ۲۴۴)

تبصرہ: یہاں مودودی نے اہل علم کیلئے تقلید کو گناہ سے شدید تر قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ گناہ سے شدید تر تو کفر اور شرک ہی ہے اب سوال یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ علامہ "ابن الھمامؒ" باوجود اہل علم

ہونے کے امام ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے ابن قدامہؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ باوجود اہل علم ہونے کے ساری عمر امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد رہے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور صاحب مشکوٰۃؒ باوجود اہل علم ہونے کے امام شافعیؒ کے مقلد رہے علامہ ابن عبدالبرؒ اور امام زرقانیؒ باوجود اہل علم ہونے کے ساری عمر امام مالکؒ کے مقلد رہے اب مودودی صاحب کیلئے دو ہی راستے ہیں یا تو ان کے اہل علم ہونے کا انکار کرے یا ان کو کافر اور مشرک قرار دے۔

فلم سازی: مولانا مودودی صاحب نے ایک انٹرویو کے دوران ارشاد فرمایا کہ فلم سازی خلاف اسلام نہیں بشرطیکہ یہ اسلام کی قائم کردہ حدود کے اندر ہو اسی انٹرویو میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کوئی ضروری نہیں کہ عورتوں کو بھی پردہ فلم پر پیش کیا جائے لیکن اگر ان کا پیش کیا جانا ناگزیر ہو تو انہیں اس طور پر پیش کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی حدود اس سے متاثر نہ ہوں (مصور لاہور یکم مئی ۱۹۶۳)

تبصرہ: یہ ہیں مودودی صاحب کے ماڈرن اسلام کہ آزاد نظریات سنجیدہ اور سمجھدار طبقہ جانتا ہے کہ سینما اور فلم نے اسلامی تہذیب اور اخلاق کو کتنا نقصان پہنچایا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ فلموں میں خواہ اسلامی واقعات دکھائے جائیں اس کا پاٹ ادا کرنیوالے اور ہیرو ایکٹرز ایکٹرز اسیں ہونگے پھر پردہ فلم اکثر اسوں کے مناظر کو آپ اسلامی حدود میں کیسے قائم رکھ سکیں گے جو اسلام عورتوں کو پردہ کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو اذان اور بلند آواز سے قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا تا کہ غیر محرم انکی صورت اور آواز کے فتنہ سے بچ جائیں وہ اسلام ان کو پردہ فلم پر لانے کی کیوں کر اجازت دے سکتا ہے۔

یہ جدا بات ہے کہ مودودی صاحب اپنی جماعت اسلامی کے صالحین اور صالحات میں سے ہی ایک جماعت ایکٹروں اور ایکٹریوں کی تیار کرے وہ صالحات ایکٹرا سیں اسلامی حدود میں فلم سازی کو کامیاب بنا سکیں اور انکی یہ ساری فلم سازی جماعت اسلامی کی اشاعت اور ترقی کا ذریعہ بن جائے۔

عباداتِ اسلامی ٹریننگ کورس ہیں

مودودی لکھتا ہے دراصل صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ اور ذکر و تسبیح انسان کو بڑی عبادت کیلئے مستعد کرنیوالے تمرینات یعنی ٹریننگ کورس ہیں (تفہیمات حصہ اول صفحہ ۱۵ طبع پنجم)

تبصرہ: مودودی کا یہ نظریہ قرآن پاک کے صراحۃً خلاف ہے کہ اصل مقصد حکومت اسلامی ہے اور یہ عبادات اس مقصد کے حصول کے لیے مشقیں ہیں جبکہ قرآن پاک اس کے خلاف یہ کہتا ہے کہ حکومت الٰہی کا مقصد ہی نماز، زکوٰۃ کی اقامت ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے **الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ و امروا بالمعروف ونھوا عن المنکر** (سورۃ الحج آیت نمبر ۴۱) یعنی اگر ہم ان یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو ملک میں اقتدار دیں تو وہ نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے روک دیں اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی نظام اور دینی اقتدار سے مقصود انہیں نماز روزہ عبادات وغیرہ کی ترویج ہے یہ مقصد عبادات ہیں نہ کہ ٹریننگ کورس۔

غیر صالح سوسائٹی میں زنا کی سزا دینا ظلم ہے

مودودی صاحب کے اسلامی نظام کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے انکی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

(الف): جہاں حالات اس سے مختلف ہوں جہاں مردوں اور عورتوں کی سوسائٹی مخلوط رکھی گئی ہو جہاں مدرسوں میں دفتروں میں کلبوں میں اور تفریح گاہوں میں خلوت اور جلوت میں ہر جگہ جوان مردوں اور بنی ٹھنی عورتوں کو آزادانہ ملنے جلنے اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملتا ہو جہاں ہر طرف بے شمار مشتعل محرکات پھیلے ہوئے ہوں اور ازدواجی رشتہ کے بغیر خواہشات کی تسکین کیلئے ہر قسم کی سہولتیں بھی موجود ہوں جہاں معیاری اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ ناجائز تعلقات کو کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا ہو ایسی جگہ زنا اور قذف کی شرعی حد جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہوگا۔

(ب): اسی پر حدِ سرقہ کو قیاس کر لیجئے کہ وہ صرف اس سوسائٹی کیلئے مقرر کی گئی ہے جس میں اسلام کے معاشی تصورات اور اصول اور قوانین پوری طرح نافذ ہوں اور جہاں یہ نظم معیشت نہ ہوں وہاں چور کا ہاتھ کاٹنا دوہرا ظلم ہے (تفہیمات صفحہ ۲۸۱ حصہ دوئم طبع چہارم)

تبصرہ: یہاں مودودی صاحب نے غیر مہذب سوسائٹی کا بہانہ بنا کر چوری اور زنا کی شرعی سزاؤں کو ظلم اور دوہرا ظلم کہا ہے ایک مفتی صاحب نے مودودی سے سوال کیا کہ اگر حکومت اجرائے حدود کا قانون

پاس کر دے اور جج حضرات ان قوانین کے عملی نفاذ کے مجاز ہو جائیں لیکن معاشرہ کی یہی حالت رہے جو اب ہے اور اصلاح معاشرہ کے لیے کوئی قانون ہی نافذ نہ کیا جائے تو اس صورت میں شرعی ثبوت کے بعد رجم (زانی کو پتھر مارنا) اور جلد (زانی کو کوڑے مارنا) کی سزا ضرور ہوگی یا نہیں تو مودودی صاحب نے جواب میں لکھا کہ اس وقت اگر کوئی مسلمان حکومت اسلام کے تمام احکام اور قوانین اور اس کی ساری اصلاحی ہدایات معطل کر کے اس کے قوانین میں سے صرف حدود شرعیہ الگ نکال لے اور عدالتوں میں اسے نافذ کرنے کا حکم دے دے تو قاضی یا جج کسی زانی یا سارق یا شارب خمر پر حد جاری کرنے کا حکم دے گا وہ تو ظالم نہیں ہوگا البتہ وہ حکومت ضرور ظالم ہوگی جس نے شریعت الٰہیہ کے ایک حصہ کو معطل اور دوسرے حصہ کو نافذ کرنے کا فیصلہ کیا (ایشیاء لاہور ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۲)

مزید تبصرہ:

رسول خدا ﷺ نے زنا کے مرتکب یہودی مرد و عورت کو سنگساری کی سزا دی تھی اس کا ذکر خود مودودی نے تفہیم القرآن صفحہ ۲۷۴ ج ا پر کیا ہے حالانکہ یہودی معاشرہ اس زمانہ میں بدترین معاشرہ تھا۔

مودودی صاحب کو کون سمجھائے کہ شرعی سزائیں ہی جرائم کا انسداد کرتی ہیں اور معاشرہ کی اصلاح کی کامیاب اور موثر علاج بھی شرعی سزاؤں کا جاری کرنا ہے۔

عظمت اسلاف کا امین

﴿از سید سلمان گیلانی﴾

جو تھا امینِ عظمت اسلاف چل بسا!
وہ فخر و ناز مسلک احناف چل بسا

امت کا وہ وقار تھا ملت کی شان تھا
فکر ابو حنیفہؒ کا وہ ترجمان تھا

للکارتا تھا وہ صف اعداء کو اس طرح
جنگل میں کوئی شیر گرجتا ہے جس طرح

کرتا وہ جب حدیث اور سنت پہ گفتگو
سب دم دبا کے بھاگتے تقلید کے عدو

بخشی تھی حق نے اس کو وہ تلواری زباں
جس سے بکھیرتا تھا وہ باطل کی دھجیاں

باطل ٹھہر سکا نہ کبھی اس کے سامنے
جرأت سے حق بیاں کیا حق کے غلام نے

دیتا تھا وہ کتب کے حوالے کچھ اسطرح
برسات میں برستی ہے باراں جس طرح

کرتا تھا اختلافی مسائل پہ جب وہ بات
دیتا مخالفین کو وہ چٹکیوں میں مات

عرفاں کے موتیوں سے پر اسکا بیان
سینہ نہیں تھا اس کا جواہر کی کان تھا

تھا ملبوس اسکا سادہ سا، سادہ سی شکل تھی
لیکن سخن تھا ایسا کہ حیران عقل تھی

حق کے معاندین پہ حجت تھا دوستو
نعمانؒ کی وہ زندہ کرامت تھا دوستو

اللہ کا وہ بندہ تھا اللہ سے جا ملا
جنت کا وہ مکین تھا جنت میں جا بسا

بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی کرتے ہیں (یعنی ان کے معانی اپنی طرف سے ایسے گھڑے جو قرآن وسنت کی نصوص اور جمہور امت کے خلاف ہوں اور جس سے قرآن کا مقصد ہی الٹ جائے (کما روی عن ابن عباسؓ) وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں (یعنی ان کو ہم جہنم کا عذاب دیں گے) القرآن۔

﴿دسواں باب﴾

فتنہ خارجیت، ریاض گوہر شاہی اور متجددین کے بیان میں

مرتب

مولانا عبدالرزاق صفدر

ناشر:

مکتبۃ الامین نزد قباء مسجد بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور

0300-2515899

حرف اول نمبر 2

حامدًا ومصلیاً ومسلماً امابعد

آج ہم اس دور سے گزر رہے ہیں جس میں زمین نے اپنے تمام خزانے انسانوں کی ترقی کیلئے اُگل دیئے ہیں۔ سائنسی تعمیر وترقی نے جدت طرازی کی بامِ ثریا کو چھولیا ہے۔ اونٹوں اور بیل گاڑیوں سے طیاروں اور خلائی جہازوں تک رسائی حاصل کی ہے۔ موم کی شمعوں اور مٹی کے چراغوں سے بجلی کے قمقموں اور سرچ لائٹوں تک ترقی حاصل کی ہے۔ ہر قسم کے معدنی خزانے انسانوں کی غلامی کے طور پر اس کے تمدن کو بلند کر چکے ہیں چکا چوند ترقی اور انکشافات نے دنیا کو حیرت کدہ بنادیا ہے۔

انسان کی یہ روزافزوں ترقی اپنی جگہ لیکن اس دن دگنی اور رات چوگنی ترقی سے دنیا میں جو عظیم انقلاب رونما ہوا ہے اس سے زندگی کا کوئی گوشہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں جس قدر ایجادات میں اضافہ ہوتا گیا انسانی زندگی میں اتنی ہی سہل پسندی کے ساتھ ساتھ پریشانیوں میں اضافہ ہوتا ہوگیا۔ مشین نے اگر ایک طرف انسان کو زندگی کی ہر سہولت اس کے دروازے پر مہیا کی ہے۔ تو دوسری طرف اسی حضرت انسان کو لاینحل مسائل کی گھمبیر ڈور میں الجھادیا۔ جو اَب سلجھانے کے قابل نہیں رہی، جہاں مشینی دور نے انسان کے جسمانی امراض اور مسائل میں اضافہ کیا ہے تو وہاں اس انقلاب نے علم وفن میں تحقیق ونظر کے نئے میدان کھولے ہیں اس نئی تحقیق وترقی نے حقوق اللہ کی جگہ، بنیادی حقوق، خالق کی جگہ مخلوق، معبود کی جگہ عبد، عقیدہ کی جگہ تجربہ، پیغمبر کی جگہ سوشل سائنٹسٹ اور ایمان کی جگہ سائنٹفک میتھڈ نے لی ہے۔ اس صنعتی انقلاب کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ دنیائے اسلام کو سیاسی نقصانات پہنچے، بلکہ فکری، ذہنی، تمدنی اور ثقافتی اعتبار سے بھی مسلمان ناکارہ ومفلوج ہوکر رہ گئے، سائنسی ترقی اور یورپ کے تمدن کی ظاہری چمک دمک نے دنیا کو اس درجہ مسحور ومرغوب کردیا ہے کہ یورپی اندازِ فکر سے ہٹ کر کسی حقیقت کے متعلق اب سوچا ہی نہیں جاتا۔ دنیائے یورپ کے تمدن اور طرزِ معاشرت کی نقالی تو کی ہی تھی، اب یورپی ذہن وفکر بھی اپنایا جارہا ہے۔

ایک طرف یورپ کے سائنٹفک اور مادی علوم سے عام اور کچے اذہان اس قدر متاثر ہیں کہ

انہوں نے روحانی اور مذہبی علم میں بھی خواہ مخواہ یورپ کی بالادستی کو تسلیم کرلیا ہے تو دوسری طرف رہی سہی کسر پروفیسرز، ڈاکٹرز، ریٹائرڈ اور جدید تعلیم یافتہ نام نہاد دانشوروں کا وہ جدت پسند طبقہ، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ منکرین اسلام اور مذہبی سکالرز کی صورت میں پورا کررہے ہیں۔

یہ لوگ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت سامنے لائے جارہے ہیں، جو نئی روشن خیالی کے دلفریب وگمراہ کن نعروں کے عنوان سے اسلام کا مسخ تصور پیش کررہے ہیں۔ جس کے خدوخال کا کوئی بھی پہلو قرونِ اولیٰ کے اعتقادی تصور اور اہل سنت والجماعت کے متواتر اور اجماعی فکر سے کسی قسم کی فکری ونظریاتی مطابقت نہیں رکھتا۔ جدید منکرین کا یہ گروہ شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام دشمن قوتوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا اور اپنے جدید فکر وفلسفہ اور اپنے خودساختہ اصولوں کے ذریعہ امت مرحومہ کا فکری رشتہ اہل سنت اور اجماعی فکر سے کاٹ دینا چاہتا ہے۔ سائنس اور مغربی تمدن کی طرف جھکنے والوں کی تعداد کم نہیں ہے ہمارے ہاں سائنس اور مغربی تمدن کی طرف سب سے پہلے جھکنے والوں میں ''سرسید احمد خان'' کا نام سرفہرست ہے۔ جو سائنس کی حقانیت کے ایسے قائل تھے کہ انہیں سائنس کی قربان گاہ پر مذہب کی بھینٹ چڑھانے میں بھی کوئی مضائقہ نظر نہ آیا۔ ان کی ''تفسیر قرآن'' دراصل ان کی اس جرأت رندانہ کے نتیجے میں وجود میں آئی اس تفسیر میں وہ سائنس کے نظریات کو حق مان کر ان عقائد کی تاویل کرتے نظر آئے جنہیں سائنس قبول نہیں کرسکتی تھی مثلاً سائنس کی رو سے معجزہ ناممکن ہے، تو سرسید کو بھی معجزہ سے انکار لازم آیا۔

سرسید کے زمانے سے لیکر آج تک ہمارے ہاں یہ رجحان چلا آرہا ہے کہ ہم قرآن کریم کو سائنس کی روشنی میں دیکھ کر اس کی تعبیر وتاویل سائنسی اصولوں کے مطابق کرلیتے ہیں، یا جب کبھی سائنس کی کوئی نئی دریافت سامنے آتی ہے تو ہم قرآن حکیم سے اس کا جواز فراہم کرکے دعویٰ کرنے لگتے ہیں کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر پہلے سے موجود ہے، یہ اندازِ نظر صریحاً ایسے مغالطے پر مبنی ہے جو سائنس سے ہماری مرعوبیت ظاہر کرتا ہے۔

جاوید احمد غامدی، ڈاکٹر فضل الرحمٰن، عمر احمد عثمانی، ڈاکٹر اسرار احمد اور ڈاکٹر ذاکر نائیک وغیرہ ہر ریٹائرڈ ومتجدد اور پروفیسر کا اصل مسئلہ یہی ہے کہ یہ حضرات جدید مغربی فلسفے کے ذیلی علوم، جدید

سائنس اور سوشل سائنس کے نئے دریچے، فلسفہ سائنس سے قطعاً ناواقف ہیں۔

لہٰذا مغربی اصطلاحات اور نظریات کے ناممکن، محرف، غلط سلط، غیر علمی، غیر مصدقہ تر
کر کے ان کو خواہ مخواہ اسلامی سمجھنے لگتے ہیں جو کہ ایک بدترین علمی خیانت ہے، سائنس کا علم اپنی حدود میں
کتنا ہی معتبر کیوں نہ سمجھا جائے اسے قرآن کی صداقت اور صحت کا معیار بنانا دراصل قرآن حکیم کو سائنس
کے تابع کر دینے کے مترادف ہے۔ ہمارے متجددین حضرات اور خاص کر ڈاکٹر ذاکر نائیک عرصہ دراز
سے اس کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں ہر شخص کو آزادی ہے کہ اسلام کے خلاف جو چاہے بکے اور
جس عقیدہ کا چاہے اظہار کرے، دنیا میں یہ واحد اسلامی ملک ہے جہاں پر اسلام کے خلاف بولنے
والے کو اگر روکنے کی کوشش کی جاتی ہے تو حکومت سے لیکر عوام الناس تک اس کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں
مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت ہو یا گوہر شاہی ہو یا ڈاکٹر فضل الرحمٰن، عمر احمد عثمان ہو یا عتیق الرحمٰن
گیلانی، محمد شیخ ہو یا جاوید احمد غامدی اور ذاکر نائیک وغیرہ جس کی مرضی جو چاہے بک دے وہ دین بن
جاتا ہے۔ یہ ایسی زرخیز زمین ہے جہاں ہر فتنہ کی نہ صرف کاشت ہوتی ہے بلکہ اس کی آبیاری بھی ہوتی
ہے۔ شہید ناموس رسالت مولانا یوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں کہ

جب فضل الرحمانی فتنہ عروج پر تھا اور اسے ایوب خان کی حمایت اور حکومت کی سرپرستی
حاصل تھی، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ اور دیگر
علماء اسلام اس کے قلع قمع میں مصروف تھے میں ایک دن ظہر کی نماز کے بعد بیٹھا انہی فتنوں پر غور کر رہا تھا
کہ اچانک دل ہی دل میں، میں نے اپنے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کرتے ہوئے عرض کی یا اللہ آپ قادر
مطلق ہیں ایک فتنہ ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا فتنہ شروع ہو جاتا ہے، کیا اسی طرح ہماری زندگی گزر جائے
گی؟ اہل حق اسی طرح پریشانی کی حالت میں رہیں گے یہ گفتگو کرتے ہوئے میں روتا رہا کہ اتنے میں
محسوس ہوا کہ جیسے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں ''کیا جنت ایسے ہی مل جائے گی'' اس فقرہ نے گویا دل کی سلگتی
آگ میں ایک ٹھنڈک کی کیفیت پیدا کر دی اور سکون و اطمینان نصیب ہو گیا۔ واقعی حضرت شہیدؒ نے سچ
فرمایا۔

آج ہر طرف ایک نیا فتنہ جنم لے رہا ہے، انگریزی تعلیم نے ہر آدمی کو مذہبی آزادی دے دی
ہے۔ وکالت کی کتابیں پڑھ کر ڈاکٹر نہیں بن جاتا اگر بننے کی کوشش کرے تو حکومت بھی نوٹس لیتی
ہے۔ یہاں ہر آدمی اپنا یہ حق سمجھتا ہے کہ وہ اسلام کی تشریح میں جو چاہے لب کشائی کرے۔ ہر ریٹائرڈ
پروفیسر و ماسٹر اپنے آپ کو ایک بہت بڑا علامہ سمجھتا ہے۔

مثل مشہور ہے کہ کہ بچھو سے کسی نے دریافت کیا کہ جناب کے معزز گھرانے میں ''نیش زنی
کے فن میں سب سے بڑا ماہر کون ہے؟ اس نے سنجیدگی سے جواب دیا کہ جس کی پشت پر ہاتھ رکھ دیکھو
وہی سب سے بڑھ کر ماہر فن ثابت ہوگا۔

اسلام کا نام لیکر اسلام کو ڈسنا، اسے تحریفی نشتر لگانا، اس پر جرح وتنقید کی مشق کرنا اور محض
مفروضات سے اس کے قطعی مسائل کو پامال کرنا ہر دور کے ملاحدہ اور زنادقہ کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ پہلی
صدی کے خوارج ہوں یا مابعد کے باطنیہ، تیسری صدی کے اصحاب العدل والتوحید ہوں یا دور حاضر کے
ارباب فکر ونظر، دوسری صدی کا ابن المقفع ہو، یا چودھویں صدی کا اسلم جیراج پوری، اکبری دور کے ابو
الفضل اور فیضی ہوں یا ایوب خان دور کے فضل الرحمٰن اور پرویز، یا ہمارے دور کے ڈاکٹر نائیک، جاوید
احمد غامدی وغیرہ، سب کا مشترک مقصد، مشترک نقطہ نظر اور مشترک سرمایہ اسلام کی مقدس چاردیواری
میں رخنہ اندازی کرنا ہے۔

اختلاف اور اتفاق کا باب نہایت معرکہ آراء اور ہشت پہلو باب ہے۔ حق اختلاف اور حدود
وقیود اختلاف کی تعیین وتشریح کے حوالے سے اہل علم اور ارباب تحقیق کے درمیان بڑی لے دے رہتی
ہے اور رہے گی بھی۔ اختلاف اپنے وجود اور جزئیات کے ساتھ اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ خود انسان ہے۔

سابق کی طرح آج بھی سلف کے ساتھ اختلاف کرنیوالوں کی کمی نہیں ہے اور اس میں جہاں
دانش وبینش کارفرما ہوتی ہے اور ہوسکتی ہے وہاں خبط عظمت ہوس زر اور نفسیات کا عمل دخل بھی کم نہیں
ہوتا ہے جب کہ ایک تیسری چیز جو اس کی وجہ ہوسکتی ہے وہ ''ادراک وآگہی'' کا فقدان ہے۔ اختلاف
کرنیوالا ظاہر ہے ہمیشہ امر اول کو باعث اختلاف باور کرانے پر مصر ہوگا۔

اور اس کے ناقدین اسے از قسم ثانی یا ثالث ہی کہیں گے یعنی جہل یا ضلال۔۔۔۔

اختلاف کرنیوالا علم و دیانت کے تقاضے پورے کر رہا ہے یا جہل و ضلال کا شکار ہے یا پھر مغالطہ اور جہل مرکب میں مبتلا۔۔۔۔۔۔۔یہ فیصلہ کرنا آسان ہے اور نہ ضروری البتہ اتنی بات تو ازراہ عقل و عدل طے ہے کہ اختلاف کرنیوالے کے ساتھ اتفاق رائے ضروری نہیں ہے۔ سر سید، ڈاکٹر فضل الرحمٰن، ڈاکٹر ذاکر نائیک اور جاوید احمد غامدی وغیرہ وغیرہ اور ان کے خیالات و افکار سے بھی بلا شبہ اتفاق کی طرح اختلاف بھی کیا جاسکتا ہے اور اہل علم و تحقیق کو نہ صرف اس کا حق حاصل ہے بلکہ یہ ان کا دینی و اخلاقی فرض ہے۔ زیر نظر دسویں باب میں مذکورہ فتنوں کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔

ایک خیر خواہانہ مشورہ

شہید ختم نبوت حضرت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ ماہنامہ بینات محرم الحرام ۱۴۳۰ بمطابق جنوری ۲۰۰۹ء میں تحریر فرماتے ہیں۔ علامہ علاء الدین علی متقیؒ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف کنز العمال ص ۲۱۴ ج ۱۰ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان انسان نما شیاطین کے دجل و اضلال فتنہ پرور سازشوں اور دجالی طریقہ کار کا تذکرہ کرتے ہوئے نقل فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ تم لوگ یہ دیکھ لیا کرو کہ کن لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہو؟ اور کن لوگوں سے دین حاصل کر رہے ہو؟ کیونکہ آخری زمانہ میں شیاطین انسانوں کی شکل اختیار کرکے انسانوں کو گمراہ کرنے آئیں گے اور اپنی جھوٹی باتوں کو سچا باور کرانے کے لیے من گھڑت سندیں بیان کرکے محدثین کی طرز پر کہیں گے حدثنا و اخبرنا (مجھے فلاں نے بیان کیا اور فلاں نے خبر دی) لہذا جب تم کسی آدمی کے پاس دین سیکھنے کیلئے بیٹھا کرو تو اس سے اس کے باپ اور اس کے قبیلے کا نام پوچھ لیا کرو اس لئے کہ جب وہ غائب ہو جائیگا تو تم اس کو تلاش کرو گے۔ قطع نظر اس روایت کی سند کے اس کا نفس مضمون صحیح ہے۔ بہر حال اس روایت میں چند اہم باتوں کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے۔

۱۔ مسلمانوں کو ہر ایرے غیرے اور مجہول انسان کے حلقہ درس میں نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ کسی سے علمی استفادہ کرنے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کر لینا ضروری ہے کہ یہ آدمی کون ہے؟ کیسا ہے؟ کس خاندان اور قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا خاندانی پس منظر کیا ہے؟

۲۔ اس کے اساتذہ کونسے ہیں؟ کس درسگاہ سے اس نے علم حاصل کیا ہے؟

۳۔ اس کا علم خود رو اور ذاتی مطالعہ کی پیداوار تو نہیں؟ کسی گمراہ، بے دین، ملحد اور مستشرق اساتذہ کا شاگرد تو نہیں؟

۴۔ اس شخص کے اعمال و اخلاق کیسے ہیں؟ اس کے ذاتی اور نجی معاملات کیسے ہیں؟ کہیں یہ شعبدہ باز اور دین کے نام پر دنیا کمانے والا تو نہیں؟

۵۔ اس کا سلسلہ سند کیا ہے؟ یہ جھوٹا اور مکار تو نہیں؟ یہ جھوٹی اور من گھڑت سندیں تو نہیں بیان کرتا؟

کیونکہ محض سندیں نقل کرنے اور اخبرنا وحدثنا کہنے سے کوئی آدمی صحیح عالم ربانی نہیں کہلا سکتا اس لئے بعض اوقات مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے کیلئے کافر ملحد بھی اس طرح کی اصطلاحات استعمال کیا کرتے ہیں۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر مقرر مدرس، واعظ یا وسیع معلومات رکھنے والے "اسکالر" "ڈاکٹر" (پروفیسر، ریٹائرڈ، ماسٹر) کی بات پر کان نہ دھریں بلکہ اس کے بارے میں پہلے مکمل تحقیق کر لیا کریں کہ یہ صاحب کون ہیں؟ اور ان کے علم و تحقیق کا حدود اربعہ کیا ہے؟ کہیں یہ منکر حدیث، منکر دین، منکر صحابہ، منکر معجزات، مدعی نبوت یا ان کا چیلہ چانٹا تو نہیں؟

چنانچہ ہمارے دور میں اس کی بہت مثالیں موجود ہیں کہ ریڈیو، ٹی وی یا عام اجتماعات میں ایسے لوگوں کو پذیرائی حاصل ہو جاتی ہے جو اپنی چرب زبانی اور "وسعت معلومات" اور تک بندی کی بناء پر مجمع کو مسحور کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے لوگ ان کے قائل، معتقد اور عقیدت مند ہو جاتے ہیں۔ ان کے بیانات، درس اور لیکچرز کا اہتمام کرتے ہیں، ان کی آڈیو، ویڈیو کیسٹیں، سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز بنا بنا کر دوسروں تک پہنچاتے ہیں لیکن جب ان بے دینوں کا حلقہ بڑھ جاتا ہے اور ان کی شہرت آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہے تو وہ کھل کر اپنے کفر و ضلال اور باطل و گمراہ کن عقائد و نظریات کا پرچار شروع کر دیتے ہیں۔ تب عقدہ کھلتا ہے کہ یہ تو بے دین، ملحد بلکہ زندیق اور دہریہ تھا اور ہم نے اس کے باطل و گمراہ کن عقائد و نظریات کے اشاعت و ترویج میں اس کا ساتھ دیا اور جتنے لوگ اس کے دام تزویر میں پھنس کر گمراہ ہوئے یا آئندہ ہونگے افسوس کہ ان کے گمراہ کرنے میں ہمارا مال و دولت اور محنت و مساعی استعمال ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کو اس بات کا بھی بطور خاص اہتمام کرنا چاہیے کہ مستند علماء اور اکابر اہل حق کے علاوہ کسی عام آدمی کو درس وتدریس کی مسند پر نہ بیٹھنے دیں اور نہ ہی اس کے حلقہ درس میں بیٹھیں لہذا غیر مستند حضرات دین ومذہب میں دخل نہ دیں اور نہ ہی درس قرآن کی مسندوں پر بیٹھنے کی کوشش کریں آجکل یہ فتنہ قریب قریب عام ہورہا ہے کہ ہر جاہل وعامی محض اردو کتب اور تراجم کی مدد سے درس قرآن دینے لگا ہے جبکہ یہ بہت خطرناک ہے۔

اس سے دینی، مذہبی اور علمی اعتبار سے نوجوان نسل بہت ہی اضطراب کا شکار ہورہی ہے کیونکہ وہ دین ومذہب کے بارے میں علماء سے کچھ سنتے ہیں تو جدید اسکالرز سے کچھ۔ لہذا وہ اس کشمش میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے؟

الحمدللہ تریاق اکبر بزبان صفدرؒ کا دسواں باب مکمل ہوا۔ تلک عشرہ کاملة

آج اگر استاذ محترم مولانا محمد امین صفدرؒ اوکاڑی زندہ ہوتے تو اپنے دست مبارک سے دسویں باب کی تکمیل فرماتے لیکن وہ تو کل نفس ذائقة الموت کا مصداق بن کر ہزاروں عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑ کر دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے ہیں۔ حضرت استاذ محترمؒ اور ان کے تمام خاندان کی اللہ پاک بخشش فرمائیں۔ علامہ اقبال مرحوم کے چند اشعار حضرت استاذ محترمؒ کی نظر کرتا ہوں۔

لطف مرنے میں ہے باقی نہ مزا جینے میں — کچھ مزا ہے تو یہی خون جگر پینے میں
تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے — شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے
دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے — آکے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے
آئے عشاق، گئے وعدۂ فردا لیکر — اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

مولانا محمد ولی رازی صاحب (برادر مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی) کے مجموعہ کلام ''کیفیات'' میں سے چند اشعار میرے زخمی دل کی ترجمانی کرتے ہیں قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

چھین لے مجھ سے نظر اے جلوۂ خوش روئے دوست
میں کوئی محفل نہ دیکھوں اب تیری محفل کے بعد

نہ پوچھو داستان زیست کیسے مختصر کی ہے
دل مضطر نے مرنے کی تمنا عمر بھر کی ہے۔
کسی سے کیا کہیں قلب و جگر میں زخم کتنے ہیں؟
ہمیں ہی کچھ خبر ہے جو بھی حالت اپنے گھر کی ہے

حضرت استاذ محترمؒ کے برادر صغیر مولانا محمد انور اوکاڑی صاحب مدظلہ العالی نے اس کمی کو پورا کرتے ہوئے میرے سر پر دست شفقت رکھتے ہوئے دسویں باب کی تکمیل میں ایک مضمون ''فتنہ خارجیت''، مختصر مگر جامع اور پراثر مرحمت فرمایا اس کو اپنی اس حقیری کاوش کے تکملہ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ حضرت کو اللہ پاک اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائیں۔

دسویں باب میں سرسید احمد خاں سے لیکر دور حاضر کے دیگر ایسے جدت پسندوں کے بارے میں مضامین کو میں نے یکجا کردیا ہے، جو اسلام کے نام پر امت میں اپنی ''جدید تحقیقات'' متعارف کرانا چاہتے ہیں (دسواں باب میری اپنی محنت ہے علاوہ فتنہ خارجیت مضمون کے)۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ راست پر چلنے کی توفیق بخشے۔ امین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

خاکپائے استاذ محترم
عبدالرزاق صفدر

فتنہ خارجیت

افادات

مولانا محمد انور اکاڑوی صاحب مدظلہ العالی

اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جس طرح ہمارے نبیؐ تمام نبیوں کے سردار ہیں اس طرح ہمارے نبیؐ کے صحابہؓ تمام انبیاءؑ کے اصحاب سے افضل ہیں۔ حضورؐ کے اہل بیتؓ تمام نبیوں کے اہل بیت سے افضل ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں اللہ نے فرمایا ولکن الله حبب اليكم الايمان وزينه فی قلوبکم و کره اليكم الكفر الايه (سورہ حجرات آیت نمبر ۷) سورۃ فتح میں فرمایا الزمهم كلمة التقوى (آیت نمبر ۲۶) سورۃ البقرہ میں فرمایا فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا. اس آیت میں اللہ نے صحابہ کو معیار ہدایت بنایا ہے اور اہل بیت کے بارے میں فرمایا لقد رضی الله عن المومنين اذيبايعونک تحت الشجرة الايه. (سورۃ الفتح آیت نمبر ۱۸) صحابہ کرامؓ اول المومنین ہیں اور ان کو حضورؐ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ نزول قرآن کے مواقع کے وہ زیادہ واقف تھے۔ قرآن میں جہاں يا ايها الذين امنوا کا خطاب ہے اس کے اوّل مخاطب صحابہؓ ہیں انہوں نے صاحب شریعت سے شریعت بلاواسطہ لی۔ شریعت اور حضورؐ پر جان، مال اور اولاد کو قربان کیا۔ ہم تک دین پہنچنے کا اولین واسطہ صحابہؓ ہیں۔ دنیا میں دین کی نشرواشاعت سب سے پہلے صحابہؓ نے کی قرآن پاک میں اہل ایمان کی جن عمدہ صفات کا ذکر ہے۔ مثلاً مومنین، مسلمین، متقین، صادقین، صدقین، شہداء، صالحین، قانتین صابرین، شاکرین، تائبین، ساجدین، عابدین، ذاکرین ہیں۔ آمرین بالمعروف ناہین عن المنکر حافظین لحدود اللہ مجتبین، متوکلین، مہتدین وغیرہ ان تمام صفات کے اوّلین مصداق صحابہؓ ہیں۔ رضوان اللہ علیھم اجمعین۔ جسطرح آپ کی بشارات توراۃ، انجیل میں ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔ يجدونه مكتوبًا عندهم فی التوراة و الانجيل (سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۵۷)۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں بھی فرمایا۔ ذالک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجيل (سورۃ الفتح آیت نمبر ۲۹)۔ اللہ نے صحابہ کرامؓ کو اپنی رضا اور خوشنودی کا تمغہ دنیا میں عطا فرمایا۔ سورۃ توبہ میں فرمایا والسابقون

الاوّلون من المهاجرين والانصار واعدلهم جنت تجری من تحتها الانهار (آیت نمبر ۱۰۰)، سورۃ الانفال میں مہاجرین وانصار کو فرمایا اولئک هم المومنون حقا. (آیت نمبر ۷۴) سورۃ فتح کے آخر میں مثال دے کر فرمایا۔ ليغيظ بهم الكفار (آیت نمبر ۲۹ کہ اللہ تعالی ان کی وجہ سے کفار کو غضب میں ڈالتے ہیں) گویا کہ صحابہ کرامؓ سے بغض کفر کی علامت ہے۔ صحابہؓ میں مراتب میں سب سے اعلی مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے ان کے بعد عمر فاروقؓ پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علیؓ ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں اور حضورؐ کے ساتھ سب سے پہلے تبلیغ کرنے والے ہیں۔ ان کی محنت سے بڑے بڑے صحابہؓ دین میں داخل ہوئے مثلاً حضرت عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعیدؓ اور حضرت خبابؓ، حضرت بلالؓ، حضورؐ پر اپنا تمام مال خرچ کرنے والے صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں یہاں تک کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہ دیا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے دیا تمام لڑائیوں میں حضرت صدیق اکبرؓ حضورؐ کے شانہ بشانہ رہے۔ حضورؐ کے آپ مشیر خاص تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی صحابیت نص قرآن سے ثابت ہے ثانی اثنين. (سورۃ توبہ آیت نمبر ۴۰) حضورؐ نے وصال سے پہلے فرمایا کہ مسجد میں نکلنے والی سب کھڑکیاں بند کردو سوائے حضرت صدیقؓ کی کھڑکی کے۔ آخری وقت میں آپؐ نے اپنے مصلے پر نماز کیلئے ان کو کھڑا کیا۔ ہجرت کے وقت جو انعام حضورؐ کی گرفتاری پر رکھا وہی انعام حضرت صدیق اکبرؓ کی گرفتاری پر رکھا۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد تمام صحابہ کرامؓ نے بالاتفاق ان کی بیعت کی حتی کہ حضرت علیؓ نے بھی فرمایا کہ جب حضورؐ نے ہمارے دین کا امام حضرت صدیق اکبرؓ کو بنادیا تو دنیا کا امام بھی حضرت صدیق اکبرؓ کو بناتے ہیں۔ (یہ روایت مستدرک حاکم میں موجود ہے۔)

حضور ﷺ نے شیخینؓ کے بارے میں فرمایا۔ اقتدوا بالذين من بعدی ابوبكر و عمرؓ (او کما قال عليه السلام) خلفاء راشدین کے بعد عشرہ مبشرہ کا مرتبہ ہے۔ (سعد بن وقاصؓ، ابو عبیدہ بن جراحؓ، سعید بن زیدؓ، طلحہؓ، زبیرؓ) عشرہ مبشرہ کے بعد اہل بدر کا درجہ ہے۔ اہل بدر کے بعد اہل احد کا، اہل احد کے بعد اہل بیعت رضوان کا درجہ ہے اور ان کے بعد جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے پھر جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ صحابہ کرامؓ کے اندر جو باہمی اختلافات ہوئے جن کو "مشاجرات

صحابہ'' کہا جاتا ہے۔ اس کا دارومدار ہوا وہوس، حبِّ ریا، حب جاہ حبِ ریاست وطلب منزلت سے بہت دور ہے۔ ان کا سارے کا سارا اختلاف اجتہادی خطا کی وجہ سے ہوا۔ جس پر اللہ ایک اجر عطا فرماتے ہیں۔ حضرت مولنا کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خیر البشر ﷺ کی صحبت کی خیر وبرکت سے ہوا، حرص، حب جاہ وغیرہ سے صحابہ کرامؓ آئینہ کیطرح صاف وشفاف ہو چکے تھے۔ اسی وجہ سے تمام امت کا اجماع ہے کہ ہزاروں ہزار جنیدؒ اور ہزاروں ہزار شبلیؒ اور بایزیدؒ ایک ادنی صحابیؓ کے نقش پا کو نہیں پہنچ سکتے۔ (عقائد اسلام ص ۱۰۱)

ہاں البتہ وہ معصوم نہیں تھے محفوظ تھے۔

بمقتضائے بشریت اجتہادی خطائیں ان سے واقع ہوئیں جو شان تقوی اور ورع کے منافی نہیں۔ معصوم وہ ہے جس سے گناہ کا صدور نہ ہو۔ محفوظ سے اگر اکا دکا کا صدور ہو جائے تو اللہ تعالی نے براءۃ کا اعلان کر دیا جو اللہ نے معاف کر دیا ولقد عفا اللہ عنھم . (سورۃ ال عمران آیت نمبر ۱۵۵) جب اللہ نے معاف کر دیا تو مودودی صاحب کو بھی معاف کر دینا چاہئے لیکن مودودی معاف نہیں کر سکتے۔ منکرین صحابہ حضرت ماعز اسلمیؓ اور حضرت غامدیہؓ وغیرہ کے واقعات سے اعتراض کرتے ہیں اگر صحابہ معیار ہیں تو ان سے ان واقعات کا صدور کیوں ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی توبہ میں اللہ نے ان کو معیار بنایا ہے اور توبہ کیلئے معیار بنانے میں ان سے گناہ ہوا نہیں ان سے کرایا گیا ہے۔ اس طرح ان سے جو لڑائیاں ہوئیں وہ لڑائیاں ہوئی نہیں کرائی گئی ہیں تا کہ وہ باہمی لڑائیوں میں نمونہ بن جائیں۔ اسی وجہ سے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ میں جو لڑائیاں ہوئیں ان کا ہونا نہ ہونے سے میرے نزدیک پسندیدہ ہے کیونکہ اس سے بہت سے مسائل معلوم ہو گئے گویا کہ اللہ کی حکمت بالغہ کیوجہ سے یہ لڑائیاں باہمی طور سے صادر ہوئیں۔

حضرت کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ ونزعنا ما فی صدورھم من غل (سورۃ اعراف آیت نمبر ۴۳) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی متقین اور پرہیز گاروں کے دلوں میں بھی باہمی رنجش اور کدورت ہوتی ہے۔ (عقائد اسلام ص ۱۱۱)

جیسے غصے میں حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کی داڑھی پکڑی اور سر کے بال پکڑے

یہاں آپ کسی کو برا نہیں کہیں گے کہ دونوں وقت کے نبی برحق ہیں۔

حضرت علیؓ مذکورہ قید کی بناء پر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ انہی لوگوں میں سے ہونگے پس تم مشاجرات صحابہؓ کو اسی قبیلہ سے سمجھو یہ دونوں گروہ متقی تھے دونوں جنت میں جائیں گے ان کی صلح بھی حق کیلئے تھی، ان کی لڑائی بھی حق کیلئے تھی ہر ایک نے اجتہاد کے موافق عمل کیا۔ پس جو مصیب ہے (بمطابق حدیث) اس کے لیے دو اجر ہیں اور جو مخطی ہے اس کے لیے ایک اجر ہے۔ بہر حال مصیب ہو یا مخطی ملامت سے ہر طرح دور ہے اور درجات اور ثواب میں درستگی پر محمول ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ ان لڑائیوں میں حق حضرت علیؓ کیطرف تھا اور مخالف خطاء پر تھے لیکن یہ خطاء خطاء اجتہادی تھی جس پر طعن وملامت ہر گز ہر گز جائز نہیں چہ جائیکہ کفر یا فسق کو ان کی طرف منسوب کیا جاوے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں یہ نہ کافر ہیں نہ فاسق یعنی غلط فہمی کی وجہ سے کفر وفسق ان کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اسی معاملے میں حضرت معاویہؓ تنہا نہ تھے بلکہ کم وپیش نصف صحابہ کرامؓ ان کے ساتھ شریک تھے پس اگر حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتماد اٹھ جائیگا اور دین کا وہ حصہ جو اس گروہ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے قابل اعتماد نہیں رہے گا اور اس بات کو سوائے زندیق کے کہ جس کا مقصود دین کو برباد کرنا ہے اور کوئی پسند نہیں کر سکتا۔ اس فتنے کے برپا ہونے کا اصل منشاء حضرت عثمانؓ کا قتل اور ان کے قاتلوں سے قصاص کو طلب کرنا تھا حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ جو اوّل مدینہ سے نکلے اسی تاخیر قصاص کے باعث نکلے اور حضرت عائشہؓ نے ان کی موافقت کی اور نوبت جنگ تک پہنچی اور اس جنگ کو جنگ ''جمل'' کہتے ہیں اور اس میں تیرہ ہزار حضرات قتل ہوئے اور حضرت طلحہؓ اور زبیر عشرہ مبشرہؓ حضرات میں سے ہیں وہ بھی اس لڑائی میں شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضرت معاویہؓ سے جنگ صفین ہوئی۔ یہ تمام جھگڑا حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص کے بارے میں تھا خلافت کے بارے میں نہیں تھا۔ حضرت علیؓ کی افضلیت اور استحقاقِ خلافت سب کو مسلم تھا۔ (عقائد اسلام ص ۱۱۱)

علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں وما وقع فی المخالفتہ والمعارضۃ لم یکن عن نزاع فی خلافتہ بل عن خطاء فی اجتہادہ اور حاشیہ خیالی میں ہے فان معاویہ بغواعن طاعۃ مع

اعترافهم انهم افضلوا فی زمانهم الحق بالا مامة عنه بشبهة هی ترک القصاص عن قتلة عثمان اور اس معاملے میں حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کی معذوریت منکشف نہیں ہوئی اور حضرت علیؓ کی اس تاخیر کو تساہل سمجھا۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر تو بیعت نہ کی اور امام برحق کے قاتلوں سے قصاص لینے کو بیعت پر مقدم سمجھا۔ معاذ اللہ نفسانیت نہ تھی بلکہ عثمانؓ ذی النورین سے غلبہ محبت اور جوش عقیدت تھا۔ بہر حال خطاء اجتہادی تھی نفسانیت نہ تھی۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **وما کان لمئومن ان یقتل مومنا الا خطاء** (سورۃ نساء آیت نمبر ۹۲) جس سے یہ عمل صاف ظاہر ہے کہ قتل خطاء میں گناہ نہیں اور قرآن کریم میں جا بجا محل عتاب میں **بعد ماتبین** اور **من بعد ماجائتهم البينات** اور **وهم يعلمون** کی قید مذکور ہے اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ عتاب اس وقت ہے کہ جب جان بوجھ کر ایسی حرکتیں کریں اور اگر کسی غلط فہمی اور خطاء کی بناء پر ہوں تو گناہ نہیں بلکہ آیت **ولئن اتبعت اهواء هم بعد الذی جائک من العلمالاية** (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۰)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مخالفت بھی بوجہ لاعلمی کے مضر نہیں ہے۔ تو پھر حضرت علیؓ کی مخالفت بوجہ غلطی اور لاعلمی ہو جائے تو اس کا تو کچھ ذکر ہی نہیں اس لیے کہ انسان بوجہ نسیان مورد عتاب نہیں ہے۔ ورنہ روزے میں بھول کر کھانا، پینا اور وضو میں خطاء اور غلطی سے پانی کا حلق میں اتر جانا موجب عذاب اور سبب کفارہ ہوا کرتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کا اختلاف استحقاق خلافت میں نہیں تھا حضرت معاویہؓ کو حضرت علیؓ کی افضلیت میں کوئی کلام نہیں تھا (عقائد اسلام ص ۱۱۱، ص ۱۱۲)

اس کے بعد حضرت کاندھلویؒ امام غزالیؒ سے بھی اس کی تصریح نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہی جمہور علماء سے منقول ہے اور یہی اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے البتہ ابوشکور سالمی حنفی نے اس نزاع کو خلافت کے بارے میں تسلیم کیا ہے۔ (ص ۱۱۲) لیکن آج کل بعض لوگوں نے حضرت علیؓ کی استحقاق خلافت میں ہی شبہات ڈالنے شروع کر دیئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کے فضائل کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ حکیم فیض عالم صدیقی نے حضرت علیؓ کی خلافت کو نام نہاد لکھا اور یہ بھی لکھا کہ ان کی خلافت خلافت

راشدہ نہ تھی اس لیے کہ خلافت راشدہ میں **وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا الآیه** (سورۃ النور آیت نمبر ۵۵) کا ذکر ہے جبکہ حضرت علیؓ کے دور خلافت اس میں امن نہیں ہوا سارا دور خلافت لڑائیوں میں گزرا یہ معنیٰ غلط ہے۔ اس لیے کہ خوف سے مراد وہ خوف ہے جو نزول آیت کے وقت مشرکین مکہ کو تھا۔ حضرت علیؓ کو وہ مشرکین کا خوف نہ تھا وہ تو باہمی اختلافات تھے۔

مشاجرات صحابہ میں اکابرین اہلسنت والجماعت کا طرز یہی رہا ہے کہ اس میں سکوت اختیار کیا جائے یا یہ مسئلہ ہی نہ چھیڑا جائے جیسے عبداللہ بن مبارکؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے کہ جب اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو صحابہؓ کے متبرک خون سے محفوظ رکھا تو ہمیں اپنی زبانوں کو بھی اس سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ لیکن اس دور میں جس طرح رافضی حب اہل بیت کا نام لیکر بقیہ صحابہؓ پر تبراء کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کی تردید میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جو حضرت امیر معاویہ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کی محبت کا نام لیکر اہلسنت پر تبرا کرتے ہیں اس لیے مجبوراً اہلسنت کا اعتدال والا مسلک بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ رافضی ائمہ اثناء عشر کو معصوم قرار دیکر انبیاء سے بھی ان کا مقام زیادہ ثابت کرتے ہیں ان کے مقابلے میں محمود عباسی کی تحریک کے ارکان حضرت امیر معاویہؓ کی خطائے اجتہادی کا انکار کر کے ان کو نبیوں سے بڑھانا چاہتے ہیں کیونکہ خطائے اجتہادی انبیاء سے بھی سرزد ہو جاتی ہے۔ وہ عصمت کے بھی خلاف نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا محمد ادریسؒ صاحب کاندھلوی **ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض** (سورۃ الانفال آیت نمبر ۶۶) کے تحت لکھتے ہیں کہ اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضرات انبیاءؑ بھی اجتہاد فرماتے ہیں اور کبھی اس اجتہاد میں خطا بھی ہو جاتی ہے لیکن حق جل شانہ اپنے نبی کو کبھی اس خطاء پر قائم نہیں رہنے دیتے بلکہ بذریعہ وحی اس پر متنبہ فرما دیتے ہیں لیکن انبیاءؑ کے اجتہاد اور مجتہدین کے اجتہاد میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہ یہ کہ نزول وحی کے بعد انبیاءؑ کے اجتہاد پر عمل ساقط نہیں ہو جاتا اس لیے حضور پرنورؐ نے جو اجتہاد سے فدیہ لینے کا حکم دیا تھا وہ آیت کے نزول کے بعد بھی باقی رہا اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا گیا اور آنحضرتؐ نے قتل کی طرف رجوع نہیں فرمایا بلکہ اسی فدیہ پر قائم رہے بخلاف مجتہد کے اگر اس کو اجتہاد کے بعد یہ ظاہر ہو کہ میرا یہ اجتہاد فلاں نص کے خلاف ہے تو اس پر اجتہاد سابق سے رجوع لازم ہے۔ جاننا چاہیے کہ نبی اور

رسول کا اجتہاد وحی خفی ہوتا ہے بقولہ تعالیٰ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی. (سورۃ النجم آیت نمبر۲۔۳) اگر حق جل شانہ نبی کے اجتہاد پر سکوت فرماویں تو وہ اجتہاد وحی خفی کے درجے میں آجاتا ہے اور اس کا وہی حکم ہوتا ہے جو وحی جلی کا حکم ہوتا ہے اور نبی کے اجتہاد کے خلاف اگر کوئی وحی نازل ہوجاتی تو یہ جلی اس وحی خفی یعنی اجتہاد نبوی کیلئے ناسخ بن جاتی ہے جیسے ایک آیت دوسری آیت کیلئے اور ایک حدیث دوسری حدیث کیلئے ناسخ ہوتی ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی نص اور وحی جلی خفی یعنی اجتہاد نبوی کی ناسخ ہوتی ہے اور نسخ کی حکمتیں اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ اللہ کے نبیؐ نے غیر منصوص امر میں جو اجتہاد کیا وہ بھی حق تعالیٰ ہی کے غیبی اشارے سے تھا لقولہ تعالی انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ (سورۃ النساء آیت نمبر۱۰۴) آپؐ نے جو رائے اور جو مشورہ دیا وہ بھی اللہ کی رائے اور مشورے سے تھا اور بعد میں جو اس کے خلاف حکم نازل ہوا وہ بھی اللہ کا ہی حکم ہے اور ایک حکم دوسرے حکم کیلئے ناسخ ہے واللہ یفعل مایشاء ویحکم مایرید . نبیؐ سے اجتہاد میں کوئی خطاء واقع ہو تو اللہ بذریعہ وحی اس پر تنبیہ کرسکتے ہیں۔ معاذ اللہ کسی انسان کی یہ مجال نہیں کہ وہ نبی اور رسول کے کسی اجتہاد پر تنقید اور تبصرہ کرسکے اللہ تعالیٰ کے سکوت اور تقریر کے بعد نبی کے اجتہاد پر تنقید اور تبصرہ کرنا ایسے ہی کفر ہے جیسا کہ وحی جلی پر تبصرہ اور تنقید کرنا کفر ہے۔ مومن کی شان تو یہ ہے کہ

زبان تازہ کردن باقرار تو
نینگیختن علت از کار تو

یہ مقام نبوت اور بارگاہ رسالت ہے کہ جہاں ہوائے نفسانی کا کوسوں اور منزلوں بھی گزر نہیں ایسے مقام میں گرفتاران حوس کا دم مارنا کمال ابلہی ونادانی ہے (سیرت مصطفیٰ جلد نمبر۳ ص ۱۱۸ ص ۱۱۹)

اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ صحابیؓ سے خطائے اجتہادی نہیں ہوسکتی وہ گو زبان سے اس صحابیؓ کو معصوم نہیں کہتا بلکہ شیعوں کے مقابلے میں امام معصومین سے بھی اونچا مانتا ہے۔ بعض لوگ ہدیۃ الشیعۃ کی عبارت پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا گنگوہیؒ، مولانا نانوتویؒ اور ہمارے اکابر بھی شیعت سے متاثر تھے انہوں نے تحقیق نہیں کی بہت سی باتیں شیعت کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر لکھ دیں اس لیے صحابہؓ

کے مقابلے میں ہم ان بزرگوں کو نہیں مانتے لیکن یہ بات بالکل اسی طرح ہے۔

جیسے بعض غیر مقلد عوام کو دھوکا دینے کیلئے کہتے ہیں کہ آئمہ مجتہدین بڑے نیک لوگ تھے لیکن ان کو حدیثیں ملی نہیں تھیں اس لیے ان سے کچھ اجتہادی خطائیں ہوگئیں اس لیے نبیؐ کے مقابلے میں ہم ان اماموں کو نہیں مانتے۔ جبکہ واقعہ یہ ہے نہ اماموں نے نبی کا مقابلہ کیا اور نہ ہمارے اکابر نے صحابہؓ کا مقابلہ کیا بلکہ ہمارے اکابر نے صحابہؓ کی عظمت ہمارے دلوں میں بٹھائی۔ بعض لوگ حضرت نانوتویؒ کی اس عبارت کو حضرت معاویہؓ کی توہین سمجھتے ہیں۔ باقی رہے۔ حضرت امیر معاویہؓ ہر چند ان کو بظاہر تمکین نظر آتی لیکن حقیقت میں وہ تمکین دین نہ تھی بلکہ تمکین ملک وسلطنت تھی چنانچہ واقفان فن سیر پر پوشیدہ نہیں کہ خلفاء اربعہؓ کے اطوار وانداز اور امیر معاویہؓ کے اطوار وانداز میں زمین وآسمان کا فرق تھا ان کی گزراں فقیرانہ اور زاہدانہ تھی اور امیر معاویہ کا طور ملوک کا سا تھا اس لیے اہلسنت ان کو باوجود یکہ صحابی سمجھتے ہیں خلفاء میں نہیں سمجھتے ملوک میں شمار کرتے ہیں لیکن ملوک ملوک میں بھی فرق ہے۔ ایک نوشیرواں تھا ایک چنگیز خان سو یہ ہر چند ملوک میں سے تھے لیکن اس کے یہ معنی ہیں کہ خلفائے راشدین کے مقابلے میں دنیا دار معلوم ہوتے تھے جیسے کہ حضرت سلیمانؑ اور انبیاءؑ کے مقابلے میں مالدار معلوم ہوتے تھے۔ نہ یہ ظلم وستم کے روادار تھے۔ غرباء کے حق میں ستم گار تھے۔ انکا حلم اور رعایا پروری اور دل جوئی، خلائق شہرہ آفاق ہے (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۸)

حضرت نانوتویؒ یہاں حضرت امیر معاویہؓ کا خلفاء اربعہؓ سے تقابل کررہے ہیں کہ ان کے اعتبار سے ان کی زندگی زاہدانہ اور فقیرانہ نہیں بلکہ ملوکانہ تھی اس لیے یہ خلیفہ راشد نہیں ہیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے حضرت امیر معاویہؓ کا تقابل خلفاء راشدین کیساتھ کیا ہے یہ کوئی حضرت امیر معاویہؓ کی توہین نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو سوء ادبی بھی نہیں ہے یہاں کسی ظالم کیساتھ معاذ اللہ تشبیہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ انکا تقابل کسی ظالم کیساتھ نہیں بلکہ خلفاء راشدین کیساتھ ہے جو کہ متقی پرہیزگار تھے یہ تقابل صرف خلافت راشدہ ثابت کرنے کیلئے تھا کہ ان کی خلافت خلافت راشدہ نہیں تھی۔

مسئلہ فسق یزید

اہلسنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ یزید فاسق فاجر تھا اور ہر فاسق میں کچھ خوبیاں بھی ہوتی ہیں ان خوبیوں والی روایات کو اسلاف نے یا تو قبول نہیں کیا۔ یا مرجوح قرار دیا نیز خوبیوں کے ساتھ ارتکاب فسق اس کے فسق سے مانع نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ غزوہ حرۃ کے تحت فرماتے ہیں کہ یزید نے بڑی فحش خطا کی تھی کہ مسلم بن عقبہ کو کہا کہ تین دن تک مدینہ حلال ہے **ھذا خطاء کبیر فاحش** ۔ بہت بڑی فحش غلطی ہے باوجود اس بات کے صحابہؓ اور ان کی بہت اولاد کو اس نے قتل کرایا یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کرایا اور حرۃ کی لڑائی کے تین دنوں میں مدینہ میں عظیم مفاسد واقع ہوئے جن کو بیان کرنا اور ذکر کرنا مشکل ہے اور اس نے مسلم بن عقبہ کو اپنی سلطنت کی بقاء کیلئے مدینے پر لشکر کشی کیلئے بھیجا اللہ تعالیٰ نے اس کے ارادے کے خلاف اس کو سزا دی اور اس کے اور اس کے ارادے کے درمیان اللہ حائل ہو گئے تو اللہ نے بڑے بڑے جبارین کی کمر توڑنے کیطرح اس کی کمر توڑ دی **واخذہ اخذ عزیز مقتدر** (البدایہ والنھایہ جلد ۸ ص ۲۲۵) کہ اللہ نے اس کا ایسا مواخذہ کیا جیسا کہ عزت اور قدرت والا مواخذہ کرتا ہے **وکذالک اخذ ربک**.

اس کے بعد کچھ روایات بھی ذکر کیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اس کو ایسے ہی ختم کر دیں گے جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے اور حضرت ساعد بن خلادؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو آدمی ظلم کر کے اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے گا اللہ اس کو خوف زدہ کرے گا اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اللہ اس کی نفلی اور فرضی عبادت قبول نہیں کریں گے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کے دو صاحبزادے محمدؒ اور عبدالرحمانؒ فرماتے ہیں کہ ہم حرۃ کے دن اپنے باپ کے ساتھ گھر سے نکلے اور ان کی بینائی جا چکی تھی تو انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جو اللہ کے رسول کو ہلاک کرتا ہے ہم نے عرض کیا کہ ابا جان کیا کوئی حضورؐ کو بھی خوف زدہ کرتا ہے تو حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضورﷺ کو سنا کہ فرماتے تھے کہ جو انصار کے اس قبیلے کو خوفزدہ کرے گا اس نے جو ان دونوں کے درمیان

ہے اس کو خوفزدہ کیا اور اپنی پیشانی کے اوپر ہاتھ رکھا۔ اس کے بعد ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث اور اس جیسی اور حدیثوں سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے یزید پر لعنت کی رخصت دیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کی بھی یہ روایت ہے۔ جس کو خلال ابوبکر عبدالعزیزؒ پر قاضی ابویعلیؒ اور ان کے بیٹے قاضی ابوالحسینؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی کی تائید ابوالفرج ابن جوزی نے ایک مستقل کتاب میں کی ہے اور یزید کی لعنت کو جائز قرار دیا اور دوسرے لوگوں نے اس لعنت سے روکا اور انہوں نے بھی اس بارے میں کتابیں لکھیں تاکہ اس کی اور اس کے باپ کی طرف یا کسی اور صحابیؓ کی طرف متعدی ہونے کا ذریعہ نہ بنے اور انہوں نے اس کے برے افعال کو اس بات پر محمول کیا کہ اس نے تاویل کی اور تاویل میں خطا کی اور انہوں نے کہا کہ اس عدم لعنت کے باوجود وہ فاسق حکمران تھا۔ (البدایہ والنھایہ جلد ۸ ص ۲۲۶)

پھر حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ قتل حسینؓ اور حرۃ کی لڑائی کے بعد اس کو بالکل تھوڑی سی مہلت ملی **حتی اقصم الذی قصم الجبابرۃ** یہاں تک کہ اللہ نے اس کی کمر توڑ دی جو بڑے بڑے متکبرین کی اس سے پہلے اور بعد میں کمر توڑنے والے ہیں کیونکہ اللہ علم اور قدرت والے ہیں اور دس سال میں یعنی ۶۳ھ میں ایک بڑی مخلوق مشہور لوگوں میں سے اور معین صحابہؓ وغیرہ میں سے حرۃ کی لڑائی میں فوت ہوئے جن کا ذکر بڑا طویل ہے۔ مشہور صحابہ میں سے عبداللہ بن حنظلہؓ جو غزوہ حرۃ میں مدینہ کے امیر تھے اور معقل بن سنانؓ اور عبیداللہ بن زید بن عاصمؓ اور تابعین میں مسروق بن اجدعؒ (البدایہ والنھایہ ص ۲۲۷)

آج کل کچھ لوگوں نے یزید کے فضائل ذکر کرنے شروع کیے ہیں جبکہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ یزید پر اللہ نے قرآن میں لعنت کی ہے اور یہ آیت پڑھی **فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو فی الارض الآیۃ** (سورۃ محمد آیت نمبر ۲۲) حافظ ابن اکثیرؒ فرماتے ہیں کہ ۶۳ھ میں حرۃ کا واقعہ پیش آیا اس کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور قریش کا امیر عبداللہ بن حنظلہ بن عامر کو مقرر کیا۔

جب ۶۳ھ شروع ہوئی اور انہوں نے بیعت تورنے کا اظہار کیا تو منبر نبویؐ کے پاس اکٹھے ہوئے ان میں سے کوئی آدمی یہ کہتا کہ میں نے جیسے اپنی یہ پگڑی پھینکی ایسے ہی یزید کی بیعت پھینکی یہ کہہ کر

پگڑی پھینک دیتا۔ دوسرا کہتا کہ جیسے میں اپنا جوتا پھینکا ایسے ہی یزید کی بیعت کو پھینکا یہاں تک کہ وہاں بہت سی پگڑیاں اور جوتیاں جمع ہو گئیں۔ اس کے بعد اہل مدینہ نے یزید کے گورنر کو نکالنے کا فیصلہ کیا اور وہ یزید کا چچازاد بھائی عثمان بن محمد ابوسفیان تھا اور بنوامیہ کو بھی مدینہ سے نکالنے کا ارادہ کیا وہ سارے کے سارے مروان بن حکم کے مکان میں اکٹھے ہو گئے اہل مدینہ نے ان کا محاصرہ کرلیا۔ (البدایہ والنھایہ جلد نمبر ۸ ص ۲۲۰)

ابن کثیرؒ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یزید کے اندر قابل تعریف خصلتیں تھیں یعنی سخاوت، بردباری، فصاحت، شعر کہنا، بہادری اور ملکی سیاست میں اچھی رائے رکھنا اور حسن معاشرت میں بھی وہ بہترین شخص تھا لیکن اس کے باوجود اس میں شہوت پرستی بعض اوقات میں بعض نمازوں کو چھوڑ دینا اور اکثر اوقات نمازوں کا فوت کردینا پایا جاتا تھا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ کو سنا فرماتے تھے کہ یکون خلف من بعدی ستین سنته اضاعو الصلوة واتبعو الشهوات فسوف یلقون غیا. ((البدایہ والنھایہ جلد ۸ ص ۲۳۳) کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے ۶۰ سال بعد بعد ایسے نااہل خلیفے ہونگے جو نمازوں کو ضائع کردیں گے اور خواہشات کی اتباع کریں گے عنقریب جہنم کی وادی کو ملیں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے اس حدیث میں یزید کے بارے میں یہ بری پیش گوئی دی۔ حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ فرماتے تھے۔ ستر سال اور لونڈوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ پکڑو۔ (البدایہ والنھایہ ص ۲۳۴)

نوٹ: اس روایت میں ''سبعین'' ہے بخاری میں ستین ہے اور اس کا مصداق حاشیہ میں یزید کو قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبدالرحمان اور سعید بن زید یزید کے بارے میں فرماتے تھے لست منا ولیس خالک منا یا مضیع الصلوة بالشهوات (البدایہ والنھایہ جلد ۸ ص ۲۳۴)۔ کہ نہ تو ہم میں سے ہے نہ تیرا ماموں ہم میں سے تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا لایزال امر امتی قائما بالقسط حتی یسلمه رجل من بنی امیه یقال له یزید حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند منقطع ہے لیکن ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے رخنہ ڈالنے والے حضرت امیر معاویہؓ نہیں بلکہ یزید ہے اور کسی محدث کا

کسی روایت سے استدلال کرنا اس روایت کی تصحیح ہوتا ہے۔ حضرت ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں کہ ہم ابوذرؓ کے ساتھ شام میں تھے۔ تو حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلا شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنوامیہ کا آدمی ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مطیع فرماتے تھے کہ یزید خمر پیتا تھا اور نمازیں ترک کرتا تھا اور کتاب اللہ کے حکم سے تجاوز کرتا تھا (البدایہ والنھایہ جلد ۸ ص ۲۳۴)

نوٹ: یہ بات انہوں نے محمد بن حنفیہ سے کہی تو محمد بن حنفیہ نے ان سے کہا کہ میں نے تو یزید سے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ میں یزید کے پاس جا کر وہاں ٹھہرا بھی ہوں میں نے اس کو نماز کا پابند بھلائی کا تلاش کرنے والا پایا۔ فقہ کے بارے میں مسائل پوچھتا تھا اور سنت کو لازم پکڑنے والا تھا تو عبداللہ بن مطیع اور ان کے ساتھیوں نے کہا اس کو مجھ سے کس چیز کا خوف یا امید تھی کہ میرے سامنے یہ خشوع خضوع ظاہر کرتا کیا تم نے جو شراب پینے کا ذکر کیا ہے اس کا اظہار تمہارے سامنے اس نے کیا ہے؟ اگر اس نے تمہارے سامنے اظہار کیا تو تم بھی اس کے ساتھ شریک ہو۔ اگر اس نے تمہارے سامنے اظہار نہیں کیا تو تمہارے لیے حلال نہیں کہ ایسی چیز کی گواہی دو جس کو تم نہیں جانتے تو انہوں نے کہا کہ انه عندنا الحق وان لم یکن رایناه ۔ تو محمد بن حنفیہ نے ان سے کہا کہ اس بات کا اللہ تو انکار کرتے ہیں مگر گواہوں کے ساتھ کیونکہ اللہ تو فرماتے ہیں الا من شهد باالحق وهم یعلمون. میں تو تمہارے ساتھ کچھ بھی اتفاق نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا شاید آپ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ آپ کے علاوہ کسی کو امیر بنایا جائے تو ہم اپنے معاملات کا آپ کو متولی بناتے ہیں تو حضرت محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ جس ارادے پر تم لڑائی کر رہے ہو اس پر میں لڑائی کو نہ امیر بن کر حلال سمجھتا ہوں نہ مامور بن کر انہوں نے کہا کہ تو نے اپنے باپ کیساتھ ملکر لڑائی کی تو محمد بن حنفیہ نے کہا کہ میرے باپ جیسا شخص لاؤ کہ میں اس کی مثل پر لڑائی کروں جس پر میرے باپ نے کی تھی تو انہوں نے کہا کہ اپنے بیٹوں ابوالقاسم اور قاسم کو اجازت دو تو محمد بن حنفیہ نے کہا کہ اگر میں ان کو حکم دوں تو میں تو لڑائی میں شریک ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ کھڑے ہو کر لوگوں کو لڑائی کی دعوت دو تو محمد بن حنفیہ نے کہا کہ سبحان اللہ جس کو میں پسند نہیں کرتا اس کا میں لوگوں کو حکم دوں اگر میں نے ایسا کیا تو میں نے اللہ کے بندوں میں خیر خواہی

والا کام نہیں کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو مجبور کریں گے تو محمد بن حنفیہ نے کہا کہ میں پھر بھی اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی نہ کریں۔
(البدایہ والنھایہ ص ۲۳۴)

اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ حضرت حسینؓ کے بھائی محمد بن حنفیہ یزید کے حامی تھے۔

جواب نمبر۱: یہاں حضرت عبداللہ بن مطیع صحابیؓ ہیں جو سارے الزامات یزید پر لگا رہے ہیں اور محمد بن حنفیہ صحابی نہیں غیر صحابی ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم صحابہؓ کے مقابلے میں غیر صحابی کو نہیں مانتے ان کو یہ بات کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔

پھر اس روایت میں محمد بن حنفیہ نے بھی صرف اتنا فرمایا کہ ان جرائم کی رویت مجھے نہیں ہوئی۔ حالانکہ دارومدار روئیت پر نہیں ہوتا۔ شہادت بھی کوئی چیز ہے پھر صحابیؓ اور ان کے ساتھیوں نے کہہ دیا۔ کہ اگر اس نے تیرے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں تو وہ دکھلاوے کی تھیں۔ اور غیر صحابی کہتے ہیں کہ دکھلاوے کی نہیں تو بات صحابیؓ کی ماننی چاہیے اور پھر صحابیؓ بڑے مبالغے سے کہہ رہے ہیں کہ انہ عندنا الحق وان لم یکن رایناہ معلوم ہوا ان کے پاس بڑی قوی شہادتیں تھیں اور پھر یہ صحابیؓ غزوہ حرۃ میں یزیدی لشکر سے شہید ہوئے۔

جواب نمبر۲: محمد بن حنفیہ کی بات اگر حجت ہے تو ان کے بڑے بھائی جو حضرت حسینؓ ہیں ان کی بات کیوں حجت نہیں کہ حضرت حسینؓ نے خروج کیا۔ اسی البدایہ والنھایہ میں ہے کہ حضرت حسینؓ کے اہل وعیال میں سے کوئی بھی حضرت حسینؓ سے پیچھے نہیں رہا سب نے ساتھ دیا سوائے محمد بن حنفیہ کے اور ان کے ساتھ نہ دینا بھی صرف اس بنا پر تھا ان کو اہل کوفہ پر اعتماد نہ تھا کہ وہ غداری عہد شکنی کریں گے جیسا کہ باقی صحابہؓ کی رائے تھی چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بھائی تو مجھ کو تمام روئے زمین والوں سے زیادہ عزیز ہے اور میں آپ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ آپ ان شہروں میں سے کسی شہر میں داخل نہ ہوں آپ جنگلوں اور ریت کے ٹیلوں میں سکونت اختیار کریں۔ اور لوگوں کو پیغام بھیجیں جب وہ آپ سے بیعت کرلیں اور آپ پر اعتماد کرلیں تو پھر شہر میں جانا اگر آپ شہر میں ہی رہنا چاہتے ہیں تو مکہ میں جائیں اگر وہاں آپ کا مقصد پورا ہو گیا تو بہتر ورنہ آپ وہاں کے پہاڑوں اور ریت کے ٹیلون میں

ٹھکانہ پکڑ سکتے ہیں۔ (البدایہ والنھایہ جلد نمبر ۸ ص ۱۵۰)

سوال: حضرت حسینؓ نے عبیداللہ بن زیاد سے کہہ دیا تھا کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو تا کہ میں اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں تو وہ میرے متعلق جو مناسب سمجھے گا خود فیصلہ کرے گا۔

جواب: یہ حوالہ البدایہ والنھایہ والے نے طبری سے نقل کیا ہے۔ جبکہ روایات وہاں مختلف ہیں ایک روایت ہانی بن شبیت کی ہے اور جو عمر بن سعد اور حضرت حسینؓ کی گفتگو کے درمیان حضرت حسینؓ کے نمائندہ تھے فرماتے ہیں کہ گفتگو کرتے ہوئے کافی رات گزر گئی پھر ایک ایک اپنے لشکر کیطرف چلا گیا جبکہ لوگوں کا گمان یہ تھا کہ حضرت حسینؓ نے عمر بن سعدؓ سے کہا کہ ان کو یزید بن معاویہ کے پاس شام لے جائیں اور دونوں لشکر یہیں ٹھہر جائیں (البدایہ والنھایہ ص ۱۸۸)

یہ سارا واقعہ ۹ محرم بروز جمعرات کا ہے جبکہ دس محرم جمعہ کو قیس بن اشعث نے کہا کہ آپ ابن زیاد کی بات مان لیں حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں ذلیل ہو کر ان کو اپنا ہاتھ دوں ورنہ میں غلاموں جیسا اقرار کروں اے اللہ کے بندو میں اپنے اور تمھارے رب کی پناہ پکڑتا ہوں اور اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو اور میں اپنے رب کی پناہ پکڑتا ہوں ہر ایسے متکبر سے جو اللہ سے نہیں ڈرتا۔

(کامل بن یسیر جلد ۳ ص ۵۶۲)

البدایہ والنھایہ کے اسی صفحہ پر عقبہ بن سمان کی روایت ہے کہ میں مکہ سے حضرت حسینؓ کی شہادت تک ان کے ساتھ رہا ہوں اللہ کی قسم کوئی بات ایسی نہیں ہے جو انہوں نے بیان کی ہو مگر میں نے اس کو سنا ہے اور انہوں نے یہ سوال نہیں کیا کہ مجھے یزید کے پاس لے جاؤ اور نہ یہ کہ وہ کسی سرحد کیطرف لے جائیں اور انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ یا تو مجھے واپس جانے دو یا وہ چھوڑ دیں تا کہ وہ اللہ کی وسیع زمین میں دیکھیں کہ لوگوں کا معاملہ کیسا ہے۔ (البدایہ والنھایہ ص ۱۷۷، طبری جلد ۴ ص ۳۱۳)

سوال: بخاری شریف جلد ا ص ۴۱۰ پر روایت ہے کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے دار السلطنت پر حملہ کرے گا اس کی مغفرت ہو جائیگی اور بخاری شریف ص ۱۵۸۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید روم کی

زمین میں مجاہدین کا سپہ سالار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یزید جنتی ہے اس کو فاسق فاجر کہنے کی تمام روایات ضعیف ہیں۔

جواب ا: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضورؐ سے علم کے دو حصے یاد کیئے ہیں ان میں سے ایک حصہ میں نے عوام میں پھیلا دیا ہے بہر حال دوسرا حصہ اگر میں پھیلاؤں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے۔ بخاری شریف جلد ا ص ۲۳۔ حاشیہ پر لکھا ہے کہ علماء نے علم کے اس حصے کو جس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے نہیں پھیلایا ان احادیث پر محمول کیا ہے جن میں ظالم حکمرانوں کے نام ان کے حالات اور ان کے مظالم کی مذمت ہے اور ان میں سے بعض کو حضرت ابو ہریرہؓ کنایہ کے طور پر بیان کرتے تھے اپنی جان کا خوف کرتے ہوئے اس کی وضاحت نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا فرمان کہ میں ساٹھ سال اور لونڈوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس سے اشارہ کرتے تھے یزید بن معاویہؓ کی خلافت کیطرف۔ اس لیے کہ اس کی خلافت ۶۰ ہجری میں وقوع پذیر ہوئی اور اللہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی دعا کو قبول کیا تو وہ اس سے ایک سال پہلے فوت ہو گئے۔ اس طرح فتح الباری میں ہے۔ بخاری ص ۲۳ حاشیہ نمبر ۱ یہ باب فتح الباری جلد ا ص ۱۹۳ میں ہے اور حدیث کی یہی تشریح حافظ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ جلد ۴ ص ۱۷۸ پر کی ہے۔ (نیز عمدۃ القاری جلد ۲ ص ۲۷۹ پر بھی یہی الفاظ ہیں)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ بھی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ علما کے صحیح قول کے مطابق فتنوں اور ان واقعات کا علم ہے جو آپؐ کے بعد واقع ہوئے جیسے شہادت عثمانؓ اور شہادت حسینؓ وغیرہ حضرت ابو ہریرہؓ ان احادیث کے عام کرنے میں اور ان کے شرکاء کے ناموں کے متعین کرنے میں بنو امیہ کے لڑکوں سے خوف کرتے تھے۔ تراجم بخاری ص ۴۲۔

معلوم ہوا کہ یزید کے بارے میں اس حدیث سے اشارہ ملتا ہے۔ جیسا کہ بعض روایات میں یزید کے دین میں رخنہ اندازی کی صراحت بھی ہے۔ نیز بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس ذات کو جو صادق مصدوق ہے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی مروان نے کہا کہ لونڈے؟ تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اگر میں ان کے نام بنوفلاں بنوفلاں سے چاہوں تو لے سکتا ہوں۔

(بخاری جلد ا کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام ص ۵۰۹)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس کا مصداق یزید ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۱۵)

نیز بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت ابو شریح نے عمرو بن سعید کو جبکہ وہ مکہ کیطرف لشکر کشی کر رہا تھا کہا کہ اے امیر مجھے اجازت دے دو میں تجھ سے وہ حدیث بیان کروں جس کو فتح مکہ کے دوسرے دن آپ نے بیان کیا میرے کانوں نے اس کو سنا اور میرے دل نے اس کو محفوظ کیا اور میری آنکھوں نے حضور کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے دیکھا کہ حضورؐ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا کہ بیشک مکہ اس کو اللہ نے قابل تعظیم بنایا ہے لوگوں نے قابل تعظیم نہیں بنایا کسی آدمی کیلئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے حلال نہیں یہ کہ مکہ میں خون بہائے اور نہ مکہ کا درخت کاٹے پھر اگر کوئی رسول اللہؐ کے قتال سے رخصت تلاش کرے تو کہہ دینا کہ اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دی تمہیں نہیں دی اور مجھے بھی اس میں صرف دن میں ایک گھڑی کیلئے اجازت دی۔ پھر اس کا احترام آج ایسے ہی لوٹ آیا جیسے کل کے دن تھا چاہیے کہ حاضر غائب تک اس حدیث کو پہنچا دے تو پھر ابو شریح سے پوچھا گیا کہ عمرو بن سعید نے آپ کو کیا جواب دیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے کہا کہ اے ابو شریح میں تم سے زیادہ جانتا ہوں حرم عاصی اور قاتل کو پناہ نہیں دیتا نہ فسادی کو پناہ دیتا ہے۔ (بخاری جلد ا ص ۲۱)

حاشیہ نمبر ۴ پر لکھا ہے کہ عمرو بن سعید مکہ پر لشکر حضرت عبداللہ بن زبیر پر لڑائی کیلئے بھیج رہا تھا۔ جو یزید بن معاویہ کی بیعت سے رکے ہوئے تھے اور حرم میں پناہ پکڑی تھی اور عمرو بن سعید یزیدی حکومت کیطرف سے مدینہ کا گورنر تھا۔ حاشیہ نمبر ۵ پر لکھا ہے کہ عمرو بن سعید کا یہ جواب صحیح نہیں تھا کیونکہ عبداللہ بن زبیرؓ نے کسی ایسی چیز کا ارتکاب نہیں کیا تھا وہ قتل کے مرتکب ہوں بلکہ وہ خلافت کے یزید سے زیادہ حقدار تھے۔ اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت یزید سے پہلے ہوئی تھی اور وہ حضورؐ کے صحابی بھی ہیں۔

(بخاری ص ۲۱ حاشیہ نمبر ۵)

اسی بخاری شریف میں سلیمان بن حرب حماد بن زید عن ایوب کی سند سے حضرت نافع کا یہ

قول منقول ہے۔ **خلعها المدينة يزيد بن معاوية** کہ اہل مدینہ میں یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی (بخاری جلد دوم ص ۱۰۵۳) البتہ اس بیعت توڑنے میں حضرت ابن عمرؓ کا اختلاف نقل کیا ہے اور اس کی وجہ بھی ذکر کی ہے۔ بخاری شریف کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ باقی تمام اہل مدینہ نے بیعت توڑ دی تھی اس کا سبب حاشیہ نمبر ۷ پر لکھا ہے کہ یزید بن معاویہؓ نے مدینہ کا حکمران اپنا چچازاد بھائی عثمان بن محمد ابی سفیان کو مقرر کیا تو اس گورنر نے ایک وفد اہل مدینہ کی جماعت کا یزید کیطرف بھیجا جن میں حضرت عبداللہ بن غسیل الملائکہ اور عبداللہ بن عمر مخزومی بھی تھے تو یزید نے ان کا اکرام کیا اور ان کو تحفے تحائف بھی دیئے تو وہ لوٹے اور انہوں نے یزید کے خلاف باتوں کا اظہار کیا اور شرب خمر وغیرہ کیطرف اس کی نسبت کی پھر وہ گورنر مدینہ عثمان بن محمد کے خلاف کھڑے ہوئے اس کو مدینہ سے نکال دیا اور یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی۔ (ص ۱۰۵۳)

پھر مذکورہ بالا حدیث بھی امام بخاریؒ نے متعدد جگہ ذکر کی ہے صرف ص ۴۱۰ پر ”**مغفور لهم**“ کے الفاظ ہیں جس سے براءت یزید پر استدلال کیا جاتا ہے اصل میں اس روایت میں حضرت ام حرام بنت ملحانؓ اپنے پاس حضورؐ کے ایک خواب کا ذکر فرماتی ہیں کہ دوپہر کے وقت حضورؐ میرے پاس سوئے پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔

حضرت ام حرامؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ نظر آیا ہے جو سمندر پر ایسے سوار ہیں جیسے بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور فرمایا کہ وہ لوگ جنتی ہونگے میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ دعا کیجئے کہ میں بھی ان میں ہوں حضورؐ نے فرمایا کہ تو ان میں ہے تو پھر حضورؐ سو گئے ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو حضرت ام حرامؓ نے پوچھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ اوّل **جيش من امتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم** ام حرامؓ نے پوچھا کہ میں ان میں ہونگی تو حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں تو ان میں نہیں ہوگی اس روایت میں امام بخاریؒ نے سند ذکر کی ہے اسحاق بن یزید دمشقی حدثنا یحیی ابن حمزہ قال حدثنا ثور بن یزید عن خالد بن معدان ان عمیر ابن الاسود عنسی حدثہ، جبکہ اس روایت کا دارومدار عمیر ابن اسود عنسی پر ہے جو کہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں جبکہ اس روایت کو امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ سے متعدد جگہ ذکر کیا ہے اسی کتاب الجہاد کے آٹھویں باب میں مغفور لھم کے الفاظ نہیں

بلکہ **فقالت مثل قولها ففعل مثل فعلها** کے الفاظ ہیں یعنی دوسری مرتبہ بھی کوئی بحری لشکر دکھادیا گیا اس طرح کتاب الجہاد کے باب نمبر ۷۵ باب رکوب البحر میں دوبارہ بیدار ہونے کے بعد فقال مثل ذالک کے الفاظ ہیں اور اس طرح کتاب الجہاد کے باب ۲۳ میں بھی حضرت انسؓ سے فقال لها مثل ذالک الفاظ ہیں ان تمام روایات میں مغفور لھم کے الفاظ نہیں یہ روایات صحابی کی ہیں اور پھر یہ صحابی بھی حضرت ام حرامؓ کے بھانجے ہیں۔ ان تمام روایات کو چھوڑ کر غیر صحابی کی روایت پر اعتماد کرنا جو محرم بھی نہیں ہے یہ قابل تعجب بات ہے پھر ایک عجیب بات یہ ہے کہ ص ۴۱۰ کی روایت کے تمام راوی شامی ہیں یزید بھی شام کے اندر تھا نہ تو یزید نے اس روایت کو اپنی فضیلت میں پیش کیا نہ ان شامی روایوں میں سے کسی راوی نے فضائل یزید پر استدلال کیا۔ بلکہ بخاری جلد نمبر ۱ ص ۴۱۰ کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے مجلب نے اس سے منقبت یزید پر استدلال کیا۔

یہ مجلب بن احمد بن ابی صفرہ ہیں جن کی وفات ۴۳۵ھ میں ہوئی انہوں نے صحیح بخاری کی شرح لکھی ہے (معجم المؤلفین جلد ۱۳ ص ۳۱)

معلوم ہوا کہ پانچویں صدی ہجری میں اس حدیث سے یزید کی فضیلت پر استدلال ہوا لیکن حاشیہ پر ہی لکھا ہے کہ ابن طین اور منیر نے مجلب کا تعاقب کیا کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ یزید کے اس فضیلت میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص سے اس عموم سے نکل نہ جائے اس لیے کہ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ حضورﷺ کا مغفور لھم فرمانا یہ اس شرط کیساتھ مشروط ہے کہ اہل مغفرت سے ہو یہاں تک کہ اگر کوئی اس غزوہ کے شرکاء میں سے کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس عموم میں داخل نہ ہوگا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مغفور لھم سے مراد وہ شخص ہے کہ جس میں مغفرت کی شرط پائی جائے۔ بخاری جلد ۲ ص ۴۱۰ حاشیہ ۲ اس کی مثال جیسے حدیث میں ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ جو کلمہ پڑھ لے وہ جنت میں داخل ہو جائیگا اس کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ کے مقتضی پر عمل کرے۔ ابوبکر جصاص حنفیؒ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ فاسق و فاجر سپہ سالار کی سرکردگی میں جہاد جائز ہے؟ چنانچہ احکام القرآن میں ہے کہ اگر سوال کیا جائے کہ کیا فاسقوں کے ساتھ جہاد جائز ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجاہد اپنا فریضہ ادا کرتا ہے اس کے لیے جائز ہے کہ کافروں سے جہاد کرے اگرچہ لشکر کا

امیر فاسق ہو حضورؐ کے صحابہ خلفاء اربعہ کے بعد فساق امراء کے ساتھ ملکر جہاد کرتے کرتے رہے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے یزید لعین کے ساتھ ملکر جہاد کیا۔

(احکام القرآن جلد ۳ ص ۱۱۹)

بعض علماء نے لکھا ہے کہ یزید پہلے لشکر میں شامل نہیں ہوا چنانچہ ابن اثیر انچاس ہجری کے واقعات میں لکھتے ہیں کہ اس میں مالک بن ہبیرہ روم کی زمین پر حملے کیلئے گئے حضرت معاویہؓ نے بلاد روم کی طرف لڑائی میں بہت بڑا لشکر بھیجا اور ان کا امیر سفیان بن عوف کو بنایا۔

اپنے بیٹے یزید کو بھی ان کے ساتھ شامل ہونیکا کہا تو اس نے بیماری کا بہانہ بنایا تو اس کے باپ نے ان کو چھوڑ دیا مجاہدین کو بیماری اور سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا اس کی اطلاع پر یزید نے یہ شعر پڑھے۔ جن کا مفہوم یہ تھا کہ وہ مرتے ہیں تو مریں میں تو ام کلثوم کے ساتھ مزے کر رہا ہوں حضرت معاویہؓ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ میں یزید کو ضرور ان کے ساتھ بھیجوں گا تا کہ اس کو بھی وہ مصیبت پہنچے جو دوسروں کو پہنچی ہے، کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۴۷۹۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بعض لوگوں نے "نجات یزید" کے بارے میں استدلال کیا ہے کیونکہ وہ اس دوسرے لشکر کے اندر شریک تھا بلکہ ان کا رئیس اور سپہ سالار تھا جیسا کہ تاریخ اس کی گواہی دیتی ہے صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے اس کے اس غزوے سے پہلے گناہوں کی مغفرت ہوگی اس لیے کہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کی شان کفاروں سے پہلے گناہوں کے آثار کو زائل کرنا ہے نہ کہ اب گناہوں کو جو کفارے کہ بعد پیدا ہوئے ہیں اگر اس کے بعد یہ ہوتا کہ مغفور الھم الی یوم القیامۃ تو یہ یزید کی نجات پر استدلال بنتا جب یہ نہیں ہیں تو یزید کی نجات پر استدلال صحیح نہیں ہے بلکہ ان قبائح کے بارے میں جس کا ارتکاب اس نے اس غزوے کے بعد کیا یعنی قتل حسین، مدینہ کو ویراں کرنا اور شرب خمر پر اصرار کرنا اگر اللہ چاہیں تو اس کو معاف کر دیں گے اور اگر چاہیں تو اس کو عذاب دیں جیسا کہ تمام گناہ گاروں کے بارے میں اصول ہے علاوہ اس بات کے کہ جو احادیث اس شخص کے حق میں وارد ہیں کہ وہ حضورؐ کی اولاد کی توہین کرے اور حرم میں الحاد کرنے والا اور سنت کو تبدیل کرنے والا ہو وہ اس عموم کی تخصصات بن جائیں گی اگر اس حدیث کا تمام گناہوں کو شامل

ہونا فرض کر لیا جائے (تراجم بخاری ص ۶۲)۔

اس سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دھلویؒ یزید کو قتل حسین کا مجرم، مدینہ کو ویران کرنے والا اور شراب پینے پر اصرار کرنے والا شمار کرتے ہیں۔

نیز اہل بیعت کی توہین کرنے والا اور ملحد للحرم اور مبدل للسنۃ قرار دیتے ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ عمرو بن سعید یزید بن معاویہ کا گورنر تھا اس کو مدینہ پر چڑھائی کرنے کیلئے یزید نے بھیجا تھا جب وہ مدینہ کو تباہ کرنے اور اہل مدینہ کے قتل سے اور ان برائیوں کے کرنے سے جو اس نے کیں فارغ ہوا اور حضرت حسینؓ کی شہادت پہلے یزید کو حاصل ہو چکی تھی تو یزید نے عمرو بن سعید کو مکہ کیطرف حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کیلئے بھیجا اور یہ عبداللہ بن زبیر انہوں نے اہل مکہ اور مکہ کے اردگرد کے لوگوں سے حضرت معاویہ کی موت کے بعد بیعت خلافت لے لی تھی۔ تو عمرو بن سعید عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف گیا اور یہ عمرو بن سعید مکہ میں کچھ مدت مقیم رہا۔ لڑائی کرتا رہا قتل و غارت اور اہل مدینہ پر منجنیق کے ساتھ گولے اور آگ برساتا رہا یہاں تک کہ کعبہ کا غلاف جل گیا اور کچھ کعبہ منہدم ہو گیا لیکن حضرت ابن زبیرؓ کو وہ قتل نہ کر سکا یہاں تک کہ اس کو یزید کی موت کی بشارت مل گئی تو عمرو بن سعید خائب وخاسر وہاں سے لوٹا پھر یزید کے بعد خلافت معاویہ بن یزید کو ملی اس نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ لوگو سنو "اس خلافت میں میرے دادا سے وہ عمل ہوا جس کا ارتکاب صحابیت کی شرف صحبت کیساتھ مناسب نہیں تھا اور تم نے یزید سے وہ برے افعال دیکھے جس کا اس نے ارتکاب کیا یعنی حضورؐ کے اہل بیت اور صحابہؓ سے برا سلوک کرنا اور میں اپنی جان پر اس بات سے بے خوف نہیں کہ میں اس خلافت کیساتھ اپنے دین میں کسی مکروہ کا ارتکاب نہ کروں یہ کہہ کر انہوں نے خلافت کو چھوڑ دیا اور کہا کہ جس کو تم چاہو خلیفہ بناؤ۔

(کوکب الدری جلد ۱ ص ۲۶۸)

عبیداللہ بن یزید سے مسافر بن شریح لشکری نقل کرتے ہیں کہ عبیداللہ نے کہا کہ میرا حضرت حسینؓ کو قتل کرنا اس وجہ سے تھا کہ یزید نے مجھ کو حضرت حسینؓ کے قتل یا میرے اپنے قتل کا اختیار دیا تھا تو میں نے حضرت حسینؓ کے قتل کو اختیار کیا۔ (کامل ابن اثیر جلد ۲ ص ۶۱۲)

حضرت ابن عباسؓ یزید کو ایک خط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وقد قتلت حسینا کہ تو نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا۔ (کامل ابن یسیر جلد۴ ص ۲۰۴)

حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ یزید مومن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا (تالیفات رشیدیہ ص ۶۳) اسی طرح حضرت گنگوہیؒ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ یزید اول صالح تھا بعد خلافت کے خراب ہوا (بحوالہ مذکورہ) نیز حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ یزید پر کونسا اجماع اہل حق ہوا تھا وہ تو متغلب بزور ہو گیا تھا اور اجماع عوام کچھ معتبر نہیں (تالیفات رشیدیہ ص ۵۹۶) نیز فرماتے ہیں کہ اب حقیقت خلفاء خمسہ کی اور تغلب یزید پلید کا مثل آفتاب روشن ہو گیا۔ (تالیفات رشیدیہ ص ۵۹۶)

حضرت بنوریؒ فرماتے ہیں لاریب فی کونہ فاسقا کہ یزید کے فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (معارف السنن جلد ۸ ص ۱۸) نیز حضرت بنوریؒ فرماتے ہیں کہ ملاحدہ اور زنادقہ کی زبان کب بند ہو سکتی ہے کیا اس دور میں امام حسینؓ کی شہادت کو افسانہ نہیں بتایا گیا اور کہا گیا کہ واقعہ ہے ہی نہیں اور امام حسینؓ کو باغی واجب القتل اور یزید کو امیر المومنین اور خلیفہ برحق نہیں تسلیم کیا گیا (تقریظ بر تسکین الصدور ص ۲۳)

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ یزید بد قسمت صحابہؓ میں سے نہیں اس کی بدبختی میں کسے کلام ہو سکتا ہے اس نے جو کام کیا وہ کافر فرنگی بھی نہیں کر سکتا بعض علماء نے اس پر لعنت میں توقف کیا ہے اس پر راضی ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ رجوع اور توبہ کے احتمال کے باعث (مکتوب دفتر اول مکتوب نمبر ۵۴) حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ جب اشقیاء شام و عراق نے موافق کہنے یزید پلید اور تحریص رئیس اہل بغض و فساد ابن زیاد کے امام ہمام کو کربلا میں شہید کیا۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۱)

حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ سنی اصحاب اربعہ یعنی چار یار کو بترتیب معلوم جانشین حضرت سید المرسلین ﷺ اور خلیفہ راشد سمجھتے ہیں۔ امیر معاویہؓ یزید پلید اور عبدالملک وغیرہ کو سنیوں میں سے کوئی ایک بھی خلیفہ راشد نہیں سمجھتا (اجوبہ اربعین ص ۸۵)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے

(امداد الفتاوی جلد ۵ ص ۵۴)

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ تاریخ شاہد ہے کہ معارک عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے اس کے فسق و فجور کا اعلانیہ ظہور ان یعنی حضرت معاویہؓ کے سامنے نہ ہوا تھا خفیہ جو بد اعمالیاں وہ کرتا تھا اس کی اطلاع ان کو نہ تھی (مکتوبات شیخ السلام جلد ۱ ص ۱۷۱)

حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کے واقعہ کربلا سے سبق لینا کافی ہے کہ ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کو کٹوا دیا اور خود بھی جان دے دی (حضرت علیؓ کی مقدس تعلیمات ص ۲۴) حضرت مولنا قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں کہ بہرحال یزید کے فسق و فجور پر جبکہ صحابہ کرامؓ متفق ہیں خواہ مبائعین ہوں یا مخالفین پھر ائمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علماء راسخین، محدثین اور فقہاء مثل علامہ قسطلانیؒ، علامہ بدرالدین عینیؒ، علامہ ہیثمیؒ، علامہ ابن جوزی، علامہ سعد الدین تفتازانی، محقق ابن ہمامؒ، حافظ ابن کثیرؒ جیسے محققین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔ (شہید کربلا اور یزید ص ۱۵۲)

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ شہادت حسینؓ کے بعد یزید کو ایک دن بھی چین نصیب نہ ہوا۔ (شہید کربلا ص ۱۰۳)

مسیلمہ کذاب ریاض گوہر شاہی

انگریز نے اپنے دورِ استبداد میں مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کیلئے مختلف فتنے برپا کئے۔ ان سب سے خطرناک اور بے حد تکلیف دہ جعلی نبوت اور جھوٹے نبی کا فتنہ تھا۔ انگریز نے امت مسلمہ سے جذبہ جہاد کو ختم کرنے، منصب نبوت کی تخفیف وتوہین کرنے اور دین کے مسلمات کو ناقابل اعتبار بنانے کے لیے اپنے جدی پشتی غلام سے دعوئے نبوت کروا کرامت کو کرب میں مبتلا کردیا۔ ملت اسلامیہ اور ہندوپاک کے مسلمان اس انگریزی نبی کے انگریزی دین کا زہر ختم کرنے اور اس کے بدبودار لاشے کو دفن کرنے سے ابھی فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اس کے گماشتوں نے پاکستان میں اس سے ملتا جلتا ایک اور فتنہ برپا کردیا جس کے بانی ریاض احمد گوہر شاہی (علیہ اللعنہ) نے یک لخت پورے دین کی عمارت کو ڈھا دینے کا اعلان کردیا۔ اس نے نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دوسرے شعائر اسلام کا انکار کردیا۔ حد تو یہ ہے کہ اس نے نجات آخرت کے لئے دین وایمان اور اسلام کی ضرورت کا بھی انکار کردیا۔ اس کے نزدیک ظاہر شریعت، قرآن وحدیث اور اس کے احکام کی کوئی حقیقت نہیں اس کے ہاں قرآن کے موجودہ تیس پاروں کی چنداں اہمیت نہیں بلکہ اس کے پاس مزید دس پاروں کا علم ہے جس سے وہ اپنی ذات کو روشناس کراتا ہے۔ رات رات بھر چلہ گاہ میں مستانی سے ہم آغوش رہنے، بھنگ اور چرس پینے سے اس کی روحانیت میں کوئی خلل نہیں آتا بلکہ الٹا ترقی ہوتی ہے اس کا کہنا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امریکہ کے ایک ہوٹل میں اس سے ملنے آئے تھے اگر سزا کا خوف نہ ہوتا تو شاید وہ نبی ہونے کا دعویٰ بھی کردیتا۔

اس کا عقیدہ ہے کہ چاند اور سورج میں اس کی تصویر ہے اور یہ قدرت کی غیر معمولی نشانی ہے جو اس کو نہیں مانتا وہ اللہ کی عظیم نشانیوں کا منکر ہے اور اسی طرح اس کا دعوی ہے کہ حجر اسود پر اس کی شبیہ اور تصویر آ گئی ہے اور جو اس کی حجر اسود والی تصویر کو نہیں مانتا وہ بھی نشان الٰہی کا منکر ہے اور یہ تصویر اس کے مہدی ہونے کی علامت ہے۔ اس کا دعوی ہے کہ یہ تصویر آج کی نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی نعوذ باللہ حجر اسود کو اس لیے بوسہ دیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

نے عالم ارواح کی شناسائی کی بناء پر مجھے پہچان لیا اور حجر اسود پر میری تصویر کو بوسہ دیا۔

ریاض احمد گوہر شاہی نے اسلام کے مقابلہ میں ایک نیا دین اور مذہب وضع کرکے اپنے آپ کو ایک نئے دین کے بانی کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے اس ملعون نے مسلمات دین میں سے ہر ایک پر اپنی تنقید کے تیز وتند نشتر چلائے ہیں بہ نظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ گوہر شاہی فتنہ دراصل مسیلمہ پنجاب غلام احمد قادیانی کے فتنہ کا تسلسل اور اس کا عکس ہے۔

اس ملعون نے بھولے بھالے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو "روحانیت" کے نام پر، ہوس پرستوں کو عریانی اور فحاشی اور زر پرستوں کو مال ودولت کا لالچ دے کر اپنے دام تزویر میں پھانسنے کا ایک مربوط ومنظم جال بچھایا، جو لوگ ایک بار اس کے جال میں پھنس جاتے ہیں وہ اس کے جال سے باہر نہیں آسکتے۔ قادیانی اور باطنی تحریک کی طرح ان کا ایک جاسوسی نظام ہے جس کے بارے میں ذرا سی بھی یہ بھنک پڑ جائے کہ وہ "تحریک" سے بدظن ہو رہا ہے اس کو نہایت رازداری سے راستہ سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ کوٹری کے مرکز میں ایک خاتون کا قتل، پھر اسے طبعی موت قرار دینا، مقتولہ کے وارثوں کا گوہر شاہی کے خلاف ایف۔ آئی۔ آر درج کروانا اور اس کے مقدمہ سے گوہر شاہی کا صاف صاف بچ نکل کر جانا کسی سے پوشیدہ نہیں۔

استاذ محترم حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ صاحب اس کو ریاض "گوبر" شاہی کہا کرتے تھے۔ یہ ملعون اب مر چکا ہے۔ روزنامہ اسلام میں اس کے مرنے کی سرخی "خس کم جہاں پاک" کے الفاظ سے چھپی تھی۔

تعارف:

نام: : ریاض احمد گوہر شاہی ولد فضل حسین مغل، ڈھوک گوہر شاہ راولپنڈی۔

ولادت: : ۲۵ نومبر ۱۹۴۱ء ڈھوک گوہر شاہ راولپنڈی۔

تعلیم: : گاؤں ڈھوک گوہر شاہی میں ہی مڈل تک پڑھا۔ پرائیوٹ میٹرک کی۔ اس کے بعد موٹر مکینک اور ویلڈنگ کا کام سیکھا۔ اسی سے اپنے گاؤں میں عملی زندگی کا آغاز کیا۔ (اخبار سرفروش ۱۵ دسمبر ۱۹۹۸) ریاض گوہر شاہی بابا گوہر علی شاہ کی پانچویں پشت سے ہے یہ اپنے آپ کو "سید" کہتا تھا

مگر املا یہ مغل تھا باپ سرکاری ملازم تھا۔

روحانی سفر:

گوہر علی شاہ تو فوت ہو گیا لیکن اس کی پانچویں پشت سے ایک بیٹا ہوا جس کا نام ”ریاض“ رکھا گیا۔دینی اعتبار سے جاہل۔اس نوجوان نے موٹر مکینک کی دوکان کھولی مگر غالباً یہ کاروبار نفع بخش ثابت نہ ہوا تو حصول روزگار کیلئے اس نے کوئی دوسرا دھندہ اپنانے کا منصوبہ بنایا، سوچا ویسے تو پیسے کمانا مشکل ہے، کیوں نہ پیری مریدی کا دھندہ شروع کیا جائے چنانچہ اس نے مزاروں کے چکر شروع کردیئے اور ایک عرصہ تک وہ اس کے لئے سرگرداں رہا۔مزید تفصیل کے لیے اس کی کتاب ”روحانی سفر“ کا مطالعہ کریں۔

ایک جماعت کی بنیاد:

گوہر شاہی نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سندھ کے پسماندہ اور غیر تعلیم یافتہ، پیر پرست اور ”سید“ کے نام پر کٹ مرنے کا جذبہ رکھنے والے لوگوں کو پھانسنے کے لیے منتخب کیا چنانچہ جنگلوں، مزاروں اور دریاؤں سے واپس آکر حیدرآباد کے قریب جام شورو ٹیکسٹ بک بورڈ کے عقب میں جھونپڑی ڈال کر بیٹھ گیا چھ ماہ تک وہ اس میں اپنا کاروبار چلاتا رہا، اسی دوران اس نے جن بھوت نکالنے کا کام شروع کردیا۔کمزور عقیدہ والے لوگ آنے لگے۔سیکورٹی پولیس نے بھی پیر کی مشکوک حرکات کا جائزہ لینا شروع کیا حتی کہ قریب ہی ایک درخت پر کیمرہ بھی فٹ کردیا گیا تاکہ نگرانی ہو سکے۔

اب پیر وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا لیکن کوئی جواز نہیں مل رہا تھا۔اس کے پیچھے پولیس لگی ہوئی تھی۔ادھر میڈیکل کالج کے طلبہ کو گمراہ کرنے پر وہاں کے پرنسپل کو غصہ آیا اس نے پیر کی جھونپڑی وغیرہ اکھاڑ ڈالی، پیر کو بہانہ چاہیے تھا لہذا وہاں سے بھاگا اور سیدھا حیدرآباد سرے سے گھاٹ جا پہنچا۔یہاں جب ارتدادی سرگرمیاں بڑھیں اور سیدھے سادھے لوگ روحانیت کے نام پر اس کے پاس آنے لگے تو اس نے باقاعدہ اپنا مرکز بنانے کا منصوبہ بنایا۔اس کے لئے اس نے کوٹری کی خورشید کالونی کو منتخب کیا اور

۱۹۸۰ء سے باقاعدہ اپنی جماعت ”انجمن سرفروشان اسلام“ کا اعلان کیا خود اس کا سرپرست بن گیا اور اپنی جماعت کا شناختی نشان ”دل“ منتخب کیا اکثر بازاروں میں اس کی جماعت کے تشہیر کیلئے بورڈ لگے ہوتے ہیں اس پر بھی ”دل“ کا نشان ہوتا ہے۔

کردار گوہر شاہی:

یہ اپنے تئیں روحانی بزرگ، مامور من اللہ، مہدی اور تمام انسانوں کا نجات دہندہ تصور کرتا ہے مگر اس کا ذاتی کردار نہایت بھیانک اور قابل نفرت ہے۔وہ مال وزر کا پجاری، عیش وعشرت کا دلدادہ اور شہرت کا بھوکا، نشہ باز، چرس اور بھنگ حلال سمجھنے والا غیر محارم سے اختلاط اس کے مذہب کا خصوصی امتیاز ہے۔

گوہر شاہی کے کفریہ عقائد

☆ اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے اللہ کی صفت رؤیت کا انکار کیا ہے۔

(روشناس ص ۲۳،۲۴)

☆ گوہر شاہی کے نزدیک اللہ تعالی لاعلم ہیں اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

قریب ہے شاہ رگ اسے کچھ بھی پتہ نہیں۔ بیزار ہوئے کاش تو نے پایا وہ راستہ نہیں

(تریاق قلب ص ۱۸)

☆ گوہر شاہی کے نزدیک خالق کائنات مجبور ہیں۔شعر ملاحظہ ہوں۔

پہنچ نہ سکے گا ہرگز تو اس شاہراہ کے بغیر — کہ خدا بھی چلتا نہیں قانون خدا کے بغیر

اسی نقطے کی تلاش میں طالبوں کی عمر برباد ہوتی ہے — خدا کی قسم اسی نقطے سے مجبور خدا کی ذات ہوتی ہے

(تریاق قلب ص ۷)

☆ اللہ تعالی کی شان ہے لاتدرکہ الابصار وہ کسی صورت وجسم کی قید سے ماوراء اور منزہ ہے مگر اس بدبخت کے نزدیک خدا کبھی خواجہ کے روپ میں اور کبھی داتا کے روپ میں دنیا میں گھومتا رہتا ہے۔(بحوالہ آڈیو کیسٹ خطاب نشتر پارک کراچی جاری کردہ سرفروش پبلشرز)

☆ ذات الٰہی اور فخر کونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر افتراء کی ایک مثال پڑھیے۔

لکھتا ہے حدیث میں ہے کہ میں نے خدا سے ہاتھ ملایا ایک دوسری حدیث میں ہے کہ دیدار کے وقت حضور پاک نے خدا کے ہاتھ میں وہ انگوٹھی دیکھی جو انہوں نے حضرت علی کو دی تھی۔۔۔۔۔(یادگار لمحات ص ۲۴) اس ملعون سے کوئی پوچھے یہ خانہ زاد حدیث اس نے کس ٹکسال میں ڈھالی ہے؟ ورنہ ذخیرہ حدیث میں کہاں ہے؟ ذرا نشاندہی تو کی ہوتی؟

☆ نجات کیلئے ایمان ضروری نہیں۔لکھتا ہے۔جس دل میں خدا کی محبت ہے وہ خواہ کسی مذہب میں ہے یا نہیں ہے وہ جہنم میں نہیں جاسکتا (یادگار لمحات ص ۲۸)

☆ شریعت وطریقت اسلام کے دو شعبے ہیں مگر یہ ملعون ان دونوں کو ایک دوسرے کے متصادم باور کرا کر کہتا ہے "طریقت کے قاعدے قانون شریعت پر اور شریعت کے قاعدے قانون طریقت پر لاگو نہیں ہوسکتے۔(حق کی آواز ص ۱۰)

☆ نماز، روزہ، حج، زکوۃ عبادت میں روحانیت نہیں (حق کی آواز ص ۳) اگر ان ارکان اسلام میں روحانیت نہیں تو کیا روحانیت نشہ بازی اور نامحرموں سے اختلاط میں ہے؟

☆ گوہر شاہی نے قرآن میں تحریف کی ہے چنانچہ لکھتا ہے قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ دع نفسک وتعال (یعنی نفس کو چھوڑ اور چلا آ) (مینار نور ص ۲۹ طبع اول)

☆ قرآن کے دس پارے اور ہیں۔(حق کی آواز ص ۵۲)

☆ نماز پڑھنا گناہ ہے۔(بحوالہ آڈیو کیسٹ خصوصی خطاب نشتر پارک کراچی)

☆ حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی ہے۔ حضرت آدم کو "شرارت نفس" سے مغلوب اور "خناس" کو کھا جانے کی تہمت لگائی ہے۔(مینار نور ص ۱۱-۱۲)

☆ ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حسد ہو گیا تھا اور اس پر ان کو سزا دی گئی (روشناس ص ۹۔ مینار نور ص ۱۱۔ طبع اول)

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتے ہوئے لکھتا ہے بیت المقدس سے دو میل دور موسیٰ علیہ السلام کا مزار ہے۔ یہودی مرد اور عورتیں وہاں شراب نوشی کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ مزار فحاشی کا اڈہ بن گیا

جس کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کے لطائف وہ جگہ چھوڑ گئے اور مزار خالی بت خانہ رہ گیا (مینار نور ص ۶۲)

اس جاہل مطلق شیطان ومکار کی دستبرد سے حضرات انبیاء علیہم السلام کی مقدس شخصیات بھی محفوظ نہیں۔

ایک ضروری وضاحت:

گوہر شاہی کے چند کفریہ عقائد کا تعارف کرایا گیا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے شہید اسلام حضرت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ کی شہرہ آفاق کتاب "دور جدید کا مسیلمہ کذاب گوہر شاہی" کا ضرور مطالعہ فرمائیں بندہ نے بھی اس کے کفریہ عقائد اس کتاب سے اخذ کئے ہیں۔

سرسید احمد خان کے نظریات وافکار

جب انگریز ہندوستان آیا اس نے مسلمانوں کے ساتھ جنگیں کیں لیکن مسلمان متحد تھے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کرتے رہے انگریز مسلمانوں کو شکست نہ دے سکا۔اس نے سوچا کہ کوئی صورت ایسی اختیار کی جائے جس سے مسلمان شکست کھا جائیں سوچتے سوچتے اس نتیجہ پر پہنچا کہ جب تک مسلمان متحد ہیں ان کا مقابلہ ممکن نہیں ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا جائے تو پھر مقابلہ ممکن ہے۔

چنانچہ انگریز نے مال وزر کے ذریعے بہت سے لوگ خریدے کسی نے جھوٹا نبی بن کر انگریز کی وفاداری کا ثبوت دیا تو کسی نے ائمہ اربعہ کے اختلافات کو اچھالکر اوران کے خلاف بدزبانی کر کے فتنہ غیر مقلدیت کا بیج بویا تو کسی نے مکہ مدینہ میں بیٹھ کر علمائے دیوبند کی عبارات میں قطع وبرید کر کے اور ان کی طرف غلط عقیدے منسوب کر کے ان کے خلاف کفر کے فتوے لیکر ''حسام الحرمین'' نامی کتاب لکھ کر یوں انگریز کی نمک حلال ہونے کا ثبوت دیا۔

ان میں سرسید احمد خاں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔اس نے انگریزوں کے کہنے سے ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند کے مقابلہ میں ''علی گڑھ'' کے نام سے ایک یونیورسٹی بنائی جس میں لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم شروع کی جس کا نقصان یہ ہوا کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان جو حجابات تھے وہ اٹھ گئے دونوں ایک میز پر بیٹھنے لگے دونوں کے ذہن ماڈرن ہونے لگے رفتہ رفتہ مسلمان لڑکے لڑکیاں انگریزی تہذیب وتمدن کے سیلاب میں بہہ گئے۔آج کے کالج اور یونیورسٹیاں اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں اس کی مزید تفصیل کے لیے لارڈ میکالے کی وہ رپورٹ پڑھیے جو اس نے ۱۹۳۵ء کی دوپہر برٹش ارکان پارلیمنٹ کے سامنے پڑھی جو اس نے اپنی بیوی کے ساتھ سیاح کے روپ میں ہندوستان کے چپے چپے کی سیاحت کر کے رپورٹ لکھی جو آج بھی اورینٹل کالج لاہور لائبریری میں موجود ہے۔اکبر الہ آبادی نے اسی کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا ہے۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا ۔ افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

سرسید نے انگریز کو خوش کرنے کیلئے اور اپنے آپ کو وفادار ثابت کرنے کیلئے دین کے کئی

مسائل کا انکار کیا۔کئی مسائل کی غلط تشریح کی۔اس کے چند نظریات ملاحظہ ہوں۔

☆ ملائکہ اور شیطان کوئی الگ مخلوق نہیں یہ انسان میں خیر وشر کی قوتوں کے نام ہیں۔

☆ جنات سے جنگلی اور وحشی انسان مراد ہیں۔

☆ کسی نبی سے کسی قسم کا معجزہ مافوق الفطرت اور خلاف عقل واقع نہیں ہوا۔

☆ حضرت عیسیٰؑ بن باپ پیدا نہیں ہوئے کیونکہ قانون فطرت کے برخلاف ایسا نہیں ہوتا۔

☆ ٹٹ پونجیئے عربی مدرسوں سے ہماری کوئی قومی عزت نہیں اس سے کاہل، مال مردخور، بے محنت اور خیرات کی روٹی کھانے والے ملانوں کا گروہ بڑھتا جائیگا۔

☆ خدا لارڈ میکالے کو بہشت نصیب کرے۔اس سے زیادہ ہندوستان کو بھلائی پہنچانے والا کوئی اور نہیں ۔ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ خدا کی طرف سے ایک رحمت ہے۔اس کی اطاعت اور فرمانبرداری اور نمک حلالی خدا کی طرف سے ہمارا فرض ہے۔

☆ قرآن مجید میں انبیاء سے منسوب محیر العقول واقعات محض قوی انسانی کی قوت کا مظہر ہیں۔

(افکار سرسید مرتبہ ضیاء الدین لاہوری مزید تفصیل کیلئے نقش سرسید، سرسید کی کہانی، حیات سرسید ملاحظہ کریں)

☆ قرآن مجید کی فصاحت بے مثل کو معجزہ سمجھنا ایک غلط فہمی ہے۔فاتو بسورۃ من مثلہ کا مقصد یہ نہیں (تصانیف احمدیہ حصہ اول جلد اول صفحہ ۲۱)

☆ تفسیروں اور سیر کی کتابوں میں خواہ وہ تفسیر ابن جریر ہو یا تفسیر کبیر وغیرہ خواہ وہ سیرت ابن اسحاق ہو خواہ سیرت ابن ہشام اور خواہ وہ روضۃ الاحباب ہو یا مدارج النبوۃ وغیرہ ان میں تو اکثر ایسی لغو اور نامعتبر روایتیں اور قصے مندرج ہیں جن کا نہ بیان کرنا ان کے بیان کرنے سے بہتر ہے۔

(آخری مضامین صفحہ ۱۳۵)

☆ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتب مقدسہ میں تحریف لفظی کی ہے اور نہ علمائے متقدمین ومحققین اس بات کے قائل تھے مگر علمائے متاخرین اس بات کے قائل ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتب مقدسہ میں تحریف وتبدیل کی ہے (تفسیر القرآن جلد ا صفحہ ا)

☆ ہم نے تمام قرآن میں کوئی ایسا حکم نہیں پایا اور اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن میں ناسخ ومنسوخ نہیں (تفسیر القرآن جلد اول ص ۱۶۷)

☆ تمام کتب احادیث اور بالتخصیص کتب تفاسیر اور سیر اس قسم کی روایات کا مجموعہ ہیں جن میں صحیح اور غیر صحیح اور قابل تسلیم اور نا قابل تسلیم حدیثیں اور روایتیں مندرج ہیں (آخری مضامین صفحہ ۱۳۰)

☆ جس قدر نقصان اسلام کو تقلید نے پہنچایا ہے اتنا کسی چیز نے نہیں پہنچایا۔ سچے اسلام کے حق میں تقلید سکھیا سے بھی زیادہ زہر قاتل ہے۔ بلاشبہ ہم نے علماء کو مثل یہود ونصاریٰ کے اربابا من دون اللہ سمجھ لیا ہے۔ (خطوط سرسید ص ۱۰۰)

☆ میں سچ اپنے دل کا حال کہتا ہوں کہ اگر خدا مجھ کو ہدایت نہ کرتا اور تقلید کی گمراہی سے نہ نکالتا اور میں خود تحقیقات حقیقت اسلام کی طرف متوجہ نہ ہوتا تو یقینی مذہب کو چھوڑ دیتا۔ (خطوط سرسید مرتبہ سید راس مسعود مطبع نظامی پریس بدایوں صفحہ ۹۳)

☆ انسان کے دین اور دنیا اور تمدن ومعاشرت بلکہ زندگی کی حالت کہ کرامت اور معجزہ پر یقین یا اعتقاد رکھنے سے زیادہ خراب کرنیوالی کوئی چیز نہیں۔ (مقالات سرسید جلد ۱ صفحہ ۱۲۳)

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے نہ سنگ بار کر کے قتل کیا نہ صلیب پر قتل کیا بلکہ وہ اپنی موت سے مرے اور خدا نے ان کے درجہ اور مرتبہ کو مرتفع کیا۔ (تفسیر القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۸)

☆ بہت بڑا گروہ علماء کا اس بات کا قائل ہے کہ معراج ابتداء سے انتہاء تک حالت بیداری میں اور جسدہ ہوئی تھی مگر اس کے ثبوت کیلئے ان کے پاس ایسی ضعیف دلیلیں ہیں جن سے امر مذکورہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ (تفسیر القرآن جلد ۶ صفحہ ۶۵)

☆ شق قمر (چاند کا دو ٹکڑے ہونا انگلی مبارک کے اشارہ سے) کا ہونا محض غلط ہے اور بانی اسلام نے کہیں اس کا دعویٰ نہیں کیا۔ (تصانیف احمدیہ حصہ اول جلد ۱ صفحہ ۲۱)

☆ جو حدیثیں نسبت حجر اسود کے بارے میں وارد ہیں کہ وہ بہشت کا پتھر ہے اور چنیں وچناں ضعیف ہیں سند کامل نہیں رکھتیں۔ (خطوط سرسید صفحہ ۸۲)

☆ صحیح بات صرف اس قدر ہے کہ یہ پتھر جبل ابو قیس کا "جو مکہ کے پاس ہے ایک پتھر

ہے۔ (خطبات احمدیہ صفحہ ۳۱۲)

☆ قرآن مجید میں کہیں بیان نہیں ہوا ہے کہ اسراء یا معراج بجسدہ وحالت بیداری میں ہوئی تھی۔ (تفسیر القرآن جلد ۶ ص ۸۰)

☆ ہمارے نزدیک تو نہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے اترنے والے ہیں نہ مہدی موعود پیدا یا ظاہر ہونے والے ہیں۔ (آخری مضامین مرتبہ امام الدین گجراتی صفحہ ۱۰۴)

☆ اگر عذاب قبر میں گناہ گاروں کی نسبت سانپوں کا چمٹنا اور کاٹنا بیان کیا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ درحقیقت سچ کے یہ سانپ جن کو ہم دنیا میں دیکھتے ہیں مردے کو چمٹ جاتے ہیں بلکہ جو کیفیت کہ گناہوں سے روح کو حاصل ہوتی ہے اس کا حال انسانوں میں اس رنج وتکلیف ومایوسی کی مثال سے پیدا کیا جاتا ہے جو دنیا میں سانپوں کے کاٹنے سے انسان کی ہوتی ہے۔ عام لوگ اور کثر ملاں اس کو واقعی سانپ سمجھتے ہیں۔ (تہذیب الاخلاق جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

☆ نماز کیلئے کسی طرف منہ کرنا اور سمت قبلہ ٹھہرانا اسلام کے اصلی اور لازمی احکام میں سے نہیں ہے۔ (تفسیر القرآن طبع انسٹیٹیوٹ پریس علی گڑھ جلد ۸ صفحہ ۲۰۵)

جاوید احمد غامدی

شریعت کے احکام پر بعض متجددین کی طرف سے کچھ بے اصل اعتراضات کیے گئے ہیں ان کے بے معنی ہونے میں تو شاید درجہ متوسط کا ایک نابالغ طالب علم تردد نہ کرے یہ اعتراضات کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ تو ابتداء اسلام سے دشمنان اسلام کرتے چلے آرہے ہیں لیکن افسوس کی بات اس مقام میں یہ ہے کہ یہاں دین اور اسلام کا نام لیکر دین واسلام اور دینی اصطلاحات پر اعتراض کیا جاتا ہے اور ان کو مشکوک بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں جنم لینے والے بعض فتنوں مثلاً خوارج، معتزلہ، باطنیہ، بہائیہ، بابیہ، قادیانیت، متجددین اور منکرین حدیث کی طرح ہمارے ہاں ایک نئے فتنے نے سر اٹھایا ہے۔ جو اگرچہ تجدد پسندی کی کوکھ سے برآمد ہوا ہے مگر اس نے اسلام کے متوازی ایک مذہب کی شکل اختیار کر لی ہے اور اس فتنے کا نام ''غامدیت'' ہے۔ غامدیت پورے دین اسلام کو بگاڑنے اور اس میں فساد برپا کرنے کا دوسرا نام ہے اور اسلام کے متوازی ایک نیا مذہب ہے۔

چونکہ یہ فتنہ جناب جاوید احمد غامدی صاحب (بی اے آنرز) کا پیدا کردہ ہے اس لئے ''غامدیت'' کہلاتا ہے۔ موصوف ٹی وی کے اسکالر، ماہنامہ اشراق کے مدیر، المورد کے منتظم اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر ہیں۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ برصغیر میں جو حضرات بعض مذہبی فتنوں کے علم بردار ہوئے ہیں ان سب کے ناموں میں ''احمد'' کے نام کا اشتراک پایا جاتا ہے۔۔۔۔ سرسید احمد خاں، مرزا غلام احمد قادیانی۔۔ مولوی احمد دین۔۔۔ غلام احمد پرویز اور اب جاوید احمد غامدی۔

غامدی صاحب کے ہاں پوری امت میں سے صرف دو ہی علما ان کے ممدوح ہیں جن کو وہ آسمان کا درجہ دیتے ہیں۔ باقی تمام علمائے امت کو وہ خاک قرار دیتے ہیں ایک امین احسن اصلاحی اور دوسرے ان کے استاذ حمید الدین فراہی۔ ان کے متعلق غامدی صاحب لکھتے ہیں کہ فکر فراہی واصلاحی میرے نزدیک۔۔۔۔ ان اصولوں کا نام ہے۔ جو فراہی واصلاحی نے قرآن وسنت میں تفقہ اور ان سے اخذ واستنباط کے لئے اختیار کیے ہیں۔ ان اصولوں کو میں بالکل صحیح سمجھتا ہوں اور اپنی تحقیق میں ہمیشہ انہیں پیش نظر رکھتا ہوں (اشراق جون ۹۳ ص ۴۳)

غامدی اور اس کے ہمنوا اپنے ناپاک عزائم لئے حدیث اور فقہ کو مشکوک بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ جو سورج کو انگلی سے چھپانے کے مترادف ہے۔

غامدی صاحب کی رائے کی تو شریعت کے احکام میں کوئی حیثیت نہیں جو لوگ ان کی رائے کو تسلیم کرتے ہیں میرے خیال میں وہ بھی انہی کی طرح جاہل اور بے علم ہونگے۔

غامدی صاحب کس بنیاد پر اپنی رائے شرعی امور میں دیتے ہیں۔ ایسا شخص جس کی عربی تحریر کے ایک ایک صفحہ میں بیسیوں غلطیاں ہوتی ہیں اور جس کی عربی عبارت کی ایک ایک سطر اور ایک ایک جملے میں عربی قواعد، املاء، انشاء اور بیان صرف ونحو کی بے شمار غلطیاں ہوتی ہیں کیا ایسا شخص قرآن وحدیث اور فقہ کو سمجھ سکے گا؟ اور اگر اس کا جواب نفی میں ہو اور یقیناً نفی میں ہوگا تو ایسے شخص کی رائے کو لینا ایسا ہے جیسے کوئی ڈاکٹر کسی لوہار کی رائے کا اپنے فن میں حوالہ دے کہ فلاں لوہار نے کہا کہ آپریشن اس طریقہ سے کرنا چاہیے یا کینسر میں فلاں دوائی استعمال کرنا چاہیے تو لوگ ایسے ڈاکٹر کو بے وقوف اور جاہل کہیں گے کہ لوہار کا فن کوئی اور ہے یہ نہیں اس لیے اس کی رائے کیسے قبول کی جائے؟ اور ایسے کی رائے قبول کرنے میں جان کا خطرہ بھی ہے اور قانونی اعتبار سے بھی ممنوع ہے ہو بہو یہی مثال غامدی صاحب کی دین کے ساتھ نسبت کی بھی ہے۔

اردو کی تعبیر اگر آتی ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ دین کا امام بن گیا ہمارے معاشرے میں ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ جو شخص کسی اور کام کا نہیں رہتا اور وہ ہر کام سے ریٹائرڈ ہوتا ہے تو اپنا موضوع دین کو سمجھ لیتا ہے (یہ ریٹائرڈ عقل کے اندھے، علم سے کورے علماء کو چیک کرتے ہیں اور ان کا امتحان لیتے ہیں اکثر مساجد کی انتظامیہ ریٹائرڈ ہی لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے ایک دن بھی مدرسہ میں پڑھا نہیں ہوتا۔ اکثر فاسق وفاجر بھی ہوتے ہیں یہ لوگ علماء کی اصلاح کرتے ہیں۔ (فیاللعجب) اور جہالت کیوجہ سے شریعت کے بارے میں فضول سوالات اور لغویات اپنا فریضہ سمجھتا ہے۔

نہایت ادب واحترام کے ساتھ غامدی صاحب کی خدمت میں عرض گزار ہیں کہ اگر آپ کو اردو کی تعبیرات استعمال کرنی ہیں تو بچوں کی تنشیط کیلئے کچھ کہانیاں افسانے وغیرہ لکھیں یہ میدان آپ کیلئے بالکل خالی ہے یہی آپکا موضوع ہے شریعت نہیں ہے اور نہ شریعت کوئی بچوں کا کھیل ہے کہ غامدی

صاحب اوران کے روحانی جانشین (جیسے مغرب زدہ نام نہاد مفکرین) اسے کھیل کر محظوظ ہوں بلکہ یہ وہی مذہب وشریعت ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کو لیکر نازل ہوتے تو آپ ﷺ سخت سردی کے موسم میں پسینے میں شرابور ہوجاتے تھے لیکن افسوس آج کل نام نہاد روشن خیال جاہل اس دین ومذہب کومشکوک بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔

غامدی اوران کے روحانی پیشوا ہر مسئلہ میں جمہور کے خلاف رائے دینے اور مسلمات کا انکار کرنے کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں بہت سارے مسائل ہیں جن میں انہوں نے احادیث اور جماع امت کا انکار کیا ہے بلکہ بعض جگہوں پر تو صحیح احادیث کو لغو اور من گھڑت کہا ہے۔

گویا غامدی صاحب کے نزدیک اسلام کا دارومدار عقل پر ہے نقل پر نہیں اگر کوئی چیز بھی غامدی کی عقل کے خلاف ہوتو اس کو رد کیا جائے گا اگر چہ صحیح احادیث سے کیوں نہ ثابت ہو اور یہ سب کچھ ان مغالطوں کیوجہ سے ہوتا ہے چونکہ وہ ایک عام آدمی ہے عربی ادب، قواعد، املاء انشا، صرف ونحو وغیرہ سے ناواقف ہے عبارت کا مطلب کچھ سے کچھ سمجھتا ہے جس کی بناء پر وہ نہ صرف اجماع کے خلاف موقف رکھتا ہے بلکہ حدیث شریف سے انکار جیسے بھیانک وشنیع عقائد کا مرتکب ہوا ہے۔ زیر نظر تحریر ان کے بے بنیاد و بے اصل اور غلط نظریات کا رد ہے۔

غامدی صاحب کے نظریات وافکار

☆ یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قرأت ہے اس کے علاوہ سب قراءتیں فتنہ عجم کی باقیات ہیں۔ (میزان صفحہ ۳۲)

☆ کسی کو کافر قرار دینا ایک قانونی معاملہ ہے پیغمبر اپنے الہامی علم کی بنیاد پر کسی گروہ کی تکفیر کرتا ہے۔ یہ حیثیت اب کسی کو حاصل نہیں۔ (ماہنامہ، اشراق دسمبر ۲۰۰۰ء۔ صفحہ ۵۴)

☆ عورت مردوں کی امامت کرواسکتی ہے۔ (ماہنامہ اشراق مئی ۲۰۰۵ء صفحہ ۳۵)

☆ عورت نکاح خواں بن سکتی ہے۔ (www.urdu......)

☆ مرد اور عورت برابر کھڑے ہوکر جماعت یا انفرادی دونوں طرح سے نماز ادا کرسکتے ہیں

اس سے دونوں کی نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ (www.......)

☆ اجنبی مردوں کے سامنے عورت بغیر چادر یا بغیر دوپٹہ یا اوڑھنی سر پر لئے آجاسکتی ہے۔ دوپٹہ ہمارے ہاں مسلمانوں کی تہذیبی روایت ہے اس کے بارے میں کوئی شرعی حکم نہیں۔ دوپٹہ کو اس لحاظ سے پیش کرنا کہ یہ شرعی حکم ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔ (ماہنامہ اشراق مئی ۲۰۰۲ صفحہ ۴۷)

☆ ان علاقوں میں جہاں سور کا گوشت بطور خوراک استعمال نہیں کیا جاتا وہاں اس کی کھال اور دوسرے جسمانی اعضا کو تجارت اور دوسرے مقاصد کیلئے استعمال کرنا ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا (ماہنامہ اشراق۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء صفحہ ۷۹۔ میزان صفحہ ۳۲۰)

☆ موسیقی انسانی فطرت کا جائز اظہار ہے۔ اس کے مباح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (ماہنامہ اشراق مارچ ۲۰۰۴ صفحہ ۸)

☆ پیغمبروں کے دین میں موسیقی یا آلات موسیقی کو کبھی ممنوع نہیں قرار دیا گیا بیشتر مقامات پر اللہ کی حمد وثنا کے لئے موسیقی کا ذکر آیا ہے۔ (ماہنامہ اشراق ۱۹۹۶ء صفحہ ۶۱)

☆ ہمارے نزدیک داڑھی رکھنے کا حکم دین میں کہیں بیان نہیں ہوا۔ لہٰذا دین کی رو سے داڑھی رکھنا ضروری نہیں۔ (www.urdu.understandingislam.org)

☆ مسلمان لڑکی کی شادی ہندو لڑکے سے جائز ہے۔ (www...)

☆ قیامت کے قریب کوئی امام مہدی نہیں آئے گا۔ (ماہنامہ اشراق۔ جنوری ۱۹۹۶ء صفحہ ۶۰)

☆ مسجد اقصیٰ پر مسلمانوں کا نہیں اس پر صرف یہودیوں کا حق ہے۔ (ماہنامہ اشراق۔ جولائی اگست ۲۰۰۲ اور مئی جون ۲۰۰۴ء)

☆ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار۔ (ماہنامہ اشراق جنوری ۱۹۹۶ صفحہ ۶۰)

☆ تصوف فی الواقع ایک متوازی دین ہے۔ (برھان صفحہ ۱۰۰)

☆ غامدی صاحب نے رجم کی سزا کا انکار کیا ہے اس کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دور میں بعض لوگوں کو رجم کیا گیا تھا لیکن وہ رجم زنا کی حد کے طور پر نہیں تھا بلکہ فساد اور سرکشی کی سزا کے طور پر تھا۔ (میزان حصہ اول صفحہ ۱۸۳۔ مطبوعہ مئی ۱۹۸۵ء)

☆ غامدی صاحب مرتد کے لئے قتل کی شرعی سزا کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ مرتد کیلئے قتل کی سزا کا حکم تو ثابت ہے مگر یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ان مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے جو اسلام قبول کر لینے کے بعد ارتداد اختیار کریں باقی اور قسم کے مرتد کے لئے قتل کی شرعی سزا کا کوئی وجود نہیں۔ (دیکھئے اس کی کتاب برہان طبع چہارم۔ جون ۲۰۰۶۔ صفحہ ۱۳۹)

☆ غامدی صاحب دیت کے مسئلہ میں بھی امت مسلمہ کے متفقہ اور اجماعی موقف کے خلاف ہیں علماء اسلام کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ قتل خطا کی دیت مقرر ہے جو کہ سو اونٹ یا اس کی قیمت ہے اور یہ کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے مگر غامدی صاحب لکھتے ہیں ''اسلام نے دیت کی کسی خاص مقدار کا ہمیشہ کے لئے تعین کیا ہے نہ افراد کے لحاظ سے دیتوں میں کسی فرق کی پابندی ہمارے لئے لازم ٹھہرائی۔۔۔عورت کی دیت اس زمانے کے ارباب حل وعقد اگر چاہیں تو پوری مقرر کر سکتے ہیں۔ (یعنی عورت اور مرد کی دیت میں کوئی فرق نہیں میزان حصہ اول ص ۱۴۳)

☆ پردے کے بارے میں غامدی صاحب کا ایک موقف نہیں بلکہ وقت اور حالات کے مطابق بدلتا رہتا ہے کبھی فرماتے ہیں کہ عورت کیلئے چادر، برقعہ دوپٹے اور اوڑھنی کا تعلق دور نبوی ﷺ کی عرب تہذیب وتمدن سے ہے اور اسلام میں ان کے بارے میں کوئی شرعی حکم موجود نہیں ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ جس میں ازواج مطہرات، بنات نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور عام مسلمان خواتین کو بڑی چادر اوڑھ کر اور اس کا کچھ حصہ چہرے پر لٹکا کر گھر سے باہر نکلنے کا حکم ہے۔۔۔۔یہ حکم ایک عارضی تھا اور ایک وقتی تدبیر تھی جو مسلم خواتین منافقین اور یہودیوں کی طرف سے چھیڑ چھاڑ اور ایذا پہنچانے سے بچانے کیلئے اختیار کی گئی تھی یہ قرآن کا کوئی مستقل حکم نہیں تھا جو بعد میں آنے والی مسلمان خواتین پر لاگو ہو اور کبھی ارشاد فرماتے ہیں کہ حجاب کا تعلق صرف ازواج مطہراتؓ کے ساتھ خاص تھا دیکھئے (ماہنامہ اشراق مئی ۲۰۰۲ ص ۴۷) مارچ ۲۰۰۷ میں جیو ٹی وی کے پروگرام ''غامدی نامہ میں اسلام اور پردے کے موضوع پر ایک مذاکرہ ہوا اس مذاکرہ کے شرکاء میں غامدی صاحب اور تین عورتیں (سمیعہ راحیل قاضی، مونا اسلم اور ایک دانشور غزالہ نثار) شامل تھیں اس مذاکرہ میں غامدی صاحب نے کہا کہ آیت ۵۹ سورۃ الاحزاب میں موجود شرعی حکم ایک عارضی اور ہنگامی

حکم تھا۔ مسلم خواتین کو چھیڑ چھاڑ اور ایذا رسانی سے بچانے کی ایک وقتی تدبیر تھی اس آیت کا عورت کے پردے سے کوئی تعلق نہیں اور آج یہ حکم باقی نہیں ہے۔ (اس مذاکرہ کی سی ڈی ''اسلام میں پردہ'' کے عنوان سے موجود ہے)

☆ غامدی صاحب کافروں کے خلاف جہاد وقتال کے شرعی فریضہ کے بھی منکر ہیں چنانچہ اپنی کتاب میزان ص ۲۶۴ طبع دوم پر رقم طراز ہیں ''انہیں (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ) کو قتال کا جو حکم دیا گیا اس کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے قانون اتمام حجت سے ہے۔

☆ اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں ''بالکل قطعی ہے کہ منکرین حق (کافروں) کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انہیں محکوم اور زیر دست بنا کر رکھنے کا حق اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے (میزان ص ۲۷۰، طبع دوم) اس سے معلوم ہوا کہ غامدی صاحب کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین نے کفار کے خلاف جو جہاد وقتال کیا وہ نعوذ باللہ ایک غیر شرعی اقدام تھا۔ امت مسلمہ میں سے آج تک کسی نے جہاد وقتال کے حکم اور فریضے کا کبھی انکار نہیں کیا البتہ نبوت کے ایک جھوٹے مدعی مرزا غلام احمد قادیانی نے جو اپنے آپکو انگریز کا خود کاشتہ کہتا تھا انگریزوں کی خوشنودی کی خاطر جہاد کو حرام قرار دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج غامدی صاحب امریکہ یورپی یونین اسرائیل وبھارت کی رضا حاصل کرنے کیلئے جہاد وقتال کے فریضہ کا انکار کر رہے ہیں اور اسے حرام قرار دے رہے ہیں۔

غامدی صاحب کے مزید گمراہ کن نظریات جاننے کیلئے پروفیسر مولانا رفیق صاحب کی کتاب ''غامدی مذہب کیا ہے'' اور مفتی عبدالواحد صاحب جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور کی کتب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک

تعارف:

ڈاکٹر نائیک کا پورا نام ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک ہے۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو انڈیا کے علاقہ ٹنڈل سٹریٹ شالی دونگری بمبئی میں پیدا ہوئے۔ آج کل یہ شہر ممبئی کہلاتا ہے۔ ڈاکٹر نائیک کا بچپن اور جوانی اسی شہر میں گذرے جو فلم سازی اور دیگر ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ عیسائیوں کے سینٹ پیٹرز ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ میٹرک کرنے کے بعد ہندوؤں کے کرشن چندر چیلے رام کالج بمبئی سے ایف ایس سی کی۔ بعدازاں بمبئی کے نائرا ہسپتال سے وابستہ ٹوپی والا نیشنل میڈیکل کالج سے طب کی تعلیم حاصل کی اور یوں انہیں یونیورسٹی آف ممبئی کی جانب سے ایم بی بی ایس کی ڈگری ملی۔ ہندوؤں سے اتنی مناسبت پیدا ہوگئی کہ اکبر بادشاہ کے دین الٰہی کی طرح وحدت ادیان کا درس دینا شروع کردیا۔ ایم بی بی ایس کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے علوم اسلامی اور مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ شروع کیا اور مطالعہ کرنے کے بعد متعدد تربیتی پروگراموں کا انعقاد کرتے رہے جس میں انگریزی میں خطابت نے تمام جدیدیت پسند اور تعلیم یافتہ لوگوں کو متاثر کردیا ہے آجکل ڈاکٹر صاحب ایک ٹی وی چینل بھی چلا رہے ہیں۔ آپ کی تقاریر کے بعد بالعموم سوال وجواب کا ایک وقفہ ہوتا ہے جس میں وہ اکثر اپنی کم علمی کی وجہ سے حاضرین کے سوالوں کے غلط جوابات دیتے ہیں جو کہ غیر مطمئن اور اکابر علماء کے نظریے سے ہٹ کر ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اب تک دنیا کے مختلف ملکوں میں ایک ہزار کے لگ بھگ خطبات پیش کرچکے ہیں۔ جو کہ اکثر اغلاط کے مجموعے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اسوقت بمبئی میں قائم تین تنظیموں کے سربراہ ہیں۔

ڈاکٹر صاحب علوم قرآن سے بے بہرہ تو ہیں ہی تفسیر بالرائے بھی کرتے ہیں اگر یوں کہا جائے کہ تفسیر میں تحریف کرتے ہیں تو بے جانہ ہوگا علوم حدیث کی مبادیات سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اباحیت پھیلانا چاہتے ہیں۔ غیر مقلدیت کا پرچار کرتے ہیں۔ یزیدیت کے داعی ہیں حیات النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے منکر تو ہیں ہی گنہگار مسلمانوں کی شفاعت بھی تسلیم نہیں کرتے۔ وحدت ادیان کا اتنا

غلبہ ہے کہ اپنے آپ کو ہندو کہنا پسند کرتے ہیں۔ کیکڑے و کیڑے سب مرغوب ہیں۔

اگر ڈاکٹر صاحب کا طریقہ فکر اور جدید اسلام کے قواعد کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک پہنچتا ہے تو ان علماء، مدارس یا کتب کی نشاندہی کیجئے جو اس کی ترجمان ہیں اگر دنیا میں کوئی فن بھی ماہرین فن کی صحبت اور تربیت کے بغیر صرف مطالعہ کتب سے حاصل نہیں ہوسکتا تو دین کا فہم اس اصول سے کیوں مستثنیٰ ہے؟ علم چند کتابیں پڑھ لینے سے نہیں بلکہ اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے سے آتا ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں پر سنگ باری کرنے والے ڈاکٹر ذاکر نائیک دمشق کے ناصرالدین البانی کے فکری مقلد ہونے کے باوجود خود کو غیر مقلدین میں شمار کرتے ہیں۔ تقریروں میں عالمی بھائی چارہ کا درس دیتے نہیں تھکتے لیکن اسلاف، اکابرین امت اور فقہا کے تیار کردہ سیدھے راستے کو اپنی فکری گمراہی کے سنگریزوں سے پاٹ دیا ہے عام مسلمان اس کی فکری گمراہی اور چرب زبانی سے پریشان ہوجاتا ہے کہ اسلام کا راستہ کہاں کھو گیا۔

بخاری و مسلم اور صحیح احادیث کی اوٹ میں اسلام کو مسخ کرکے پیش کرنا فرقہ لامذہبیت کی پرانی عادت ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس روش پر چلتے ہوئے ذراجدت اختیار کرلی ہے۔ ڈاکٹر صاحب جگہ جگہ اپنے قاعدہ اور اصول (بخاری و مسلم اور صحیح احادیث سے) سے انحراف کرجاتے ہیں۔ دوسروں سے بھی مطالبہ کرنیوالے ڈاکٹر صاحب خود اکثر مسائل میں یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے کہ قرآن وحدیث میں کہیں بھی اس کی ممانعت نہیں ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ دین کے بہت سے مسائل ہیں جن کی قرآن وحدیث میں ممانعت نہیں لیکن ان کے کرنے کا سنت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا اسلئے وہ دین اسلام میں ممنوع ہیں ڈاکٹر صاحب کو اپنے دعوی کے مطابق حدیث میں اس کی ممانعت پیش کرنی چاہیے تھی ورنہ بہت سی بدعات کو ان کے اس قاعدہ کے تحت جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ عقیدہ کے اس ناپ تول میں ڈاکٹر صاحب تو ایک ہی طرح کے باٹ رکھنے چاہیے تھے لیکن کمال چابکدستی اور الفاظ کے الٹ پھیر سے لینے اور دینے کے باٹوں میں تبدیلی کا فن انہی کا کام ہے پھر بھی انہیں دعوی ہے کہ وہ درست راہ پر ہیں۔

اسلام کو تختہ مشق بنانے کی بجائے انہیں چاہیے کہ اپنے پیشہ (اوزاروں سے چیڑ پھاڑ) کی طرف واپس جائیں اور اسلام پر رحم فرمائیں یا پھر ڈاکٹری کی طرح اسلام کی بھی کسی ایسے ادارہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل کریں جن کی تعلیم اور فکر کا سلسلہ سند نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک مسلسل پہنچتا ہے نہ کہ درمیان میں منقطع ہو کر انگریزوں کی جھولی میں جا گرتا ہے۔

اسلامی بھائی چارہ (مواخات) تو سنا تھا لیکن عالمی بھائی چارہ کا درس یہائیوں کے بعد ڈاکٹر صاحب نے دینا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب سے پہلے بھی بہت سے متجددین اسلام میں پیوندکاری کی ناکام کوشش کر چکے ہیں ڈاکٹر صاحب اور دیگر متجددین سے متاثر ہوتے ہوئے یہ ضرور ذہن نشین رہے کہ ان سب کے خیالات آپس میں بہت مربوط ہیں۔ ڈاکٹر صاحب غیر مقلد ہیں اور جان بوجھ کر ان مسائل کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں امت مسلمہ اور غیر مقلدین کا اختلاف چلا آ رہا ہے۔

اکثر لوگ ڈاکٹر صاحب کے حافظہ کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے ان کے مجہول حافظے کا یہ حال ہے کہ کہیں تو آیات اور موقع محل کے درمیان ربط نہیں ہوتا اور کبھی سیاق وسباق کا لحاظ کئے بغیر حوالہ پیش کرتے ہیں اس کی تقاریر میں ایسے نوادرات تلاش کرنے سے مل جاتے ہیں۔ جن لوگوں نے حافظہ کی مثالیں نہیں دیکھیں یا نہیں سنی ان کو ڈاکٹر صاحب کی رفتار گفتار پر حیران ہونے کا حق ہے۔ ورنہ مدارس کے حفظ کے مقابلوں میں ہی دیکھ لیں چھوٹے چھوٹے بچے ایسی روانی سے آیات قرآنی سناتے ہیں کہ انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ مدارس کے طلبا عربی گرامر اور صرف کی گردانیں اتنی روانی سے سناتے ہیں کہ سننے والے کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

حاضر جوابی اور فن مناظرہ میں مولانا جالندھریؒ، مولانا دوست محمد قریشیؒ اور استاذ محترم مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی وغیرہم جیسی شخصیتیں محتاج تعارف نہیں۔

زیر نظر مضمون میں، کیرالا، حیدرآباد، انڈیا وغیرہ میں مختلف عنوانات سے کی گئی تقاریر سے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں یہ تقاریر سی ڈی کی صورت میں مل جاتی ہیں اور خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک کے نام سے بھی طبع ہو چکی ہیں سہولت کیلئے ان اقتباسات کے صفحات کا ذکر کیا گیا ہے کراچی (پاکستان) میں کئی گھنٹوں پر مشتمل ایک ٹی وی پروگرام، گفتگو سے بھی اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔

ڈاکٹر ذاکر اور قرآن وجدید سائنس

ڈاکٹر صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

کیا مسلم کیا غیر اب اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن روئے زمین پر عربی ادب کا بہترین نمونہ ہے لیکن آج کل کا دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن جدید سائنس سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں (خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک ص ۱۴۱، کتاب سرائے لاہور)

اگلے صفحہ پر ہے اس کتاب میں چھ ہزار سے زیادہ نشانیاں یعنی آیات ہیں جن میں تقریباً ایک ہزار ایسی ہیں جن کا تعلق سائنس سے ہے (ص ۱۴۱)

تبصرہ: ڈاکٹر صاحب قرآن کو جدید سائنس کے ہم آہنگ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں درحقیقت یہ تصور اس کا سائنس کی شان وشوکت سے بیجا مرعوب ذہنیت کا نتیجہ ہے ورنہ اس کا یہ نظریہ اس وجہ سے غلط ہے کہ قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں کہ اس کو جدید سائنس کا ہم آہنگ بنایا جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سائنس دانوں کے نظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں ہر ایک آنیوالا اپنے پیش رو کی تغلیط کرتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو یہ امر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ قرآن کو سائنس کے مطابق ڈھالنے کا رجحان انتہائی خطرناک ہے کیونکہ سائنس کے اصول ونظریات میں تجربہ اور تحقیق کی ترقی کے ساتھ تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں جبکہ قرآن حکیم وہ آخری کتاب ہے جس میں ترمیم وتغیر کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن کی بنیاد وحی پر ہے جس میں کسی قسم کی غلطی کا امکان نہیں ہے۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ ابن سینا منطق وفلسفہ اور طب دونوں میں مہارت رکھتا تھا اور اس نے ان دونوں فنون پر کتب تحریر کی ہیں اگر کوئی شخص کہے کہ اس نے اپنی کتاب "القانون" جو کہ طب کے موضوع پر ہے اس میں منطق کا فلاں مسئلہ کیوں بیان نہیں کیا تو اس شخص کی جہالت کا بین ثبوت ہے اسی طرح ہر چیز کے قرآن سے مطالبہ کرنیوالے جہل مرکب میں مبتلا ہیں خود کہہ رہے ہیں قرآن سائنس کی کتاب نہیں۔

نائیک صاحب کا دعوی "کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو قرآن کے کسی بیان کو بھی

جدید سائنس کی روشنی میں غلط ثابت کر سکے"۔ (خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک ص ۴۱)

نائیک صاحب کا دعوی غلط ہے کیونکہ قرآن پاک کی ہزاروں آیات جدید سائنس کی روشنی میں غلط ہیں قرآن کہتا ہے کہ خدا موجود ہے (**وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ**) لیکن سائنس تو خدا کا انکار کرتی ہے۔

قرآن مجید میں آخرت کا ذکر متعدد آیات میں آیا ہے کیا ڈاکٹر صاحب آخرت کو جدید سائنس سے ثابت کر سکتے ہیں؟

اس کے علاوہ صلوۃ کا ذکر ۶۷ مقامات پر رسول، پیغمبر، انبیاء کا ذکر ۵۰۰ سے زائد مقامات پر، جنت ۷۰ مرتبہ، جہنم ۶۴ مرتبہ، جنات ۷۰ مرتبہ، قیامت کا ذکر ۶۶ مقامات پر ہے لیکن ان میں کوئی بھی چیز بھی جدید سائنس سے ثابت نہیں کی جا سکتی۔

معجزانہ طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا اثر نہ کرنا، آناً فاناً معراج کا سفر بحالت بیداری، فرشتوں کا وجود ان سب چیزوں سے سائنس انکار کرتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب اور علمائے امت

ڈاکٹر صاحب حیدر آباد کی ایک تقریر میں کہتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن سمجھنے کا کام صرف علماء کا ہے، عام آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ تعالی سورۃ القمر میں چار مرتبہ کہتے ہیں کہ **ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر** (ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان بنایا ہے) جب اللہ تعالی کئی آیتوں میں کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن آسان بنایا تو آپ اللہ تعالی کی بات مانیں گے یا ان مسلمانوں کی جو کہتے ہیں کہ صرف علماء کے لئے ہیں۔

تبصرہ: ڈاکٹر صاحب نے تفسیر بالرائے کی ہے اور آیت قرآنی **ولقد یسر القران** ------ بطور دلیل پیش کی ہے۔ حالانکہ کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ قرآن پڑھنا صرف عالموں کا کام ہے۔ قرآن سمجھا جائے علماء سے نہ کہ عصری علوم کے ماہرین سے۔ اگر دنیا میں کوئی فن بھی ماہرین فن کی صحبت اور تربیت کے بغیر صرف مطالعہ کتب سے حاصل نہیں ہو سکتا تو قرآن کا فہم اس اصول سے کیوں مستثنی ہے؟ جہاں

تک اس آیت کا تعلق ہے تو اس میں پچھلی قوموں کے واقعات سے عبرت پکڑنے کا بیان ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ کتاب ہر طرح سے آسان ہے۔ اگر اس کے معانی و مفاہیم ہر طرح سے آسان ہوتے تو صحابہؓ کو قرآن کے الفاظ کے معنی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نہ پوچھنا پڑتے۔ مثلاً آیت صوم و آیت تیمم کا مطلب و مفہوم۔ ڈاکٹر صاحب اور بعض گمراہ خیال لوگوں نے یہ پھیلانا شروع کیا ہے کہ قرآن ایسی کتاب نہیں جس کا علم کسی خاص طبقہ تک محدود ہو بلکہ یہ آسان کتاب ہے قرآن کہتا ہے **ولقد یسرنا لقران** -------- چنانچہ جدید فکر والا طبقہ اپنی بساط علمی اور استعداد فکر کے مطابق قرآن کی کسی آیت کا جو معنی چاہتا ہے متعین کر لیتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دینے لگتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اور اللہ تعالی کی قدرت

ڈاکٹر صاحب اپنی تقریر "کیا قرآن اللہ کا کلام ہے؟" کے سوالات و جوابات میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔ "اسی طرح خدا (ایک شخص میں بیک وقت) اونچا، پست قد کی تخلیق نہیں کر سکتا ہاں وہ لمبے شخص کو چھوٹے قد میں تبدیل کر سکتا ہے لیکن وہ اس کے بعد لمبا نہیں رہے گا وہ چھوٹے قد کو لمبے میں تبدیل کر سکتا ہے تو وہ شخص پھر چھوٹا نہیں رہے گا.........................

(خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک پارٹ نمبر ا ص ۲۰۵)

تبصرہ: اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ **ان اللہ علی کل شیء قدیر** مگر ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ اللہ کئی چیزوں پر قادر نہیں۔ کیا یہ اللہ کے عموم قدرت کا انکار نہیں؟ باقی رہا ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ اللہ تعالی لمبا، چھوٹا آدمی بنانے پر قادر نہیں۔ تو یہ ڈاکٹر صاحب کی سوء فہم کا نتیجہ ہے کیونکہ قدرت ممکنات پر ہوتی ہے بیک وقت لمبا اور چھوٹا ہونا اجتماع نقیضین ہے جو محال ہے ایسے اعتراضات تو دہریوں کے ذہن میں بھی پیدا نہیں ہوتے۔

ڈاکٹر صاحب اور اجتہاد و تقلید

ڈاکٹر صاحب اپنی گفتگو بعنوان عالمی بھائی چارہ میں ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں بعض مسلمانوں سے پوچھا جائے کہ تم کون ہو تو جواب ملتا ہے میں حنفی ہوں بعض کہتے ہیں کہ میں شافعی

ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ میں مالکی ہوں اور بعض کا جواب ہوتا ہے میں حنبلی ہوں۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیا تھے؟ کیا وہ حنفی تھے؟ حنبلی تھے؟ مالکی تھے یا شافعی تھے؟ وہ صرف اور صرف مسلمان تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔(خطبات ذاکر نائیک ص ۳۷۹۔۳۸۰)

تبصرہ: یہاں ڈاکٹر صاحب نے مجتہدین اور تقلید کا انکار کیا ہے یہ حقیقت ہے کہ انکار تقلید سے ہی تجدد پسندی پیدا ہوتی ہے اور آج یہ نئے گمراہ فرقے انکار تقلید سے پیدا ہو رہے ہیں۔ اسلام کی نئی نئی تشریحات سامنے آ رہی ہیں ماضی کے اشخاص کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے اگر ڈاکٹر صاحب مقلد ہوتے تو ان کو یہ شہرت کیسے ملتی۔ ڈاکٹر صاحب کے خیالات وافکار غیر مقلدین کے خیالات کے ساتھ بہت ہی ملتے جلتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب غیر مقلد ہیں۔ میں ایک آئرن سٹور والے کے پاس گیا جو کہ غیر مقلد تھا وہاں بات چل نکلی ڈاکٹر ذاکر نائیک کی۔ وہ غیر مقلد ڈاکٹر ذاکر کی بہت تعریفیں کرنے لگا، بحث چھڑ گئی۔ مجھے اس وقت ڈاکٹر ذاکر نائیک کے بارے میں معلومات نہ تھیں بعد میں جب مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب غیر مقلد ہیں اپنی تقریروں میں غیر مقلدین کے مسائل بیان کرتے ہیں تو پھر غیر مقلدین ان کی کیوں نہ تعریف کریں۔ اللہ ہمیں تقلید کا خوبصورت ہار پہن کر اس کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم.

ڈاکٹر صاحب اور امہات المومنین رضی اللہ تعالی عنھن۔

ڈاکٹر صاحب اپنی تقریر ''اسلام میں عورتوں کے حقوق'' میں سوالات وجوابات میں کہتے ہیں لہذا میرا جھکاؤ ان سکالرز کی طرف زیادہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عورت کو سربراہ مملکت نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت فیصلہ کرنے میں حصہ نہیں لے سکتی جیسا کہ میں نے پہلے اپنی تقریر میں کہا ان کو ووٹ دینے کا حق ہے ان کو قانون سازی میں حصہ لینے کا حق ہے۔ صلح حدیبیہ کے دوران حضرت ام سلمہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیا اور انہیں مشورہ دیا۔ اس وقت جبکہ پوری امت مسلمہ پریشان تھی انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیا اور راہ دکھائی جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ صدر یا وزیر اعظم سربراہ ہوتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر ان کی پرسنل اسسٹنٹ یا سیکرٹریز بھی فیصلہ کرتی

ہیں لہذا یقیناً عورت مملکت کے اہم فیصلوں میں مرد کی مدد کر سکتی ہے میرا خیال ہے کہ سوال کا جواب مکمل ہو گیا ہے۔ (خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک پارٹ نمبر ا ص ۳۴۴)

تبصرہ: ڈاکٹر صاحب عورتوں کو خوش کرنے کیلئے اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں ورنہ ایک معمولی عقل کا آدمی سمجھتا ہے کہ مشورہ دینا اور ہوتا ہے قانون سازی اور ہوتی ہے۔

امہات المومنینؓ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مشورے تو دیئے لیکن قانون سازی نہیں کی قانون تو اللہ کا ہے۔ اس میں کوئی شخص کیسے دخل دے سکتا ہے چاہیے وہ عورت ہو یا مرد۔ ڈاکٹر صاحب موجودہ دور کے صدر اور وزیر اعظم کی پرسنل اسسٹنٹ اور سیکرٹریز کو امہاتؓ المومنین پر قیاس کر رہے ہیں کیا یہ قیاس کرنا کسی طرح بھی درست ہو سکتا ہے؟ امہاتؓ المومنین کا مقام کیا ہے؟ اور موجودہ دور کی سیکرٹریز کیا کرتی ہیں؟ یہ کسی سے مخفی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو خدا کا خوف کرنا چاہیے کہ وہ ایسی عورتوں کو امہاتؓ المومنین پر قیاس کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے امہاتؓ المومنین کی شان میں جو گستاخی کی ہے یہ ان کی جہالت کی وجہ سے سرزد ہوئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں

جناب ڈاکٹر صاحب ایک جگہ کہتے ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صرف دو شادیاں عام شادیوں کی طرح تھیں اور وہ حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھیں باقی تمام شادیاں حالات کیوجہ سے تھیں معاشرتی تعمیر نو کیلئے یا سیاسی مفادات کیلئے۔۔۔۔۔۔۔

(خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک پارٹ نمبر ا ص ۳۴۵۔۳۴۶)

تبصرہ: یہاں ڈاکٹر صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور توہین کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام نکاح اللہ کے حکم پر ہوئے۔ ہر نکاح میں حکمتیں تھیں نہ کہ سیاسی مفادات۔ کیونکہ موجودہ معاشرہ میں ہر شخص مفادات کی اصطلاح بخوبی سمجھتا ہے کہ وہ کس قدر بھیانک ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کام اللہ کی رضا کیلئے ہوتے تھے نہ کہ دنیاوی مفادات کیلئے ڈاکٹر صاحب اللہ تعالی سے توبہ کریں۔

ڈاکٹر صاحب اور کیکڑے ویکڑے

ٹی وی پروگرام، "گفتگو" ایک سوال کہ کونسی مچھلی حلال ہے اور کونسی حرام کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں سمندر کی ہر چیز ماسوائے زہریلی کے حلال ہے سب مچھلیاں کیکڑے ویکڑے سب حلال ہیں۔

تبصرہ: ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اس شرط کے ساتھ کہ "زہریلے نہ ہوں" سمندر کی ہر چیز حلال کردی ہے، چین، کوریا وغیرہ کے لوگ سانپوں کو بھی کھا جاتے ہیں اور انہیں یہ سمندر سے بھی حاصل کرتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ ان کا زہر دانتوں کے ساتھ زہر کی تھیلیوں میں ہوتا ہے وہ اس کی گردن کو کاٹ کر باقی استعمال کرتے ہیں اور بظاہر اس میں زہر نہیں ہوتا تو کیا اس طرح سانپ کھانا حلال ہوجائیگا؟

ڈاکٹر صاحب اور موسیقی

ایک پروگرام "گفتگو" میں دف کے متعلق ڈاکٹر نائیک کہتے ہیں کہ دف کے میوزک کی اجازت ہے لیکن دوسرے میوزک میں ہم محو ہوجاتے ہیں۔ موسیقی کے بارے میں دف کے علاوہ تمام منع ہیں۔

تبصرہ: ڈاکٹر صاحب جیسے ان روشن خیال حضرات نے کبھی اس پہلو پر بھی شاید غور نہیں کیا کہ برائیوں کے رواج عام کو ان کی سند جواز دینے کی ریت معاشرے کو کہاں سے کہاں سے پہنچا رہی ہے۔

علامہ تاج الدین سبکیؒ فرماتے ہیں۔

جس وجد اور دف کا مسئلہ آپ نے دریافت کیا ہے اس میں ہمارے متقدمین اور اکابر ائمہ کے مختلف اقوال ہیں مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ شریعت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیۃ نے کبھی اس کو عبادت اور حصول ثواب کا ذریعہ قرار نہیں دیا جو لوگ اس کے جواز کے قائل بھی ہیں وہ بھی اسے حصول ثواب کا ذریعہ نہیں کہتے۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اور بھی حالتیں مباح ہیں ویسے ہی یہ ہے۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد نزل الابرار ص۳ جلد۲ پر لکھتے ہیں "نکاح میں بینڈ باجے بجوانے

زمانے کے دستور کے مطابق مستحب ہیں اور دف بجانا واجب ہے اور یہی وحید الزمان ہدیۃ المہدی ص ۱۸ پر لکھتے ہیں گانے اور مزامیر سے لوگوں کو منع نہیں کرنا چاہیے۔ اب ڈاکٹر صاحب غور فرمائیں کہ دف سے چلتے ہوئے ان کے بڑے غیر مقلدین کہاں جا پہنچے۔

ڈاکٹر صاحب اور حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک پروگرام "گفتگو" میں سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم انتقال فرما گئے ہیں یا زندہ ہیں جیسے شہداء زندہ ہیں؟ ذاکر نائیک جواب میں کہتے ہیں کہ شہید دنیا میں زندہ نہیں بلکہ آخرت میں زندہ ہیں۔ جسمانی لحاظ سے حضور وفات پاچکے ہیں اور زندہ نہیں ہیں۔

تبصرہ: سلطان طغرل سلجوقی کے دور میں عقائد اعتزال ورفض رکھنے والا شخص بیکندری نامی شخص اس کی حکومت میں وزیر بن گیا۔ یہ اصلاً نیشاپور کا رہنے والا تھا۔ ۴۴۵ھ میں اس نے عقیدہ متعارف کرایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جسد اطہر روضہ اقدس میں محض بے حس و بے شعور ہے اور اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حقیقۃً رسول نہیں رہے معاذ اللہ۔ اس نے نہ صرف یہ کہا بلکہ اس نظریہ کو امام ابو الحسن اشعریؒ کی طرف منسوب کردیا۔ اقتدار کی سیڑھی استعمال کرکے اس نے ان خیالات کو خوب پھیلایا۔ عقیدہ انکار حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر اور انعزال نبوت دوش بدوش چلنے لگے کتاب وسنت کی بہت سی تصریحات بنائے فاسد علی الفاسد کی لپیٹ میں نذر تاویلات ہوتی گئیں لیکن اہل حق بھی اس کے ابطال کی طرف متوجہ رہے اکابر اہل سنت (احناف، شوافع، مالکیہ، حنابلہ) نے ان نظریات پر نکیر کی اور فرقہ کرامیہ کا ڈٹ کا مقابلہ کیا۔

علامہ قشیریؒ نے لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف جب مدینہ آیا تو زائرین روضہ اطہر کے گرد جمع ہورہے تھے تو اس نے کہا کہ تم لوگ لکڑیوں اور گلی سڑی ہڈیوں کا طواف کررہے ہو۔ اس پر علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا پیشرو سلطان طغرل کا وزیر ہے یا حجاج بن یوسف۔

اس مسئلہ میں علمائے امت نے بہت کتابیں لکھیں ان کی طرف رجوع فرمائیں میں نے تو ڈاکٹر صاحب کے نظریہ کی نشاندہی کی ہے۔

ڈاکٹر صاحب اور وسیلہ:

ایک پروگرام "گفتگو" میں کسی نے سوال کیا کہ بخاری شریف میں ہے کہ قحط پڑا تو لوگوں نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کو لے جا کر وسیلہ دیا اور کہا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم موجود تھے تو ہم ان کا وسیلہ دیتے تھے جواب میں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ قرآن اور صحیح احادیث میں وسیلہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔-----------

تبصرہ: افسوس ڈاکٹر ذاکر نے سائل کے سوال کا جواب دینے کی بجائے حدیث سے وسیلہ کا ہی انکار کر دیا۔ چونکہ سائل نے ان کے مطابق بخاری شریف کا حوالہ دیا ہے اور ذاکر نائیک اکثر جگہ یہ کہہ چکے ہیں کہ بخاری و مسلم کی تمام حدیثیں صحیح ہیں اب ان سے تاویل نہیں ہو رہی اس لئے بات کا رخ موڑ کر دوسرے طرف لے گئے اور مختصر سا جواب دے کر بات گول کر دی۔

ایک ضروری وضاحت:

میں نے ڈاکٹر ذاکر نائیک کے چند نظریات کا تعارف کرایا ہے اور ان کا رد مختصراً کیا ہے اور یہ مکمل تفصیل "ذاکر نائیک ایک تجزیہ ایک تحقیق" مصنفہ مفتی حماد اللہ وحید صاحب اور "حقیقت ذاکر نائیک" مصنفہ سید خلیق ساجد بخاری کتاب سے اخذ کی ہے۔ میرے سامنے یہ دو ہی کتب ہیں ہوسکتا ہے اور بھی کسی نے نائیک کے متعلق لکھی ہو۔ مزید تفصیل کیلئے ان کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔ اللہ پاک ایسے ایمان کے ڈاکوؤں سے سب اہل ایمان کی حفاظت فرمائیں۔

اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں ڈاکٹر صاحب نے اکابر سے ہٹ کر غیر مقلدین اور متجددین کی راہ پر چل کر بہت بے اعتدالیاں کی ہیں۔ مثلاً یزید کے مسئلہ، عقیدہ وحدت ادیان (وحدت ادیان بہائیوں کا عقیدہ ہے) جہاد، مسئلہ شفاعت، مشینی ذبیحہ، طلاق ثلاثہ، عورت کے چہرے کا پردہ، مسئلہ رجم بالزنا وغیرہ میں اور اکثر آیات کی تفسیر بالرائے کی ہے، جس کا مسلمہ مفسر سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

دیگر متجددین:

سرسید احمد خاں، جاوید احمد غامدی اور ڈاکٹر ذاکر نائیک کے علاوہ اور بھی کئی متجددین ہیں جو

خود (اگر زندہ ہیں) یا ان کے چیلے (اگر وہ مر گئے ہیں) اپنے گمراہ نظریات کی نشر و اشاعت کر رہے ہیں اور لوگ ان کے دام تزویر میں پھنستے جا رہے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ نور الدین بھیروی (واضح رہے کہ غلام احمد قادیانی کی گمراہی میں اصل دخل اسی شخص کو حاصل تھا) مولوی عبداللہ چکڑالوی، اسلم جیرا جپوری، ڈاکٹر اسرار احمد مدیر ماہنامہ "میثاق لاہور"، ڈاکٹر رفیع الدین، (انہی سے ڈاکٹر اسرار نے نظریہ ارتقاء اور اس کے دلائل کو حاصل کیا ہے (جس کو انہوں نے تفصیل سے اپنی کتاب "قرآن اور علم جدید" میں لکھا ہے) امین احسن اصلاحی (ڈاکٹر اسرار کے فہم قرآن کا ایک منبع بھی اصلاحی کا تدبر قرآن کا اسلوب و منہاج ہے)، اصلاحی کے استاذ حمید الدین فراہی، منکر حدیث غلام احمد پرویز بٹالوی نگران ماہنامہ "طلوع اسلام" جس میں اس نے اپنے رسالہ اکتوبر ۱۹۵۲ء ص ۷ پر لکھا کہ "روایات حدیث کا پورا سلسلہ قرآن کے خلاف عجمی سازش ہے،" ڈاکٹر فضل الرحمٰن جو تجدد پسندی کا تنظیمی مرکز فیلڈ مارشل ایوب خان کا بنایا ہوا ادارہ تحقیقات اسلامیہ (راولپنڈی) کا ڈائریکٹر تھا جس نے ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۸ء تک اپنے ملحدانہ عقائد کو مسلمانوں پر ٹھونسا، عمر احمد عثمانی جو ادارہ تحقیقات روالپنڈی کے "بزم فکر و نظر" میں مقالہ نگار تھے جس کی خود مدیر فکر و نظر نے بہت تعریف کی ہے۔ ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی جس کا ایک مضمون روزنامہ جنگ لاہور ۱۱، ۱۴، ۱۸ فروری ۱۹۸۷ء کی اشاعتوں میں ادارتی صفحات میں شائع ہوا تھا۔ جس میں موصوف نے علامہ اقبال کی کتاب "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" کے حوالے سے علامہ کے چند اجتہادی افکار کی اپنے ذوق کے مطابق تشریح کی ہے۔ ڈاکٹر گورایہ محکمہ اوقاف پنجاب کے ایک ذمہ دار آفسر بھی تھے لیکن افسوس ہے کہ پیش نظر مضمون خالص پرویزی رنگ میں لکھا گیا جنہوں نے دور ایوبی کے ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی یاد تازہ کر دی" مولانا محمد حنیف ندوی جو غیر مقلد ہیں اساسیات اسلام کے نام سے ان کی کتاب منظر پر آچکی ہے جو ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور کی مطبوعہ ہے جس میں امام غزالیؒ، ابن تیمیہؒ، ابن خلدونؒ اور اشعریؒ کے افکار کی تشریح اور توضیح ہے موصوف مغرب اور مغربی افکار سے مرعوب ہیں بلکہ انہیں اسلام اور علماء اسلام سے شکایت ہے کہ وہ دور حاضر کی جاہلیت جدیدہ کو سند جواز کیوں نہیں دیتے؟

چوہدری رفیق صاحب جدید منکرہ ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی کی تنظیم "الھدیٰ" انٹرنیشنل گلبرگ

لاہور میں عورتوں کو عربی گرائمر پڑھانیوالے جو اپنے نام کے ساتھ پروفیسر کا سابقہ لگاتے رہے۔ مودودی صاحب کی جدیدیت سے متاثر ہو کر "جماعت اسلامی" پھر "امین اصلاحی" اور بعد میں غامدی وغیرہ کے چنگل میں جا پھنسے۔ جامعہ نعیمہ گڑھی شاہو لاہور سے "مولانا" کی غیر استحقاقی سند حاصل کر کے اس گندگی سے باہر نکلنے کا سوچا اور غامدی کے خلاف کتاب لکھدی جو لوگوں کو صرف دھوکہ دینے کی خاطر ہے ورنہ موصوف اب بھی اسی جدیدیت کی دلدل میں پھنسے ہوئے اپنی تحریر کے ذریعہ ذہنی گندگی پھیلا رہے ہیں۔ ان کی ایک کتاب "فقہی مسلک کی حقیقت" اس کی آئینہ دار ہے۔ چوہدری صاحب کبھی پروفیسر رفیق کے نام سے اور اب پروفیسر مولانا رفیق اور کبھی مولانا ابوذر کے نام سے لکھ رہے ہیں۔ موصوف کبھی تقلید کو جائز قرار دیتے ہیں اور کبھی اس پر نشتر چلانا شروع کر دیتے ہیں۔

یہ چند متجددین کے نام ہیں ان کے نظریات وافکار کو جاننے کے لیے شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ شہید کی کتاب "دور حاضر کے تجدد پسندوں کے افکار اور حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب (جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور) کی کتب اور حقیقت ذاکر نائیک (جس میں نائیک کے علاوہ دیگر متجددین کا مختصر مگر جامع تذکرہ ہے) کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

میری کوشش ہے کہ ان تمام ودیگر متجددین کا مختصر تعارف اور عقائد کے بارے میں مختصر سا کتابچہ لکھوں تاکہ قاری کو ایک ہی کتاب میں متجددین کے نام اور نظریات معلوم ہو جائیں۔

زیادہ کتب خریدنے کی ضرورت نہ پڑے اور ہر آدمی خرید بھی نہیں کر سکتا۔ اس بارے میں تمام قارئین سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

ایک نصیحت:

انکار تقلید ہی تجدد پسندی کا سبب ہے مذکورہ ودیگر متجددین نے جب انکار تقلید کیا تو اسلاف کے خلاف بدگمانیاں پیدا ہونی شروع ہوئیں اور اپنی نئی نئی تحقیقات پیش کرنے لگے جن کا قرآن وسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس لئے میری تمام مسلمانوں سے گزارش ہے کہ اپنے اسلاف کا دامن ہرگز نہ چھوڑنا ورنہ کفر وبدعت وضلالت کے ایسے دلدل میں پھنس جاؤ گے کہ نکلنے کیلئے ہزار ہا تدبیریں بے سود ہونگی اور انجام بھی خیر نہ ہوگا۔ اس لئے اکابرین کی تحقیقات کے آگے اپنے سر جھکا دو اس میں دنیا

وآخرت کی کامیابی مضمر ہے۔

اور اس کے ساتھ ساتھ ان متجددین کی سرکوبی بھی ہونی چاہیے تاکہ اس دور زندقہ والحاد جس میں ہر طرف سے بے دینی کی برسات برس رہی ہے مسلمانوں کا ایمان محفوظ رہے۔ جس سمت متجددین اور ان کے چیلے امت کی کشتی لے جا رہے ہیں وہ ہلاکت اور بربادی کا راستہ ہے۔ رشد وہدایت کا ہرگز نہیں ہے۔

سفینہ لے چلا ہے کس مخالف سمت کو ظالم
ذرا ملاح کو سمجھائیے برسات کے دن میں

اللہ پاک ہم سب کو اپنے اساتذہ اور اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر مضبوطی سے قائم رہنے کی توفیق فرمائے اور ہمیں راہ راست پر چلنے کی توفیق بخشے

خدا رکھے مرے حرف وقلم کو کاروانِ حق سے وابستہ
اُنہی کے نقش پائے استقامت ہو مری منزل مرا رستہ

عبدالرزاق صفدر۔ مہتمم مدرسہ دارالعلوم امینیہ
نزد جامع مسجد قبا بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور
فون نمبر: 0300-2515899

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ مدینہ بالمقابل پرانا گیٹ تبلیغی مرکز رائے ونڈ 0321-7505506

☆ مکتبہ اہل سنت والجماعت چک نمبر 87 سرگودھا 0300-3648250

☆ مکتبہ مدنیہ بالمقابل تبلیغی مرکز بہاول پور 0300-4944562

☆ دارالایمان فرسٹ فلور زبیدہ سنٹر اردو بازار لاہور 0321-4602218

☆ مکتبۃ العارفی نزد جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد 0300-6621421

☆ مکتبۃ القرآن نزد علامہ بنوری ٹاؤن کراچی 0333-3439704

☆ مکتبۃ المعارف نزد علامہ بنوری ٹاؤن کراچی 0334-3468713

☆ مکتبہ جمال قاسمی بالمقابل مدرسہ گلشن عمرؓ سہراب گوٹھ کراچی 0334-3441039

☆ مکتبہ انوریہ نارتھ ناظم آباد بھٹو کالونی نزد غوثیہ مسجد کراچی 0321-2709846

باطل فرقوں کی بڑھتی ہوئی یلغار کا دندان شکن جواب

ہم تحقیق کے سورج سے جہالت کے اندھیروں کو ختم کردیں گے (انشاء اللہ)



تلك عشرة كاملة

عیسائیت

مرزائیت

رافضیت

غیر مقلدیت

مماتیت

فرقہ عثمانی

جماعت المسلمین

بریلویت

مودودیت

خارجیت، متجددین

اسٹاکسٹ

مکتبۃ الامین نزد جامع مسجد قباء بغداد روڈ شاداب کالونی بہاولپور پاکستان

0300-2515899